الدر المنثور

في تراجم اہل صادق پور

المعروف

تذکرۂ اہلِ صادق پور

تالیف

مولانا عبدالرحیم زبیر الہاشمی صادق پوری

تقریظ

مولانا ابوالکلام محی الدین احمد آزاد

مکتبہ اہلِ حدیث ٹرسٹ کراچی
فون: ۲۶۳۵۹۳۵

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ

بابتہ مؤلفہ جناب معظم و محتشم مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب زبیری الہاشمی عظیم آبادی

المسمیٰ بہ

الدر المنثور

فی

تراجم اہل صادقپور

معروف بہ

تذکرہ صادقہ

نام کتاب :-

الدرر المنثور فی تراجم اہل صادقپور

مؤلفہ :-

حضرت مولانا عبد الرحیم زبیر الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر :-

حضرت مولانا حکیم عبد الخبیر صاحب مدظلہ العالی

باہتمام

عبد الحفیظ انچارج جماعت اصلاحی پٹنہ ۶

سنہ طباعت :-

پہلا ایڈیشن ۱۰۰۰ } ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء
دوسرا ایڈیشن ۱۰۰۰

تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۶ء پاکستان

ملنے کا پتہ

مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ
کورٹ روڈ، اہلحدیث چوک، کراچی۔
فون: ۲۶۳۵۹۳۵

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد!

حضرت مولانا عبدالرحیم زبیر الھاشمی عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک گراں مایہ تصنیف ہے اور اس کتاب کو پاکستان میں سب سے پہلے شائع کرنے کی سعادت ہمیں نصیب ہو رہی ہے یہ کتاب اس سے پہلے صوبہ بہار کے شہر پٹنہ سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پٹنہ (بہار) سے ۱۹۶۴ء میں اس کتاب کے تین ایڈیشن ایک سال میں شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ ایک ہی سال میں تین ایڈیشنز کا شائع ہوکر ہاتھوں ہاتھ نکل جانا اس بات کا شاہد ہے کہ یہ کتاب انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

کتاب الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور کے مصنف جناب حضرت مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ مجاہد اعظم سرخیل مسلک اہلحدیث وارث الانبیاء و المرسلین حضرت ولایت علی رحیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں اور خود آپ مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ بھی مسلک اہلحدیث کے عظیم سرخیل' قائد اور بڑے عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم مجاہد بھی ہیں۔ آپکی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے' آپ نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں' آپ نے ہندوستان کی سرزمین سے برطانوی سامراج کو نکالنے کے لیے جو خدمات سرانجام دیں انکو بیان کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ مجاہدین ہندوستان کے قائد رہے ہیں اور جماعت المجاہدین کے اعلیٰ عہدوں پر بھی سرفراز رہے۔

آپ سے متعلق ایک مقدمہ جو مقدمہ انبالہ کے نام سے معروف ہوا' میں درج ہے کہ عبدالرحیم ساکن صادقپور عمر 28 سال الزام :۔ ملزم کے خلاف یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ان کے مکان پر بغاوت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ (مجاہدین کے لیے) جمع شدہ رقم کے انچارج تھے اور والنیٹرس کے کھلانے پلانے کی رقم بھی مجاہدین کے پاس بھیجنے کے بھی۔ غرض کہ ان سے جو کچھ ہوسکتا تھا انہوں نے حکومت (برطانیہ) کے خلاف کیا۔

(اقتباس از فیصلہ جج صاحبان)

ہمارے اس عظیم قائد اور سرخیل مسلک اہلحدیث مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ کو ان مجاہدانہ کارناموں کے جرم میں گورنمنٹ برطانیہ نے جزائر انڈیمان (کالا پانی) کی سزا سنائی۔ اس کی تمام روئیداد مولانا جعفر تھانیسری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''کالا پانی'' میں تفصیل کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہے۔

مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک انجمن یا ایک تحریک تھے۔ آپؒ نے علماء صادقپور کے متعلق قلم اٹھا کر ایک گراں قدر کام سرانجام دیا ہے۔ یہ کام تاقیامت آپکا نام زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ علماء صادق پور نے مسلک اہلحدیث کے لیے جو قربانیاں دیں' آپ نے وہ تمام کی تمام اس

کتاب میں رقم کر دی ہیں۔ اس کتاب میں آپ نے بتایا ہے کہ علماء صادق پور نے مسلک اہلحدیث کی ترویج و اشاعت کے لیے انتہائی سادہ اور موثر طریقہ کار کو اپنا کر دین کی تبلیغ کی ہے۔ اس کتاب میں علماء اہلحدیث اور علماء احناف کے درمیان ہونے والے چند مناظروں کا بھی تذکرہ ہے اور انکی روئیداد بھی تحریر ہیں۔ کتاب کی اہمیت کچھ اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس کتاب کی تقریظ مینار سیاست و امام کلام مولانا ابوالکلام آزاد رحمتہ اللہ علیہ کے گراں مایہ قلم سے لکھی گئی ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام کو یہ علمی کتاب پسند آئے گی اور انہیں کتاب کے مطالعہ سے یہ اندازہ بھی ہوگا کہ علماء صادق پور (پٹنہ) نے کس انداز میں مسلک اہلحدیث کی تبلیغ و اشاعت کی ہے اور اس سے عوام اہلحدیث کو تبلیغ دین کی نئی راہیں بھی ملیں گی جن پر عمل کرکے تبلیغ کی ذمہ داریوں سے عوام کما حقہ عہدہ براں ہوں گے۔

ہماری کوشش ہے کہ علماء اہلحدیث کی وہ تصانیف جو انتہائی اہمیت کی حامل ہیں لیکن اب وہ ناپید ہیں' انکو شائع کیا جائے تاکہ عوام اہلحدیث ان تصانیف سے مستفید ہوسکیں۔ یہ کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ناشر

مکتبہ اہلِ حدیث ٹرسٹ

اہلِ حدیث چوک۔ کورٹ روڈ۔ کراچی

فون نمبر: ۲۶۳۵۹۳۵

تقریظ

بر کتاب مستطاب تذکرۂ صادقہ

از

مجمع فضائل و محاسن شاعر باکمال سخنور بے مثال مولوی ابوالکلام محی الدین احمد صاحب آزاد۔ دہلوی مقیم کلکتہ صانہ اللہ عن شرور الحساد حمداً لمن جعل کلامہ تذکرۃ لاولی الابصار۔ واودع البواطن القدسیۃ خزائن الاسرار۔ ونصلی علی صاحب الکتاب المبین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

وضع زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست
رو پس نکرد ہر کہ ازیں کاروان گذشت

"تذکرۃ الاسلاف لتبصرۃ الاخلاف" عربی کا ایک اعلیٰ درجہ کا مقولہ ہے جس کا سچا مصداق یہ "تذکرۂ اہل صادقپور" ہے۔ اس کے مؤلف اس خاندان کے یادگار جناب مولنا عبدالرحیم صاحب صادقپوری ہیں جن کا ترجمہ اس کتاب میں درج ہے۔

فاضل مؤلف نے اس تذکرہ میں اس خاندان کی تمام کیفیت اور تمام اہل خاندان کے حالات نہایت عمدگی سے تحریر کیے ہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ تمام خاندان کا شیرازہ پریشان ہو چکا ہو۔ اور واقفیت و تحقیق کے بہت کم ذرائع باقی رہ گئے ہوں۔ اُن کی یہ کتاب نہایت مفید اور خاندان کے بنائے دوام کا عمدہ ذریعہ ہے۔

غور سے دیکھو تو جس قدر یہ تذکرہ عبرت کا یقین دیتا ہے اور جس قدر اس خاندان کے تمام واقعات انسان کی طبیعت کو مؤثر کرتے ہیں۔ غالباً بہت کم ایسے تذکرے اور ایسے واقعات ہونگے۔ اول تو "عروج و زوال" کی تصویر جسقدر بہتر اس تذکرہ سے کھینچ سکتی ہے کسی واقعہ سے نہیں

کھینچ سکتی۔ ایک خاندان کا یہاں تک ترقی کرنا کہ دولتِ علم اور دولتِ مال میں اُنکی نظیر نہو۔ ہزاروں ان کے جاننے والے ہوں۔ ہزاروں جان نثاری کے لئے موجود ہوں۔ خاندان کا خاندان ایک موقع پہ مسکن گزیں ہو جائے۔ اور اتفاقی صورت کا نام "صادقپور" اختیار کرے۔ باوجودیکہ یہ نام ایک شہر کے کسی حصہ سے تعلق رکھتا ہو مگر مسمیٰ کی ترقیات جزئی شہرت سے بڑھ کر کلی شہرت سے بھی بڑھ جائے۔ علمی حیثیت سے دیکھو! تو بڑے بڑے مصنف اعلیٰ درجہ کے واعظ خاندان میں موجود ہوں۔ دولت کے لحاظ سے دیکھو تو تمام موجودہ دولتمندوں میں اُنکے ڈنکے بجتے ہوں۔ پھر یکایک اُس خاندان کا ایسے دورِ تنزل میں آپڑنا جس سے اُسکی تمام ترقیات پہ پانی پھر جائے یعنی سرے سے بیڑا ہی ڈوب جائے۔ کوئی نام لیوا نہ نظر آئے۔ کوئی جان نثار جان نثاری نہ کرے۔ خود حاکم وقت بخت برگشتہ کی طرح پھر جائے۔ خود اپنے پرائے ہو جائیں۔ دم کے دم میں کارخانہ ہی پلٹ جائے۔ اور ایک آنکھ بند کرنیوالا جب ایک پل کے بعد آنکھ کھولے۔ تو اُسے بجائے ایک خوبصورت محل کے ایک سنسناک لق و دق میدان چٹیل نظر آئے۔ نہ اُسکے سربفلک محلوں کا کچھ نشان معلوم ہو۔ اور نہ اُس صادق پور کی دیواروں کی کچھ یادگار باقی ہو۔ پس ایک انقلابی صورت دیکھنے والے کو حیرتی اور مبہوت بنا دے!!!

ہائے آں صادقپور یہ کجاست! واہل صادقپور یہ کجا اند! نہ مکان را متمکنے! و نہ مکین را مکنے! الٰہی ایں چیست!!۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ کس لئے ہوا؟ بس بس! یہ کچھ نہیں معلوم! ہاں اس حکیم علی الاطلاق خالق دوجہاں کی بے انتہا قدرتوں میں سے ایک انقلاب کنندہ قدرت ہے۔ کہ "اقبال کو تنزل سے بدل دینا"!! مگر اس کا سبب ظاہری بجز نااتفاقی کے اور کچھ نہیں قرار پاسکتا!۔

اب دیکھو!! کہ یہ بیان انسان کو اس کی بے انتہا قدرت کاملہ اور نااتفاقی کی برائیوں کا یقین دلاتا ہے! اور سننے والے کو کس قدر موثر کرتا ہے! ہاں! اور نہیں تو تم ذرا اپنے ہی دل پہ ہاتھ رکھکر دیکھو کہ کیسا کانپ رہا ہے! کیسی ہولناک کیفیت پیدا کر رہا ہے! اس سے بہتر اور اس سے بڑھکر اور کیا حالت موثر ہوگی!؟

پھر اُس خاندان کے جو پس ماندہ تھے، ان کے ساتھ کس طرح یہ فلک کجرفتاری سے پیش آیا۔ "کونسی مصیبت تھی کہ اُن پہ نہ آئی ہو! اور وہ کونسی سختی تھی کہ اُنہوں نے جھیلی نہو! مگر ساتھ ہی ان کا

بے نظیر صبر و تحمل ــــ اور اس جانگداز حالت میں بھی اللہ کا شکر ادا کرنا ـ صبر و شکر کی ایسی عمدہ تعلیم دیتا ہے ـ کہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتی ! ـ

اس کے بعد پھر اتفاق اور استقلال کا ساتھ دینا ــ ایک کوشش کرنیوالے کی کوشش سے خاندان کا پھر ترقی کرنا اسکول کا جاری ہونا علم کا ساتھ دینا ـ اس سب کچھ کا ایک اتفاق کی بدولت ہونا ـ کیا اتفاق کی تعلیم نہیں دیتا ؟ ـ

واقعی یہ کتاب اول سے آخر تک خاص خاص کیفیتوں اور حالتوں کا فوٹو پیش نظر کرتی ہے ـ اللہ تعالے مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے یہ کتاب تالیف فرمائی ادھر ادھر سے کوشش کرکے واقعات اکٹھا کئے ـ چونٹیوں کے ذریعے سے شکر جمع کرکے لڈو تیار کیا ـ اور ہم لوگوں کو مستفیض ہونے کا موقع دیا ـ

قطعہ تاریخ از شاعر بینظیر جامع کمالات منبع حسنات ذوی المناقب والمفاخر جناب مولوی شاہ محمد اکبر صاحب مرحوم ـ اکبر ابو العلائی داناپوری عظیم آبادی

مولوی کریم عبد رحیم
آپ ہیں یادگار تاج فقیہہ
یہی حضرت ہمارے جد بھی ہیں
پسر خورد تھے یہ حضرت کے
یہ گھرانا بڑا مکرم ہے
اولیا اس میں غوث وقطب اس میں
اس میں مخدوموں کی جماعت ہے
کاکو میں آ کے ان بزرگوں نے
پھر بہار اور نواح ان سے بسا
پھر یہ پھیلے تمام صوبے میں

خود کریم اور باکرم اجداد
تھے جو اس صوبہ کے امام جہاد
ہم ہیں عبد العزیز کی اولاد
ہوئے یہ بھی منیر میں آباد
اس میں عباد اس میں ہیں زہاد
اس میں ابدال اس میں ہیں اوتاد
جس کا ہر فرد اہل رشد و ارشاد
بعض نومسلموں کی کی امداد
پڑی دونوں جگہ نئی بنیاد
ہر جگہ پہنچے یہ فرشتہ نژاد

مونڈے[1] سے میرے جد یہاں آئے | دانا پور[2] میں رہے وہ بادلِ شاد
اِسی نسخہ میں ان کی ہے تفصیل | جمع ہیں اِسمیں ان کے سب افراد
زرِ خالص ہے یہ کتاب نفیس | اِس کی یہ لکھی ہوئی ہے ہر روداد

زغل و غش سے ہو پاک یہ اکبر
ہے دعا یہ سال "بے زغش باد"
۱۳۱۹ھ

قطعہ تاریخ از جامع علوم ظاہریہ و باطنیہ مقبول بارگاہِ رب العرش جناب مولوی الٰہی بخش خانصاحب مرحوم بڑاکری بہاری

پٹنہ کہ بود مسکن وماوائے کاملین | بودند اہل فضل از آں شہر خوشہ چیں
تعلیم یافتند از آں درسگاہ خیر | توحید و اتباعِ سنن جملہ مومنیں
جاری شدہ از ہمہ انہار اہتدا | زاں ساں کہ شد جنان پے جناتان معیں
آب زلال او ہمہ صافی نکدر حادث | دُرِ خوشاب او ہمہ یک دانہ ثمیں
ہر لحظہ ریختہ از وآبِ حیات مجدد | تازہ دم از وی کام و دہان موحدیں
دارد زمانہ یاد بسے واردات او | از کاروبار علم دبستان مجاہدیں
روح روان پٹنہ ولایت علی بنام | پیر ہدیٰ نمونۂ اخلاق مرسلیں

[1] بہار سے اُتر ایک بستی جسمیں حضرت سید لطیف الدین دانشمند کی اولاد بستی ہے، آپکے پوتے حضرت سید شاہ سیف اللہ قدس سرہٗ تھے وہ نواسے تھے حضرت شاہ دولت منیری قدس سرہٗ کے اُن کے نواسے فقیر محمد اکبر کے پردادا حضرت شاہ طیب اللہ قدس سرہٗ میرے دادا حضرت شاہ تراب الحق قدس سرہٗ کی شادی حضرت سید شاہ غلام حسن قدس سرہٗ خلیفہ شاہ محمد منعم قدس سرہٗ کی دختر سے ہوئی اور یہیں رہ گئے۔

[2] دانا پور قدیم سادات باقری کی بستی ہے یہاں پانچ سو برس سے سادات کی بستی ہے اور انکا نسب بہت پاک رہا صرف نوآبادہ اور مونڈے سے قرابت رہی مگر اس تیس برس سے بعض یوں نسب اچھے نہیں ہوئے۔ ۱۲ محمد اکبر ابو العلائی۔

مستِ مئے الست بذات احد فنا   یحییٰ علی صبور چو یحییٰ اے اولین
ضرغام نیستان رضا احمد اللّٰهم   ثابت به امتحان چو قدمہائے مرسلین
مولائے من جناب عنایت علی ولی   سیفی زبان چو سیفِ نجاد مجاہدین
فرخنده حسین که صدق صفا زہد و اتقا   بودند جاگزینش ولی نیک کمترین
زینسان بسے گذشته در و صاحبان فضل   از لاحقین ولی بقدمہائے سابقین
در زہد و اتقا ہمه مسند نشین مجد   در علم و فضل آن ہمه بودند کاملین
در رزمگاه غزو ہمه رایت ظفر   در بحث گاه علم ہمه آیت مبین
ز انفاس پاک این ہمه شاہان فخر و فقر   حق حق شنیده شد ز صنم خانہائے چین
از فیض پائے ہچو بزرگان پُر ضیا   زیباست گر نہد بفلک پائے خود زمین
دین خدا که احمد مرسل رسول اوست   مخلوط بود بدعت و اوہام پیش ازین
توحید پر ز شرک ریا جز و از خلوص   اعمال پر ز ریو چو اطوار کافرین
آخر یگان یگان کمر خویش بست جست   بہر علوم دین بطلب شد چو سابقین
مستانه وار بے خبر از جاه ما سبق   مال و منال جان ہمه کرده فدای دین
در راه حق ز لومهٔ لائم نه ہیچ باک   صرف از جناب حضرت دادار خائفین
جان بدر کرده راه خدا پاک بیختند   از لوث و درد ربود نیا طین و ملحدین
صور صدائے حق بدمیدند در جہان   گویا که بود بہر ضلالت دم پسین
معمور گشت ہند ز انوار اہتدا   لطف خدا خروج نمود آخر از کمین
آباد گشت مسجد و غمخانہا خراب   سُبحه بدست آمده در جائے ساتگین
ذکر خدا بکوچهٔ و برزن شده بلند   نام خدا بخاتم دلہا شده نگین
ہر خانه گشت مجلس قدوسیان جواب   القصه زانچنان شده اہل جہان چنین
آخر زمانه طرح دگر ریخت بعد از آن   کورا بود بطبع چنین شیوهٔ حسین
یعنی بحسب عادت خود از زمان مدد   این گنجہا نمود بزیر زمین دفین
اے ننگ اے سرائے علوم و فنون و مجد   شرط وفا نه ہست بقائے تو بعد ازین

بعد از خروج روح جسد میشود خراب
لیکن بدانم اینکه تو از بهر کیستی
یعنی نشان قافله رفته تا کنوں
عبدالرحیم فرع درخت آسماں سمائے
برمسند افاضه چو باران قحط سال
علامهٔ زمانهٔ و فرزانهٔ جہاں
اینک نوشته است بحال اکابراں
نظمش چناں نهاد که میگفت کهکشاں

افتد ز پا مکان چو نباشد درو مکیں
در خلعت وجود بایں حالت غمیں
باقیست در سرائے تو با فرّ سالفیں
حق گوئے نیکخوئے بصدق و صفا قریں
ریزد بکام اهل جہاں شیر و انگبیں
قسطے بذات پاک او از علم راسخیں
خوش نغز رساله که کند جان عنبریں
من بنده اش شوم چو دهد جا بجا کریں

جستم چو سال طبع ز ارباب علم و هوش
الہام شنید و گفت چه تاریخ اہل دیں
۱۳۱۹ھ

اِنتباہ

اے حضرات ناظرین آپ کو اپنی عالی خاندانی اور شرافت نسبی پر ہرگز تکبر و غرور و فخر نہ کرنا چاہیئے۔ جائے غور ہے کہ آخر یہ شرافت آئی کہاں سے کل بنی نوع انسان شریف و رذیل سب ایک ہی مُشت خاک اور ایک ہی قطرۂ ناپاک کے بنے ہوئے ہیں۔ پھر اس وقت بھی لوازمۂ بشری مثل بھوک اور پیاس اور پاخانہ اور پیشاب وغیرہ میں کل بنی آدم کیا شریف کیا رذیل سب مساوی طور پر حصہ لیئے ہیں۔ پھر یہ شرافت و عالی نسبی کیا چیز ہے اصل یہ ہے کہ اگر قوم میں سے کسی ایک نے خدا کو پہچانا اور اُس کے حکموں کی بجا آوری کی، اور عمل صالح کیا، اور منکرات و منہیات سے بچا وہ شریف اور سید کہلایا۔ اسی کی بدولت اُسکی اولاد بھی سید و شیخ کہلانے لگی۔ کہ جس کے معنی سردار قوم کے ہیں۔ پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ اعمال نیک ہی سے آدمی شریف ہوتا ہے اور بد کرنے سے رذیل و کمینہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند خاص کا حال کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں اُسکی نسبت یوں فرماتا ہے انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح دیکھو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کو بہ سبب بدکرداری اُس کے اُن کے اہل سے خارج کر دیا اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتا ہے والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم ہے زمانہ کی کہ تمام انسان نقصان میں ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے آخرت میں بھی جہنّم سے چھٹکارا اعمال صالح ہی سے ہوگا۔ نہ شرافت نسبی سے جیسا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حکم ہوا وانذر عشیرتك الاقربین۔ آپنے اپنے تمام قرابتمندوں کو اور کل قریش کو جمع کیا اور خطبہ دیا ہر ایک قبیلہ کا نام لے لے کر ڈرایا اور اپنے خاص برادری والوں کا نام لیکر ہر ایک کو ڈرایا اور فرمایا یا بنی ھاشم انقذوا انفسکم من النار یا بنی عبد المطلب انقذوا انفسکم من النار یا فاطمۃ انقذی نفسك من النار فانی لا املك لکم من اللہ شیئا۔ غیر ان لکم رحما سابلھا ببلالھا رواہ مسلم اور متفق علیہ میں یوں ہے۔ قال یا معشر قریش اشتروا انفسکم لا اغنی عنکم

من اللہ شیئا یا بنی عبد مناف لا اغنی عنکم من اللہ شیئا یا عباس ابن عبد المطلب لا اغنی عنک من اللہ شیئا و یا صفیۃ عمۃ رسول اللہ لا اغنی عنک من اللہ شیئا و یا فاطمۃ بنت محمد سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللہ شیئا جبکہ سید ولد آدم محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی محبوبہ صاحبزادی سیدۃ النساء اہل الجنۃ کو صاف فرما دیا کہ بغیر عمل صالح میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا تب پھر ہم لوگوں کا جو بیسوں پشت مابعد پیدا ہوئے ہیں کہاں ٹھکانا ہے۔ اور اللہ پاک نے صاف فرما دیا ہے یوم ینفخ فی الصور فلا انساب بینھم جس دن پھونکا جاویگا صور میں تو نسب کچھ کام نہ آویگا۔ اے حضرات ناظرین اس تالیف کا یہ موضوع و منشا نہیں ہے کہ آپ اس کو پڑھ کر اپنی عالی خاندانی و والانسبی پر فخر کریں۔ حاشا و کلا ثم حاشا و کلا بلکہ مقصود اصلی و علت غائی اس تالیف کی یہ ہے کہ حکم نبوی صلعم کو بجالاؤں حیث قال۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر اخرجہ الترمذی۔ میں نے اس حکم کی بجاآوری میں دور دراز کے شہروں و قصبوں اور دیہاتوں سے لاکر تمام اہل برادری کو ایک سطح پر آپ کے آنکھوں کے سامنے جمع کردیا تاکہ آپ اپنی برادری والوں کو پہچانیں اور اُن کے ساتھ صلہ رحم کریں اور اللہ تعالیٰ اس کا نفع دنیا و عقبیٰ میں آپ کو بخشے اور درصورت خلاف اس کے حدیث شریف میں وعید سخت آئی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے الرحم شجنۃ من الرحمن من وصلھا وصلہ اللہ ومن قطعھا قطعہ اللہ اے میرے پیارو اللہ سے ڈرو اور صلہ رحم کرو تو موجب بشارت اس حدیث کے مستحق صلہ رب العالمین کے ہو آج کل کا وہ زمانہ ہے کہ نفاق شقاق گھر گھر میں پھیلا ہوا ہے۔ بھائی کو بھائی سے اور بیٹے کو باپ سے اور جورو کو شوہر سے مخالفت و عداوت و دشمنی پڑی ہوئی ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیف دہی و آزار رسانی میں ہمہ تن شب و روز مصروف ہے خدا سے نہیں ڈرتے کہ فرمایا ہے جس نے قطع رحم کیا اللہ تعالیٰ اس سے قطع رحم کریگا نعوذ باللہ منھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ مقصود ان بزرگوں کے تراجم سے یہ ہے کہ ان کے اخلاف و اتباع اور عامۃ المسلمین کیلئے عبرت موعظت و تذکیر اور اثبات قدم خدمت دین میں پیدا ہو۔ افسوس مواد کی کمی اور نقص صحت نے آرزو پوری نہونے دی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی خلق الانسان من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبثّ
منهما رجالا کثیرا ونساء ثم جعل له نسبا وصهرا ٭ واشهد ان لا اله الا الله
وحده لا شریك له شهادة ارجوه ان یهون بها علیّ کرب السیاق ٭ وان یختم
بها حیاتی یوم الرحیل من الدنیا والفراق ٭ وان یؤمننی بها یوم الشدائد و
الاطراق ٭ واشهد ان سیدنا محمد عبده ورسوله الذی اکرمه الله تعالیٰ
بجمیل الاخلاق ٭ اللهم صل وسلم وبارك علی عبدك ورسولك محمد
وعلی آله واصحابه البررة السباق الذین حذروا الناس عن الکفر
والنفاق ٭ الی الایمان والهجرة والجهاد والانفاق ٭ صلوات وسلاما
دائمین متعاقبین الی یوم الطلاق ٭

اما بعد کہتا ہے بندہ حقیر فقیر امیدوار رحمت و مغفرت رب کریم ابو الفتح محمد عبد الرحیم زبیری
الہاشمی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ کہ یہ کتاب ایک مقدمہ اور پانچ فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے

مقدمہ در بیان وجہ تالیف کتاب و ثبوت انتساب حضرت مولٰنا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران باولاد یحییٰ منیری قدس سرہٗ۔

فصل اول در بیان نسب نامہ ابوالاب مولٰنا ممدوح

فصل دوہم در بیان نسب نامہ ام الاب مولٰنا ممدوح

فصل سویم در بیان نسب نامہ ابوالام مولٰنا ممدوح

فصل چہارم در بیان نسب نامہ ام الام مولٰنا ممدوح

فصل پنجم در بیان نسب نامہ بعض اہل قرابت قریبہ مولٰنا ممدوح

خاتمہ در بیان بعض امور متفرقہ و شجرہ بیعت وغیرہ اور نام اس کا الدر المنثور فی تراجم اہل صادقفور معروف بتذکرۂ صادقہ رکھا گیا۔ واللہ المستعان علی اتمامہ

وجہ تالیف کتاب و انتساب حضرت مولٰنا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران باولاد یحییٰ منیری قدس سرہٗ

سب سے پہلے میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں کہ وہ میری نیت کو اس کتاب کی تحریر میں فخر بالانساب وغیرہ امور سے بچا کر محض بطور احقاق حق و بیان واقعی کے رکھے۔ فی الواقع عالی نسبی بلا عمل کسی کام کی چیز نہیں ہے کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ البتہ عمل کے ساتھ بلا فخر دین و دنیا میں کارآمد ہو سکتی ہے۔ جب کہ منطوق کلام لازم الوثوق ہے۔ والذین آمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التنٰہم من عملہم من شئی ....

پس میں بھی اُمیدوار ہوں کہ اللہ رب العزت محض اپنے کرم سے میری نیت و اعمال کو درست کر دے اور میرے آبا صالحین کے ساتھ مجھ کو ملادے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

آنحضرت صلعم نے اپنے عام اُمتوں کو تعلیم دیا ہے کہ اپنے لوگوں کو نسب بتا دیا کرو اس کے فوائد بتا کر رغبت دلائی ہے کما ورد فی الحدیث عن ابی ہریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاہل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر۔ اخرجہ الترمذی۔ لہٰذا مجھ پر بھی اپنے خاندان کا فرض ہے کہ بموجب حدیث شریف مذکور و آیۃ کریمہ واما بنعمۃ ربک فحدث جناب مولانا

ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران کے نسب کو قوی سندوں کے ساتھ واضح طور پر مختلف طریق سے ظاہر کروں چونکہ ہمارے خاندان کا نسب نامہ جو ہمارے گھر میں موجود تھا اور اس پر بہت سے لوگوں کے مہر و دستخط بھی تھے وقت ضبطی ہماری جائداد کے ہمراہ کتب دیگر کاغذات کے سرکار میں چلا گیا اب میرے ہاتھ میں کوئی دلیل باقی نہ رہی لاچار میں نے اپنے دوسرے قرابتمندوں و ہمجد لوگوں کی طرف رجوع کیا کہ ان کے پاس سے بہم پہنچا کر اپنا نسب نامہ درست کروں پس سب سے اول جو مجھ کو اپنے یحییٰ منیری کے اولاد ہونے کی سند ملی وہ یہ ہے کہ ایک شخص محمد علی نام جو ربیب شیخ مہر علی صاحب مختار و ملازم جناب مولانا احمد اللہ و مولانا الٰہی بخش علیہما الرحمۃ والغفران کا تھا اس کے پاس ایک کتاب قلمی تھی کہ جس پر مہر و دستخط ان دونوں حضرات کے موجود تھے وہ کتاب محمد علی مذکور کے پاس وقت ضبطی جائداد و کاغذات وغیرہ کے کسی طور پر رہ گئی تھی بذریعہ برادرم مولوی محمد حسن مرحوم و مغفور کے وہ کتاب مجھ کو ملی چنانچہ اشعار اس کے بقدر حاجت آئندہ موقع پر لکھوں گا بعد اس کے جناب خواجہ سید عبدالکریم مرحوم و مغفور ساکن شیرگھاٹی سے ملاقات ہوئی چونکہ وہ اس فقیر کے ہمجد ہیں اُن سے میں نے اس کتاب کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا کہ وہ کتاب میرے پاس بھی موجود ہے مگر ناتمام ہے اسکا نام نگارستان چین ہے اس کے مؤلف وہ ہیں جنہوں نے قصہ چہار درویش کو نظم کیا ہے اور وہ کتاب دست خاص سے مولوی دلاور علی مرحوم کے لکھی ہوئی ہے اور وہ اولاد سے ملا محمد سعید قدس سرہ کے تھے پس میں نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا چنانچہ خواجہ صاحب مرحوم و مغفور نے شیرگھاٹی پہنچ کر اس کتاب کو مع نسب نامہ کے جس کا سلسلہ مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ سے لیکر زبیر ابن عبدالمطلب تک پہنچا ہے بذریعہ ڈاک میرے پاس بھیجدیا میں نے اس کتاب میں سے چند اشعار بقدر حاجت نقل کر کے اس کتاب کو ان کے پاس واپس کیا اور وہ نسب نامہ ان کا بھیجا ہوا اس وقت تک میرے پاس بطور سند موجود ہے اور علاوہ اُس کے بہت سی جگہوں سے جو ہمارے ہمجد لوگ ہیں نسب نامہ اُنکا منگوایا اور دیکھا از انجملہ تذکرۃ الکرام مؤلفہ مولوی احمد کبیر صاحب ساکن دانا پور محلہ شاہ ٹولی مطبوعہ نولکشور اور گل فردوس مصنفہ حضرت شاہ امین احمد صاحب بہاری سجادہ نشین حضرت مخدوم شرف الدین بہاری قدس سرہٗ مطبوعہ نولکشور اور ایک کتاب قلمی کہ جس پر قریب پچاس دستخطوں کے تھے

کہ حضرت مخدوم یحییٰ منیری زبیر الہاشمی ہیں جناب شاہ محمد نور صاحب ساکن بہار محلہ ابیر سجادہ نشین روضۂ حضرت مخدوم احمد چرم پوش بن سید موسیٰ ہمدانی سے مجھ کو ملی۔ میں نے اس میں سے نسب نامہ مخدوم یحییٰ منیری اور مخدوم احمد چرم پوش اور کچھ اور مضمون بھی بقدر حاجت نقل کر کے اس کتاب کو ان کے پاس واپس بھیجدیا من شاء فلینظر ھنالک۔ اخیر میں جب ۱۳۱۴ھ میں یہ فقیر بمعیت برادرم مولوی اشرف علی صاحب مرحوم کے شیر گھاٹی گیا اور وہاں بہت سے نسب نامے قدیم لکھے ہوئے سَو سَو برس کے مختلف لوگوں کے مجھ کو ملے بعض کو ان میں سے میں اپنے ہمراہ بھی لے آیا ہوں جو اس وقت میرے پاس موجود ہیں وہ سب بالاتفاق بتاتے ہیں کہ جناب حضرت مولٰنا ولایت علی علیہ الرحمۃ یحییٰ منیری کے اولاد سے تھے جو زبیری الہاشمی تھے اور نیز اس کتاب نگارستان چین مصنفہ مولوی ولایت علی مرحوم مولوی اشرف علی صاحب مرحوم نے ملاحظہ کیا مگر ہاں بعض نسخوں میں بعض جگہ پر زبیر ابن عبدالمطلب بن ہاشم کے ابو درداء ابن عبدالمطلب بن ہاشم لکھا ہے اور بعض میں ابودرداء معروف بہ ابوصعب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف لکھا ہے لیکن اکثر نسخوں میں زبیر ابن عبدالمطلب بن ہاشم لکھا ہے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ معتبر کتابیں مثل کتاب المعارف مصنفۂ امام ابن قتیبہ استاد امام ترمذی صاحب جامع و کتاب الانساب سمعانی و جمہرۃ الانساب امام ابن حزم ظاہری و کتاب الانساب امام ذہبی و انساب سیوطی و اسد الغابہ یہ سب متفق ہیں کہ عبدالمطلب کی اولاد میں زبیر ایک شخص تھے۔ اور ابودرداء نام کا کوئی نہیں تھا جس کی تحقیق کامل آئندہ سوانح زبیر عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں آویگی وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

فصل اوّل دربیان نسب نامہ ابوالاب مولٰنا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران بہر کیف حضرت مولٰنا محمد سعید قدس سرہٗ نے جو سعد الجد حضرت مولٰنا ولایت علی علیہا الرحمۃ والغفران کے تھے۔ قصہ چہار درویش کو فارسی میں نظم کیا اور اُس کا نام نگارستان چین رکھا نصف وہ نظم کرنے پائے تھے کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ بقیہ نصف کو اُن کے صاحبزادہ جناب مولوی ولایت علی مرحوم و مغفور نے نظم کیا اُس میں سے بقدر حاجت اس جگہ نقل کرتا ہوں پسند اس بات کے کہ جناب مولٰنا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے اولاد سے تھے جو قریشی اور ہاشمی تھے

نصو نکتہ سنجان معانی	سر بر آمدے ملک نزربانی
بہندوستان یکی صوبہ بہار است	دران یک شہر جنپہ نام دار است
دلاور نام این معموم باشد	علی بہر مین منعوم باشد
واحوال مفصل این چنین است	بیانش میکنم بیشک همین است
قریشی ہاشمی چون بود نسبش	علی نہ اکہ نادرفتین حسبش
کنم احوال خود را آشکارا	عزیزان بشنوید این ماجرا را
عظیم آباد گویندش در ین ہر	بدانی مولدم بیشک ہمان شہر
برائے اعتقاد اے مرد مقبل	بہر یک جا تخلص میکنم دل
کہ مولانا سعید آن قبلہ گاہم	پدر بود است مارا ہم بنامم
ز نسل حضرت یحیی منیری	یکی آن بود با جود و دلیری
سمانا عالم دنیا و دین بود	وہم کشاف اسرار یقین بود

نسب نامہ حضرت مخدوم یحیی منیری قدس سرہ منتخب از کلیات قدسی مصنفہ جناب حضرت شاہ امین احمد صاحب فردوسی بہاری متخلص بہ ثبات سجادہ نشین روضہ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الحق والدین احمد یحیی منیری قدس سرہ مطبوعہ نولکشور در سنہ ۱۸۸۲ عیسوی مطابق سنہ ۱۳۰۰ ہجری۔

شاہ آمین بہ بیاض از سر تحقیق انم	در نسب نامہ مخدوم بیان کرد رقم
پسر حضرت یحیائے منیری شرف است	کاین چنین ہست کہ اش بجہان ہر طرف است
ہست یحیائے منیری پسر اسرائیل[2]	کہ بود ہادی اسرار طریقت بے قیل
او بود ابن محمد[3] کہ بود تاج فقیہ	کز پے او بہرے آمدہ شان نقیبہ
او بود در نسبش ابن امام ابوبکر[4]	کہ رسیدہ است ز عرفان بمقام بوبکر
بو محمد[5] پدر اوست در ارباب نسب	کہ بزرگی و شرف یافتہ از بخشش رب
پدرش را بجہان بود ابوالقاسم[6] نام	کہ بسے باعظمت بود نزدیک انام
بوصالح نام است یکی پدرش را کنیت	کو نرفتہ است گہے راہ خلاف سنت
بوسعید است مر او را پدر نیک صفات	کاشکارا و نہان بود بذاتش برکات
او بود در نسبش ابن امام[9] ابوالفتح	مشتہر در علم خویش ۔ ۔ ہم بوالفتح
پسر اوست ابواللیث[10] کہ بود است امام	کز ریاضات سلوک رہ حق کرد تمام
پدر اوست ابواللیل[11] ناکردہ ارے	کہ نمیداشت بجز عشق و محبت کارے
پدر اوست ابو زہرہ[12] سراپا عرفان	چون مہے بر فلک رفعت و ہمت تابان
پدر اوست ابوسہم[13] امام عالم	آنکہ او شہد ہدی ریخت بکام عالم

پدر او ست ابو الدین[۱۴] سراپا اوصاف
پدر شیخ ابو الدین[۱۵] ابو مسعود[۱۶] است
پدر او ست ابوذر[۱۷] بوغا مرد دلیر
پدر او ست زبیر[۱۸] آنکه بود عم[۱۹] رسول
پدرش مطلب[۲۰] آنکه پدر عبداللہ
پدر او ست ابو الہاشم[۲۱] ابن مناف[۲۲]

آنکہ غالب شدہ برنفس بہر گونہ مصاف
کہ ز طفلی ہمہ افعال تو شش محمود است
کہ گرایید سوئے دین نبی ہمچوں شیر
شرح فخر نسبش جملہ فضول است فضول
آنکہ در مکہ فزول داشت ہم او عزت و جاہ
چہ تواں گفت بعز نسب واوصاف (ف)

نسب نامہ جد صحیح جناب حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران[۱]

(۱) مولانا ولایت علی و مولانا عنایت علی
و مولوی فرحت حسین غفر اللہ لہم فرزندان
(۲) مولوی فتح علی مرحوم و مغفور
(۳) مولوی وارث علی مرحوم
(۴) ملا محمد سعید عرف ملا بخشو مرحوم
(۵) قاضی احمد اللہ مرحوم قاضی پرگنہ اذن سے گیا
(۶) ملا حفیظ اللہ مرحوم اور بعض نسخہ میں شکر اللہ پایا گیا
(۷) حضرت مولانا محمد عارف قدس سرہٗ
ملقب بہ ابو الفتح
(۸) ملا شیخ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
(۹) ملا شیخ محمد منصور رح
(۱۰) شیخ ابو الحسن رح
(۱۱) حاجی عبداللہ عرف حاجی الحرمین رح
(۱۲) صدر الاتقیا حضرت خواجہ علی رح
(۱۳) سالک طریقت مادہ گنج حقیقت حضرت شیخ حمید الدین قدس سرہٗ
(۱۴) مظہر عرفانی غازی شہید حضرت مخدوم عزیز الدین پکھی قدس سرہٗ
(۱۵) حضرت مخدوم خلیل الدین قدس سرہٗ
(۱۶) حضرت زبدۃ الواصلین مخدوم یحییٰ منیری قدس سرہٗ
(۱۷) حضرت سلطان محمد اسرائیل قدس سرہٗ
(۱۸) حضرت محمد معروف امام تاج فقیہ قدس سرہٗ
مدنی الاصل ثم المنیری[۱]

ف ایقاظ شاہ آمون تا نذرے سے جناب حضرت مخدوم یحییٰ منیری کے تھے انہوں نے ایک کتاب احوال میں حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے لکھی ہے اور نسب نامہ بھی آپ کا اسی میں درج کیا ہے وہ کتاب بہار کے خانقاہ میں گدی نشیں کے پاس وراثتاً چلی آتی ہے۔ اسی سے حضرت شاہ امین احمد صاحب نے یہ نسب نامہ لکھا ہے۔

[۱] آپ کا خاندان مدنی الاصل تھا پھر خلیل الرحمن جو ایک قصبہ کا نام ہے ملک شام میں جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر ہے جا کر یہ خاندان بسا پھر وہاں سے منیر میں تشریف لائے۔

(۱۹) حضرتِ امام ابوبکر قدس سرہٗ

(۲۰) ابو محمد عرف امام ابو الفتح قدس سرہٗ

(۲۱) امام ابو القاسم قدس سرہٗ

(۲۲) حضرت امام ابو الصائم قدس سرہٗ

(۲۳) حضرت ابو سعید عرف مولانا ابو الدہر قدس سرہٗ

(۲۴) حضرت امام ابو الفتح قدس سرہٗ

(۲۵) امام ابو اللیث قدس سرہ

(۲۶) حضرت امام ابو اللیل قدس سرہٗ

(۲۷) حضرت ابو الدہر قدس سرہٗ

(۲۸) حضرت امام ابو سعید قدس سرہٗ

(۲۹) حضرت امام ابو الدین امام عالم قدس سرہٗ

(۳۰) حضرت ابو مسعود تابعی رحمۃ اللہ علیہ

(۳۱) حضرت عبد اللہ کنیت ابوذر رضی اللہ عنہ
صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

(۳۲) حضرت زبیر کنیت ابو درداء و ابو معصب
عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳۳) عبد المطلب جد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم

(۳۴) ہاشم

(۳۵) عبد مناف

۲ نسب نامہ قریشی ہاشمی ابو صبعی کہ بانی دردائی نیز معروف اند این است

خادم الفقرا[۱] عبد النعیم معروف بہ غلام مصطفےٰ ابن غلام تلمذ[۲] مرحوم ابن محمد احسان[۳] مغفور ابن حضرت شاہ رحمت[۴] اللہ مرحوم ابن حضرت شاہ نصر[۵] اللہ مرحوم بن ہادی صوری و معنوی حضرت مولانا شاہ غلام[۶] مصطفےٰ قدس سرہٗ ابن حضرت شاہ ہدایت[۷] اللہ ابن حضرت شاہ ولی الدین[۸] ابن حضرت شاہ رحمت[۹] اللہ ابن شاہ ضیاء[۱۰] اللہ ابن حضرت شاہ مجیب[۱۱] الدین ابن حضرت حاجی الحرمین الشریفین مخدوم شیخ حاجی[۱۲] قدس سرہٗ ابن حضرت صدر الاتقیاء مخدوم شیخ خواجہ علی[۱۳] قدس سرہٗ ابن سالک مسالک طے بیت بر تمام حقیقت حضرت مخدوم شیخ حمید[۱۴] الدین نور اللہ مرقدہٗ ابن منظہر علم و عرفاں حضرت مخدوم عزیز[۱۵] الدین یحییٰ قدس سرہٗ ابن زبدۃ المحققین حضرت مخدوم شیخ خلیل[۱۶] الدین قدس سرہٗ ابن قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین تارک سلطنۃ حضرت مخدوم شاہ یحییٰ منیری[۱۷] نور اللہ مرقدہٗ ابن حضرت سلطان محمد اسرائیل[۱۸] قدس سرہٗ ابن حضرت امام تاج[۱۹] فقیہ سلطان حجاز ثم سلطان ہند و بعد ولی عہد فرمودن حضرت محمد اسرائیل بہ سلطنت ہند بملک قدیمی خود کہ حجاز بودہ است باز تشریف بردند از منکوحہ دیگر مخدوم عبد العزیز جد مخدوم شاہ شعیب شیخ پوری پیدا شدند ابن شیخ ابوبکر[۲۰] قدس سرہٗ ابن حضرت

شیخ ابو الفتح قدس سرہٗ ابن حضرت شیخ ابو الصائم[۲۲] نور اللہ مرقدہٗ ابن حضرت مخدوم شیخ ابو اللیل[۲۳] قدس سرہٗ ابن شیخ ابو الدہر[۲۴] قدس سرہٗ ابن شیخ ابو اللیث[۲۵] قدس سرہٗ ابن حضرت شیخ ابو سہم[۲۶] قدس سرہٗ ابن حضرت شیخ ابو الدین[۲۷] قدس سرہ ابن حضرت امام مسعود[۲۸] قدس سرہٗ ابن امام حضرت ابو درداء[۲۹] معروف بہ ابو صعب قدس سرہٗ ابن حضرت عبد المطلب[۳۰] ابن ہاشم[۳۱] ابن عبد المناف[۳۲] القرشی۔

اور اسی نسب نامہ میں جو نہایت کہنہ و ژولیدہ کاغذ پر تخمیناً سو برس سے زیادہ کا لکھا ہوا ہے چند ورقوں کے بعد یہ نسب نامہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جس کی نقل بجنسہ میں کرتا ہوں وھو ہذا۔ مولوی شیخ غنی[۱] و بشارت علی بن شیخ[۲] وارث علی بن مولوی محمد سعید[۳] عرف میاں بخشو بن شریعت و فضیلت پناہ ملا قاضی احمد اللہ[۴] بن فضیلت دستگاہ ملا شیخ حفیظ اللہ[۵] بن جامع الکمالات صوری و معنوی حضرت ملا شیخ محمد عارف[۶] قدس سرہٗ ابن حضرت ملا شیخ ابراہیم[۷] قدس سرہٗ ابن حضرت شیخ منصور[۸] قدس سرہٗ ابن حضرت شیخ ابو الحسن[۹] قدس سرہٗ ابن حضرت ملا حاجی الحرمین الشریفین مخدوم شیخ حاجی[۱۰] قدس سرہٗ کہ جد اعلیٰ حضرت غلام مصطفیٰ ابی الدرداء الہاشمی اند۔

سوانح حضرت زبیر عم رسول اللہ صلعم

باتفاق اہل سیر نبوی و اصحاب تواریخ و انساب شجرۂ عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف شیبۃ الحمد کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ اور بعضوں نے گیارہ اور بعضوں نے بارہ[۱۲] اور بعضوں نے تیرہ[۱۳] بیٹے بھی لکھے ہیں جس پر امام ابن قتیبہ صاحب کتاب المعارف استاذ امام ترمذی و امام طبری وغیرہ اہل تواریخ متفق ہیں اُن کے اسامی یہ ہیں عبد اللہ[۱] والد حضرت نبی کریم صلعم۔ زبیر[۲]۔ ابو طالب[۳] (ان کا نام عبد مناف بھی تھا) یہ تینوں ایک ماں سے) ابو الفضل عباس[۴] ضرار[۵] حمزہ[۶] مقوم[۷]۔ ابو لہب[۸]۔ غیداق[۹] (ان کا نام جحل اور بعضوں نے نوفل لکھا ہے) حارث[۱۰]۔ ان میں سے چھ قبل رسالت آنحضرت صلعم کے انتقال کر گئے۔ باتفاق اہل سیر و تواریخ چار نے زمانہ رسالت کا پایا۔ اُن میں دو مشرف باسلام ہوئے حضرت حمزہ[۱] رض اور حضرت عباس[۲] رض اور دو محروم رہے ابو طالب[۱] اور ابو لہب[۲] جن میں اختلاف ہے وہ ابو طاہر[۱۱]۔ عمر[۱۲]۔ عبد القادر[۱۳] ہیں۔ واللہ اعلم۔

زبیر ابن عبد المطلب بڑے شاعر زمانہ جاہلیت میں تھے۔ اشعار برجستہ کہا کرتے تھے اصابہ فی

تمیز الصحابہ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رح میں ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب رسول اللہ صلعم کو طفولیت کی حالت میں کھلایا کرتے تھے۔ اور یہ جملہ پڑھا کرتے۔ محمد بن عبدم۔ عشت بعیش انعم۔ فی اقرع اشیم مبرّد نے کامل میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو آپ بہت پیار کرتے تھے۔ یہ اور حضرت عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں باپ سے عینی بھائی تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ زبیر کی اولاد سے ایک بیٹا جن کا عبداللہ کنیت ابو ذر وا بو عامر ہے اور ایک بیٹی ضباعہ تھیں [1]۔ اور قرۃ العیون صفحہ ۷۵ میں لکھا ہے۔ جب رسول اللہ صلعم کے دادا عبدالمطلب کا انتقال ہوا۔ زبیر اور طالب میں جھگڑا ہوا کہ محمد صلعم کی کفالت کون کرے زبیر چاہتے تھے کہ ہم کریں آخر کو قرعہ ڈالا گیا جب قرعہ بنام ابوطالب نکلا زبیر خاموش ہوئے۔ لیکن آپ کے ساتھ محبت والفت بہت رکھتے تھے۔ تواریخ میں لکھا ہے کہ فجار کی لڑائی جو عرب میں مشہور ہے منجملہ اسکے جو عکاظ میں ہوئی تھی اس میں حضرت زبیر نے بڑی بہادری دکھائی تھی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف رکھتے تھے آپ کی عمر اسوقت تیرہ یا چودہ برس کی ہوگی آپ اپنے چچا زبیر کو تیر دیتے چلے جاتے تھے اور وہ اس سے مارتے جاتے تھے اور جو دشمن قریب آجاتا تو اس کی نیزہ اور تلوار سے بھی خبر لیتے الغرض اُس دن آپ نے کشتوں کا پشتہ باندھ دیا اور آخر میں جب قریش بھاگ کر حرم شریف میں آکر چھپے حضرت زبیر اس میدان سے نہ ہٹے اور وہیں کھڑے رہے اسی روز سے آپ کا لقب ابو صعب مقرر ہوا اور ممکن ہے کہ آپ کی کنیت ابو ذر وا اور ابو صعب دونوں ہوں کیونکہ عرب کا دستور تھا کہ شخص واحد کی متعدد کنیتیں بھی ہوتی تھیں۔ جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ابو الحسن اور ابو تراب دونوں ہی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوانح عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ

(کنیت ابو ذر وا بو عامر)

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابو ذر تھی۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اصابہ فی تمیز الصحابہ میں ان کا نمبر شمار ۴۰۲۹ ہے اُن حال اسد الغابہ فی احوال الصحابہ میں جو تصنیف

[1] اور سوانح عمری محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ مولوی محمد شاہ خاں ساکن رام پور میں لکھا ہے کہ زبیر کے دو بیٹے عبداللہ و طاہر اور دو بیٹیاں ضباعہ و ام حکم تھیں اور ایسا ہی شمس التواریخ میں بھی لکھا ہے۔

ابن اثیر جوزی کی ہے اور امام عبدالبر نے استیعاب میں تفصیل سے لکھا ہے اور ابن سعد نے صحابہ کے طبقہ خامسہ میں ان کو لکھا ہے انکی والدہ کا نام عاتکہ بنت ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمرو بن مخزوم ہے بہت بڑے جری اور بہادر تھے جنگ حنین میں اور غزوات النبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت ثبات قدمی دکھائی اسد الغابہ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکو فرماتے تھے ابن عمی وحبیبی وقیل انہ کان یقول ابن ابی یعنی آپ کمال فرط محبت سے ان کو اپنے باپ کا بیٹا اور اپنا دوست فرماتے اور کبھی فرماتے کہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔ اصابہ میں ہے کہ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فتح مکہ کے دن حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو حلّہ پہنایا یعنی ایک جوڑا کپڑا۔ اور اپنی بغل میں بٹھلایا اور فرمایا کہ یہ میری ماں کے بیٹے ہیں اور ان کے باپ ہمارے ساتھ بہت نیکوکار تھے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی والدہ بھی آپ پر بہت لطف و مہربانی فرماتی تھیں جس روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوئی انکی عمر قریب تیس برس کے تھی۔ امام واقدی نے لکھا ہے کہ ہم کو علم نہیں کہ انسے کوئی حدیث بھی مروی ہے ۔

سنہ ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ رومیوں کی جنگ میں حضرت ابوبکر صدیق رض کی خلافت میں یہ شریک ہوئے اور اجنادین کے روز بڑی بہادری دکھلا کر شہید ہوئے۔ پہلے پہل جو شخص رومیوں میں سے مقابلہ کو نکلا۔ وہ بطریق معلم تھا اور اس طرف سے عبداللہ ابن زبیر بن عبدالمطلب نکلے اسکو قتل کیا اور اُس کے اسباب کی طرف رخ نہیں کیا پھر اُدھر سے ایک دوسرا بطریق نکلا اور ادھر سے بھی عبداللہ ابن زبیر نکلے بطریق نے نیزہ نکالا۔ انہوں نے بھی نیزہ نکالا۔ دونوں میں دیر تک نیزہ بازی ہوتی رہی پھر بطریق نے سیف نکالی۔ انہوں نے بھی اپنی تلوار نکالی۔ دونوں میں دیر تک شمشیر زنی ہوتی رہی پھر عبداللہ رض نے حملہ کر کے اس کے مونڈھے پر یہ کہہ کر کہ لے یہ تلوار ابن عبدالمطلب کی ہے مارا بازو اس کا کٹ گیا۔ اس پر رومی بھاگ چلے تو عمرو ابن عاص رض نے ارادہ کیا کہ ان کا پیچھا نہ کیا جاوے۔ عبداللہ رض نے فرمایا قسم ہے ہم کو خاموش رہنے کا صبر نہیں۔ پھر تلوار مارتے ہوئے اندر گھس گئے۔ اور تلواریں دونوں فوجوں کی مل گئیں بعد اس کے معرکہ میں ان کی نعش شہید پائی گئی اور دس رومی ان کے اردگرد مردہ پڑے ہوئے تھے۔ جنکو انہوں نے مارا تھا۔

اور تاریخ الکامل علامہ ابن الاثیر جزری میں ذکر واقعہ اجنادین میں لکھا ہے وفیھا قتل عبداللہ ابن الزبیر بن عبد المطلب بعد ان قتل جمیعا من الروم فی المعرکۃ وکان عمرہ یوم مات النبی صلے اللہ علیہ وسلم نحو ثلاثین سنۃ ـــــــ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عمر دن شہادت کے تخمیناً تینتیس ۳۳ برس کی ہوگی۔ ان کے بیٹے ابو مسعود تھے لہ واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ محمد تاج فقیہ

حضرت مولانا محمد تاج فقیہ قدس سرہٗ بوجہ تبحر در علم فقہ بمرتبۂ کمال امام محمد تاج الفقہا ملقب بودند آنحضرت و امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہما بحکم مرشد خود برائے اجرائے اسلام از مدینۂ منورہ ہم از محلۂ قدس خلیل محلات بیت المقدس تشریف بیداشتند (از آنجا امام غزالی رح بطرف ملک مغرب و از آنجا بطرف طوس تشریف بردند) حضرت مولانا محمد تاج فقیہ بطرف ہندوستان صوبہ بہار تشریف ارزانی فرمودند قصبہ منیر را بشرف اقامت خود مشرف بخشیدند و اسلام جاری کردند و بعد مدت چند شیخ اسرائیل و شیخ اسمٰعیل پسران خود را القصبہ منیر داشتہ باز بہ مدینۂ منورہ تشریف بردند و در عرصہ زوجۂ حضرت امام محمد تاج فقیہ رح رحلت کردند باز امام موصوف بہ ہمشیرۂ زوجۂ خود عقد نکاح کردند از ان یک پسر موسوم عزیز الدین معروف بہ مولانا عبد العزیز متولد شدند آخر بعالم بلوغ بطرف ہند قصبہ منیر تشریف آوردند پس امام محمد تاج فقیہ رح را سہ پسران بودند اول مولانا اسرائیل دوئم حضرت مولانا اسمٰعیل ہر دو از محل اولی سیوم مولانا عبد العزیز شجرۂ طیبہ آبائی مخدوم عظمت اللہ شرف الدین احمد یحییٰ منیری الملقب بہ کمال الدین ابن مولانا شیخ اسرائیل ابن مولانا امام محمد تاج الفقہا ابن مولانا امام ابوبکر ابن مولانا احمد سعید ابن مولانا محمد علی ابن مولانا ابوالفتح ابن مولانا ابوالقاسم ابن مولانا ابو الصائم ابن مولانا ابو الدہر ابن مولانا ابو اللیث ابن مولانا ابو سہر ابن مولانا ابو الدین ابن امام ابو مسعود ابن امام ابوذر ابن زبیر عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنیت ابو صعب و این منقول است از کتاب شاہ احمد امر بوجی پوری رحمہم اللہ کہ یکے از مریدان حضرت مخدوم الملک قدس سرہٗ ہستند و ایشان از کتاب قدوۃ العارفین مخدوم شاہ فیض اللہ کنیت ابو محمد المعروف شاہ قاضی شطاری کہ از اعلۂ خاندان حضرت مخدوم تاج الفقہا

لہ نقل از بیاض شاہ نور صاحب سجادہ نشین بہار محلہ انبیر ۱۲

قدس سرہ انتہی ملخصاً۔

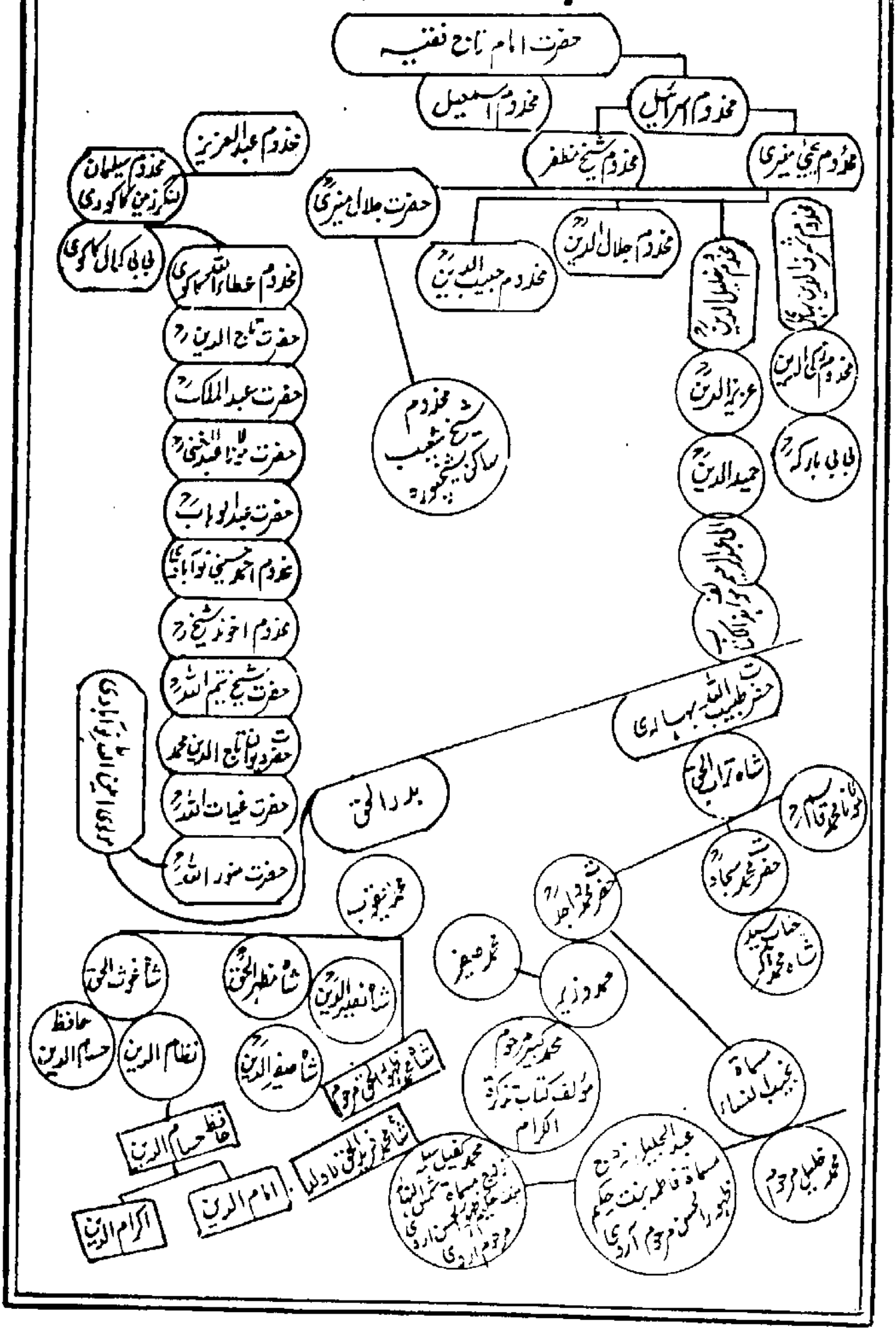
تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ آپ کے پیر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تھے اسکے صفحہ ۴۷۶ میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم یحییٰ منیری بیٹے حضرت اسرائیل کے ہیں اور وہ بیٹے امام تاج فقیہ مکی کے ہیں حضرت امام موصوف کا نسب نامہ آٹھ پشت کی درمیانگی سے زبیر ابن عبدالمطلب جد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے اور انکے اوپر حضرت ابوذر ابن زبیر صحابی ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بزرگان گذرے وہ سب امام وقت اور فقہا سے کہلائے امام محمد تاج فقیہ سلطان شہاب الدین غوری کے معصر تھے اُسی زمانہ میں موافق رؤیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مع چند مجاہدین کے ہندوستان میں آئے اور اس وقت منیر کا راجہ کہ صوبہ بہار کا مالک تھا مسلمانوں سے لڑنے کو آمادہ تھا اس سے آپ لڑے اُسکے تمام لشکر کو شکست دیکر خود اُس کو مار ڈالا۔ اور اس کے محلسرا میں اقامت کی اُن کی بعض اولاد ابتک اُس جگہ پر قابض ہیں امام موصوف اپنی اولاد یہاں چھوڑ کر مکہ معظمہ واپس گئے اور وہیں انتقال فرمایا آپ کے تین بیٹے ہندوستان میں رہے۔ محمد اسرائیل[۱] محمد اسمٰعیل[۲] عبدالعزیز[۳] اور ان تینوں بزرگان کا مزار منیر میں ہے۔ ملخصاً

اس رؤیا کی تفصیل ایک دوسری قلمی کتاب میں فقیر مؤلف کتاب ہذا کو یوں ملی کہ جب حضرت امام تاج فقیہ حسب الارشاد اپنے پیر شیخ شہاب الدین سہروردی کے بطرف ہندوستان تشریف لائے ہندوستان میں دورہ و گشت کرتے ہوئے اتفاقاً منیر میں وارد ہوئے اسوقت اسلامی عملداری کی حدود اودھ تک پہنچی تھی اور اس کے پورب تمام عملداری راجواڑوں کی بطور طوائف الملوکی کے تھی پس جب حضرتِ امام موصوف منیر میں پہنچے تو اس وقت منیر کا راجہ صوبہ بہار کا مالک تھا اور وہ از حد متعصب تھا منیر میں صرف ایک گھر غریب مسلمان کا شہر سے باہر آپنے پایا اُسمیں حضرت امام اُترے اس غریب نے مہمان نوازی کی جب نماز کا وقت آیا آپ نے چاہا کہ اذان دیں اور نماز پڑھیں اس مسلمان میزبان نے اذان دینے سے روکا اور کہا کہ اذان کی آواز سنتے ہی راجہ کے آدمی آکر کے ہم لوگوں کو مار ڈالیں گے یہاں اذان دینے کا حکم نہیں ہے ہم تو چپکے سے اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتے ہیں ان باتوں کے سنتے ہی حضرت امام کو بہت رنج ہوا اور وہیں سے واپس ہوئے۔ اور مدینہ منورہ پہنچے اور دل میں خیال تھا کہ کس طور پر اس نالائق راجہ سے لڑوں جو مسلمانوں کو مانع اذان ہے اسی درمیان

میں آپ ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوئے ہوئے تھے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ جا تو اس کافر سے لڑ اللہ تجھ کو فتح دے گا۔ جب حضرت امام خواب
سے بیدار ہوئے متحیر ہوئے کہ میں اکیلا تن تنہا کیونکر اُس سے لڑ سکتا ہوں۔ اسی میں چند روز کا عرصہ گذر
گیا کہ پھر ایک روز آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوئے ہوئے تھے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے وہی کلمہ روز اول کا فرمایا کہ تو جا لڑ اللہ تجھ کو فتح دیگا آپ خواب سے
بیدار ہوئے اور منتظر امداد غیبی کے ہوئے کہ جب آپ نے ارشاد فرمایا ہے تو ضرور اسکی امداد بھی غیب سے
ظاہر ہوگی اسی میں چند روز کا عرصہ گذر گیا اس کے بعد پھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب کی حالت میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جا فلاں اور فلاں شخصوں کو کہ جنکا نام آپ نے اپنی زبان مبارک
سے فرمایا میرا سلام کہہ وہ تیری مدد کریں گے۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے آپ نے اُن ناموں کو اچھے طور
سے محفوظ فی الذہن کرلیا اُن میں سے بعض وہ اشخاص تھے کہ جو آپکے نیازمند تھے اور وہیں مدینہ میں موجود تھے
اور بعض وہ شخص تھے جو دوسرے ملکوں میں تھے مثل بخارا و کابل وغیرہ کے پس حضرت امام نے ان
لوگوں سے ذکر کیا جو مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ وہ لوگ سُنتے ہی مستعد ہوگئے حضرت امام مع اہل وعیال اور
پچیس تیس آدمی کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور درمیان راہ میں ان شخصوں سے جن کا نام آپ نے رویا
میں سُنا تھا ملاقات کرتے ہوئے بلخ و بخارا و کابل وغیرہ ہوتے ہوئے اور ہر جگہ سے مدد لیتے ہوئے آپ
میر پہنچے اس وقت آپکے ہمرکاب تخمیناً ساڑھے تین سو آدمی تھے آپ نے اپنے لشکر کو قلعہ کے محاذی کھڑا
کیا راجہ میر کو جب خبر ملی کہ مسلمانوں کا لشکر آگیا اور قلعہ کے قریب پڑا ہے اس نے قلعہ کی دیوار
پر چڑھ کے دوربین سے معائنہ کیا مسلمانوں کو بہت قلیل اور بےسروسامان سفر دور دراز سے
نہایت خستہ حال پایا دل میں نہایت خوش ہوا اور فی الفور لشکر جمع کرکے قلعہ سے خود باہر آکر مسلمانوں
پر ٹوٹ پڑا دونوں جانب سے خوب جان توڑ لڑائی ہوئی اور وہ راجہ خود حضرت امام کے ہاتھ سے مارا
گیا لشکری اسکے جب بھاگے حضرت امام نے گھوڑا اُٹھایا اس بھگوڑے لشکر کے ساتھ ہی ساتھ قلعہ میں داخل ہوگئے
اور حضرت کے ہمراہی بھی وہاں پہنچے اور قلعہ کے اندر ہر جگہ تسلط تام ہوگیا آپ چند روز وہاں مقیم رہے
اور وہاں کا پورا بندوبست آپ نے کیا اور بادشاہ وقت کو اس فتح کا مژدہ مع ایک عرضی کے بھیجا
اور اس ملک مفتوحہ کو زیر انتظام بادشاہ کے کردیا اور اپنے دو صاحبزادے امرائیل و اسمٰعیل کو وہاں

چھوڑ کر مدینہ منورہ کو واپس آئے اس درمیان میں آپ کی بی بی نے منیر میں انتقال کیا اور آپ نے اپنی سالی سے نکاح کیا ان سے ایک بیٹا مخدوم عزیز الدین عرف عبدالعزیز پیدا ہوئے وہ اس وقت شیر خوار تھے آپنے وقت مراجعت مدینہ منورہ کے اپنی محل ثانیہ اور ان کے بیٹے عبدالعزیز کو ساتھ لے لیا تھا مدینہ منورہ پہنچ کر تھوڑے دنوں کے بعد حضرت امام نے انتقال فرمایا بعد اس کے جب حضرت مخدوم عبدالعزیز سن شعور کو پہنچے اور اپنے والد ماجد کے جہاد کا حال اور اپنے علاتی بھائیوں کا حال جو منیر میں مسکن گزیں تھے سنا ان کی ملاقات کا اشتیاق ہوا آپ وہاں سے روانہ ہو کر منیر پہنچے اور یہیں شادی بیاہ کیا۔ اور اسی منیر میں آن کا مزار ہے منجملہ ان کی اولاد کے داناپور کی شاہ ٹولی کے بھی حضرات اُنہیں کی اولاد میں ہیں از آنجملہ مولوی محمد کبیر صاحب مؤلف کتاب تذکرۃ الکرام ہیں اور نیز جناب شاہ محمد اکبر صاحب ہیں کہ اس فقیر کی ان سے ملاقات ہے۔ آدمی نہایت عمدہ صوفی مشرب ہیں شعر و شاعری سے بھی آپ کو مذاق ہے اشعار آپکے نہایت ملیح عمدہ ہوتے ہیں آپ ناظم و ناثر دونوں ہیں اس فقیر کی اول ملاقات ۱۳۰۱ھ تیرہ سو ایک ہجری سفر حج میں ہوئی اور تمام سفر حرمین شریفین میں چند مہینوں تک ساتھ رہا از بسکہ خلیق پایا آپ کا سلسلہ بحیثیت بیعت و الارشاد امیر ابو العلائی ہے اور نسب نامہ آپ کا صفحہ آئندہ پر درج ہے۔

نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا یہ ہے



سوانح حضرت مخدوم یحییٰ منیری

چونکہ آپ کے حالات میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور آپ کے اوصاف اظہر من الشمس ہیں لہذا مجھ کو زیادہ اس میں قلم فرسائی کی ضرورت نہیں ہے کچھ تھوڑا سا تیمناً و تبرکاً لکھ دیتا ہوں کہ یہ کتاب اس سے خالی نہ رہے حضرت مخدوم کی شادی بی بی رضیہ سے ہوئی جو صاحبزادی حضرت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی کی ہیں مخدوم جگجوت کی چار صاحبزادیاں تھیں جسکا نقشہ ذیل میں ہے اولاد ذکور کوئی نہیں۔

حضرت مخدوم سید شہاب الدین قدس سرہٗ

- بی بی رضیہ زوجہ مخدوم یحییٰ منیری
  - مخدوم خلیل الدین
- بی بی حبیبہ زوجہ سید موسیٰ ہمدانی
  - مخدوم احمد چرم پوش
- بی بی کمال زوجہ مخدوم سلیمان
- بی بی جمال زوجہ سید حمید الدین خلف آدم صوفی
  - جن کا مزار پیونڈوکی متصل نرنا پور ہے

حضرت مخدوم یحییٰ منیری خلیفہ الحاکم بامر اللہ کے معاصر ہیں جو ۶۶۳ھ میں تھا اور اُس وقت ہندوستان میں سلطان ناصر الدین بن سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا کہ جس نے ۶۴۴ھ ہجری میں ہندوستان میں جلوس کیا نسل آپکی اولاد کی اس صوبہ بہار میں بکثرت جاری ہوئی آپ کی اولاد سے اولیاء اللہ اور مشائخ بکثرت ہوئے کوئی شریف خاندان اس صوبہ بہار میں ایسا نہ ہوگا جسکو توسل آپ کے خاندان سے نہ ہو آپکا نسب نامہ اس صوبہ بہار میں ہر جگہ موجود ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے آپکے چار صاحبزادے بڑے مخدوم شیخ شرف الدین بہاری آپ کا انتقال بمقام بہار ہوا اور آپ کا مزار بھی وہیں ہے مخدوم خلیل الدین منیری مخدوم جلال الدین مخدوم حبیب الدین آپ کا نسب نامہ تذکرۃ الکرام میں یوں

ع کم سے کم پچاس نسب نامے حضرت مخدوم یحییٰ منیری قدس سرہ کے میری نظر سے گذرے ہیں کل عبداللہ بن زبیر بن عبد المطلب تک منتہی پائے گئے سوانح نگاران مخدوم شرف الدین بن یحییٰ منیری خواہ آپ کے تلامذہ ہوں یا اولاد یا مسترشدین جنکی معلومات اور واقفیت کا واسطہ خود مخدوم قدس سرہٗ کی ذات تک منتہی ہوتا ہے یہ سب بیک قلم و یک زبان آپکے زبیری الہاشمی ہونے پر متفق ہیں انکے علاوہ معین الدین حجوی مورخ زمانہ تغلق شاہی نے اُن قبائل عرب کے انساب جو اس زمانہ میں ہندوستان آئے انتہام کرکے

لکھا ہے۔ حضرت مخدوم[1] یحییٰ منیری بن حضرت مولانا[2] اسرائیل بن امام محمد[3] تاج فقیہ مکی بن امام[4] ابی بکر بن امام ابی الفتح[5] بن امام ابی القاسم[6] بن امام ابی الصائم[7] بن امام ابی اللیث بن امام[8] ابی زرعہ بن امام ابی الدین بن امام[11] مسعود بن ابوذر[12] رضی اللہ عنہ بن زبیر[13] بن عبدالمطلب[14] بن ہاشم[15]

سوانح حضرت مخدوم عزیزالدین پکھیؒ

بن حضرت مخدوم خلیل الدین منیری آپ اپنے زمانہ کے بڑے عارف کامل تھے اس وقت اس صوبہ بہار میں

(بقیہ نوٹ ص ۱۶) قلمبند کیا ہے۔ اُن میں زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد کی آمد ہندستان کا حال بھی درج کیا ہے۔ یہ کتاب کتبخانہ خدابخش خاں بانکی پور میں موجود ہے۔ مگر ابو محمد بن مسلم بن قتیبہؒ اپنی کتاب المعارف ص ۳۸ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں عبداللہ بن الزبیر ابن عبدالمطلب ادرک الاسلام وکلم ولم یعقب مگر انقطاع نسل کو اخبار و شواہد سے محکم نہیں فرمایا۔ قاعدہ تو یہ ہے المثبت مقدم علے المنافی اسلئے احتمال کی گنجائش باقی رہتی ہے (ا) ممکن ہے کہ عبداللہ بن زبیر کی عزلت نشینی اور قیام ملک عجم نے نساب کے لئے وسیلہ وقوف مسدود کردیا ہو جیسا کہ خود ابن قتیبہ اپنے زمانہ کی حالت مقدمہ کتاب ص ۲ میں رقمطراز ہیں انی رأیت من الاشراف من یجھل نسبہ ومن ذوی الاحساب من لا یعرف سلفہ ومن قریش من لا یعلم من این تمسہ القربی برسول اللہ صلعم او الرحم بالاعلام من صحابۃ یا شبہہ انتشار قبائل۔ اختلاط اہل عجم اور بعد وطن نے عرب کے صدیوں کی طبیعت ثانیہ مذاق استحفاظ انساب کو اس درجہ پہنچا دیا ہوگا۔ (ب) بعض مرتبہ اصل الاصول میں غلطی واقع نہیں ہوتی لیکن اس اصل کی مختلف گنجان شاخوں میں الجھاؤ پیدا ہوجاتا ہے مثلاً ایک شخص بلا تکبر صدیقی ہو مگر وہ نسل سے عبدالرحمن بن ابی بکر کے ہو لیکن وہ اپنی نسبت محمد بن ابی بکر کی طرف کرتا ہو۔ دوسرا شخص صلباً انصاری ہو مگر بعوض خرزجی کے اوسی شہرت پاگیا ہو۔ ایسی صورتوں میں پہلا شخص صدیقی دوسرا انصاری ہونے سے خارج نہیں ہوتا (ج) کبھی اشتراک اسمی واقع ہوتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب ایک ہی بعد بزرگوار کے بہرہ ارجمند ہیں۔ آخرالذکر کی نسل کے جاری وساری ہونے میں نساب متفق ہیں۔ ان کی اولاد کا مسکن و مولد ابن قتیبہ اپنی تصنیف کتاب المعارف میں ملک شام بتاتے ہیں وعقبہ بالشام یقال لہم الموزہ بقلتہم۔ دوسری جانب نساب متاخرین عبداللہ بن زبیر کے اولاد کا مسکن و مولد بھی مقام (خلیل) شام میں بتاتے ہیں پس کیا عجب ہے کہ کسی پیچیدگی کی وجہ سے متاخرین نساب نے حارثی نسل کو زبیری تصور کیا ہو۔ کیونکہ کل نساب اور سوانح نگار مخدوم یحییٰ منیری کے عبدالمطلبی ہونے پر متحد اور مصر شدید ہیں۔ اور یہی قرین قیاس ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب یہ ہیرزودسال اس مسئلہ تاریخی کی مزید تحقیق ناظرین کرام کے لئے چھوڑتا ہے۔

چھوٹے چھوٹے راجے بطور طوائف الملوک کے بکثرت موجود تھے آپ کو شوق جہاد کا ہوا پکھا جو ایک جگہ ہے قریب رکاری ضلع گیا میں وہاں ایک راجہ رہتا تھا اُس سے آپ جاکر لڑے اور فتح پائی لیکن آپ اس لڑائی میں سخت زخمی ہوئے چند روز کے بعد اسی زخم سے آپ کا انتقال ہوا آپ کی قبر اسی پکھا کے قلعہ میں بنادی گئی جو اسوقت ایک کھلے میدان میں بلندی پر بطور گڑھ کے موجود ہے اب یہاں آپ کا کوئی نام نہیں جانتا لہذا وہ قبر آپ کی پیر اَن جان کے نام سے مشہور ہے آپ کی اولاد چیرہ دستی کرتی ہوئی اس اطراف میں سہسرام و شہر گھاٹی و ہزاری باغ تک تمام پھیل گئی اور اسوقت تک اس جوار میں بکثرت موجود ہے۔

سوانح حضرت مولانا محمد عارف قدس سرہٗ[1]

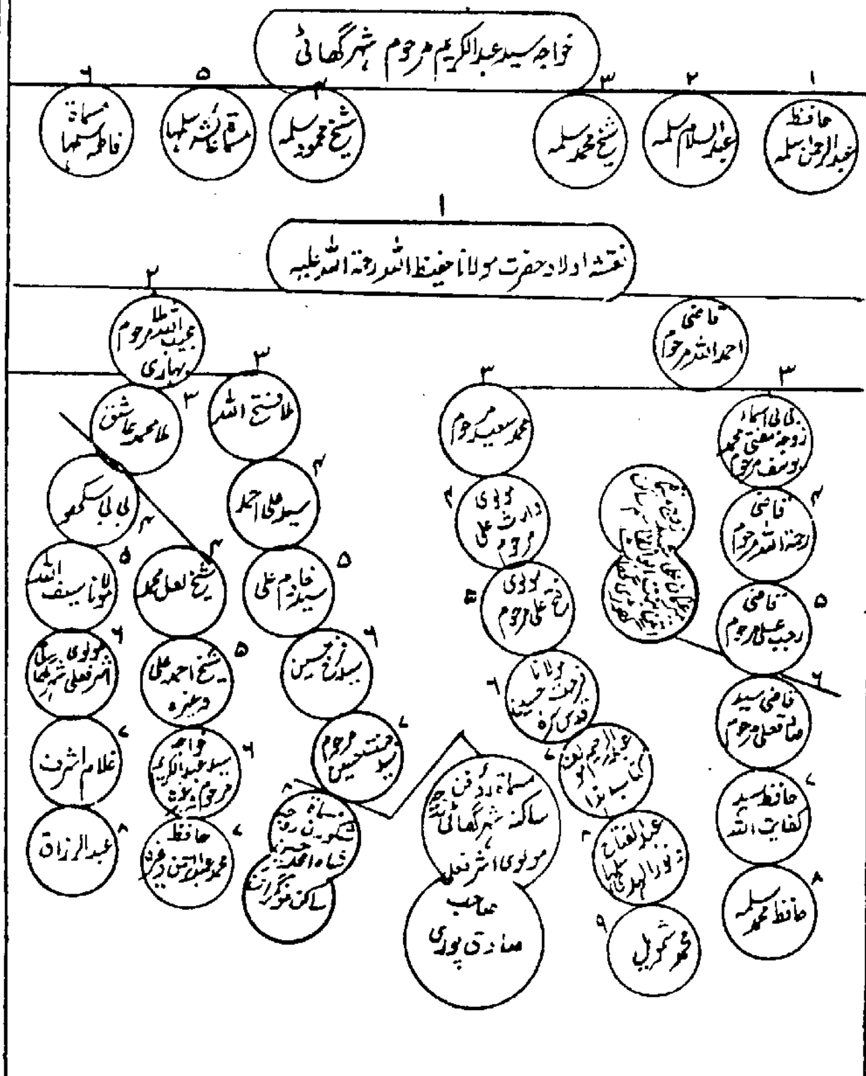
ملقب بہ ابوالفتح آپ بڑے عالم فاضل تھے اور سلاطین تیموریہ کے زمانہ میں اکثر جگہوں میں قاضی و مفتی کی جگہ پر آپ مامور ہوئے شاہزادوں کو بھی آپ نے پڑھایا بادشاہ کی طرف سے چند مواضعات بھی آپ کو جاگیر میں دیئے گئے از آنجملہ موضع پیارے چک واقع ضلع گیا ہے آپ کی اولاد اسوقت تک وہاں موجود ہے فرامین شاہی نسبت عطائے جاگیر و اسناد قاضی و مفتی وغیرہ اس وقت تک آپ کی اولاد میں جناب شیخ محمد حیات مرحوم ساکن موضع بھوئی کے پاس موجود تھے مگر صد افسوس کہ آپ کے انتقال کے بعد وہ کاغذات کہاں گئے باوجود تفحص و تجسس ہنوز اس کا پتہ نہ ملا جیسا کہ اس کا ذکر آگے تحریر میں جناب خواجہ سید عبدالکریم صاحب مرحوم کے معلوم ہوگا۔

مولانا حفیظ اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے دو بیٹے قاضی احمد اللہ و ملا محبیب اللہ بہاری ہیں۔ یہ دونوں حضرات مرزا محمد معظم عرف جہاندار شاہ بن اورنگ زیب کی طرف سے قاضی کے عہدہ پر مامور کئے گئے تھے۔ قاضی احمد اللہ پرگنہ اودل وآنبگرہ وغیرہ میں قاضی رہے مولف کتاب ہذا اُن کی نسل سے ہے جیسا کہ آگے ظاہر ہوگا۔ قاضی ملا محبیب اللہ کے دو بیٹے ملا نعیم اللہ و ملا محمد عاشق اور ملا محمد عاشق کی ایک بیٹی بی بی سکھو اور ایک بیٹا شیخ لعل محمد اور انکے چار

[1] آپ محمد تاج فقیہ کی بارھویں پشت میں پڑتے ہیں ۱۲

بیٹے شیخ محمد حیات ساکن موضع بھوئی جنہوں نے لاولد انتقال کیا اور دوسرے شیخ احمد علی و شیخ بر علی و شیخ جواد علی اور تین بیٹیاں مسماۃ سکینہ و مسماۃ مہرن مسماۃ حسین شیخ احمد علی صاحب مرحوم کے تین بیٹے حاجی ارشد حسین مرحوم خواجہ سید محمد عبد الباری سب میں چھوٹے خواجہ سید محمد عبد الکریم مرحوم ساکن شیرگھاٹی ان کی شادی ساتھ مسماۃ امیرن بنت سید صادق علی مرحوم ساکن گھوڑی گھاٹ پرگنہ کنڈہ ضلع ہزاری باغ کے ہوئی آپ کی اولاد کا نقشہ ذیل میں ہے۔



نقل خط جناب مولوی صاحب مصدر خُلق عظیم زاد لطفہ بعد سلام مسنون منظر مرام انکہ مدتے بود کہ خبریات آنجا متعلق خاطر است در طلب و تلاش اسانید مواضعات ستم و نتیکہ بدست نمی آید خود می آرم یا می فرستم مرا نیز خیال بجد نیست افسوس کہ اسانید موجودہ این وقت مفقود اند آنجناب را معلوم است پنج شش مواضع مولوی فتح علی مرحوم را از ینجا قریب بودند بکدام وجہ از دست وارثین شان منتقل گردیدند و قاضی احمد اللہ مرحوم ساکن موضع کوس تو زکھی پرگنہ اردل قاضی پرگنہ آنجا بودند مزار آں حضرت و صاحبزادہ شان مولانا محمد سعید علیہ الرحمۃ دریں جا است (یعنی شہر گھاٹی) و مزار مولوی ولایت علی بموضع میاں پور کہ ازیں جا بفاصلہ یک کروہ است مسموع شدہ است کہ سند موضع یکہا منفصل مکانیکہ اصل ما یاں از انجا ست و مزار فائز الانوار حضرت مخدوم عزیز الدین کبی قدس سرہ کہ جد اعلیٰ ما یاں اندر انجا است بدست شخصے ہست و بعد از انجا بزرگان بموضع پیرا ہی پرگنہ اردل کہ از اسکس دیورہ پنج شش کروہ باشد رفتہ قیام پذیر بودند سند آں نیز بدست شخصے از اہل برادری موجود است کہ وعدہ دادن آں نمودہ رفتہ انشاء اللہ تعالیٰ آنرا جلد حاصل بکنم تحریر انم کہ بنام کدام بزرگ است و مہر بہ کدام بادشاہ است والسلام۔

۳ نقل نسب نامہ مرسلہ جناب سید خواجہ عبد الکریم مرحوم از شہر گھاٹی

(۱) مولوی ولایت علی۔

(۲) بن مولوی فتح علی۔

(۳) بن مولوی وارث علی۔

(۴) بن حضرت ملا محمد سعید علیہ الرحمۃ کہ مزار شان برمنہ قصبہ شہر گھاٹی است

(۵) بن حضرت قاضی احمد اللہ کہ مزار گہر بار شان برمنہ قصبہ شہر گھاٹی است

(۶) بن ملا حفیظ اللہ علیہ الرحمۃ (اور بعض نسخہ میں ملا شکر اللہ لکھا ہے)۔

(۷) بن فضیلت دستگاہ حضرت مولانا محمد عارف قدس سرہٗ (اور بعض نسخہ میں ابو الفتح لکھا ہے)۔

(۸) بن ملا شیخ محمد ابراہیم علیہ الرحمۃ۔

(۹) بن ملا شیخ منصور علیہ الرحمۃ۔

(۱۰) بن شیخ ابو الحسن علیہ الرحمۃ

(۱۱) بن حاجی الحرمین شیخ حاجی علیہ الرحمۃ

(۱۲) بن صدر الاتقیا حضرت شیخ خواجہ علی قدس سرہٗ

(۱۳) بن سالک طریقت ماہ برج حقیقت مخدوم شیخ عبد الدین قدس سرہٗ

(۱۴) بن مظہر علم و عرفان حضرت مخدوم عزیز الدین شہید پھلی قدس سرہٗ

(۱۵) بن حضرت مخدوم خلیل الدین قدس سرہٗ

(۱۶) بن[1] حضرت زبدۃ الواصلین مخدوم یحییٰ منیری قدس سرہٗ

(۱۷) بن حضرت امام تاج فقیہ قدس سرہٗ

(۱۸) بن امام ابوبکر احمد سعید قدس سرہٗ

(۱۹) بن امام احمد سعید

(۲۰) بن محمد مکی

(۲۱) بن امام ابوالفتح

(۲۲) بن شیخ ابوالقاسم

(۲۳) بن ابوالصائم۔

(۲۴) بن ابوالطلیل قدس سرہٗ

(۲۵) بن مولانا ابوالدہر

(۲۶) بن امام ابواللیث

(۲۷) بن امام ابوسہمہ

(۲۸) بن ابوالکدین

(۲۹) بن امام ابومسعود

(۳۰) بن[2] ابوذر

(۳۱) بن[3] زبیر

(۳۲) بن عبدالمطلب

(۳۳) بن ہاشم

قاضی ملّا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا کچھ تھوڑا حال اوپر گذرا کچھ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ آپ شاہان دہلی کیطرف سے بعہدۂ قضا پرگنہ اروَل و آب گلہ وغیرہ علاقہ گیا میں رہے۔ آپ کی ایک بیٹی مسماۃ اسماء اور ایک بیٹا ملا محمد سعید قدس سرہٗ ہوئے۔ ہر دو حضرات کی قبر ایک جگہ رسنہ شہر گھاٹی میں پختہ بنی ہوئی اس وقت موجود ہے۔

بی بی اسماء مرحومہ

آپ ساتھ مفتی محمد یوسف مرحوم ساکن گھوڑی گھاٹ کے منسوب ہوئیں ان سے قاضی رحمۃ اللہ مرحوم

[1] در معدن اسرار حضرت شاہ قاضی شطاری ہمچنیں تحریر فرمودہ اند الٰے ہاشم۔

[2] ایشاں را بعضے ابی ذر انصاری دانستہ تحقیق ایں است کہ ابی ذر صحابی انصاری دیگر است بالتحقیق حضرت مخدوم ہاشمی اند واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

[3] چوں کنیت ایشاں ابوذر داراست بنا بر بعضے براہ غلط فہمی حضرت مخدوم را ابودردائی انصاری پنداشتہ اند حق آنست کہ حضرت مخدوم زبیری الہاشمی اند۔

پیدا ہوئے۔ اور اُن سے قاضی رجب علی مرحوم اور اُن کے دو بیٹے ہوئے قاضی سید صادق علی مرحوم اور قاضی سید عثمان علی شہید مرحوم زوج مساۃ امتن و بنت مساۃ قدیرن و بنت مولوی وارث علی مرحوم صادقپوری و بنت ابن ملا محمد سعید قدس سرہٗ ساکن شہر گھاٹی۔

قاضی سید صادق علی مرحوم

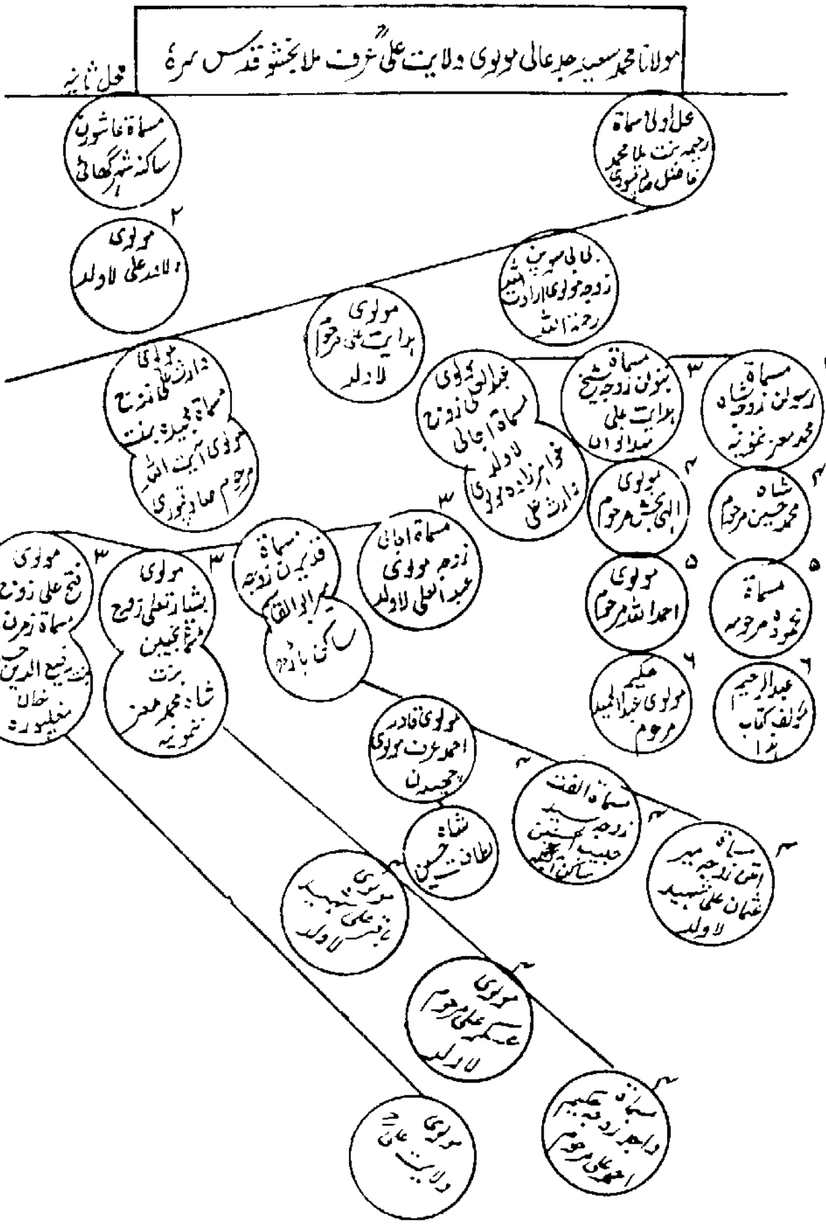
آپ کی شادی مساۃ مہرن دختر مساۃ بصیرن سے ہوئی۔ وہ دختر برد محسن مرحوم بنت سید آل اللہ مرحوم ابن سید عبد المجید مرحوم بن سید عبد الرشید مرحوم ساکن موضع کھرہیا ضلع پٹنہ بن جناب شیخ عبد الفتاح قدس سرہٗ بن جناب میران سید بڑے بن مولوی سید حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ بن جناب مولانا سید نظام الدین مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کہ سلسلہ نسب آپ کا حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ میر صادق علی مرحوم کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں سید غلام درگاہی سید عبد القادر سید ولی اللہ سید حافظ کفایت اللہ صاحب مساۃ تمیزن زوجہ قاضی سید نور الحسین مرحوم صدر اعلیٰ (سب جج) بہار اور مساۃ امیرن زوجہ سید عبد الکریم مرحوم ساکن شہر گھاٹی۔ سید غلام درگاہی مرحوم کی ایک دختر مساۃ صغریٰ اور ایک پسر سید محمد زین الاولیا ہوئے۔ اور سید عبد القادر مرحوم کے محل اولیٰ سے سید شرف الدین اور محل ثانیہ سے سید محمد شریف ہوئے اور سید ولی اللہ کے صرف ایک پسر سید عبد اللہ ہوئے۔ اور سید حافظ کفایت اللہ صاحب کے ایک پسر سید آیت اللہ ہوئے۔ مساۃ امیرن زوجہ سید عبد الکریم مرحوم کے چار بیٹے حافظ عبد الرحمٰن۔ عبد السلام۔ محمد۔ محمود اور دو بیٹی مساۃ فاطمہ و مساۃ عائشہ ہو

مولانا محمد سعید بن ملا احمد اللہ قاضی قدس سرہٗ ساکن شہر گھاٹی

آپ کی اوّل شادی مساۃ رحیمہ بنت ملا محمد فاضل بن ملا خیر اللہ بن ملا داؤد بن ملا امان اللہ صادقپوری سے ہوئی اور دوسری شادی مساۃ عاشورن ساکنہ شہر گھاٹی سے، اُن سے مولوی دلاور علی پیدا ہوئے اور اُنہوں نے لاولد انتقال فرمایا۔ محل اولیٰ سے آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ بی بی ستو بن زوجۂ مولوی ارادت اللہ عرف مولوی جانی صادقپوری و مولوی ہدایت علی لاولد زوج مساۃ

زیبن بنت مولوی آیت اللہ و مولوی وارث علی زوج مسماۃ سعیدہ بنت مولوی آیت اللہ صادقپوری
بی بی سوبن کی دو بیٹیاں ہوئیں اور ایک بیٹا مولوی عبد العلی زوج مسماۃ اوجالی بنت مولوی
وارث علی مرحوم مسماۃ رسولن زوجہ حضرت شاہ محمد معز عرف شاہ متو مرحوم ساکن محلہ نموہیہ دوسری
بیٹی مسماۃ بتولن زوجہ شیخ ہدایت علی مہدانواں یعنی والدۂ مولوی الٰہی بخش مرحوم اور مولوی وارث علی
مرحوم کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں مولوی فتح علی جنکی شادی اول مسماۃ منیبہ دختر شیخ ہدایت علی مہدانواں
یعنی خواہر مولوی الٰہی بخش مرحوم سے ہوئی تھی انہوں نے لاولد انتقال فرمایا بعد اُسکے شادی دوسری
مسماۃ زمرن بنت رفیع الدین حسین خاں بن روح الدین حسین خاں سے محلہ منگلپورہ میں ہوئی ان سے
چھ فرزند نرینہ پیدا ہوئے۔ مولانا ولایت علی مولانا عنایت علی مولوی طالب علی۔ ابراہیم حسین۔ مہدی حسین
مولوی فرحت حسین اور مولوی بشارت علی زوج مسماۃ نجیبن بنت شاہ محمد معز ساکن نموہیہ کی
دو اولاد نرینہ اور ایک بیٹی پیدا ہوئیں مولوی عسکر علی لاولد مولوی باقر علی لاولد مسماۃ بی بی واجدہ زوجہ
حکیم احمد علی بن مولوی رضی الدین و مسماۃ نذیرن زوجہ میر ابوالقاسم ساکن باڑھ اُن کی دو بیٹیاں اور
ایک بیٹا ہوا مسماۃ امتن زوجۂ میر عثمان علی ساکن گھوڑی گھاٹ پرگنہ کنزہ ضلع ہزاری باغ لاولدیہ
بمعیت جناب سید احمد صاحب بمقام خراسان شہید ہوئے۔ دیکھو سوانح احمدی۔ دوسری مسماۃ
اُلفت زوجہ شاہ حبیب الحسنین ساکن آبگلہ کہ متصل گیا ہے اور بیٹا مولوی قادر احمد
عرف مولوی چھیدن رح۔

اور نقشہ اولاد و احفاد کا آپ کی یہ ہے



واضح ہو کہ حضرت مولانا محمد سعید علیہ الرحمۃ اصل ساکن شہر گھاٹی کے تھے اور ان کے آباؤ اجداد منیر و بہار وغیرہ تا ضلع ہزاری باغ مختلف بستیوں میں قیام پذیر رہے اور ہنوز وہاں موجود ہیں۔ اُن کی اولاد میں سے صرف وارث علی علیہ الرحمۃ بوجہ اس کے کہ اُن کی نانیہالی محلہ صادقپور پٹنہ تھی اور نیز اُن کی شادی صادق پور میں ہوئی۔ لہذا اُنہوں نے سکونت شہر گھاٹی چھوڑ کر اپنی سسرال و نانیہال محلہ صادق پور شہر پٹنہ میں سکونت اختیار کی اور مسماۃ سوہن خود صادق پور میں بیاہی گئیں مگر اُن کی بیٹی مسماۃ بتولن زوجۂ شیخ ہدایت علی جہدانواں بھی بعد انتقال زوج اپنے جہدانواں کو چھوڑ کر اسی صادق پور میں سکونت پذیر ہوئیں اب اس وقت سے ہم لوگ صادقپوری کہے مولانا حفیظ اللہ و مولانا حضرت محمد عارف سے لے کر مولانا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہم تک کل حضرات متوسل شاہان خاندان تیموریہ دہلویہ رہے۔ اور ہر ایک کو عہدہ جلیلہ مثل قضا و افتا رہا اور بعض استاد و اتالیق شاہزادگان رہے اور ہر ایک کو مواضعات جاگیر میں طرف سے شاہان دہلی کے ملے مگر افسوس صد افسوس کہ وہ کل فرامین شاہی و اسانید قضا وغیرہ وہیں شہر گھاٹی میں رہے چنانچہ جناب سید خواجہ عبدالکریم مرحوم نے جو ارسال فرمایا ہے درج کی گئی ہیں۔ (تاریخ انتقال حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہٗ جو آپ کے مزار کے سرہانے کتبہ میں کندہ ہے از نتیجۂ فکر جناب مولوی دلاور علی صاحب مرحوم متخلص بہ دل)

آں شہ صاحب کمالات زماں ملا سعید
چوں ز دنیا سوئے ملکِ معنوی طے کرد رہ
سالِ فوت او نہاں در گوشۂ دل با آہ آہ
گفت ہاتف نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ
سنہ ۱۱۹۲ھ

ولہ

چو آں شاہ سعید با کمالات
بجنت شد رواں زیں دار ششدر
دلا شورِ عزا چوں بر فلک شد
بتاریخش بر آمد وا ز اختر
سنہ ۱۱۹۲ھ

(تاریخ انتقال حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہٗ از نتیجۂ فکر خواجہ عبدالکریم مرحوم متخلص قریں)

کاملِ وقت عارفِ دوراں
آہ ملا سعید عالیشان
نقل فرمود زیں سرائے کہن
جنت عدن ساختہ مسکن

خواستم سال رحلتش چوں قریں
از سر بام ہاتفِ غمگین
سال ترحیل آں خدا آگاہ
گفت رفتہ ولی بجنت آہ
سنہ ۱۱۹۲ھ

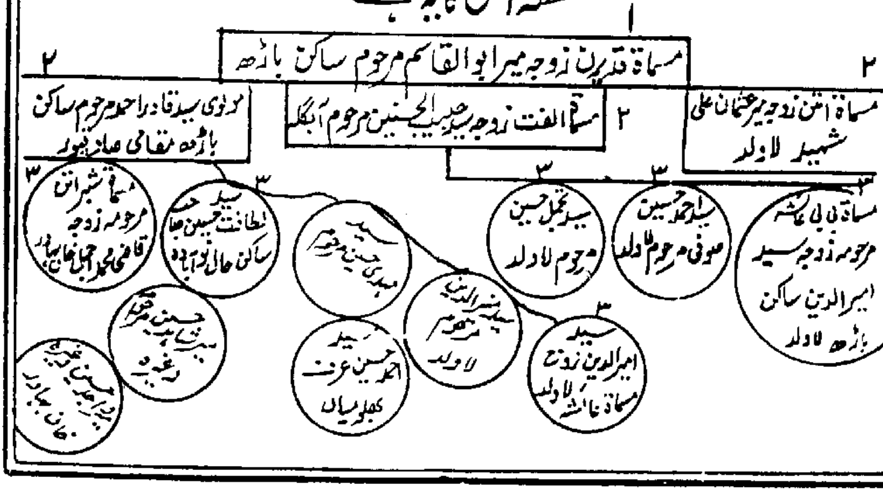
مسماۃ قدیرن زوجہ میر ابو القاسم ساکن باڑھ

ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہوا مسماۃ امتن جنکی شادی میر عثمان علی صاحب بن قاضی رجب علی ساکن گھوڑی گھاٹ پرگنہ کندہ ضلع ہزاری باغ سے ہوئی مگر انہوں نے لاولد انتقال کیا۔ میر عثمان علی شہید دو بھائی تھے دوسرے کا نام میر صادق علی وہ اکثر صادق پور میں آیا کرتے تھے اس فقیر نے بھی ان کو دیکھا ہے ان کی اولاد ہنوز گھوڑی گھاٹ میں موجود ہے از آنجملہ حافظ سید کفایت اللہ صاحب ہیں کہ اس فقیر کی اول ملاقات ان سے سفر حج ۱۳۰۱ھ ہجری مکہ معظمہ میں ہوئی اور چند مہینے ان کا ساتھ رہا۔ اس کے بعد بھی اُن سے ملاقات ہوئی جناب میر عثمان علی شہید یہاں سے ہمراہی جناب حضرت امیر المومنین سید احمد صاحبؒ واسطے جہاد کے ملک پنجتار و سوات وغیرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں بمقابلہ سکھ بمقام سیدو جو ایک موضع ہے قریب پشاور کے جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ھ ہجری میں بضرب گولہ توپ شہید ہوئے دختر دوم مسماۃ الفت جنکی شادی جناب سید حبیب الحسنین ساکن آبگلہ متصل گیا سے ہوئی لیکن وہ بعد شادی صرف ایک دفعہ آبگلہ گئیں اور اُس کے بعد جناب سید حبیب الحسنین صاحب مرحوم باعث ناموافقت بنی اعمام اپنے سکونت آبگلہ کو ترک کر کے اسی صادق پور میں سکونت پذیر رہے اور اسی محلہ کے مقبرہ میں جو اب ضبطی سرکار میں ہو کر کچہری میونسپلٹی قائم کی گئی ہے اُن کا مزار ہے ان کی ایک بیٹی مسماۃ عائشہ اور دو بیٹے مولوی سید احمد حسین صوفی و سید تجمل حسین ہوئے اور ہر سہ لاولد اس دار فانی سے راہی ہوئے مسماۃ عائشہ کی شادی ساتھ سید شاہ امیر الدین مرحوم بن جناب مولوی سید قادر احمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہوئی اور ہر دو لاولد رخصت ہوئے۔ مولوی سید احمد حسین صاحب صوفی نے یہاں برادری میں شادی نہ کی جب بہ شوق تحصیل علم بھوپال کو تشریف لے گئے تخمیناً بیس برس تحصیل علوم حالت سفر میں بسر کی اسی اثنا میں گوالیار میں اپنے استاد جناب حکیم سید احمد حسین صاحب کی لڑکی مسماۃ امۃ الفاطمہ سے شادی کی اور یہاں لے آئے جناب صوفی صاحب کا علم کتابی نہایت عمدہ تھا۔ شعر و شاعری سے بھی آپ کو خوب مذاق تھا نظم و نثر ہر دو میں آپ کو دستگاہ کامل تھی آپ حقیقت میں نہایت صوفی صفت متقی پرہیزگار با اوقات آدمی تھے اپنے

بچپن سے کبھی لغو اور بد کاموں کی طرف توجہ نہ کی ہمیشہ اُن سے آپکو نفرت تام رہی آپکو چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم سے ایک دلچسپی خاص رہی اُس میں آپنے بدرجۂ غایت دستگاہ حاصل کی تھی آپ نے اس ایک خاص امر میں شہرۂ عام حاصل کیا تھا آپنے ایک مدرسہ اپنے قیام گاہ گذری جہاں اب بادشاہ منزل ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کا کھولا آپ کی اہلیہ بھی نہایت عمدہ قرات قرآن کی خوش الحانی و مخارج وغیرہ سے نہایت درست بطور عمدہ قاری کے پڑھتی تھیں ان کو بھی لڑکیوں کی تعلیم میں مذاق کامل حاصل تھا صدہا لڑکیاں عمائد شہر کی اور لڑکے آپ سے قرآن تعلیم پا گئے۔ پانچ برس کا بچہ صرف الف با پڑھ کر تمام قرآن جس جگہ سے کھول کر اس کے سامنے رکھ دو بے تامل پڑھ لیتا آپکا اسقدر شہرۂ تعلیم الطفال کے باب میں ہوا کہ آپ کی طلبی حیدرآباد دکن و مدراس و میسور وغیرہ سے ہوئی اور وہاں جاکر ہر اک جگہ آپنے مدرسہ کھولا اور دو دو تین تین مہینے وہاں رہ کر وہاں کے معلموں کو طرز تعلیم اطفال سکھا کر تشریف لائے آپکے اوصاف حمیدہ بہت کچھ ہیں جن کی اس قرطاس تنگ اساس میں گنجائش نہیں افسوس صد افسوس کہ ایسا عمدہ شخص بہت جلد راہی ملک بقا ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم نور مرقدہ و وسع مضجعہٗ۔ آپ کا مقبرہ محلہ تمو ہیہ پر پشت جمعہ مسجد ہے آپنے بتاریخ پندرہویں محرم ۱۳۱۳ھ انتقال فرمایا اُس وقت عمر آپ کی تخمیناً ستر سے کچھ کم ہوگی۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی اُردو زبان میں لکھنا شروع کیا تھا اور اس کو چھپوایا بھی تھا مگر افسوس کہ پانچ پاروں تک تیار ہو کر کے رہ گیا۔ عمر نے وفا نہ کی۔ تیسرے لڑکے سید تجمل حسین ان کی شادی جناب سید ولی احمد مرحوم ساکن موضع بدلپورہ متصل اسٹیشن داناپور کی لڑکی سے ہوئی تھی بعد شادی صرف ایک برس بقید حیات رہ کر بعمر بیس سالگی آپ نے لاولد انتقال فرمایا۔ الغرض سماۃ امۃ وسماۃ العفت۔ ان دونوں کی یادگار کوئی دنیا میں قائم نہ رہی۔ جناب مولوی سید قادر احمد عرف مولوی چھیدن رحمۃ اللہ علیہ بھی نہایت عمدہ و پاکیزہ صفت فقیر دوست صوفی مشرب تھے اشعار فارسی و اُردو نہایت عمدہ فرماتے تھے اور آپ خوشنویس بھی تھے فقیر مؤلف کتاب ہذا کو بھی شرف شاگردی کا آپ سے حاصل ہوا ہے آپ کی شادی باڑھ میں ہوئی اور آپ کا دادیہال بھی باڑھ میں تھا۔ مگر آپ کو محلہ صادق پور اور اس کے لوگوں سے کچھ ایسی محبت و انسیت ہوگئی تھی کہ آپنے ہمیشہ اسی

علاء میں زندگی بسر کی صرف چند روز کے واسطے باڑھ تشریف لے جاتے بطور مسافر وہاں رہکر اپنے اہل عیال سے ملاقات کر کے چلے آتے آپکا انتقال بھی اسی محلہ صادقپور میں ہوا بعد انتقال آپ کو باڑھ لیجاکر لوگوں نے دفن کیا۔ آپکے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔ سید شاہ امیر الدین مرحوم انکی شادی مسماۃ عائشہ بنت مسماۃ الفت زوجہ سید حبیب الحسنین صاحب سے ہوئی اور بعمر شصت سالگی لاولد اس جہان سے رخصت ہوئے دوسرے سید منیر الدین وہ بھی بعمر ہفتاد سالہ اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تیسرے سید شاہ مہدی حسین مرحوم ان کی اولاد سید احمد حسین عرف بھلو میاں وغیرہ اس وقت تک باڑھ میں موجود ہیں۔ چوتھے سید شاہ لطافت حسین صاحب ان کی شادی نوآباد میں ہوئی اور وہ بھی اپنی سسرال میں جاکر آباد ہوئے اور وہیں ان کی اولاد میر شاہد حسین مرحوم وغیرہ موجود ہیں پانچویں مسماۃ شبراتن کہ جن کی شادی جناب قاضی سید محمد اجمل خاں بہادر سے ہوئی قاضی صاحب کے از رؤسائے عظام قصبہ باڑھ تھے ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں از طرف گورنمنٹ انگریزی بندوبست انکم ٹیکس میں امیر یعنی ڈپٹی کلکٹر بھی مقرر ہوئے تھے اڑھائی برس آپنے اس کام کو نیک نامی سے انجام دیا جب یہ محکمہ بالکل ہوا آپ علیحدہ ہوئے اخیر میں آپ کو خان بہادر کا خطاب بھی سرکار سے عنایت ہوا اور بعمر ہفتاد سالگی اس جہان سے رخصت ہوئے لیکن جناب قاضی صاحب مرحوم نے حین حیات میں اپنی زوجہ اولی کے ایک دوسری شادی بشوق تولد فرزند اپنی برادری میں کی اُن سے ایک فرزند قاضی سید محمد فضل نام کے ہوئے اور اُن کی شادی جناب شاہ سید مہدی حسین مرحوم موصوف کی لڑکی سے ہوئی جو اس وقت بمنتہ تعالیٰ یادگار قاضی صاحب ہیں طال عمرہ فی عبادۃ ربہ

نقشہ اُس کا یہ ہے



فصل دوم۔ نسب نامۂ ام الاب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران

(۱) مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی و مولوی فرحت حسین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔
(۲) مولوی فتح علی مرحوم (زوج مسماۃ زمرن)
(۳) مولوی وارث علی مرحوم زوج مسماۃ نجیبۃ بنت مولوی آیت اللہ رحمۃ اللہ علیہا و اولاد ملا شکر اللہ قدس سرہٗ وہ اولاد سے حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ کے ہیں ابن
(۴) مسماۃ رحیمہ مرحومہ زوجہ اولی ملا سعید قدس سرہٗ بنت
(۵) ملا محمد فاضل صادق پوری ابن
(۶) ملا خیر اللہ بن
(۷) ملا داؤد بن
(۸) ملا امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ صادق پوری (برادر کلاں ملا شکر اللہ مرقوم الصدر)
(۹) شاہ عبد الستار رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ کہ مزار شان بحلہ انبیر بہار است۔
(۱۱) حضرت سید موسیٰ ہمدانی
(۱۲) حضرت سید مبارک
(۱۳) حضرت سید ابراہیم
(۱۴) حضرت سید سلیمان
(۱۵) حضرت سید عبد الکریم
(۱۶) حضرت سلطان عبد الحکیم
(۱۷) حضرت سید شاہ عبد الشکور
(۱۸) حضرت سید شاہ نعمت اللہ مدنی۔
(۱۹) حضرت سید شاہ عبد المجید مدنی
(۲۰) حضرت سید شاہ عبد الرحیم مدنی
(۲۱) حضرت سید شاہ اسحٰق۔
(۲۲) حضرت سید شاہ احمد۔
(۲۳) حضرت سید شاہ محمود۔
(۲۴) حضرت سید شاہ اسمٰعیل۔
(۲۵) حضرت سید شاہ عبد الرحمٰن
(۲۶) حضرت سید شاہ ابو القاسم
(۲۷) حضرت سید شاہ نور الدین
(۲۸) حضرت سید شاہ یوسف
(۲۹) حضرت سید شاہ رکن الدین
(۳۰) حضرت سید شاہ علاء الدین
(۳۱) حضرت سید شاہ یحییٰ مدنی
(۳۲) حضرت سید شاہ زکریا مدنی
(۳۳) حضرت سید شاہ حسن مدنی۔
(۳۴) حضرت سید شاہ عمر مدنی

(۳۵) حضرت سید شاہ امام عبداللہ	(۳۹) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
(۳۶) حضرت سیدنا شاہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	(۴۰) حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ
(۳۷) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	(۴۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ زوج حضرت
(۳۸) حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ	فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

واضح ہو کہ مسماۃ حمیدہ زوجہ مولوی وارث علی مرحوم بنت مولوی آیت اللہ عرف مولوی دلیل اللہ اولاد سے حضرت ملا شکر اللہ قدس سرہ کے تھے اور جناب ملا شکر اللہ صاحب و ملا امان اللہ رح یہ دونوں عینی بھائی ابن حضرت شاہ عبدالستار رحمۃ اللہ علیہم کے ہیں مگر مولوی آیت اللہ و ملا شکر اللہ رح کے درمیان چند نام چھوٹ گئے ہیں کہ ان کا مؤلف کتاب کو باوجود تلاش کے پتہ نہ ملا اور نیز درمیان حضرت شاہ عبدالستار و حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہ کے بھی کچھ نام چھوٹ گئے ہیں کہ باوجود تفحص و تلاش کے پتہ نہ ملا۔ اور مخفی نہ رہے کہ جناب حضرت دیوان شاہ عبدالفتاح و حضرت دیوان شاہ عبدالمجید قدس سرہما کہ جن کے مزار مقبرہ محلہ صادق پور میں تھے کہ جہاں اب میونسپلٹی کچہری قائم ہے یہ دونوں حضرات بھی اولاد سے ملا امان اللہ یا ملا شکر اللہ علیہما الرحمۃ کے ہیں اور ان کا ایک حجرہ وقت ضبطی جائداد تک موجود تھا اور اس کو سرکار نے ضبط کرکے توڑ دیا کہ ڈ ترکہ میں مسماۃ واجدہ بنت مولوی بشارت علی مرحوم کو ملا تھا۔ لیکن چونکہ فقیر کو اس کا کچھ نشان نہ ملا کہ یہ دونوں حضرات یعنی دیوان شاہ عبدالفتاح و دیوان شاہ عبدالمجید قدس سرہما سے ہمارا خاندان کہاں جاکر ملتا ہے۔ لہذا ان کو فہرست نسب نامہ میں درج نہیں کیا اطلاعاً حوالہ قلم ہوا۔ حضرت مولانا امان اللہ قدس سرہ زمانہ میں اکبر بادشاہ کے پیدا ہوئے آپ نے عمر زیادہ پائی نورالدین جہانگیر اور شاہ جہاں کا زمانہ آپ نے بالکل طے کیا اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا ان تینوں بادشاہوں کے زمانہ میں آپ برابر شاہزادگان دہلی کو پڑھاتے رہے اور ہر ایک بادشاہ نے متعدد مواضعات جاگیر میں آپ کو عطا فرمائے جن میں سے بعض کے نام اور ان کے فرامین شاہی کی نقل آگے کر دی جاتی ہے اخیر میں مرزا محمد معظم فرزند عالمگیر بادشاہ کو بھی آپ نے پڑھایا اوائل عمر میں آپ نے نوکری شاہان دہلی کی کی۔ بعد اس کے آپ خانہ نشین ہوکر درس تدریس میں مصروف ہوئے۔ آپ کا مکان محلہ پتھری محلات شہر پٹنہ تھا مرزا محمد معظم جس زمانہ

میں صوبہ دار بہار تھے اکثر آپ کے مکان پر آتے اور فرامین مواضعات لکھ کر اپنے ہمراہ لاتے وقت ملاقات ملا صاحب قدس سرہٗ کے آپ کے بچھاون کے نیچے چپکے سے رکھ کر چلے جاتے آپ کی نظر جب اُن فرامین پر پڑتی اس کو اُٹھا کر کہیں طاق وغیرہ پر رکھ دیتے آخر عمر میں آپ نے عزلت و گوشہ نشینی اختیار کی اور دیبابر کے پہاڑ پر جو قریب سہسرام ہے جا کر رہے اور وہیں انتقال فرمایا آپ بڑے عالم فاضل اور عارف کامل تھے آپ کو بجز عبادت معبود حقیقی کے کوئی سروکار نہ تھا آپ کے برادر خورد ملا شکر اللہ قدس سرہٗ نے بعد انتقال اپنے برادر کلاں کے ان فرامین کو جو وقتاً فوقتاً آپ کو شاہان دہلی کے یہاں سے ملتے رہے تھے اور آپ نے اُن کو گھر میں ڈال رکھا تھا۔ دہلی لے جا کر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے حضور میں ان کو جاری کرایا وہاں سے پروانجات دخلیابی بنام صوبہ دار بہار لائے۔ وہ بہت مواضعات تھے کہ آپ کی اولاد میں نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن چلے آتے رہے ہم کو اُن کا تھوڑا سا حصہ دختری مسماۃ دیمنی و مسماۃ سعیدہ بنتان ملا آیت اللہ مرحوم کو ملا جو اس وقت تک ہم لوگوں کے دخل میں ہے اور کچھ حصہ اُس کا جو اس فقیر مؤلف کتاب کو وراثتاً ملا تھا ضبط سرکار ہوا اور باقی جو ہمارے بھائی اور بہنوں کے نام تھا وہ ہنوز باقی ہے۔ اس کی فہرست آگے آوے گی آپ کا خاندان خطہ انبیر بہار سے اُٹھ کر محلہ پتھری متصلات شہر پٹنہ میں آکر بسا اور وہاں سے بعض محلہ صادق پور میں آکر بسے محلہ پتھری میں آپ کی بہت بڑی حویلی و رعیت خانہ وغیرہ تھا حویلی تو گر گئی جس کو اس فقیر نے خود دیکھا تھا مگر رعیت خانہ کچھ تھوڑا ہم لوگوں کے حصہ میں اس وقت تک باقی ہے آپ کی اولاد میں سے ملا آیت اللہ عرف ملا دلیل اللہ قدس سرہٗ بہت بڑے عالم اور بڑے سپاہی بھی تھے آپ آخر عمر میں نواب دلاور جنگ فرزند نواب مظفر جنگ صوبہ مرشد آباد کے پڑھانے کو مقرر ہوئے تھے۔ آپ کی سپاہ گری کی ایک نقل یہ ہے کہ جب نواب مہابت جنگ کے زمانہ میں مرہٹوں کا لشکر پونا ستارہ سے واسطے لوٹنے کے عظیم آباد پر آیا اس وقت آپ بہ نظر جہاد نواب صاحب کے لشکر کے ساتھ ہو کر کفار سے خوب لڑے مرہٹوں کا لشکر گھوڑے سواروں کا تھا آپ بھی ایک عمدہ گھوڑے پر سوار تھے اور نیزہ بازی کر رہے تھے ایک سوار کو آپ نے نیزہ مارا اُسکے سینہ سے پار ہو گیا اور نیزہ کا پھل اُس کے سینے میں اٹک گیا آپ اُس کے نکالنے میں مصروف تھے کہ ایک دوسرے مرہٹے نے

آکر پیچھے سے آپ کو نیزہ مارا وہ آپ کی ران میں آکر پار ہو گیا آپ نے اس نیزہ کو پکڑ لیا اور اُس مرہٹے کا بھی کام تلوار سے تمام کیا اسی حالت میں آپ کو اور چند زخم لگے اور آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے مرہٹوں کا راجہ ہاتھی پر سوار تھا ان سب کیفیات کو دیکھ رہا تھا، آپ کی بہادری اور سپہ گری کی قدر شناسی کر کے فی الفور اپنے ہاتھی کو بٹھا کر آپ کو اُسی پر لے لیا اور وقت واپسی پونا ستارہ کو لے گیا وہاں آپ کی مرہم پٹی کر کے جب آپ صحیح ہو گئے کچھ سوار آپ کے ہمراہ دے کر اور بہت کچھ زر و جواہر دے کر نہایت عزت کے ساتھ آپ کو پٹنہ پہنچوا آیا اور آپ کی ایک علمی حکایت یہ ہے کہ شاہان دہلی میں سے کسی کو ایک کتاب کی ضرورت ہوئی جو علم ریاضی میں تھی تو اس نے ناظم صوبہ بہار کو لکھا کہ وہاں کے علماء میں سے کسی کے پاس وہ کتاب ہو تو نقل کرا کر بھیجو، ناظم کا آدمی واسطے دریافت کے جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ کتاب تو موجود نہیں ہے مگر اگر کوئی کاتب میرے پاس آئے تو میں زبانی لکھا دے سکتا ہوں اس وقت آپ کی عمر بہت ہو گئی تھی اور بصارت بھی جا چکی تھی محض گوشہ نشین تھے چنانچہ ناظم صوبہ بہار نے فی الفور ایک خوشنویس کاتب کو آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے ساری کتاب اُس کو زبانی لکھا دی۔ جب وہ کتاب نقل ہو کر دہلی میں بادشاہ کو پہنچی اس وقت اتفاقات حسنہ سے ایک نسخہ اُس کتاب کا بادشاہ کو کہیں سے ہاتھ لگ گیا تھا جب دونوں نسخوں کا مقابلہ ہوا مطابق پایا، الغرض آپ صاحب سیف و قلم دونوں تھے۔

آپ کی اولاد میں سے جناب سید آحمد علی مرحوم اُن کے صاحبزادے سید محمد مصطفےٰ مرحوم مؤلف کتاب ہذا کی یاد میں محلہ پتھری میں موجود تھے مگر بعد کو کل املاک اپنی بیچ کھوچ کر الٰہ آباد چلے گئے اور بعد انتقال سید آحمد علی مرحوم ان کے صاحبزادہ سید محمد مصطفےٰ صاحب ۱۲۷۹ سنہ ہجری میں عظیم آباد کو تشریف لائے اور پتھری پر مکان و رعیت تھا نہ آپ کا جو کچھ رہ گیا تھا اس کو بھی فروخت کر کے پھر آپ الہ آباد کو واپس گئے اُس کے بعد پھر اُن کا کچھ حال معلوم نہ ہوا بالجملہ ملا امان اللہ و ملا شکراللہ قدس سرہما کی اولاد ذکور میں سے کوئی بھی اس وقت باقی نہیں ہے۔ صرف بیٹی کی اولاد میں سے ہم لوگ ہیں۔ اور واضح ہو کہ فرامین شاہی تخمیناً تیس ۳۰ عدد جو وقتاً فوقتاً شاہان دہلی کے یہاں سے اس خاندان کو ملے تھے وہ سب وقت ضبطی جائداد مسوّدہ اوراق ہذا

ضبط سرکار ہو گئے۔ مگر جس وقت کہ بندوبست مواضعات صوبہ بہار از طرف سرکار گورنمنٹ ہوا تھا اس وقت حکم سرکاری ہوا تھا کہ جو شخص جس موضع یا جس اراضی پر قابض و دخیل ہے وہ اپنا قبضہ اور وجہ قبضہ دکھلا دے تب وہ شے اس کے ساتھ بندوبست کی جاوے گی چنانچہ اس وقت حضرت جدامجدم مولوی فتح علی مرحوم نے ایک عرضی دعوی لکھا اس میں ہر ہر موضع کی نسبت کہ جس پر ہم لوگ اسوقت قابض و دخیل تھے وجہ قبضہ دکھلائی کہ فلاں بادشاہ نے فلاں سنہ میں فلاں شخص کو یہ موضع دیا اور اُس شخص موہوب لہ سے وراثتاً اس طور پر ہم کو پہنچا پس اس عرضی دعوی کی نقل جو جناب حکیم مولوی محمد زہیر صاحب مرحوم کے پاس موجود تھی اسی سے میں نے اس نسب نامہ کو حضرت مخدوم احمد چرم پوش تک لکھا ہے۔ اور حضرت مخدوم سے اوپر حضرت علی کرم اللہ وجہ تک کتاب حضرت شاہ محمد نور صاحب مدظلہ ساکن محلہ اتیر بہار سجادہ نشین حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ سے لیا ہے من شاء فلینظر ہناک چنانچہ نقل ان فرامین کی بھی درج ذیل ہے :۔

	محمد شاہ بادشاہ	

نام واہب	محمد شاہ بادشاہ۔
فرمان عطا	مرقومہ دویم رمضان ۳ سنہ جلوس مطابق ۱۱۳۲ھ ہجری
موہوب لہ	شیخ دلیل اللہ عرف ملا آیت اللہ اولاد ملا شکر اللہ درویش۔
موضع موہوبہ	سنگرامپور رگھاکول پرگنہ منیر ضلع پٹنہ مقدار رقبہ ایک ہزار بیگہہ۔
منصرف حال	بی بی زبیدہ زوجہ و مساۃ سعیدہ و مساۃ دیمن بنتان ملا آیت اللہ مر۔
تاریخ پروانہ	وزیر الملک نظام الملک فتح جنگ بہادر سپہ سالار مرقومہ دوئم جمادی الاولیٰ ۶ سنہ جلوس مطابق ۱۱۳۶ھ ہجری
صدور پروانہ	صدر الصدور معتمد الملک معظم خانخانان بہادر مظفر جنگ مرقومہ نہم ربیع الثانی ۶ سنہ جلوس مطابق ۱۱۳۶ھ
وجہ عطا	مدد معاش

محمّد فرخ سیر بادشاہ

نام واہب	محمد فرخ سیر بادشاہ۔
فرمان عطا	مرقومہ پنجم صفر سنہ ۱۱۲۴ ہجری۔
موہوب لہ	ملا غلام رسول از متعلقان ملا امان اللہ ولد شاہ عبد الستار درویش۔
موضع موہوبہ	محال موضع گودھانہ اصلی مع داخلی پرگنہ شاہ پور منیر ضلع پٹنہ رقبہ ایکہزار بیگہہ
مصرف حال	مساۃ دیبی و مساۃ جیبدن بنتان شیخ دلیل اللہ عرف ملا آیت اللہ برادر حقیقی ملا غلام رسول۔
تاریخ پروانہ	پنجم صفر سنہ ۱۱۲۴ ہجری
صدور پروانہ	سید عبد اللہ خان و فضل خان صدر جہان صدر الصدور و وزیر الممالک نظام الملک
وجہ عطا	مدد معاش

اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ

تاریخ فرمان عطا	مرقومہ ۲۴ رمضان سنہ ۱۰۶۸ ہجری
موہوب لہ	ملا امان اللہ از فرزندان مخدوم احمد چرم پوش
شے موہوبہ	موضع کھوریٹھ رقبہ چہل بیگہہ۔
وجہ عطا	مدد معاش۔
مصرف حال	مساۃ دیبی و مساۃ سعیدہ بنتان شیخ دلیل اللہ عرف ملا آیت اللہ از فرزندان ملا شکر اللہ درویش۔
پروانہ	وزیر الملک جعفر خان۔

شاہ جہاں بادشاہ

تاریخ صدور فرمان	مرقومہ ہشتم جمادی الثانیہ سنہ ۱۰۳۹ ہجری
موہوب لہ	ملا محمد عباس
وجہ عطا	مدد معاش
مصرف حال	مساۃ بولن

معرف مال بوجہ ارث مولوی وارث علی و مولوی ہدایت علی خواہر زادگان مسماۃ بوبن -

پروانہ سید احرام خاں و محمد رضا خاں صدر الصدور -

موضع مع رقبہ موضع صادقپور پرگنہ حویلی عظیم آباد - رقبہ ایکہزار بیگہہ -

واضح ہو کہ محلہ صادقپور ایکہزار بیگہہ پروانہ عطا میں ہم لوگوں کو دیا گیا مگر نہ معلوم کس وجہ سے بجل صرف اور پینتیس بیگہہ کے ہوا پس یہ پینتیس بیگہہ اس طرح پر تقسیم پایا کہ جملہ تیرہ سہم قرار دیا گیا از ان جملہ پانچ سہم مولوی فتح علی مرحوم نے لیا اور چار سہم فرزندان مولوی بشارت علی مرحوم اور دو سہم مسماۃ قمرن زوجہ میرابو القاسم مرحوم ساکن باڑھ اور دو سہم مسماۃ اچاگی زوجہ مولوی عبد العلی مرحوم مولوی عدالت پٹنہ

بی بی سوہن بنت رحیمہ بنت ملا محمد فاضل صادقپوری بن ملا سعید الدین نگرنزوجہ مولوی الہٰ داد اللہ مرحوم

ان کے ایک بیٹا مولوی عبد العلی اور دو بیٹیاں مسماۃ رسولن زوجہ شاہ محمد معز عرف شاہ منو ساکن محلہ نو بیہ و مسماۃ بتولن زوجہ شیخ ہدایت علی ساکن جھدا نواں - مولوی عبد العلی لاولد گذرے اور مسماۃ بتولن کی ایک بیٹی مسماۃ منیبہ زوجہ اولی مولوی فتح علی صادقپوری کی ہوئیں جو ایک برس بعد شادی لاولد زندہ رہکر گذر گئیں - اور وہ ایک بیٹا مولوی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں اور آپ کی شادی ساتھ مسماۃ لطیفن بنت شاہ محمد معز موصوف کے ہوئی تفصیل اولاد کی یہ ہے - مولوی احمد اللہ رح زوج مسماۃ بصیرن بنت حضرت شاہ محمد حسین رح ساکن نو ہیہ مولوی ولی اللہ رح یہ مجذوب صفت تھے - آپ کو ہوش و حواس اکل و شرب و ستر پوشی وغیرہ کا بھی نہ تھا لہذا آپ کی شادی نہ ہوئی آپ تخمیناً پچاس برس کی عمر میں رحلت فرما ہوئے - مولوی فیاض علی زوج مسماۃ حفیظن و مولوی یحییٰ علی زوج مسماۃ حمیدن - و مولوی اکبر علی زوج مسماۃ شریفن و مسماۃ جمیلۃ النسا جن کے زوج اول مولوی قمر الدین شہید و زوج ثانی مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ ہوئے - و مسماۃ وجیہن زوجہ مولوی اولیا علی رح - و مسماۃ ذکیمن زوجہ شیخ ولایت حسین بن شیخ نواز حسین ساکن موضع المتقوا - و مسماۃ میرن نے بارہ تیرہ برس کی عمر میں قبل از شادی انتقال کیا -

منقول از روبکار کچہری ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع پٹنہ واقع تاریخ

۱۴- ماہ مارچ سنہ ۱۸۳۹ء مطابق ۱۵ ماہ چیت سنہ ۱۲۴٦ فصلی

محمد عباس وغیرہ مورثہم فرمان یکہزار بیگہہ اراضی از انجملہ نہصد و شصت بیگہہ زمین از پرگنات دیگر و چہل بیگہہ از پرگنہ حویلی عظیم آباد در عہد حضرت شاہ جہاں بادشاہ غازی حاصل نمودہ بودند و بعد فوت موہوب لہم ہزار بیگہہ اراضی مذکور فیما بین ورثہ پشت در پشت تقسیم یافتہ بالاخرہ موازی ہیجدہ بیگہہ مزروعہ منجملہ چہل بیگہہ مذکور بمساۃ بولن وغیرہا بوجہ الارث رسیدہ کہ مساۃ مذکورے صحیح ہیجدہ بیگہہ اراضی مذکور بنام خود و خواہران خود بمیر سید احترام خان و محمد رضا خان صدر علیحدہ حاصل ساختہ قابض و متصرف شدہ و بعد فوت مساۃ مذکورہ شیخ وارث علی و شیخ ہدایت علی خواہر زادگانش ہر ہیجدہ بیگہہ اراضی مزروعہ مذکورہ قابض شدند و پس از ان اراضی مذکور در قبض و دخل شیخ فتح علی و بشارت علی و بی بی اوجالی و بی بی قدیرن وارثان شیخ وارث علی و شیخ ہدایت علی و بی بی نجیبہ زوجہ شیخ بشارت علی مذکور در آمد والحال مساۃ بی بی زمرن زوجہ شیخ فتح علی مرحوم مذکور بر پانزدہ ۱۵ سہام از جملہ سی و نہ سہام از ہر دو بست ہیجدہ بیگہہ زمین مذکور حصہ شوہری خود بموجب وثیقہ بیع مقاصہ مورخہ بستم شہر ربیع الثانی سنہ ۱۲۴۲ھ و شیخ عسکر علی و بی بی واجدہ ولد و بنت شیخ بشارت علی و بی بی نجیبہ بر چہاردہ ۱۴ سہام بایں طور کہ ہر دو حصہ از ان بشیخ عسکر علی و یک حصہ از جملہ چہاردہ سہم مذکور بی بی واجدہ و بر چہار سہم از سی و نہ سہام مذکور سید قادر احمد ولد بی بی قدیرن و بر دو سہم مساۃ بی بی الفت خواہر سید قادر احمد مذکور و بر دو سہم سید عثمان علی زوج مساۃ بی بی امت الزہرا خواہر دیگر سید قادر احمد مذکور و بر دو سہم مولوی عبد العلی بوجہ التولیت از طرف بی بی اوجالی زوجہ خود بموجب فرائض و وثائق مورث و تولیت نامہ با خود ہا قابض و متصرف اند و چلہ و تالاب و غارکہ از اراضی مذکور داخل است فیما بینہم مشترک است۔

مولانا عبد العلی مرحوم بن مولوی ارادت اللہ مرحوم صادقپوری

نواب مظفر جنگ ونیز نواب دلاور جنگ کے وقت میں جبکہ انگریزی کمپنی اور نواب صاحب ملکر صوبہ مرشد آباد وصوبہ بہار پر حکمراں تھے، آپ نواب صاحب کی طرف سے مولوی عدالت کے عہدہ پر (کہ جس کو آجکل جج کہتے ہیں) صوبہ بہار میں مقرر تھے اور آپ ہی کے واسطے یہ مکان کچہری۔ جو اب گلزار باغ میں ہے تیار کی گئی تھی عدالت دیوانی و فوجداری کے کل مقدمات آپکے پاس دائر ہوتے تھے مگر جب دورہ کا مقدمہ خون وغیرہ کا ہوتا اس وقت ایک انگریز بھی آپکے ساتھ بطور جوری کے شریک رہتا آخر میں جب کمپنی بہادر نے نواب صاحب کی نقد تنخواہ کردی اور ملک کا بندوبست کل اپنے ہاتھ میں لے لیا آپ مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو گئے ہرچند کمپنی نے چاہا کہ آپ کو اسی عہدہ پر بحال رکھیں مگر آپ نے قبول نہ فرمایا، آپ بہت بڑے عالم اور درویش صفت فقیر دوست تھے آپکو جو کچھ نواب صاحب سے ملتا تنخواہ یا انعام وغیرہ وہ کل ذوی الحاجات واہل برادری میں صرف کر دیتے اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھکر اور ہدیہ کرکے اپنا ذاتی صرف اسی سے کرتے، آپ کو جو نواب صاحب کی طرف سے ماہی و مراتب وعصا و سونٹا سوار وپیادہ واسطے جلوس کے مرحمت ہوا تھا کبھی اس کو اپنے ہمراہ نہ رکھتے۔ آپ محض سادہ وضع سے موٹا کپڑا پہنکر ایک پیر کیدار کہنہ تامجان پر کچہری اور دربار کو جایا کرتے آخر عمر میں آپ مختل الحواس ہو گئے تھے آپنے جناب سید احمد صاحب بریلوی کو بھی پایا اور بیعت حاصل کی آپ کی عمر قریب سو برس کے پہنچی تھی آپ کا انتقال شاید ۱۲۴۵ھ ہجری میں ہوا ہے۔

جعفر طیار رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

جعفر طیار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم اور علی رض کے سگے بھائی تھے مگر علی رض سے دس برس بڑے تھے۔ ایک روز علی رض رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز میں دائیں جانب کھڑے تھے تو ابو طالب نے جعفر رض سے کہا تو اپنے ابن عم کے بائیں جانب کھڑا ہو جا۔ آپکے قبل اکتیس اشخاص اسلام قبول کر چکے تھے۔ بعض روایت میں ہے کہ علی رض سے کچھ عرصہ بعد اسلام لائے تھے۔ نبی صلعم اکثر فرماتے، تو مجھ سے صورت اور سیرت میں بہت مشابہ ہے۔ تو اسی گھرانے کا ہے جس

گھرانے کا میں ہوں' رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میرے قبل کے انبیاء کو سات چیدہ رفیق دیئے گئے مگر میں چودہ رفیق حمزہ۔ جعفر۔ علی حسن حسین۔ ابوبکر۔ عمر۔ مقداد۔ حذیفہ۔ سلمان عمار اور بلال دیا گیا جعفرؓ نے دو ہجرتیں کیں پہلی حبشہ کی طرف دوسری مدینہ طیبہ کی جانب۔ تا قیام حبشہ آپ نجاشی رضؓ کے یہاں رہے۔ نجاشی اور اس کے اتباع آپ ہی سے مشرف باسلام ہوئے۔ جناب رسول اللہ صلعم نے جب آپ کے مدینہ طیبہ آنے کی خبر سنی تو آگے بڑھ کر آپ سے اور آپ کے ہمراہیوں سے ملے۔ آپ سے معانقہ کیا پیشانی پر بوسہ دیا۔ فرط مسرت میں فرمانے لگے "میں نہیں بتا سکتا کہ مجھے زیادہ خوشی جعفر کے واپسی کی ہے یا فتح خیبر کی" جناب صلعم نے آپ کو مسجد کے پاس فرودکش فرمایا اور معاذ بن جبل سے مواخات قائم کرادی ابوہریرہ کہتے ہیں میں قرآن پڑھا کرتا اور بھوک کی شدت سے شکم پر پتھر باندھے ہوتا جعفر آکر مجھے کھلا جاتے۔ وہ مسکینوں سے اُلفت رکھتے۔ ان کے پاس بیٹھتے اُن سے باتیں کرتے۔ اُن کی خدمتیں کرتے جو آپ کے گھر میں ہوتا ہم لوگوں کو کھلایا کرتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو جاتی۔ بخاری میں ہے کہ جعفر مسکینوں کے حق میں بہتر شخص تھے۔ جناب رسول اللہ صلعم نے آپ کو ابوالمساکین کے خطاب سے ممتاز فرمایا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ عبداللہ۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن عاص نے آپ سے روایت کی ہیں۔

جب جناب رسول اللہ صلعم ذوالحجہ میں بعد قضائے عمرہ مدینہ طیبہ واپس آئے تو جمادی الاولیٰ ۸ھ میں آپ کو غزوہ موتہ کے لئے روانہ فرمایا اور بعد شہادت زید بن حارثہ کو آپ کی امارت کے لئے وصیت کی۔ یہ جنگ غایت سخت تھی آپ کے اسپ کمیت کی کوچلی کاٹ ڈالی گئیں۔ آپ اسپ تازی سے اتر گئے' آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔ تاہم آپ نے علم اسلام گرنے نہیں دیا سینہ سے لگائے رہے۔ آخر ش جام شہادت نوش فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلعم نے بشارت دی کہ اللہ نے جعفر کے دونوں ہاتھوں کو پروں سے بدل دیا۔ اب وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑتے پھرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ وہ اور اس کے ساتھی طلائی مسہری (تخت) پر جنت میں بٹھا دیئے گئے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں غزوۂ موتہ میں ساتھ تھا۔ جب ہم لوگوں نے جعفر کی لاش تلاش کی تو صرف ان کے اگلے حصہ جسم پر ستر سے زیادہ نیزے' تیر اور تلوار کے ضرب تھے۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب جعفر کی شہادت کی خبر جناب رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو جناب کے بشرہ مبارک سے غم نمایاں تھا۔ آپ غایت محزون تھے کہ جبرئیلؑ نے جناب صلعم کو خوشخبری سنائی "اللہ تعالیٰ نے جعفرؓ کے خون سے سُرخ

ڈینے لگا دیا ہے جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں"۔ جناب رسول اللہ صلعم آپ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس کے پاس بغرض تعزیت تشریف لے گئے۔ وہ کہتی ہیں میں اس وقت آٹا گوندھ چکی تھی اور بچوں کو نہلا دھلا کر پاک صاف کر رہی تھی" جناب نے آنے کے ساتھ فرمایا "جعفر کے بچوں کو میرے پاس لاؤ" میں آپ کے پاس لے گئی۔ جناب نے ان کو اپنے میں سمیٹ لیا اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ جناب پر قربان ہوں کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کچھ خبر پائی ہے؟ جناب نے فرمایا "ہاں۔ آج وہ شہید ہو گئے۔ میں سن کر چیخنے لگی اور عورتوں کو جمع کرنا چاہا۔ جناب رسول اللہ صلعم نے ازواج مطہرات سے جا کر فرمایا "آل جعفر سخت مغموم ہیں ان کو اللہ سے غافل نہ ہونے دو"۔ آپ کی عمر شریف بوقت شہادت چالیس یا اکتالیس سال تھی۔ ابن عمر جب ابن جعفر سے ملتے تو کہتے "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین"۔ حسان بن ثابت آپ کی شان میں فرماتے ہیں۔

کنا نری فی جعفر من محمد ۔۔۔ وفاء وامرا صارما حیث یومر

فلا زال فی الاسلام من آل ھاشم ۔۔۔ دعائم عز لا یزول ویفتخر

وقال ایضاً یرثی اھل موتۃ

رأیت خیار المومنین تواردوا ۔۔۔ شعوبا وقد خلفت ممن یؤخر

فلا یبعدن اللہ قتلی تتابعوا ۔۔۔ بموتۃ منھم ذوالجناحین جعفر

وزید وعبداللہ حین تتابعوا ۔۔۔ جمیعا واسباب المنیۃ تخطر

جناب مولوی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ جعفری

خواہر زادہ مولوی عبد العلی صاحب بن ارادت اللہ صاحب مرحوم صادقپوری

فرزند نشیں ہدایت علی مرحوم ساکن پھلواری حال مقامی صادقپور شہر عظیم آباد پٹنہ آپ کی شادی ساتھ سماۃ لطیفن بنت جناب حضرت شاہ محمد معروف شاہ منو رحم اللہ ساکن محلہ نمو ہیہ کے ہوئی۔ جناب امیر المومنین حضرت سید احمد صاحب جب پٹنہ تشریف لائے تھے اس وقت آپ نے بھی سید صاحب کو اپنے مکان میں مدعو کیا اور وعظ کہلوایا، مگر آپ کو بیعت کا اتفاق نہیں ہوا آپ کے دو صاحبزادے جن کے نام احمد بخش و ولی بخش تھے جناب سید صاحب نے اُن کو بدل کر احمد اللہ و ولی اللہ رکھ دیا۔ آپ اپنے زمانہ کے بڑے قابل عاقل لائق ہوشیار مدبر لوگوں میں تھے آپ شہر عظیم آباد کے رؤسائے عظام میں سے شمار کئے جاتے تھے۔ آپ بحیثیت عقل و دانش و فہم و فراست یگانۂ زمانہ تھے بڑے بڑے رؤسائے عظام آپ سے آکر اپنے امور حسامہ میں صلاح و مشورہ لیا کرتے تھے آپ کی گورنمنٹ انگریزی میں بھی بڑی قدر و منزلت تھی آپ نہایت ہی خوش اخلاق ذی مروت بُرد بار بہ دلہ تھے آپ کے مزاج میں نہایت استقامت و ثبات قدمی تھی۔ آپ جس کام کو اچھا سمجھتے، کبھی اس سے نہ ہٹتے تھے باوجود اس کے کہ اگر کوئی لڑکا بھی آکر حق بات بتاتے تو اس کے ماننے میں آپ کو کچھ عذر نہ ہوتا آپ بدرجۂ غایت حق پسند تھے ع سناع نیک ہر کجا کہ باشد پر آپ کا پورا عمل تھا۔ حدیث شریف الحکمۃ ضالۃ المؤمن پر آپ کا پورا تمسک تھا یہی باعث ہوا کہ آپ نے آخری عمر میں اپنے صاحبزادہ خرد مولوی اکبر علی مرحوم کی فہمائش سے جناب حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران کے دست مبارک پر بیعت کی اور اپنی صبیۃ بیوہ مسماۃ جمیلۃ النساء کو آپ کے نکاح میں دیا یہ اول نکاح بیوہ ہے جو عظیم آباد پٹنہ کے شریف خاندان میں ہوا جزاھم اللہ خیرا۔ اس وقت سے آپ نے اپنے تین صاحبزادوں کو یعنی مولوی فیاض علی رح و مولوی بیکلے علی رح و مولوی اکبر علی رح کو

مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں دیدیا اور آپ مولانا کا اس قدر ادب کرتے کہ بجز بڑے حضرت کے کبھی نام نہ لیتے، آپ کے اوصاف حمیدہ وشمائل ستودہ بہت کچھ ہیں کہ اس قرطاس تنگ اساس میں اس کی گنجائش نہیں۔ مولانا عبدالعلی صاحب نے آپ کو نواب مرشدآباد (یا کسی دوسرے نواب از خاندان شاہان دہلی) کے یہاں کسی اعلیٰ عہدہ (مثلاً دیوانی) پر رکھا دیا تھا، مگر ایک عرصہ بعد ریاست کی حالت مخدوش دیکھ کر باصرار مستعفی ہو گئے۔ آپ کو بوجہ بعض خدمتوں کے نواب مرشدآباد کی طرف سے مجھوئی محال جو ایک موضع ہے قریب بہار کے کہ جس کا رقبہ اراضی چار ہزار بیگہہ اور آمدنی سالانہ تقریباً پندرہ ہزار روپیہ تھی اور موضع بیجے گوپال پور پرگنہ شاہ پور منیر کہ جس کا رقبہ سات سو بیگہہ اور آمدنی سالانہ چار ہزار روپیہ تھی، عطا ہوا جو وقت ضبطی جائداد مولوی احمد اللہ وغیرہ ضبط سرکار ہو گیا اور علاوہ اس کے مواضعات موروثی بھی تھے۔ اس کمترین مؤلف کتاب کا معمول تھا کہ روزانہ آپ کی شرف ملازمت حاصل کرتا اور آپ کے فیض صحبت اور کلمات طیبات سے بہرہ مند ہوتا۔ نسب نامہ خاندانی وحالات خاندانی جو کچھ اس کمترین نے ان اوراق میں لکھا ہے وہ اکثر آپ ہی کے ملفوظات گوہر صفات ہیں آپ ہی سے مسموع ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۰۱ھ (بارہ سو ایک ہجری میں ہوئی) اور انتقال آپ کا ۱۲۷۵ھ (بارہ سو پچھتر ہجری) میں ہوا عمر آپ کی پچھتر برس کی ہوئی مزار آپ کا جنوب مسجد مخدوم یحییٰ بائیں مزار حضرت شاہ ابوالبرکات قدس سرہٗ کے ہے۔ آپ کا رنگ سانولا قد میانہ تھا بال کچھڑی آخر میں آپ کی بصارت بھی جاتی رہی تھی۔ آپ کی اولاد کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، آپ کی جملہ اولاد ایسی لائق اور عمدہ ہوئیں کہ اگر ہر ایک کو گوہر شب چراغ اور دُرِّ یتیم کہیں تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا اللھم اغفرلہ وارحمہ از بس منتظم درس وتدریس سے بھی ذوق کامل تھا۔ فن طب میں بھی حاذق وماہر تھے۔ ادویہ ضروریہ نفیس ہر وقت موجود رہتی تھیں، مگر مطب نہیں کرتے۔ دوا کی قیمت نہ لیتے۔ اقربا وغربا کی خدمت تھی۔ اقربا کے انتظام معاش دیکھتے اور وجہ معاش کی فکر کرتے۔ جناب خطاط بھی تھے اور اپنے زمانہ کے فن سپہگری سے بھی خوب واقف تھے۔

نسب نامہ مولوی الٰہی بخش صاحب جعفری الزینبی

مولوی الٰہی بخش صاحب بن
شیخ ہدایت علی ،، بن
شیخ معز الدین ثانی ،، بن
شیخ امام الدین ،، بن
شیخ کریم الدین ،، بن
شیخ محبوب عالم ،، بن
شیخ بڑن شہید ،، بن
شیخ اللہ داد ،، بن
معز الدین اول ،، بن
شیخ عثمان ،، بن
شیخ مظفر ،، بن
سالار خواجہ مرسل ،، بن
سالار خواجہ فرید ،، بن
سالار خواجہ احمد ،، بن
سالار خواجہ محمد ،، بن
سالار خواجہ سکندر ،، بن
سالار خواجہ صدر ،، بن
سالار خواجہ صدور ،، بن
سالار خواجہ صدر الدین ،، بن
سالار خواجہ بدر الدین ،، بن
قاضی عبد الرحمان ،، بن
قاضی نجیب الدین ،، بن

قاضی رفیع الدین ،، بن
شیخ نصر اللہ ،، بن
شیخ ابراہیم ،، بن
شیخ نصر الدین ،، بن
شیخ جلیل الدین ،، بن
شیخ محی الدین ،، بن
شیخ شہاب الدین ،، بن
خواجہ سلطان شاہ ،، بن
خواجہ عبد الرحمٰن ،، بن
محمد یحییٰ ،، بن
شیخ ابو القاسم ،، بن
شیخ ابوبکر ،، بن
شیخ ابو القاسم ،، بن
الی؎ ،، بن
علی الزینبی ،، بن
عبد اللہ ،، بن
جعفر طیار ،، بن
ابو طالب عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بن
عبد المطلب جدّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

؎ درمیان کے چند اسماء (پانچ یا سات) محقق و مشخص نہ ہو سکے۔ علی الزینبی کی اولاد میں متعدد کس نام (ابو القاسم) کے ہیں۔

جناب مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپکا اوّل نام احمد بخش تھا جناب حضرت سید احمد صاحب نے احمد اللہ رکھا۔ آپ کی شادی ساتھ مسماۃ بیبرن صبیہ کلاں حضرت جناب شاہ محمد حسین قدس سرہٗ ساکن محلہ نمو ہیہ کے ہوئی اور اس نکاح کو حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب قدس سرہٗ نے پڑھایا۔ آپنے ابتدائی کتب صرف و نحو جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ سے پڑھی مولانا صاحب واسطے تکمیل علم کے لکھنؤ تشریف لے گئے تب آپ نے جناب منور علی صاحب ساکن آرہ شاہ آباد سے پڑھا بعد اس کے ایک اور عالم سے جو عظیم آباد میں تشریف رکھتے تھے مؤلف کتاب کو اُن کا نام یاد نہیں آپ نے فراغ حاصل کیا بعد اس کے درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ آپ کے برادران مولانا فیاض علی و مولانا یحیٰی علی و مولانا اکبر علی علیہم الرحمۃ نے آپ ہی سے پڑھا اور جناب حکیم مولوی ارادت حسین و جناب حکیم مولوی وجاہت حسین مرحوم نے بھی درسی کتابیں آپ ہی سے ختم کیں۔ جناب اخی الاعظم حضرت استادی حکیم مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم جو آپکے خلف اکبر تھے اُنہوں نے بھی آپ ہی سے فراغ حاصل کیا۔ بالجملہ اس محلہ صادق پور میں پچھلے زمانہ میں جو عالم ہوئے وہ کلہم آپ ہی کے شاگرد تھے، یا آپ کے شاگرد کے شاگرد۔ چنانچہ اس کمترین کو بھی کچھ عرصہ تک خاص آپ سے شرف تلمذ کا حاصل ہوا ہے۔ علاوہ اس کے اور بہت سے علماء آپ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ نے سند حدیث کی جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ سے لی، آپ جامع معقول و منقول تھے۔ اور نہایت ذہین و ذکی اور بہت عقیل و لبیب۔ ایک زمانہ آپ کی فہم و فراست و کیاست کا قائل تھا آپ رؤسائے عظام میں سے عظیم آباد کے تھے۔ ساتھ ہی اس کے نہایت منکسر المزاج و غریب پرور اور کنبہ پرور تھے۔ عزیزوں کی تعلیم و تربیت اور نظم مواضعات و معاش کا بار گراں نہایت فراخدلی اور خلوص کے ساتھ برداشت کرتے صاحب خلق عظیم ہر دل عزیز ذی مروّت و سخاوت تھے۔ ہمت و دلیری و حمیت و ہمدردی قومی و حُبّ وطن یہ خاص آپ کا حصہ تھا۔ اس

کمترین کے قلم میں وہ طاقت کہاں جو آپ کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک شمہ بھی بنا سکے۔ انسان[1] کو بحیثیت انسانی جو کچھ اوصاف چاہئیں ان کا مجموعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنایا تھا۔ حق پسندی و بہی خواہی عامہ بنی آدم خاص آپ کا شیوہ تھا۔ بہبودی خلائق و رفاہ عام میں آپ جان و مال سے دریغ نہ فرماتے۔ تمام شہر ہر کہ و مہ آپ کو اپنا بہی خواہ و سرپرست سمجھتا اور آپ سے تمام جزئی و کلی امور میں مشورہ لیتا۔ آپ الولد سر لابیہ کے پورے مصداق تھے بلکہ بدرجہا زیادہ آپ کی عقل و دانش کا اس قدر شہرہ تھا کہ گورنمنٹ انگریزی بھی آپ سے اکثر رفاہ عامہ کے باب میں مشورہ لیا کرتی۔ آپ ممبر کمیٹی برابر رہا کرتے تھے۔ آپ حکام رس تھے اور جلسہ وائسرائے بہادر میں درجہ اول میں شمار ہوتے تھے۔ اکثر وہ مقدمات جو رعایا و گورنمنٹ کے مابین بابت تکرار کسی اراضی کے ہوتا یعنی وہ اراضی جو گورنمنٹ کو رعیت سے خریدنی منظور ہوتی اس کی قیمت کا فیصلہ آپ ہی کے سپرد ہوتا اور آپ اس خوبی سے فیصلہ فرماتے کہ حاکم و محکوم دونوں رضامند ہو جاتے۔ جب انکم ٹیکس کا نیا نیا بندوبست گورنمنٹ کی طرف سے شروع ہوا اُس وقت چار اسیسر دو ہندو اور دو مسلمان نہایت امانت دار و دیانتدار منتخب کر کے سرکار کی طرف سے اس میں مقرر کئے گئے آپ کا اُس میں نمبر اول تھا۔ آپ کی ہرگز خواہش نہ تھی کہ اس نوکری کو قبول کریں مگر حکام کے اصرار اور احباء و اعزہ کی فہمائش سے آپ نے چار و ناچار قبول کیا اور اس خوبی سے آپ نے اِس کو انجام دیا کہ حکام و رعیت دونوں آپ کے ثناخواں رہے۔ آپ مقدمات دورہ میں جب کبھی بلائے جاتے اور اختلاف رائے جج سے اگر آپ کو ہو جاتا تو آپ ہی کی رائے پر مقدمہ صدر سے فیصل ہوتا۔ آپ کی تحریریں مقدمات کے فیصلہ میں ایسی مدلل اور پر زور ہوتی کہ گورنمنٹ اس کو بجنسہٖ قبول کر لیتی۔ انہیں وجوہات سے بعض نو دولت رئیس شہر کے آپ سے حسد و عناد رکھتے کیونکہ آپ کی موجودگی کی حالت میں ان ناتعلیم یافتہ اشخاص کی کوئی بات حکام و گورنمنٹ کے سامنے پیش رفت نہ جاتی اور مثل مار دو پیچ و تاب کھا کر رہ جاتے لیکن پھر بھی

[1] جناب مسائل سیاسی کے حل کرنے میں مہارت تامہ و کمال رکھتے تھے۔

مانند کژدم۔ شعر

نیش عقرب نہ از پئے کین است ٭ مقتضائے طبیعتش این است

جب کسی حاکم کو سیدھا سادا پاتے نیش زنی اور جھوٹ چغلی سے باز نہیں آتے۔ آپ کو آخر عمر میں بوجہ معذوری حضرت جناب مولوی الٰہی بخش مرحوم کے اُمور خانہ داری و کثرت ارباب ملاقات و انجام دہی امور مفوضہ گورنمنٹ سے فرصت نہ ملنے لگی تب آپنے درس تدریس کا شغل ترک کیا اُس کو حوالہ اپنے برادران و فرزندان کے کیا۔ آپ کے اخلاق حمیدہ ایسے عام تھے کہ ہر خرد و کلاں ہندو مسلمان سنی و شیعہ مثل پروانہ آپ کے ساتھ محبت و اُلفت و جان نثاری کا دم بھرتا چنانچہ جناب نواب سید لطف علی خاں صاحب مرحوم رئیس پٹنہ و جناب نواب محمد تقی خاں صاحب رئیس مظفر پور و جناب مولوی سید اعظم الدین حسین خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر وغیرہ صاحبان باوجود مذہب شیعہ ہونے کے آپکے ساتھ محبت قلبی و الفت دلی رکھتے تھے۔ مگر ہاں وہی چند تو دولت بے علم جاہل کہ جن کی جبلت میں شر و فساد تھا اور جن کی آنکھیں مانند موش کور کے شعاع شمس سے چندھیا تی تھیں اور نور بصیرت سے محض بے بہرہ تھیں۔ وہ ہمیشہ اپنے فکر میں درپئے آزار آپ کے رہے اور جب کبھی کسی حاکم کو کن پتلا پایا اپنی نیش زنی سے باز نہ آئے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں جبکہ ہندوستان میں غدر ہوا ہو وقت پٹنہ میں ولیم ٹیلر صاحب بہادر کمشنر تھے۔ صاحب موصوف کا مزاج ہندوستان کے غدر کے حالات اور بگڑی ہوئی پلٹنوں کے سپاہیوں کی تعدی و ظلم و نمکحرامی کی کیفیت سُن سُن کر نہایت مختل و افروختہ ہو رہا تھا۔ ایسی حالت میں اُن رئیسوں نے جو بظاہر جامۂ انسانی میں تھے اور باطن میں سخت خونخوار درندہ گرندہ تھے۔ موقع پاکر صاحب موصوف کو بہکا اور ورغلا کر اور کذب و دروغ باتیں پہنچا کر جناب ممدوح کی طرف سے بدظن کر دیا اور ادھر راجہ کنور سنگھ ساکن جگدیش پور ضلع شاہ آباد نے بھی بغاوت اختیار کی۔ پس بوجوہات بالا صاحب موصوف نے حضرت جناب مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اور آپ کے ماموں حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ ساکن نوہیہ کو جو ایک بہت بڑے پیشوا و سرگروہ فرقۂ اہل حدیث

کے سمجھے جاتے تھے اور جناب مولوی واعظ الحق ساکن محلہ گو رہٹہ کو بہ بہانہ ملاقات بلا کر نظر بند کر دیا اس وقت آپ تخمیناً تین مہینے نظر بندی کی حالت میں رہے اور نہایت صبر و استقلال کو آپ کام میں لائے چونکہ اس وقت بعض حکام جو نہایت زیرک و مردم شناس و منصف مزاج شریف پرور موجود تھے انہوں نے صورت حالیہ کو بذریعہ اپنی رپورٹ کے گورنمنٹ میں پیش کیا، وہاں سے اس مقدمہ کی خوب چھان بین ہوئی بالآخر وہ چغل خور و نیش عقرب معزول و منکوب ہوئے اور آپ تینوں صاحبوں کی بے جرمی ثابت ہو کر رہائی ہوئی اور ٹیلر صاحب کمشنر پٹنہ سخت جواب طلب اور معاتب گورنمنٹ ہوئے حتی کہ صاحب موصوف ہمیشہ کے معزول ہوئے مگر صاحب موصوف نے بعد معزولی بھی اس پٹنہ کو نہ چھوڑا اور بذریعہ پیشہ وکالت اسی پٹنہ میں مقیم رہے، اور ایک جمرہ حسد و بغض و عناد کے دل میں صاحب بہادر کی طرف سے جناب مولانا ممدوح اور کل خاندان آپ کے پیدا ہو گیا کہ جس کو وہ رئیس نیش عقرب ہمیشہ بڑھانے اور افروختہ کرنے کی فکر میں شب و روز انتھک کوششوں سے لگے رہتے اور مانند گربۂ مسکین کے وقت کے منتظر رہتے تھے کہ ناگاہ سنہ ۱۲۸۰ھ ہجری مطابق سنہ ۱۸۶۴ء میں مقدمہ اعانت باغیان جناب حضرت مولانا یحییٰ اعلیٰ قدس سرہٗ پر جو آپ کے سگے بھائی تھے اور نیز اس فقیر مؤلف کتاب ہذا پر دائر ہوا اور نیز انبالہ میں منشی محمد جعفر صاحب و محمد شفیع وغیرہ اور ملک بنگال میں قاضی میاں جان وغیرہم بہت سے لوگ گرفتار ہوئے اور تمام ہندوستان میں ایک ہنگامہ سخت برپا ہو گیا یعنی گرفتار ہوئے اور انبالہ میں ان سب لوگوں کو جمع کر کے مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی جس کی تفصیل تواریخ عجیب مؤلفہ منشی محمد جعفر صاحب انبالوی سے معلوم ہو سکتی ہے الغرض جب ان لوگوں کا مقدمہ طے ہو گیا اور ان لوگوں کو عبور دریائے شور کا حکم ہو گیا اس وقت ٹیلر صاحب اور ان کے مشیر نیش عقرب کمربستہ کھڑے ہو گئے اور چوکڑی بھرنے لگے اور چونکہ حکام ضلع و گورنمنٹ اس وقت خاندان صادق پور سے خصوصاً اور جملہ فرقہ اہل حدیث سے عموماً بدظن و غضبناک ہو رہی تھی، اس کا موقع پا کر جھٹ ان کمبختوں نے حکام ضلع و گورنمنٹ کے کان میں پھونکا کہ یہ ممکن نہیں کہ مولوی یحییٰ علی

وعبدالرحیم و جملہ فرقہ اہل حدیث اس بغاوت کے جرم میں ملوث ہوں اور مولوی احمد اللہ اس سے بری رہیں مزید یہ شخص بھی ان لوگوں کا ہمراز و معاون و مددگار ہو گا مگر اپنی ہوشیاری و عقلمندی و قابلیت کے باعث الگ تھلگ رہا اور اس بات کو کچھ اس طرح پر چکنا چپڑا کرکے اور روغن قاز مل کر دکھایا کہ حکام نے اس کو سچ مان لیا اور اب اُنہیں نااندیش دشمنوں کی طرف سے تیاری شروع ہوئی کہ کسی طور سے ہو سکے سچ یا جھوٹ بایں وجہ کہ ان مولوی احمداللہ کو بھی اس مقدمہ میں پھانس لینا چاہیئے چھوڑنا ہرگز نہ چاہیئے جب یہ قصہ اس نوبت کو ہو گیا دیر کیا تھی صد ہا گواہ جھوٹے بعضے بطمع زر اور بعضے بطمع نیک نامی و خطاب اور بعضے بطمع رہائی و عطائے جائداد ضبط شدہ تیار ہو گئے۔ اس وقت وہ چغل خور لوگ کہ جن کے سینہ پر کینہ میں مادۂ حسد سلگ رہا تھا خوب چھوٹ کھیلے اور اپنے کینہ دیرینہ کو خوب نکالا۔ آخر حضرت جناب مولانا ۱۸۶۵ء مطابق ۱۲۸۱ھ میں گرفتار ہوئے اس وقت پٹنہ کے جج جو تھے وہ نہایت منصف مزاج، عادل نیک طینت تھے۔ ان چغلخور لوگوں نے سمجھا کہ جب تک یہ صاحب یہاں جج کے عہدہ پر رہیں گے یہ مقدمہ ہرگز سرسبز نہیں ہو سکتا ہے گورنمنٹ میں اس کیفیت کو پیش کیا گورنمنٹ چونکہ خود اسوقت برسرِ مخاصمت تھی بشورشہ ان لوگوں کا چل گیا۔ فی الفور ایک دوسرا جج جو جناب مولانا کے مزاج و طبیعت سے ناواقف تھا۔ خاص اس مقدمہ کے فیصلہ کے واسطے بھیجا گیا پھر کیا تھا ٹیلر صاحب اور ان کے مشیر بالطبع کمربستہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور جہاں تک اُن سے ہو سکا اس مقدمہ کے ثبوت بہم پہنچانے میں اور شہادت ناجائز کے حاصل کرنے میں جان و مال سے حاضر ہو گئے اور اپنے دل کے پھپھولے خوب پھوڑے۔ اسی ایک کارروائی سے جو نہایت جابرانہ و تحکمانہ اس مقدمہ میں کی گئی کہ جس کی نظیر برٹش عملداری میں دوسری پائی نہیں جاتی۔ حضرات ناظرین دوسری باتوں کو کہ جو اس مقدمہ میں کام میں لائی گئی قیاس فرما سکتے ہیں۔ بالجملہ جناب مولانا کو حبس دوام بعبور دریائے شور کا حکم ہوا اس وقت بجز ان چند مفسدین کے تمام شہر عشرۂ محرم ہو گیا۔ ہندو و مسلمان، شیعہ و سنی، چھوٹا بڑا آدمی مرد عورت اور سخت ماتم میں مبتلا ہوا اور ہر طرف سے بکا و واویلا کا شور مچا، مگر جناب مولانا

کا صبر و استقلال اس درجہ تھا کہ جسکے بیان سے قلم و زبان قاصر، آپ نہایت خوش اور اپنی تقدیر پر نہایت راضی و شاکر اور اپنے مالک حقیقی و فعال حقیقی کے نہایت ممنون و خشوع و خضوع کے ساتھ تھے اور اس قید کو نہایت کشادہ پیشانی و فرخندہ دلی کے ساتھ باعث فخر و امتنان حضرت رب المنّان سمجھا، ہرگز آپکے دل اخلاص منزل پر کچھ بھی گزند و رنج و قلق نہ تھا۔ جو شخص آپ کو دیکھتا آپ کے چہرۂ مبارک کو خنداں و فرحاں دیکھ کر متحیر ہو جاتا سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کا صبر و استقلال و راضی برضاء اللہ و صابر بقضاء اللہ ہونا بعد صحابہ کرام و اہلبیت اطہار کے پھر دیکھا اور سنا نہیں گیا مجھ کم مایہ و نالائق آدمی کا کام نہیں کہ آپ کے استقامت و ثبات کو قید تحریر میں لاکر ہدیۂ ناظرین کر سکے۔ اس کیفیت کو کچھ دیکھنے ہی سے تعلق تھا، بیان میں اس کی گنجائش نہیں حاصل کلام آپ قید کرکے پورٹ بلیر اینڈمان بھیجدیئے گئے اور آپ اٹھارہ برس اس تکلیف و مصائب میں زندگی بسر کرکے راہی جنت الفردوس ہوئے، آپ نے اس زمان مصائب و تکلیف کو جس بیرچشمی و اطمینان قلبی کے ساتھ طے کیا بیان اُس کا احاطۂ تحریر میں آ نہیں سکتا۔ آپ ہمیشہ شاکر و سپاس گزار اپنے مالک کے رہتے حکام یورپین بھی آپ کی عزت کرتے۔ تمام ساکنین جزیرہ کیا قیدی اور کیا فری سوداگر پولس پلٹن الغرض کل کے کل آپ کا ادب و عزت و توقیر کرتے اول آپ جب جزیرہ میں پہنچے۔ جناب منشی سید اکبر زماں صاحب ساکن آگرہ جو ہیڈ منشی چیف کمشنر صاحب انڈمان کے تھے۔ آپ کو باجازت صاحب بہادر اپنے مکان پر لے گئے اور وہیں آپ تخمیناً پانچ برس رہے اور کچہری میں صاحب چیف کمشنر کے بعہدۂ محرری تائیدی ہیڈ منشی صاحب مقرر ہوئے۔ منشی صاحب موصوف نہایت شریف از بسکہ خوبی کے آدمی تھے۔ ہم سب لوگوں کے ساتھ جو بعد کو وہاں پہنچے چلے گئے، ایک نگاہ مہربانی رکھتے، اور محبت و الفت برتتے۔ بعد اس کے جناب لارڈ میو صاحب گورنر جنرل بہادر کو ایک نالائق شیر خاں حجام ولایتی نے ناحق قتل کیا اُس کی اس وحشیانہ حرکت سے حکام جزیرہ کا مزاج بگڑ گیا اور خصوصاً مسلمانوں کی طرف سے زیادہ تر متوحش ہو گیا کیونکہ وہ قاتل

وحشی بھی تو مسلمان ہی تھا۔ جناب کمشنر صاحب بہادر نے اکثر مسلمانوں کو جو صدر ٹاپو۔ اس آئیلنڈ میں (کہ جہاں بڑے بڑے حکام رہا کرتے تھے) عہدہ محرری و جمعداری وغیرہ پر مقرر تھے، دوسرے ٹاپوؤں کو جو دور دراز پر صدر ٹاپو سے جنگل میں واقع تھے بدل دیا اس وقت جناب مولانا کو بھی دیپر آئیلنڈ اِن ویلڈنگ میں تبدیل کر دیا جو خاص واسطے بوڑھے اور کمزور لوگوں کے مقرر تھا مگر وہاں بھی بعہدۂ محرری میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں مقرر کیا۔ دس روپیہ ماہوار اور راشن آپکے واسطے مقرر ہوا اور ایک مکان خاص نہایت قریب ہسپتال سے آپکے رہنے کو ملا، اور ایک نوکر کھانا پکانے اور دیگر خدمتگاری کے لئے بھی دیا گیا اور ایک محرر آپ کی تائید میں مقرر کیا گیا، حکم ہوا کہ جس قدر کام ہسپتال کا آپ اپنی خوشی سے کر سکیں کریں اور باقی کام وہ تائید کرے گا۔ الغرض بقیہ ایام زندگی آپ نے وہیں طے کئے۔ جو کچھ کام ہسپتال کا ہو سکتا کرتے اور بعد اس کے ذکر اللہ و تلاوت قرآن مجید و نماز و دعا وغیرہ میں مصروف رہتے۔ نماز تہجد آپ کی ناغہ نہ جاتی اور جو قیدی بافری آپ کے پاس آجاتا آپ اس کی ہدایت کرنے سے بھی دریغ نہ فرماتے۔ صدہا قیدی جنہوں نے کبھی اپنے رب کے سامنے سر نہ جھکایا تھا اپنے افعال ناشائستہ سے تائب ہو کر مومن موحد پابند صوم و صلوٰۃ تہجد گزار بن گئے۔ پولیس اور پلٹن کے لوگ بھی آپ سے فائدہ لینے میں محروم نہ رہے۔ آپ کے پاس ایک جماعت مستفدین کی ہمیشہ حاضر رہتی، ہندو بھی آپ کے ملفوظات طیبات سے فائدہ اٹھاتے۔ الغرض آپ نہایت صبر شکر و استقلال کے ساتھ سرگرم ہدایت و نفع رسانی خلق اللہ رہتے۔ ہر کہ ومہ کو آپ کے ساتھ کچھ ایسی محبت و گرویدگی تھی کہ ہر شخص آپ کو اپنا پدر مہربان سمجھتا۔ یہ فقیر مؤلف کتاب بھی بعد واقعہ لارڈ میو صاحب اس صدر ٹاپو سے تبدیل ہو کر ایک دوسرے جنگل کے ٹاپو میں بعہدۂ محرری ہسپتال مقرر کیا گیا اور آپ کی صحبت کیمیا خاصیت سے محروم رہ گیا پھر بھی مہینہ میں ایک بار بحصول اجازت اپنے افسر مافوق کے واسطے چند گھنٹوں کے حاضر ہو جاتا اور بذریعہ تحریر یا بذریعہ آئندو روندہ اکثر آپ کی خیریت مجھ کو اور میری خیریت آپ کو معلوم ہو جایا کرتی، مگر ہاں جبکہ میں نے بعد گذر جانے بارہ برس کے حالت قید میں حسب منشائے

قانون وہاں کے کارتحریری چھوڑ کر موضع ابرڈین میں دکان کرلی تھی۔ اُس وقت البتہ مہینہ میں دو ایک بار آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتا اور از صبح تا شام وہاں رہتا مگر شب باشی کی اجازت اس حالت میں بھی حکام کی طرف سے نہیں تھی، لہٰذا بناچاری واپس آتا اور جبکہ بوجہ دکانداری اس فقیر کا ہاتھ کشادہ ہوگیا اخراجات ضروریہ میں آپ کی بھی مدد کرتا۔ چونکہ وہاں ہر چیز گراں رہتی مثلاً بیضہ ماکیان فی عدد ایک آنہ اور مرغ تین روپیہ چار روپیہ کو ملتا اور گوشت بز نایاب اگر گاہے اتفاقاً ملا بھی تو روپیہ اور بارہ آنہ سیر سے کم نہیں اور آپ کو کچھ تو باقتضائے آب و ہوا وہاں کے اور کچھ بوجہ غذائے ناموافق طبع کے ضعف بہت ہوگیا کہ چلنے پھرنے میں حوائج ضروری کے لئے حرج ہونے لگا۔ لہٰذا پندرہ میں روپیہ ماہوار آپ کو اُس دکان سے مدد ملتی مگر پھر بھی بوجہ کشادگی دست آپ کے اکثر معسرین کی آپ خبر لیا کرتے آپ کی وہی حالت رہی جو اکثر ایک نہایت غریب قیدی کی وہاں رہا کرتی ہے۔ آپ کا سلوک خفیہ معسرین کے ساتھ اس حالت میں بھی کچھ ایسا تھا کہ بلا مبالغہ اگر حاتم کہئے تو بجا ہے آپ اس حالت قید کو اپنے واسطے نہایت اعظم احسان خداوندی تصور فرماتے۔

شعر۔ منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی ۔ منت ازو شناس کہ بخدمت بداشتت

آثار عبودیت حضرت رب العالمین آپ کے چہرہ دلبشرہ سے ایسی نمایاں کہ جس کو دیکھنے سے تعلق ہے، قصہ کوتاہ جب آپ کو مرض الموت آپہنچا قریب دو ہفتہ کے بخار میں آپ مبتلا رہے اور بیہوشی آپ پر غالب رہی اس حالت میں بھی یادِ خدا سے آپ کی زبان تا مرنہ رہی آپ کی زبان پر غشی کی حالت میں بھی ذکر اللہ جاری تھا۔ نماز کا خیال اس قدر تھا کہ گویا روز و شب نماز ہی میں گذرتی تھی۔ ہر وقت نظر بہ بند دعا رہتا اور نماز پڑھا کرتے۔ چنانچہ بتاریخ بست و ہشتم ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ ہجری کو آپ نے اس سجن دنیا سے رہائی پائی اور جنت الفردوس کو راہی ہوئے تفصیلی حالات اسکے تواریخ عجیب مؤلفہ منشی محمد جعفر انبالوی میں درج ہیں، شائقین وہاں سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ بعد گرفتاری مولوی یحییٰ علیؒ کل نظم تبلیغ و ارشاد وغیرہ آپ ہی انجام دیتے رہے۔ اگرچہ بوجہ انکساری قبل میں احتراز فرماتے تھے۔

تاریخ ارتحال جناب مولانا احمد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز از نتائج فکر جناب مولوی محمد ایوب خاں صاحب رامپوری مقیم جزیرہ

چوں ازیں دار فنا جانب باغ رضواں — احمد اللہ رواں گشت بصد دلِ شاداں

شش و ہفتاد سنِ عمر شریفش بودند — بغتۃً گشت نصیبش سفرِ جاویداں

عاقبت مصر بقا گشت عزیز از قدمش — یوسفے بود گرفتار بلائے زنداں

بست و ششم شبے بود از مہ ذی الحجہ کہ او — راہی ملک بقا گشت ز دارِ گذراں

روز اطول و ترقی بہ شب نامہ سیاہ — وزن خورشید ہمیکرد بہ برج میزاں

اقرب مہر شدہ عقرب بحساب تحویل — ہمچو عقرب کہ ترا از دست ہمہ اقرب آں

اعتقادش باحادیث نبیؐ از ہمہ بیش — اعتمادش ہمہ ہر دم بنصوص قرآں

عالم باعمل و فاضل افضل از ہمہ — ید بیضا است بہ کشاف رموز قرآں

دُرِ دریائے تجرد کہ بسلکِ توحید — منسلک بود ز تصدیق دل بہ ایقاں

چہ فروع و چہ اصول از مددش مستحکم — منطقش نحو مبنی صرف حدیثش دل و جاں

ہر کہ زو منحرفے منحرف از دینِ نبی — ہر کہ او مشتغلش مشتغل از کار جہاں

غوطہ زن در ہمہ اوقات بدریائے علوم — غرق در بحر معارف ہمہ وقت و ہمہ آں

ہمہ زہد و ہمہ تقوی و ہمہ صوم و صلوٰۃ — ہمہ مصروف عبادت ہمہ صرف عرفاں

اصل بدعت شدہ از قوت او مستاصل — نخل توحید نشاندہ ہمہ در باغ جہاں

خلعتِ شرع قبائے کہ بقدش موزوں — جامہ ورع عبائے بجسمش چسپاں

علم معقول بتوضیح حدیثش منقول — علم منقول بتفسیر کلامش آساں

گو مطول بود اما بیانِ صافش — نسخۂ مختصرے داں چہ معانی چہ بیاں

سال تاریخ وفاتش ز تفکر جستم — دخل الخلد ۱۲۹۹ھ - بفرمود ہماں دم رضواں

بہ قرباں بہ تمامی و محرم اقرب — سن تسعہ ز اعدادش بگرفتم پے آں

تاریخ وفات از نتائج فکر جناب مولانا محمد سعید قدس سرہٗ

بتاریخ فوتش ندا کرد ہاتف — رہا گشتی مومن از سجن دنیا
۱۲۹۸ھ

یہ فقیر بوجہ علالت و معذوری حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ جناب حضرت اخی و استاذی حکیم مولوی عبد الحمید صاحب مرحوم سے پڑھتا تھا مگر جبکہ جناب ممدوح واسطے تحصیل علوم کے روانہ لکھنؤ ہوئے اُس وقت کچھ عرصہ تک فقیر کا پڑھنا ملتوی رہا تب میں نے خدمت میں جناب والد ماجد کے صورت حال کو عرض کیا، گو اس وقت صادق پور میں کوئی عالم ایسا نہ تھا جو درس و تدریس کے شغل کو جاری رکھتا جو تھے وہ ہمراہ جناب حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ کے روانہ ہوگئے تھے۔ اور جو باقی رہ گئے تھے اُن کو اپنے مشاغل ضروریہ سے فرصت نہیں کہ درس تدریس کی طرف متوجہ ہوں، مگر بوجہ اصرار کمترین حضرت والد ماجد مرحوم نے جناب حضرت مولوی احمد اللہ و جناب اخی و استاذی حکیم مولوی ارادت حسین رحمۃ اللہ علیہما کو بلا کر فرمایا کہ اس کو ایک ایک سبق دیدیا کرو، ہر چند یہ دونوں حضرات نہایت عدیم الفرصت تھے مگر جناب والد کا فرمانا ایسا نہ تھا کہ یہ دونوں حضرات اس کی تعمیل نہ کرتے۔ جناب حضرت والد کا مرتبہ و رتبہ درجہ دوم پر حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ سے سمجھا جاتا تھا تمام اہل صادق پور اور کل اہل برادری و جملہ مریدان خرد و کلاں آپ کا ادب و لحاظ بطور پیر و مرشد کے کرتے چنانچہ صرف و نحو کا سبق کمترین کا حضرت مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ذمہ لیا اور حدیث کا سبق جناب حکیم صاحب ممدوح نے اس وقت سے یہ کمترین حاضر باش خدمت مبارک جناب مولانا و استاذی رحمۃ اللہ علیہ کے رہا کرتا خصوصاً بعد انتقال جناب حضرت والد ماجد مرحوم یہ فقیر شب و روز کمر بستہ صحبت کیمیا خاصیت میں رہتا اور ہر جزئی و کلی امر میں اپنے خواہ وہ متعلق تدبیر معاش کے ہو یا خاندانی کے یا مقدمہ یا شادی و غمی کے ہو، الغرض کالمیت فی ید الغسال میں نے اپنے کو آپ کے ہاتھ میں دیدیا تھا اور آپ کے الطاف بزرگانہ و اشفاق مربیانہ بھی اس نالائق پر ایسا ہی مبذول رہتے تھے کہ اپنی اولاد سے زیادہ۔ یہی وجہ تھی کہ جناب حضرت باری عزاسمہ نے اس کمترین کو کان پکڑ کر بزور اس ابتلا میں آپ کے ساتھ کر دیا۔ فللہ الحمد علی ذالک قصہ مختصر کہ پورٹ بلیر میں پہنچ کر بھی یہ کمترین ڈھائی تین برس

تک آپ کے ساتھ رہا مگر بعد سانحہ لارڈ میو صاحب ہم لوگ جدا ہو گئے۔ جس کا کچھ بیان اوپر گذر چکا، مگر جب بارہ برس مجھ کو حالت قید میں گذر گئے اور حسب منشائے قانون پورٹ بلیر میں اور جناب ممدوح دونوں مجاز پیشہ وری دوکانداری کے ہو گئے اس وقت خیال ناقص میں یہ بات گذری کہ اگر میں ملازمت سرکاری کو ترک کر کے دکان کر لوں تو خوب ہو کہ ہم دونوں یکجا رہ کر بقیہ زندگی طے کریں۔ چنانچہ میں نے درخواست دی اور وہ درخواست بدقت تمام منظور ہوئی اور میں ابرڈین میں جو ایک بہت بڑا قصبہ بطور صدر کے ہے اور وہاں ڈپٹی چیف کمشنر اور پلٹن و پولیس وغیرہ اور بہت حکام رہا کرتے ہیں دکان کر لی اور دکان بھی بمنہ و کرمہ تعالیٰ چل نکلی اور سو پچاس روپیہ ماہواری بطور نفع کے بچت ہونے لگی اس وقت میں نے چاہا کہ جناب حضرت مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس لا کر رکھوں اور خود خدمتگزاری کروں۔ کیونکہ آپ کو بعد انتقال حضرت مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ کے ضعف و ناتوانی سرعت کے ساتھ ترقی پذیر تھی ۔ آپ نہایت کمزور و نحیف ہو گئے اس پر طرہ یہ کہ غذا بھی نہایت روکھی پھیکی، جس کے وجوہ اوپر بیان ہو چکے۔ چنانچہ اس امر کا مشورہ اول میں نے حضرت ممدوح ہی سے لیا۔ آپ تو رضامند ہو گئے مگر اس ٹاپو کے لوگ کہ جو آپ کی صحبت بابرکت سے انس پکڑے ہوئے تھے اور مشرف ہو رہے تھے انہوں نے بڑا واویلا مچایا اور اپنی محرومی شرف ملازمت پر رونا دھونا شروع کیا لیکن میں نے چند مہینے کے عرصہ میں ان سبھوں کو راضی کر لیا تب ایک درخواست بحضور [illegible] ڈسٹرکٹ افسر کے جو ہمارے افسر مافوق تھے دی۔ چونکہ مولوی احمد اللہ بہت بوڑھے اور ضعیف ہو گئے ہیں اور لائق کار سرکاری نہیں ہیں اور میں ان کا بھانجا ہوں، چاہتا ہوں کہ ان کو بھی ٹکٹ پیشہ وری کا عنایت ہو کر میرے ساتھ اسی ابرڈین میں تبدیل کر دیئے جائیں، مگر قسمت کی خوبی سے وہ درخواست ڈسٹرکٹ افسر نے نامنظور کی۔ بعد چند روز کہ جب اول افسر کی تبدیلی ہوئی اور دوسرا افسر آیا تو پھر میں نے وہی درخواست دی اور بہت سی سعی و سفارش

بہم پہنچائی کہ جس میں یہ درخواست منظور ہو، چنانچہ اس افسر نے منظور کر کے نادرن ضلع کے افسر کے پاس بھیجی کہ جس کے علاقہ میں آپ رہتے تھے۔ غرض یہ تھی کہ آیا مولوی احمد اللہ کو ٹکٹ دیتے میں ان کو کچھ عذر تو نہیں ہے لیکن قسمت کی خوبی سے یہ درخواست بھی وہاں جاکر نا منظور ہوئی بعد چند مدت کے پھر سہ بارہ میں نے درخواست دی، چنانچہ اب کی بار دونوں افسروں نے منظور کر کے متفق الرائے ہو کر بحضور چیف کمشنر بہادر واسطے عطائے ٹکٹ بیشہ مولوی احمد اللہ کے سفارش کی، مگر قسمت کی خوبی دیکھئے کہ صاحب ممدوح نے نامنظور کیا اور صاف لکھ دیا کہ یہ دونوں ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ الغرض اسی رگڑے جھگڑے میں ڈھائی تین برس گزر گئے، آخر مجبور ہو کر خاموش ہو رہا مگر جب مرض الموت آپ کو آپہنچا اس میں دو ہفتہ مبتلا رہے۔ میں نے اس وقت پھر درخواست دی اپنے ڈسٹرکٹ افسر کے پاس کہ میرے ماموں مولوی احمد اللہ جو اس وقت ویپر آئیلینڈ میں ہیں وہ سخت بیمار ہیں کہ جانبری ان کی بظاہر اس عارضہ سے مشکل ہے، وہ نہایت بیہوشی کی حالت میں ہیں اور تن تنہا کوئی اُن کا وہاں خبر گیراں نہیں ہے اور میں اُن کا عزیز اور بھانجا ہوں میں نہایت مؤدبانہ اور عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھکو وہاں شب باشی کا پاس ملے (یعنی اجازت نامہ) وہ چراغ سحری ہیں، ہفتہ سے زیادہ ان کی زیست کی امید نہیں ہے یہ درخواست بعد سبب رگڑے جھگڑے اور رد و کد کے چودہویں روز منظور ہو کر بعد مغرب ایک چپراسی سرکاری مجھکو دے گیا، اس درمیان میں روزانہ علے الصباح اپنی دکان ابرڈین پر اپنے لڑکے عبدالفتاح کو جو اس وقت وہاں میرے پاس موجود تھا چھوڑ کر روانہ ہو جاتا اور ایک کوس کا فاصلہ پختہ طے کر کے نیو بے میں گھاٹ پر پہنچتا اور وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر سمندر کی ایک کھاڑی میں کہ جسکا عرض ایک کوس سے کم نہ ہوگا طے کر کے ویپر آئیلینڈ کے گھاٹ پر جاتا اور پھر وہاں سے آپ کی جائے قیام پر پہنچتا اور عصر تک وہاں رہتا اور جو کچھ خدمتگزاری ہو سکتی بجالاتا۔ عصر کے وقت چشم گریاں و بادل بریاں وہاں سے رخصت ہوتا اور سات آٹھ بجے شب کو اپنے مکان ابرڈین میں پہنچتا۔ الغرض اسی تگا پو دوا دوش میں چودہ روز گذرے اور عرضی رگڑے جھگڑے میں پڑی رہی۔ بالآخر چودہویں روز بعد عصر کے وقت جب میں آپ سے رخصت ہوا اس وقت آپکو سب کچھ دے

اچھا پایا اور فی الجملہ ہوش و حواس بھی پایا اور آپ متکلم بھی ہوئے اور وصیت تقویٰ و ابتغائے
مرضات اللہ و صبر و استقلال فی المصائب کی نہایت تاکید کی اور ساکنین عظیم آباد محلہ صادقپور
میں سے مولوی محمد حسن مرحوم سے اپنی رضامندی بیان فرمائی، میں اس روز نہایت خوشی کی حالت میں
وہاں سے روانہ ہوا اور مجکو امید قوی ہوئی کہ آپ کو انشاء اللہ صحت ہو گی، جب میں اپنی دکان
ابرڈین میں پہنچا، اس وقت منشی محمد جعفر صاحب و میاں عبد الغفار صاحب جو اسی موضع
میں قریب رہتے تھے اور بہت سے احباب جو واسطے دریافت خیریت کے ہمارے آنے کے
منتظر تھے۔ خبر تخفیف کی سُن کر نہایت خوش ہوئے اسی جلسہ میں چپراسی بھی اجازت نامہ شب
باشی لیکر پہنچا۔ ہر ایک کو نہایت خوشی ہوئی، خیر شب تو میں نے جیون نیوں کاٹی اور علی الصباح
عبد الفتاح کو دوکان سپرد کر کے روانہ ہوا، جب نیربے کے گھاٹ پر پہنچا، کشتی نہ ارد، تھوڑی دیر
ٹھیرا تو دیکھا کہ ایک بوٹ سرکاری وپیر آئیلینڈ کی طرف سے چلا آرہا ہے جب وہ بوٹ گھاٹ
پر پہنچا، ملاحوں نے ایک رقعہ لکھا ہوا طرف سے عبد الواحد خادم حضرت مولانا مرحوم کے دیا،
جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت آٹھ بجے شب کو اس سجن دنیا کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئے،
میں نے بمنت و سماجت اُن ملاحوں کو متوقف کیا اور نیز مترقب النعام کہ تا آنے ہمارے
وہ بوٹ واپس نہ لے جائیں اور میں ڈورتا ہوا وہاں سے اپنی دُکان پر پہنچا اور تمام احباب کو
خبر کی اور ایک تھان نین سکھ اور کچھ روپئے واسطے تجہیز و تکفین کے لیا اور دُکان کو مقفل
کر کے عبد الفتاح کو ہمراہ لے اُفتاں و خیزاں گھاٹ پر پہنچا، ملاح تو منتظر تھے اور دوسرے مسافر
لوگ بھی پار اُترنے کو موجود تھے، فی الفور وہاں سے روانہ ہوا اور وپیر آئیلینڈ کے گھاٹ
پر پہنچا اور وہاں سے آپکے مکان پر۔ دیکھا کہ آپ کی لاش مبارک چادر سے ڈھکی ہوئی اور
وہی آپ کا خادم عبد الواحد بیٹھا ہوا یا چشم تر آہ سرد بھر رہا ہے میں نے آپ کے چہرۂ مبارک
سے چادر اُٹھا کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور آپ کے چہرۂ مبارک کو ایسا خنداں و منور پایا
کہ چودہویں رات کا چاند بھی اُس کے سامنے بے حقیقت۔ پھر اس وقت کے غم و اندوہ کو
جو مانند پہاڑ کے مجھ پر ٹوٹ پڑا میں کیا بیان کروں۔ الغرض میں غسل و کفن کی فکر میں ہوا مگر
آدمی کوئی نہیں، سخت متردد ہوا، کیونکہ اس جزیرہ کے لوگ سب مشقتی قیدی تھے یا بوڑھے

محض اندھے، لنگڑے، از کار رفتہ جو سرکاری کاموں پر بھیجا دیئے گئے تھے بیٹھے رہ، کوئی نہیں جو مجکو مدد دے۔ اسی تردد و فکر کی حالت میں میں تھا کہ سب سے اول منشی محمد جعفر صاحب میاں عبدالغفار صاحب پہنچے اس کے بعد جناب منشی محمد اکبر زماں صاحب ہیڈ منشی محکمہ چیف کمشنر بہادر مع محمد جان وغیرہ دو چار آدمیوں کے پہنچے، بعد اس کے اور لوگ بھی پہنچتے گئے، کل پندرہ سولہ آدمی جمع ہو گئے، غسل و کفن ہونے لگا۔ صلاح یہ ٹھیری کہ آپ کو یہاں سے لے جا کر ابرادین کے پاس سوتھ پائنٹ کے قبرستان میں جہاں آپ کے چھوٹے بھائی جناب مولانا یحییٰ علی قدس سرہ مدفون ہیں، اسی کے بغل میں آپ کو بھی دفن کریں چنانچہ اس کی اجازت لینے کو جناب منشی سید اکبر زماں صاحب و منشی محمد جعفر صاحب پاس افسر انچارج اس جزیرہ کے گئے، اس نے توقف کر کے فی الفور بذریعہ جھنڈی کے افسر ناردن ڈسٹرکٹ سے جو اس وقت مونٹ ہریٹ پہاڑ پر واسطے ہوا خوری کے گیا ہوا تھا۔ دریافت کیا اس نے نامنظور کیا، حکم دیا کہ ڈنڈاس پینٹ میں دفن کرو، لاچار ہم لوگ غسل و کفن دے کر اور نماز پڑھ کر ایک چھوٹی سی کشتی میں ڈنڈاس پینٹ گئے اور وہاں سمندر کے کنارے ایک ٹیلہ پر کہ جہاں اور بھی چند قیدیوں کی قبریں تھیں آپ کو دفن کیا، وہ ٹاپو عجیب وحشت ناک نظر آیا، ایک طرف تو جنگلی درخت جو آسمان سے بات کرتے ہیں اور دوسری طرف سمندر کی موجیں مانند پہاڑ کے آ کر اس جزیرہ کو تھپیڑ لگا رہی ہیں، ایک طرف تو جنگل کی ہوا خوب زور سے سائیں سائیں کر رہی ہے اور دوسری طرف امواج سمندر شور و غل مچا رہے ہیں گویا شور محشر بپا ہے۔ ایسی حالت میں ہم لوگ ایسے دُرِ یتیم کو ایسے لعل شب چراغ کو ایسے یاقوت احمر کو اپنے ہاتھوں مٹی میں دبا کر آہ سرد بھرتے ہوئے باچشم گریاں و دل بریاں وہاں سے اپنی اپنی جگہوں پر واپس آئے۔ تنبیہ اے حضرات ناظرین اپنے کانوں سے پنبۂ غفلت کو دور کر کے اور اپنی آنکھوں پر سے غشاوۂ بیہوشی کو اٹھا کر ذرا ہوش سنبھال کر اس سانحہ کو دیکھو کہ آپ کہاں پیدا ہوئے اور کس ناز و نعم میں پلے اور پرورش پائی اور پھر کس ثروت و نام و نشان کے ساتھ ایک بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا آپ نے طے کیا اور پھر آخر میں بشوق

دارالآخرت آپ سب کو خیرباد کہہ کر کس تنہائی و غربت کی حالت میں واصل بحق ہوئے۔

شعر

ٹیسو جب پھولن پر آئے ٭ پات پات کر سب لٹائے
کالا منہ کر جگ کو دکھائے ٭ تب لالن کی لالی پائے

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرمایا ہے (سورۂ عنکبوت) احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکذبین اور نیز اسی سورہ میں فرماتا ہے وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو ولعب وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان ○ لو کانوا یعلمون ○ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں فرمائی ہیں ایک تو یہ کہ مومن صادق ضرور آزمایا جائے گا۔ بغیر آزمائش چھٹکارا نہیں، دوسرے یہ کہ جو عقلمند ہیں وہ پچھلا ہی گھر پسند کرتے ہیں، جو لازوال ہے۔ مخفی نہ رہے کہ از روئے قانون مجریہ پورٹ بلیر ہر کہ و مہ ہر قسم کا مقدمہ والا چور ڈاکو باغی مجاز تھا کہ گزر جانے بارہ سال بحالت قید ساتھ نیک چلنی کے ٹکٹ پیشہ وری لے کر دکان وغیرہ جونسا پیشہ چاہے کرے، گھر بناوے وہاں قیدی عورت سے شادی کرے یا گھر سے عورت اور بچوں کو ملالے۔ باپ بیٹا بھائی بھائی دوست دوست کے ساتھ یکجا رہے کوئی ممانعت نہ تھی، یہ فقیر و منشی محمد جعفر صاحب و میاں عبدالغفار صاحب و مسعود خاں صاحب بھی اس قانون سے مستفید ہو رہے تھے اور ہم چاروں ایک ہی بستی ابرادین میں نزدیک نزدیک مکان بنا کر بہ آرام تمام اپنا پیشہ کر رہے تھے اور ہر ایک خوب کما رہا تھا مگر ہمارے حضرت جناب رحمۃ اللہ علیہ کو اس قانون سے فائدہ لینے کی اجازت نہ ملی اس میں کیا بھید ہے ظاہر میں لوگ خیال کریں گے کہ حکام کا محض تعصب تھا۔ مگر باطن میں ہر کام کو فعال مطلق کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حکام کو مانند چوب دستی کے یا مانند کمان تصور کرتے ہیں، کیونکہ جو تیر کمان سے نکل کر نشانہ پر لگتا ہے اسکو کوئی ذی عقل کمان کا فعل نہیں خیال کرتا، بلکہ کماندار کا بس جو کچھ تکلیف و تنہائی ہمارے حضرت کو ہوئی وہ سب حسب الحکم حکیم مطلق رب رحمن رحیم کے ہوئی، اس رب کریم نے چاہا کہ آپ کو خوب بلیات و مصائب میں ڈال کر جملہ گناہوں کا کفارہ اسی دنیا ہی میں

لے کر آپ کو اس جہان سے کیوم ولن تہ امہ صاف و پاک اُٹھائے اور روز محشر رفاق
اولیائے کبار و صدیقین و شہدار و صالحین کرے اور آپ کے دشمنوں کو بفحوائے آیۃ کریمہ کُلُوا
وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا اِنَّكُم مُّجْرِمُونَ و آیہ کریمہ وَمَهِّلِ الْكٰفِرِينَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝
یہ سخلمیتہ در حیفہ دنیا سے کر بہلائے چنانچہ الحمد للہ کہ ہمارے حضرت اس امتحان اور ہر الج میں نہایت
ثابت قدم و صابر رہے اور آپ کا مرتبہ و رتبہ انشاء اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں ہوگا جنکی شان
میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ
بِالْعِبَادِ و نیز فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ
لَهُمُ الْجَنَّةَ ۝ حدیث شریف میں آیا ہے لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة
ما سقى كافرا منها شربة ماء ۝ اور دوسری حدیث میں آیا ہے ۔ الدنيا اهون على
الله من السخلة الميتة على اهلها ۔ فاعتبروا يا اولى الابصار۔ شعر

إن لله عبادا فطنا	طلقوا الدنيا وخافوا الفتنا
فكروا فيها فلما علموا	انها ليست بحى وطنا
جعلوها لجة واتخذوا	صالح الاعمال فيها سفنا

اب میں اس دفتر کو دعا پر ختم کرتا ہوں ۔ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَنَوِّرْ مَرْقَدَهُ وَوَسِّعْ
مَضْجَعَهُ وَاحْشُرْهُ فِى زُمْرَةِ الْاَنْبِيَاءِ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ الَّذِينَ
اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ تفصیل اولاد و احفاد کی آپ کی یہ
محل اولیٰ سے جن کا ذکر اوپر گذرا چھ بیٹے اور دو بیٹیاں جملہ آٹھ نفر ۔ جناب حکیم مولوی عبدالمجید صاحب
مرحوم ۔ عبدالرشید صاحب جو دو ڈھائی برس کا ہو کر گذر گیا ۔ مولوی عبدالقدیر معروف بہ مولوی
اشرف علی صاحب مرحوم ۔ مسماۃ صفیہ جو برس دو برس کی ہو کر گذر گئی ۔ حکیم مولوی
عبدالحکیم صاحب مرحوم ۔ مسماۃ خدیجہ مرحومہ اہلیہ مولوی عبدالرؤف مرحوم رحمۃ اللہ
مرحوم جو بعمر اٹھارہ انیس برس رخصت ہوئے ۔ آیت اللہ جو چند مہینہ کا ہو کر فوت
ہوا ۔ اور محل ثانیہ سے آپ کے جو غیر برادری میں آپ نے کی تھی، صرف ایک مولوی محمد
یقین مرحوم پیدا ہوئے ۔

ولی اللہ رحمۃ اللہ

آپ جناب مولوی اسعد اللہ صاحب سے چند برس چھوٹے تھے۔ حسب دستور آپ مکتب میں بٹھائے گئے تھے۔ آپ کی انتہا وحشت اور بے توجہی کی وجہ سے آپ پر سختی کی جاتی تھی۔ آپ کے پدر بزرگوار ہی آپ کو پڑھاتے مگر کوئی تدبیر درسی کارگر نہیں ہوئی کیونکہ درحقیقت آپ تعلیم و تلقین کے لئے مکلّف پیدا نہیں کئے گئے تھے۔ چنانچہ ایک روز آپ قبل ہی سے سبق سنانے کے لئے بیٹھے تھے اور اپنے والد ماجد کے تشریف لانے پر خود ہی سبق سُنانے کی درخواست کی۔ جناب مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم نے کتاب طلب کی تو وہ کتاب پر بیٹھے پائے گئے اور کتاب سے سبق کا ورق غائب پایا گیا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ ورق آپ چبا کر کھا گئے ہیں۔ اس کیفیت کے مشاہدہ سے مولوی صاحب کو یقین ہو گیا کہ یہ واقعی سمجھ سے عاری اور خلقی مجنون ہیں۔ اب ان کی نقل و حرکت کی نگاہ داشت ہونے لگی اور رفتہ رفتہ آزادی سے قید و بند رہنے لگے جہاں آپ سے بے تکلف وہ بے موقع باتیں سرزد ہو جاتیں وہاں آپ میں شریعت کا احترام اور پاس بھی پایا جاتا۔ اپنی والدہ کے بڑے مطیع تھے اور صاف گوئی اور سچائی کے شیدائی تھے۔ آپ احکام شریعت کیلئے بہت جلد سر جھکا دیتے اگرچہ قوانین شریعت کے مکلّف نہ تھے۔ انوار کی طرف رغبت اور ظلمات سے کھٹک آپ کو پیدا ہوتی رہتی تھی۔ جس وقت جناب سید احمد صاحب مجدد الف ثلث عشر کا قدم مبارک آپ کے مکان میں پہنچا، آپ زیارت کے لئے سخت بیتاب ہو گئے اور آخرش آپ قید سے رہا کئے گئے۔ آپ نے اپنے نور قلب سے (جس سے آپ کا خاندان پدری اس وقت تک نا آشنا تھا) دیکھنے کے ساتھ سید صاحب کو پہچان لیا اور مصاحبت سے مشرف ہو گئے۔ سید صاحب نے آپ کو دیکھ کر آپ کے والد ماجد سے فرمایا ان پر سختی نہ کی جائے اور قید سے رہا رکھے جائیں اگرچہ دنیاوی اعتبار سے یہ قابل احترام نہ ہوں مگر فی الحقیقت آپ کی کل اولاد میں یہی اکرم اور بہتر ہیں۔ قیود و علائق انسانی سے آزادی کے باعث آپ پر اسرار عالم منکشف ہوتے رہتے تھے، جن پر مابعد کے صدور واقعات ہمیشہ مہر ثبت لگا دیا کرتیں (ان کی تفصیل موجب طوالت ہے) اگرچہ اس وقت ان باتوں کو لوگ اختلال حواس پر محمول کرتے تھے۔ جناب کا انتقال تقریباً پچاس برس کی عمر میں ہوا۔

جناب مولانا فیاض علی علیہ الرحمۃ والغفران

آپ کی شادی مسماۃ حفیظن بنت حضرت شاہ محمد حسین ساکن محلہ نمو سیہ سے ہوئی، آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ نے درسی کتابیں تمام و کمال اپنے برادر معظم مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور سند حدیث جناب حضرت مولانا ولایت علی غفران مآب سے لی، آپ ازبسکہ ذکی و ذہین تھے آپ اول کچھ درس تدریس کی طرف متوجہ ہوئے مگر بعد کو کمربستہ شب و روز حاضر باش خدمت مبارک اپنے پیر مرشد مولانا ولایت علی قدس سرہٗ کے رہا کرتے، آپ بڑے حضرت کے خلفائے عظام میں سے ہوئے۔ آپ نے جس قدر فیض باطنی اپنے پیر و مرشد سے حاصل کیا شاید اتنا کم کسی نے حاصل کیا۔ آپ کا وعظ نہایت پُراثر ہوتا، آپ قرآن و حدیث کے بیان معنی و نکات میں ایک ملکہ خاص رکھتے تھے، آپکے وعظ میں بڑے بڑے عالم اور ان پڑھ دونوں اپنی اپنی فہم و حوصلہ کے موافق لطف و مزہ اُٹھاتے اور نہایت محظوظ ہوتے، آپ فن مناظرہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی تقریر ایسی قاطع و مدلل ہوتی تھی کہ بڑے بڑے عالموں کو بجز سکوت کچھ نہیں بن پڑتی تھی۔ چنانچہ جناب مولانا محمد فصیح رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جو آپ کا مناظرہ ہوا وہ اس شہر میں نہایت مشہور و معروف ہے کہ مولانا محمد فصیح صاحب نے مجمع عام میں جہاں ہزاروں آدمی جمع تھے اپنے قائل ہونے کا اقرار کیا۔ الغرض ہندوستان کے دور دیر میں بھی بہت عالموں سے آپ کو مناظرہ کی نوبت پہنچی اور آپ ہمیشہ فائز المرام رہے۔ حضرت مولانا ولایت علی معروف بڑے حضرت کا جب اول سفر طرف ملک کاگان پکھلی کے ہوا جو قریب کشمیر کے واقع ہے آپ بھی ہمراہ تھے اور وہاں گلاب سنگھ وغیرہ سکھوں کے لشکر کے مقابلہ میں آپ نے بہت کچھ جوانمردی و بہادری دکھائی، آپ بہت مرتبہ چھوٹے چھوٹے سریّہ پر افسر کر کے بھیجے گئے اور کارنمایاں دکھلایا۔ آپ بڑے حضرت کے ساتھ بطور وزیر و مشیر کے رہا کرتے، آپ کی فہم و فراست جیسی علوم کتابی میں فائق تھی ویسا ہی امور تمدنی میں۔ پھر جناب بڑے حضرت اس ملک سے جب واپس آئے جس کی تفصیل سوانح احمدی میں منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری نے لکھی ہے آپ بھی اُن کے ساتھ تشریف لائے اور جب تک بڑے حضرت اس شہر پٹنہ میں مقیم رہے آپ بھی ان کے ساتھ رہے اور پھر جب دوبارہ بڑے حضرت روانہ ملک سرحد و دیر ہوئے

لہ آپ مولوی احمد اللہ صاحب سے دس برس چھوٹے تھے ۱۲

آپ بھی ہمراہ ہوئے اور وہاں قریب چھ سات برس کے آپ رہے جب بڑے حضرت کا انتقال ہو گیا اور کچھ وہاں کے کاموں میں فتور آگیا۔ جناب والد ماجد چھوٹے حضرت علیہ الرحمۃ نے آپ کو بلا لیا۔ اس وقت سے آپ چند برسوں تک یہیں پٹنہ میں رہے اور جناب چھوٹے حضرت علیہ الرحمۃ والغفران کا آپ وہی ادب و لحاظ فرماتے رہے جیسا کہ بڑے حضرت کا فرماتے تھے۔ الغرض جس روز سے کہ آپ نے بیعت دست مبارک پر جناب بڑے حضرت علیہ الرحمۃ کے کی ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور ہر سفر و حضر میں آپ اپنے مرشد کے ہمراہ رہتے اور انواع قسم کی تکالیف اور مصائب مثل فاقہ کشی و آبلہ پائی و پیادہ روی منازل بعیدہ کی آپ نے اٹھائی اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ آپ ہر ایک مصیبت کو برداشت کرتے۔ آپ ہر اک عسر و یسر میں نہایت کشادہ دلی کے ساتھ نہایت شاکر و شاکر رب کریم رہتے آپ نے جو کچھ تکلیف راہ خدا میں محض ابتغاء لوجہ اللہ اٹھائی ہے اس کا بیان احاطۂ تحریر میں نہیں آسکتا جب چھوٹے حضرت کا یہاں پٹنہ میں انتقال ہو گیا، آپ کی طبیعت جو خوگر سیر و سیاحت ہو رہی تھی اور سکونت افغانستان سے مانوس۔ آپ پھر گھبرائے اور مع اہل و عیال کے یہاں سے روانہ ہو گئے اور ملک سوات و بنیر کو پہنچے اور اپنے مالک حقیقی اور رب تحقیقی کی عبادت میں بقیہ عمر کو وہیں طے کیا۔ دنیا کی عیش و عشرت، مال و متاع، گانوں گھر، عزت و آبرو، راحت و آرام جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا وہ اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت مولوی الٰہی بخش غفر اللہ لہ کے فرزند جگر پیوند تھے اور جناب مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے برادر۔ اور جو کچھ ثروت دنیاوی اللہ تعالیٰ نے انلوگوں کو دی تھی وہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو خوب معلوم ہے وہ سب آپ کو بھی علیٰ وجہ الاتم حاصل تھی، مگر آپ نے سب کو دنیائے ملعونہ سمجھ جیفہ تصور فرما کر چھوڑ دیا اور بطلب دار آخرت و نعیم مقیم کے آپ نے تمام اپنی عمر کو دور دراز کے سفروں میں بسر کیا اور آخر اسی مسافرت و مہاجرت کی حالت میں جان شیریں بجان آفریں سپرد کی۔ فتبنہ وتفکروا ایہا الناظرون لا تکن من الغافلین۔

واپسی

دوبارہ ہجرت

زہد و عبادت

تو کہ در بند خویشتن باشی	عشق بازی دروغ زن باشی
گر نشاید بدوست رہ بردن	شرط عشق است در طلب مردن
گر دست رسد کہ آستینش گیرم	ورنہ بروم بر آستانش میرم

اس مؤلف کو بھی شرف شاگردی کا آپ کے حاصل ہوا ہے۔ میں نے مختصر المعانی تمام و کمال بسماعت و

قرأت مولوی اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ آپ ہی سے پڑھی جسقدر فائدہ و استعداد علمی آپ سے پڑھنے میں حاصل ہوا وہ دوسروں سے نہیں ہوا۔ آپ کو ایک سلیقہ خاص حاصل تھا پڑھانے میں کہ طالب علم بہت جلد ذی استعداد ہو جاتا تھا بشرطیکہ وہ بھی جی لگاکر اور محنت کے ساتھ پڑھے آپ بجز دو ایک سبق کے زیادہ درس و تدریس میں مصروف نہیں رہتے۔ آپ کو تخلیہ و گوشہ نشینی زیادہ تر پسند تھی۔ آپ وعظ بہت کم فرماتے تھے۔ آپ یہ دونوں کام زیادہ تر اپنے چھوٹے بھائی جناب مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ سے لیا کرتے آپ بڑے سالک تھے اور سکوت و ذکر اللہ و دعا و ادائے نوافل میں آپ کی عمر بسر ہوئی صدہا لوگ آپ کے حلقہ میں راہ سلوک سیکھا کرتے۔ آپ کے بیان میں وہ تاثیر تھی کہ لوگوں کے دل ہل جاتے لوگوں پر غشی و بیہوشی طاری ہو جاتی۔ آپ کو فن سپہ گری میں بھی پوری مہارت تھی۔ پٹہ و بانا وغیرہ خوب جانتے تھے۔ تلوار کا ہاتھ بھی چلاتے تھے۔ آپکی اولاد کوئی نہیں ہوئی لہذا اپنے برادر معظم مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولوی اشرف علی صاحب اور اپنے چھوٹے بھائی مولوی اکبر علی مرحوم کی لڑکی مسماۃ رقیہ کو جو یتیمہ ہو گئی تھیں آپ نے متبنیٰ کر لیا تھا اور پھر اُن دونوں کی شادی بھی کردی تھی اور اُن کو اپنے ہمراہ رکھتے اور آپ کے اوصاف کے بیان اور پوری سوانح عمری قید تحریر میں لانا خیلے متعسر بل محال۔ لہذا آخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں۔ اللھم اغفرلہ وارحم ونور مرقدہ واحشرہ فی زمرۃ المھاجرین الاولین الذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیلک مع نبیک محمد صلے اللہ علیہ وسلم آمین۔

درس

سلوک

وعظ

سپہ گری

جناب حضرت مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ والغفران

آپ مولوی فیاض علی صاحب سے دس برس چھوٹے تھے۔ مولوی امجد علی صاحب کا بیان ہے کہ آپ نے درسیات مولوی فیاض علی صاحب سے پڑھی تھی۔ آپ کی شادی اول مسماۃ حمیدہ بنت حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہ ساکن محلہ تمو ہیہ سے ہوئی۔ بعد وفات اُنکے مسماۃ فاطمہ بنت حضرت مولانا فرحت حسین عرف چھوٹے حضرت قدس سرہ سے ہوئی۔ آپ نے کل کتابیں اپنے برادر معظم حضرت

لہ آپکی نصیحت تھی کہ عربی اس لئے پڑھو تاکہ قرآن مجید اپنی استعداد بجید سے سمجھ سکو مفسرین کے اقوال وآثار پر اعتماد کرو ورنہ جس غلطی میں وہ لوگ گرفتار ہوئے ہیں تم بھی ہو گے۔

مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور سند حدیث کی حضرت جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران سے لی اور خلافت بھی حضرت مولانا ممدوح سے آپ کو ملی، آپ اپنے پیر مرشد کے اعظم خلفا میں ہیں۔ آپ نے جس روز سے بیعت حاصل کی شب و روز سفر و حضر میں برابر حاضر باش خدمت پیر و مرشد اپنے رہے کبھی اُن سے جدا نہیں رہتے۔ آپ کو خدمت وعظ ہمیشہ سپرد رہتی۔ آپ نے مراقبہ و مشاہدہ وغیرہ بھی علی وجہ الکمال اپنے مرشد جناب بڑے حضرت علیہ الرحمۃ کی صحبت میں حاصل کیا فیض باطنی بھی علیٰ وجہ الاتم آپ نے پایا۔ آپ بڑے صاحب کمال، عابد زاہد متقی تھے آپ کے مراقبہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی آپ چادر اوڑھ کر بیٹھ جاتے۔ فی الفور آپ کو مراقبہ کھل جاتا، انبیاء و اولیاء کی زیارت ہوتی، اُن سے گفتگو ہوتی، ان سے حل مطالب قرآنی کشف قبور میں بھی آپ کو ملکہ تام تھا۔ آپ جب بڑے حضرت کے ہمراہ غازی پور کو گئے، جناب مولانا محمد فصیح رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو اپنا مہمان کیا۔ تذکرہ میں مولانا ممدوح کو معلوم ہوا کہ آپ کو کشف قبور میں بہت عمدہ دخل ہے۔ مولانا نے خواہش ظاہر کی کہ ہمارے والد ماجد کی قبر پر چلکر مراقبہ کیجئے۔ چنانچہ بڑے حضرت مع حضرت مولانا یحییٰ علی و دیگر رفقاء کے وہاں مقبرہ میں گئے اور مولانا محمد فصیح صاحب کے والد ماجد کے قبر پر مراقبہ کیا۔ آپ کو ان کی زیارت ہوئی بہت خوش پایا۔ انہوں نے فرمایا کہ محمد فصیح سے کہہ دو کہ فلاں کتاب جس کی تلاش میں وہ بہت روزوں سے ہیں وہ کتاب مکان میں فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ جب آپ مراقبہ سے بیدار ہوئے کُل کیفیت مراقبہ کی مع حلیہ وغیرہ بتادیا۔ مولانا محمد فصیح صاحب جو ایک مدت سے متلاشی اُس کتاب کے تھے اور وہ کتاب نہیں ملتی تھی، فی الفور مکان میں تشریف لے گئے اور اس جائے نشان دادہ کو دیکھا اور کتاب کو لئے ہوئے نہایت محظوظ باہر تشریف لائے اس وقت مجمع عام تھا ہر کہ ومہ کو آپ سے عقیدت پیدا ہوئی۔ الغرض اس قسم کے مراقبے و مشاہدے آپ کے صدہا ہیں، جنکا احاطہ و احصار غیر ممکن ہے۔ آپ نہایت سیدھے سادے بمصداق حدیث شریف المومن غر کریم تھے، امور دنیاوی میں آپ نہایت بھولے بھالے تھے، مگر امر دین میں نہایت مضبوط و استوار و چست و چالاک تھے، فتاوی جو بڑے حضرت کے زمانہ میں یا اس کے بعد جب کبھی جہاں کہیں سے آتا اس کا جواب لکھنا آپ ہی کا کام تھا آپ اُس کا جواب تیار کرتے تب دوسرے لوگ اس پر مہر کرتے۔ مسائل جزئیہ فقہیہ و نیز حدیثیں آپ کو خوب مستحضر تھیں۔ مناسخہ لگانے میں بھی آپ کو مہارت تھی وعظ آپ کا نہایت عمدہ سلیس

مضمون عام فہم پُر تاثیر ہوتا۔ آپ کو شب و روز درس تدریس کا شغل رہتا۔ کثرت سے طلبہ آپ کے ارد گرد رہتے، آپ نہایت رحیم اور صاحب خلق عظیم تھے باوجود اس کے دلیر اور بہادر بڑے حضرت نے جب پہلا سفر پہلی ملک افغانستان کا کیا، اس وقت آپ بھی ساتھ تھے اور وہ لڑائیاں جو گلاب سنگھ سکھ والی کشمیر سے ہوئی، اس میں آپ بھی شریک تھے اس نے نہایت بہادرانہ و دلیرانہ کارروائی آپ نے کی۔ اکثر ایسا ہوا کہ جب آپ میدان جنگ سے اپنے ڈیرے پر آئے اور عمامہ اور دگلہ اُتارا تو اس میں متعدد گولیاں پائی گئیں کہ وہ آکر اس میں سرد ہو کر رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا پھر آپ بمعیت بڑے حضرت ہندوستان کو تشریف لائے جسکے وجوہ سوانح عمری میں بڑے حضرت کے بیان ہونگے۔ بڑے حضرت تخمیناً عرصہ دو سال اپنے مکان محلہ صادقپور میں مقیم رہے۔ آپ بھی یہیں رہے اور حسب دستور درس تدریس وعظ و نصیحت مراقبہ و مشاہدہ میں مشغول رہے پھر جب بڑے حضرت دوبارہ ملک افغانستان کو تشریف لے گئے، آپ بھی ان کے ہمراہ ہوئے اور ان سب سفر میں انواع قسم کی تکلیفیں اور مصیبتیں آپ نے جھیلیں۔ بہت دفعہ دو دو تین تین روز تک فاقہ کشی کی بھی نوبت پہنچی اور ان پہاڑوں میں اکثر آپ کو پیادہ پا بھی چلنا پڑا کہ تمام پاؤں میں آبلے پڑ گئے مگر آپ نے دل نہ ہارا اور ہر تکلیف و مصیبت جو آپ کو خدا کی راہ میں پہنچی۔ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ شاداں و فرحاں اس میں رہتے۔ بعد انتقال بڑے حضرت بھی چندے آپ وہاں رہے بعد اسکے وہاں سے بلائے گئے اور یہاں خدمت مبارک میں حضرت والد ماجدم چھوٹے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اسی خلوص و عقیدت کے ساتھ رہتے اور چھوٹے حضرت کے حکم سے ہر جگہ وعظ و نصیحت کے لئے دورہ بھی کرتے۔ بعد انتقال چھوٹے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آپ اُن کے قائم مقام بصلاح و مشورہ تمام سب لوگوں کے کئے گئے۔ اُس وقت سے آپ از صبح تا عشا اسی قافلہ والے مکان میں رہتے، جہاں طلبہ رہا کرتے تھے اور ہمہ وقت شغل درس تدریس رہتا اور پھر وعظ و نصیحت و ہدایت و تلقین بھی آپ فرماتے اور درستگی استفتاء و مناسخہ وغیرہ بھی آپ کرتے بعد اسکے جب حضرت جناب شاہ محمد حسین قدس سرہٗ ساکن محلہ تموہیہ کا انتقال ہوا تب وہاں کی گدی پر بھی آپ ہی مقرر ہوئے معمول یوں رہا کہ ہر روز جمعہ علی الصباح صادقپور سے آپ تموہیہ تشریف لاتے اور جمعہ مسجد میں آپ نماز پڑھاتے۔ بعد نماز آپکا وعظ ہوتا عصر تک بعد عصر آپ یہیں تموہیہ پر ٹھہرے رہتے اور مستفیدین و مسترشدین

خلافت

کا ہجوم رہتا، بعد نماز مغرب آپ کا وعظ زنانہ مکان میں ہوتا اور صدہا عورتیں اندر باہر کی پورا پورا پردہ کرکے دالان میں جمع ہوتیں۔ عشا تک آپ کا وعظ ہوتا اور جس عورت کو مرید ہونا ہوتا یا کچھ مسئلہ پوچھنا ہوتا اسکو بھی آپ انجام کرتے۔ بعد نماز عشا اپنے مکان عماد پور کو آتے۔ اور منگل کے روز شب کو چھوٹے حضرت علیہ الرحمۃ کے مکان میں آپ کا وعظ ہوتا کمرہ میں ایک طرف عورتیں جمع ہوتیں اور ایک طرف مرد جمع ہوتے ہزاروں مرد و عورت آپکا وعظ نہایت شوق و ذوق سے سنتے اور مستفید ہوتے، الغرض دونوں جگہوں کے وعظ و ارشاد و تلقین کی خدمت آپ انجام دیتے۔ ملک بنگال و ہندوستان وغیرہ سے صدہا طالب علم واسطے اکتساب علم دین کے آپکے پاس آتے اور ہر ایک موافق اپنے حوصلہ کے حاصل کرکے جاتا اکثر درس آپ کا قرآن و حدیث و فقہ و اصول ہوتا مگر اگر کوئی طالب علم نو آموز آتا اور کہتا کہ میں میزان و منشعب یا کریما یا بوستاں آپ ہی سے پڑھوں گا تو آپ ایسے کریم النفس تھے کہ اس کو کبھی محروم نہیں پھیرتے۔ آپکے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ اس قدر ہیں کہ جو احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔

سنہ ۱۲۸۰ھ میں جب انبالہ میں منشی محمد جعفر صاحب و محمد شفیع وغیرہ گرفتار ہوئے اور دہلی میں حسینی ساکن پٹنہ اور معظم سردار ساکن ملک بنگال گرفتار ہوئے اور پٹنہ میں الٰہی بخش دوکاندار ماخوذ ہوا کہ جسکی تفصیل تواریخ عجیب مؤلفہ منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اسوقت ہم لوگ بھی اس فتنے سے نہ بچ سکے۔ اسکا تھوڑا سا بیان یہ ہے کہ بتاریخ بارہویں شعبان سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہم سب لوگ اپنے اپنے مکانوں میں اپنے شغلوں میں مصروف تھے کہ یکایک الگزینڈر صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ پٹنہ مع پارسن صاحب پولیس سپرنٹنڈنٹ انبالہ مع دو تین افسران یوروپین اور ایک جماعت کانسٹیلان پولیس تشریف لائے اور دونوں مکانوں کا احاطہ کرلیا اول مکان میں جناب مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ کے یہ صاحب افسران لوگ گئے۔ مولوی صاحب ممدوح اس وقت بتقریب جلسہ وائسرائے بہادر کلکتہ تشریف لے گئے تھے اور جناب مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ اپنے اس مکان میں تھے۔ افسران کی ملاقات مولانا سے ہوئی۔ صاحب لوگ مولانا کو ہمراہ لیکر زنانہ مکان کے راستہ سے اس فقیر کے مکان میں تشریف لائے اور ہر شخص کا جو طالب علموں سے تھا معائنہ کیا بعد اسکے جناب مولانا سے چند باتیں پوچھیں۔ میاں عبد الغفار کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ یہ کس کا نوکر ہے۔ مولانا نے اس فقیر کا نام لیا، میں نے اسکو قبول کیا کہ ہاں میرا نوکر ہے۔ بعد اس کے مجسٹریٹ صاحب وغیرہ ایک

جگہ بیٹھ گئے اور اس مؤلف کتاب سے اس مقدمہ کی بابت سوال شروع کیا تو فجر کے آٹھ بجے سے چار بجے عصر تک یہی پوچھ پاچھ مجھ سے رہی، بعد اس کے سب لوگ چلے گئے۔ اس کے ایک روز درمیان دے کے تاریخ چودہویں شعبان کو پھر یہ لوگ اُسی مجمع کے ساتھ تشریف لائے اس روز خوب خطوں اور کتابوں کی تلاش ہوئی اور جس قدر کتابیں قلمی لکھی ہوئی پائیں اور کاغذات دیہی وغیرہ وخطوط جو کچھ پایا سب کو اُٹھا کر گاڑیوں پر لاد کر روانہ کر دیا اور جناب مولانا سے دس ہزار روپیہ نقد ضمانت طلب کی۔ جناب مولوی عبدالحمید صاحب نے اس کی ذمہ داری کی تیاری کی اور اس فقیر اور میاں عبدالغفار کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر مجسٹریٹ صاحب بانکی پور اپنے بنگلہ پر لے گئے اور وہاں سے حوالات کا حکم دیا۔ دو روز حوالات میں رہ کر جیل خانہ بھیج دیا۔ بعد دس بارہ روز کے اس ضمانت کو بھی مسترد کر کے جناب مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ کو بھی جیلخانہ کا حکم دیا۔ وہاں ہم لوگ چھبیسویں رمضان ۱۲۸۰ھ تک رہے، بعد اسکے ہم سب لوگ بسواری ریل انبالہ پہنچائے گئے۔ وہاں منشی جعفر صاحب و محمد شفیع و عبدالکریم اُن کے بھانجا حسینی پٹنہ و حسینی تھانیسری و معلم سردار ساکن بنگالہ و عبدالغفور خان ساکن ضلع ہزاری باغ کو پایا اور بعد دو تین روز کے قاضی میاں جان ساکن بنگالہ بھی وہاں آئے اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ ایک ایک کوٹھری میں کہ جس کو سکیت کوٹھری کہتے ہیں بند کئے گئے۔ وہ کوٹھری پانچ فٹ لانبی اور چار فٹ چوڑی ہوگی اور چھت اس کی نہایت بلند اور چھت کے ایک چھوٹا سا روشندان تھا کہ آدمی اس میں سانس لے سکے۔ نہایت تنگ و تاریک تھی اس کوٹھری میں تخمیناً ڈھائی تین مہینے ہم لوگ رہے۔ جملہ گیارہ آدمی تھے۔ شب و روز میں ایک بار اس کا دروازہ کھلتا اور ایک جمعدار اور تین سپاہی اور ان کے ساتھ ایک باورچی کہ جس کے ہاتھ میں روٹیاں اور دال ہوتیں اور ایک سقہ کہ جس کے مشک میں پانی ہوتا اور ایک بھنگی ہاتھ میں گملا لئے ہوئے آتا اور ہر ایک کوٹھری کو کھولتا۔ باورچی دو روٹیاں اور کچھ دال دیدیتا اور سقہ ایک کوزہ پانی دیتا اور بھنگی گملا صاف کر دیتا اور پھر یہ لوگ چلے جاتے جو جو تکلیفیں ہمیں گذریں اُس کا بیان طول ہے اور فضول۔ بعد تین مہینے کے جب مقدمہ ہم لوگوں کا اجلاس میں صاحب مجسٹریٹ کے شروع ہوا۔ اسوقت ہم گیارہ آدمی تیروں سے نکال کر ایک مکان حوالات

میں جمع کر دیئے گئے جو اُس جیلخانہ میں تھا، بعد تین مہینے کے جو ہم لوگوں نے آسمان
کی صورت دیکھی اور ایک کو دوسرے سے ملاقات ہوئی از حد خوشی حاصل ہوئی۔ اُس وقت
جناب حضرت مولانا کا صبر و استقلال قابل دید تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ کا ساتھ ہم لوگوں کو
نہ ہوتا تو قدم ہم لوگوں کے ڈگ جاتے۔ قریب دو مہینے کے مقدمہ مجسٹریٹی میں دائر رہا اور ہم لوگ
روزانہ حلقہ میں سپاہی پولیس اور پلٹن کے نو دس بجے کچہری روانہ کئے جاتے اور قریب
مغرب پھر وہاں سے مراجعت کر کے جیلخانہ پہنچتے۔ اوّل روز جب ہم لوگ اجلاس پر
حاضر کئے گئے اور وقت نماز ظہر کا آیا۔ ہم لوگوں نے درخواست کی کہ ہم لوگوں کو نماز پڑھنے
کی اجازت ملے کہ کچہری سے باہر جا کر وضو کر کے نماز پڑھ کے پھر اپنی جگہ پر آ جائیں۔ صاحب
مجسٹریٹ نے فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے مقدمہ ملتوی نہیں کیا جائے گا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ
ہم لوگوں کا یہ مطلب نہیں کہ آپ مقدمہ کو ملتوی رکھیں، بلکہ آپ جس طور پر اظہار گواہان وغیرہ
لے رہے ہیں اور کارروائی کر رہے ہیں سب اسی طور پر کرتے رہیں۔ غیر حاضری کے وقت میں ہم لوگوں
کے جو گواہوں کا اظہار ہوگا اور ہم لوگ اس کو نہیں سُن سکیں گے وہ نقصان ہمارا ہوگا۔ اس نقصان
کو ہم لوگ بخوشی گوارا کرتے ہیں مگر نماز نہیں قضا کر سکتے اس پر صاحب نے غصّہ ہو کر اور جھلا کر فرمایا
کہ تم لوگ باہر جانے نہیں پاؤ گے۔ ہم لوگوں نے کہا بہت خوب اور فی الفور زمین پر تیمم کر کے
کھڑے ہو گئے۔ اور مولانا اور ہم لوگ دس آدمی تکبیر کہہ کر اور تحریمہ باندھ کر عین اجلاس پر ہم لوگوں نے
نماز ادا کی۔ دو سو جوان پلٹن اور پولیس کے مسلح بندوقیں بھرے ہوئے سنگین چڑھائے ہوئے واسطے
حفاظت ہم لوگوں کے منتظر حکم پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ تماشہ میں و نامہ نگار اخبارات
وغیرہ واسطے دیکھنے اور سُننے کیفیت مقدمہ کے بھی جمع تھے۔ اس وقت کا نظارہ کچھ عجیب و غریب
تھا بجز خدائے تعالیٰ کے کسی کا خوف و خطر مطلق دل پر نہ تھا۔ شاید دو تین روز نماز ظہر ہم لوگوں نے
اسی طور پر ادا کی۔ اور نماز عصر نہایت اخیر وقت وقت مراجعت راہ میں ادا کرتے۔ جب صاحب نے
دیکھا کہ یہ لوگ عین اجلاس نماز ادا کر لیتے ہیں۔ تب بالآخر آپ نے حکم دیا کہ ایک ایک آدمی کو باہر لیجاؤ
اور اس کے ساتھ دو سپاہی اور ایک نائک رہے اور کچہری سے باہر متصلہ باغ میں نماز پڑھا کر
لے آؤ۔ تب ہم لوگ تمام ایام دوران مقدمہ میں نماز ظہر اس طرح ادا کرنے لگے کہ ایک آدمی جاتا

اور جب وہ آلیتا تب دوسرا جاتا۔ محمد شفیع کی طرف سے ایک انگریز وکیل جان سین صاحب باُجرت سات ہزار روپیہ مقرر ہوا اور ہم لوگوں پر بھی محمد شفیع کا تقاضا رہا کہ وکیل مقرر کرو مگر چونکہ جناب مولانا کی رائے نہ تھی۔ ہم لوگوں نے وکیل مقرر نہیں کیا۔ منشی محمد جعفر صاحب اور میں بعض وقت کچھ ضروری سوال گواہوں سے کر دیتا۔ جناب مولانا بحسن سکوت بلا خلا[illegible] تشریف رکھتے ہیں اور مولانا متصل بازو بیا زو وہاں کھڑا رہتا اور آپ کے ذمہ کا سوال کا جواب بھی میں ہی دیتا۔ الغرض تمام دوران مقدمہ مجسٹریٹی میں یوں ہی گذرا۔ جب مقدمہ دورہ سپرد ہوا اس وقت مجیب الدین تحصیلدار جو بجرم رشوت ستانی اسی جیل میں قید تھا اور اکثر محمد شفیع کے پاس اس کی آمد و رفت رہتی۔ ان دونوں نے مل کر مجھ پر اصرار شروع کیا کہ تم بھی ایک وکیل انگریز مقرر کرو اور خود محمد شفیع نے ایک اور انگریز وکیل گڈال صاحب نامی کو مقرر کیا۔ اب ان کی طرف دو وکیل ہو گئے۔ اس وقت اس ظلوم جہول نے بھی ان کی رائے کے موافق ہو کر [illegible] جایا۔ چنانچہ گڈال صاحب کی معرفت کلکتہ سے پلوڈن صاحب کونسلی بلوائے گئے اور اکیس ہزار روپیہ بعد [illegible] خرچ خوراک و سواری تا دوران مقدمہ سشن اُن کا مقرر ہوا اور اُدھر مولوی محمد حسن کو پٹنہ میں اس تقرری وکیل کی خبر دی گئی۔ وکیل جب کلکتہ سے روانہ ہوا اس نے بذریعہ تار مولوی محمد حسن کو اسٹیشن بانکی پور پہ طلب کیا۔ مولوی محمد حسن نے اس سے اسٹیشن پر ملاقات کی۔ وکیل نے کہا کہ تم بیں تحسین گواہ لئے ہوئے انبالہ چلے آؤ۔ وکیل نے انبالہ پہنچکر صاحب جج کو درخواست دی کہ میں منجانب مولوی یحییٰ علی و مولوی عبدالرحیم وغیرہا وکیل ہو کر آیا ہوں۔ مجھکو اُن سے ملاقات کی اجازت ملے وہ درخواست نامنظور ہوئی۔ تب وکیل نے بحضور جوڈیشل کمشنر لاہور اُس کی اپیل کی۔ وہاں سے بھی نامنظور ہوئی۔ تب وکیل نے بحضور لفٹنٹ گورنر پنجاب اپیل کی تب وہاں سے منظور ہوئی اس میں عرصہ دو ہفتہ کا گذر گیا۔ بعد منظوری وکیل ہم لوگوں کے پاس جیل خانہ میں آیا اور وکالت نامہ پر ہم لوگوں کے دستخط ہوئے۔ منشی محمد جعفر صاحب نے کہا کہ مجکو وکیل کی حاجت نہیں ہیں اپنا سوال و جواب خود کر دوں گا۔ الغرض تخمیناً دو مہینہ مقدمہ سیشنی میں صاحب جج بہادر کے رہا اور بعد ہا گواہان سرکاری جو جا بجا سے گرفتار ہو کر آئے تھے، سنائے جانے۔ اس مقدمہ میں جو کچھ کارروائی جابرانہ خلاف قانون عمل میں آئی، اس کا بیان بہت طول طویل ہے۔ صرف

دہلی کی قرنوزی سے [illegible]

صبر و حلم

ایک ماجرا سے جو میں بیان کرتا ہوں، حضرات ناظرین باقی کو بھی اس پر قیاس فرمالیں۔ ایک لڑکا صدرالدین نامی تیرہ چودہ برس کی عمر کا جو منشی محمد جعفر کے مکان سے گرفتار ہوا تھا اس کو بھی پولیس سکھلا پڑھا کر گواہوں میں لائی جب وہ لڑکا اجلاس پر آیا اور باعث خوف پڑھایا ہوا سب بھول گیا اور وکیل کی جرح میں اس کی غلط بیانی ثابت ہوئی۔ تب رات کو پولیس نے اس کی ایسی مرمت کی کہ جاں بحق تسلیم ہوا۔ زیادہ کیا لکھوں صدہا انگریز تماشائیں وغیرہ لیتے اور ان کل کارروائیوں کو جو خلاف قانون عمل میں لائی جاتیں دیکھتے اور انگشت حیرت کو دانتوں تلے دباتے۔ ہمارے حضرت مولانا کا صبر و استقلال اس وقت کا قابل دید تھا۔ شب کو میں اور آپ ایک ہی جگہ رہتے۔ آپ پچھلی شب حسب معمول نماز و دعا وغیرہ میں مشغول رہتے اور اکثر اشعار عاشقانہ دیوان شاہ نیاز و حافظ وغیرہ کا پڑھتے اور ایک نہایت وجدی کیفیت آپ پر طاری ہوتی۔ ہم لوگ سب ہوش باختہ ہوتے، اور آپ نہایت مسرور و خوش۔ آپ کے چہرہ و بشرہ سے کچھ بھی آثار رنج و محن کے نہیں پائے جاتے۔ ذکر اللہ سے رطب اللسان رہتے۔ آپ اکثر اس شعر سے بھی جو حضرت خبیب صحابی رضی اللہ عنہ کا ہے مترنم ہوتے۔

ولست ابالی حین اقتل مسلما ۔۔۔ علی ای شق کان فی اللہ مصرعی

وذالک فی ذات الالہ وان یشاء ۔۔۔ یبارک علی اوصال شلو ممزع

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے آپ کی اس کیفیت وجدی و صبر و شکر کا ایک شمہ بھی بیان کرسکوں اور اس کی تصویر کھینچ کر ہدیۂ ناظرین کرنا تو یہ ایک امر محال ہے۔ آپ سے دوسرے درجہ پر بھی وسیدی میاں عبدالغفار صاحب تھے اور منشی محمد جعفر صاحب ان دونوں کا صبر و استقلال بھی لائق مرحبا و صد آفریں تھا۔ چونکہ یہ رسالہ واسطے بیان کیفیت مقدمہ کے موضوع نہیں ہوا ہے۔ لہذا عنان قلم کو ادھر سے پھیر کر اصل مطلب جوان اوراق کا ہے عرض کرتا ہوں جو حضرت کہ شائق دریافت مقدمہ ہوں وہ تواریخ عجیب مؤلفہ منشی محمد جعفر صاحب ملاحظہ فرمائیں۔

فیصلہ

الغرض جب مقدمہ اجلاس سشن جج سے فیصل ہوا، اور تین شخصوں کو حکم پھانسی کا ہوا یعنی مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ والغفران و منشی محمد جعفر صاحب و محمد شفیع صاحب مرحوم رئیس

باقی آٹھ شخصوں کو دوام حبس بعبور دریائے شور مع ضبطی جائداد۔ اس وقت یہ تینوں شخص پھانسی والے پھر اُسی قید تنہائی سنگین کوٹھری میں بند کئے گئے اور باقی لوگ دوسرے قیدیوں کے ساتھ ملا دیئے گئے۔ مگر چونکہ موسم نہایت گرم تھا یہ ممکن نہ تھا کہ آدمی ایک ہفتہ سے زیادہ اس کوٹھری میں رہے اور پھر جانبر ہو۔ لہٰذا ڈاکٹر نے حکم دیا کہ کوٹھری کا دروازہ کھلا رہے اور ایک پہرہ سپاہی کا خاص اس دروازہ پر مقرر ہو کہ یہ لوگ کوٹھری سے قدم باہر نہ لاسکیں چنانچہ ہمارے حضرت اس قید تنہائی میں پھر تخمینًا دو ڈھائی مہینے رہے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اُن ایّام کو آپ نے بسر کیا اور جب کوئی سپاہی پہرے والا یا اور کوئی سپاہی یا قیدی آپ کے سامنے آجاتا۔ ہندو یا مسلمان سب کو آپ توحید باری کا وعظ سُناتے اور عذاب آخرت و قبر وغیرہ سے ڈراتے۔ الغرض ایک عجب طرح کا فیض آپ کا اس قید تنہائی میں بھی جاری رہا۔ سپاہی جو پہرے کے واسطے آتا وہ سکھ ہوتا یا گورکھا اور مسلمان نہ ہوتا آپ اسکو اسی آیۃ کریمہ کا وعظ سُناتے ءارباب متفرقون خیرٌ ام اللّٰہ الواحد القہار۔ سپاہی کھڑا روتا اور جب اُس کے پہرے کی بدلی ہوتی تو اس صحبت کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا۔ میں کچھ لکھ نہیں سکتا کہ کس قدر فائدہ اس وقت پہرا والوں کو پہنچا اور کتنے موحد ہوگئے اور کتنے دین آبائی کو چھوڑ کر مسلمان ہوگئے۔ لایعلمہ الا اللّٰہ آپ کا فیض کبھی کسی حالت میں بند نہ ہوا آپ کا جسم مبارک قیدی تھا۔ مگر آپکے دل و زبان آزاد تھے۔ اُس پر کسی کی حکومت نہ تھی بجز اس حاکم حقیقی کے اگر دو منٹ کے واسطے بھی کوئی آدمی سامنے آجاتا۔ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجالاتے۔ بعد اس کے حکم پھانسی منسوخ ہوا اور حکم دوام حبس بعبور دریائے شور مع ضبطی جائداد ان تینوں پھانسی والوں کے واسطے بھی صادر ہوا اور یہ لوگ قیدیوں میں ملا دیئے گئے اور حسب دستور اُس جیل کے جیسے ملوگوں کی داڑھی مونڈا دی گئی تھی ویسا ہی آپ کی بھی مونڈا دی گئی اور کرتا کمر تک کا گیروا رنگا ہوا اور ایک ٹوپی کان ڈھپی گیروا رنگی ہوئی پہنا دی گئی یہ جوگیانہ لباس اُس جیل میں قانونًا ہر ایک کو دیا جاتا تھا، اُس کی صبح کو کپتان ٹالی صاحب مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر انبالہ و پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جیل میں آئے اور داروغہ کو حکم دیا کہ مولانا سے سخت تر مشقت لی جاوے۔ چنانچہ خود اُس نے اپنے روبرو کھڑے ہو کر ایک بڑے کنوئیں پر جو رہٹ

بلیغ

شوق

چل رہا تھا، عین تمازت آفتاب میں اس رہٹ کو آٹھ دس قیدی چلا رہے تھے اور وہ بمشکل چلتا تھا۔ آپ کو بھی اس میں دیدیا۔ آپ دو تین روز تک تمام روز اس کو چلاتے رہے آپ کو بہ باعث حرارتِ آفتاب خون کا پیشاب آنے لگا۔ آپ نہایت صبر و شکر کے ساتھ اس کو انجام دیتے رہے۔ دوسرے قیدی جو نہایت قوی و توانا اس رہٹ کو کھینچتے، تھک کر بیٹھ جاتے مگر آپ صبح سے شام تک اس میں لگے ہی رہتے۔ چونکہ اس وقت ڈاکٹر صاحب موجود نہ تھے، مجسٹریٹ صاحب نے یہ کارروائی اپنے دل کا غصہ نکالنے کو کرلی۔ جب ڈاکٹر صاحب دو تین روز کے بعد جیل میں تشریف لائے اور نو آمد قیدیوں کا ملاحظہ کیا۔ جناب مولانا کو رہٹ کے کام میں دیکھ کر داروغہ پر نہایت خفا ہوئے کہ اس کو یہاں کیوں لگایا ہے۔ داروغہ نے عرض کیا کہ مجسٹریٹ صاحب خود تشریف لا کر لگا گئے ہیں۔ چونکہ ڈاکٹر کو مجسٹریٹ سے چشمک تھی۔ فی الفور آپ کو وہاں سے چھڑا کر برعکس اس کے ایک نہایت آسان کام میں لگا دیا یعنی دری بافی کے کارخانہ میں چھت کے نیچے دری کا سُوت کھولنے کا کام آپ کو دیا۔ آپ حمد و ثنائے باری میں شب و روز مصروف رہتے اور کام مفوضہ سرکاری کو بھی بہ احسن وجوہ انجام کرتے مثل اور قیدیوں کے تساہل و

تکاہل کو کام میں نہ لاتے اور دوسرے قیدیوں کو بھی نصیحت فرماتے کہ جب تم سرکاری کھانا کھاتے ہو اور کپڑا پہنتے ہو اور مکان میں رہتے ہو تب ضرور ہے کہ سرکاری کام کو انجام دو اور قیدی لوگ جو جیل کے اندر حکم عدولی اور بدمعاشی وغیرہ کرتے اس سے ان کو روکتے اور نصیحت کرتے۔ صدہا قیدی اس جیل میں ایسے نیک چلن ہو گئے کہ جس کو دیکھ کر داروغہ وغیرہ اہلکاران جیل حیران رہ جاتے۔ انہیں ایام میں اس جیل میں بخار کی وبا پھیلی اور صدہا قیدی لقمۂ اجل بن گئے۔ ہم لوگ بھی

کُلہم سخت بخار میں مبتلا ہوئے، مگر یہ فقیر مؤلف بچ گیا۔ حضرت جناب مولانا کو ایسا سخت بخار رہا کہ ایک مہینہ تک ہوش نہ رہا۔ مگر ذکر اللہ زبان پر جاری۔ قاضی میاں جان نے اسی میں انتقال کیا۔ الٰہی بخش سوداگر پٹنہ بھی بخار میں مبتلا ہو کر پاگل ہو گیا۔ اس کی قفا پہ چند پلاسٹر لگائے گئے۔ الغرض جو تھے وہ سخت سے سخت بیمار تھے۔ یہ فقیر مؤلف فجر کو مشقت پر جاتا اور دوپہر اور شام کو جب ایک ایک گھنٹہ کی چھٹی ملتی تو ہسپتال جا کر ان لوگوں کی خبر لیتا۔ پانی لا کر پاس رکھ دیتا باورچی خانہ ہسپتال سے روٹی دال لا کر ان لوگوں کو کھلا دیتا۔ کپڑا جو پیشاب پاخانہ میں ملوث

ہوجاتا، دھو دیتا۔ الغرض ایک گھنٹہ کے عرصہ میں جو کچھ کام خدمت ہو سکتی بجالاتا اور پھر کام سرکاری پر چلا جاتا۔ بعد ڈیڑھ مہینے کے سب سے اول میاں عبدالغفار صاحب کو افاقہ ہوا اُس وقت یہ فقیر بخار میں مبتلا ہوا اور وہی حالت جو سب کی تھی میری ہوئی۔ ایک مہینہ کامل مجھکو خبر نہ تھی کہ دن کدھر ہے اور رات کدھر۔ میرے ہمراہی لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ اس وقت میاں عبدالغفار صاحب نے باوجود ضعف و نقاہت وہی کام انجام دیا جسکو میں کرتا تھا۔ فاعتبروا یا ایہا الناظرون بعد اس کے کہ جب لوگوں کو صحت ہوئی عذاب الجوع آیا اس قدر بھوک کا غلبہ سب لوگوں کو رہتا کہ دو دو روٹیاں سرکار سے ملتیں، اُن کے کھانے سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں جیل میں جس قدر گھاس تھی مع بیخ اکھاڑ کر قیدی لوگ اس کو چٹ کر گئے۔ ہر طرف سے الجوع الجوع ہائے بھوک کا شور تھا۔ ہمارے ہمراہیوں میں سے اکثروں کی نیت ڈانواڈول ہو رہی تھی ایسی حالت میں یہ کارروائی شروع ہوئی کہ مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس طور پر ہو سکے اس مقدمہ میں پھانسنا چاہیئے اور گرفتار کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مجیب الدین تحصیلدار جو اسی جیل میں قید تھا، جسکا ذکر اوپر آچکا ہے وہ اس کام کے واسطے مقرر کیا گیا کہ ہم لوگوں کو ورغلا اور بہکا کر بطمع رہائی و واپسی جائداد مولوی احمد اللہ پر گواہ بنادے۔ چنانچہ سب سے اول اس کا جادو محمد شفیع اور عبدالکریم ان کے بھانجے پر چل گیا اور یہ لوگ گواہی دینے پر مستعد ہو گئے اور ان دونوں پر ہر طرح کی آسانی تیار کر دی گئی۔ کھانا نہایت عمدہ، پلاؤ و شیرمال، دودھ، ملائی وغیرہ جیل میں آنے لگا اور یہ دونوں نہایت تر و تازہ ہو گئے، اور دوسرے ساتھیوں کو بھی ترغیب گواہی کی دینے لگے۔ وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین کا دم بھرنے لگے۔ چنانچہ الٰہی بخش سوداگر پٹنہ جسکا ذکر اوپر ہو چکا، انکے دام میں آگیا اور ہم لوگوں سے علیحدہ ہو کر ان کی صحبت میں جا بیٹھا وہ عجیب وقت تھا کہ اُدھر تو ہم لوگ انواع قسم کے آلام و مصائب میں مبتلا اور پھر عذاب الجوع اور اُدھر وہ راحت و آرام و تنعم گویا نمونہ قیامت تھا کہ ایک طرف جنت اور دوسری طرف دوزخ نظروں کے سامنے رکھی تھی وہ وقت پہلے سرے کے جانچ اور امتحان کا تھا اس وقت پر آیۂ کریمہ وزلزلوا زلزالا شدیدا بالکل خوب صادق آتی ہے اور پل صراط کی سی کیفیت تھی کہ ہر ذی ایمان رب سلم سلم کہتا تھا ہمارے

عذاب الجوع [illegible] مولوی احمد اللہ [illegible]

حضرت نہایت باطمینان قلب نہایت خنداں وشاداں ذکر وں یاد الٰہی میں اور لوگوں کو استقامت دلانے میں شب وروز مصروف رہتے۔ دنیا کے دنوں کی بے ثباتی اور یہاں کے راحت و آرام کی بیقراری اور ثواب آخرت اور جنت نعیم کی پائیداری یاد دلاتے اور رضوان من اللہ اکبر کو خوب کھول کر فرماتے کہ اس وقت کی کیفیت آپ کی قابل دید تھی۔ قلم کو جو ایک کاٹ خشک ہے کہاں وہ طاقت کہ جو اس کو بیان کر سکے۔ فقیر مؤلف بھی اس زمرہ میں گرفتار تھا۔ آپ کے قدموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا کہ اغوائے شیطانی سے محفوظ رہ کر بیہودہ گوئی و بکواس بکنے سے رکا رہا اور مغاک ہلاک میں نہ گرا فللہ الحمد علی ذالک اگر آپ کا ساتھ نہ ہوتا تو ایسے مہالک سے بچنا متعسر بلکہ محال تھا۔ صبر و استقلال تو مجھ ایسے نالائق کو کہاں میسر یہ تو بہت بڑے لوگوں کا کام ہے صرف اسقدر کہ زبان ناپاک باتوں سے بچی رہی۔ ہزار ہزار شکر اس قادر مطلق کا ہے۔ اس وقت ایک اور امتحان اس نالائق پر خاص کر کے کمشنر صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب کی خواہش ہوئی کہ بذریعہ کمترین مولوی عبد اللہ ساکن افغانستان سے پیغام مصالحت کیا جائے کہ جن سے بمقام امبیلہ وغیرہ سرکار سے جنگ ہوئی تھی اور وہ اس کمترین کے چچا زاد بھائی تھے۔ اسی حالت میں قیدیوں کا چالان انبالہ سے لاہور جانے کو تیار کیا گیا۔ اسمیں جناب حضرت مولانا و منشی محمد جعفر صاحب وغیرہ کل تیار کئے گئے۔ مگر محمد شفیع و عبد الکریم و الٰہی بخش جو بوجہ گواہی ہم لوگوں سے علیحدہ کر لئے گئے تھے، رکھ لئے گئے اور یہ فقیر بھی بوجہ کارروائی صلح روک لیا گیا اور نیز تنفس سخت میں اس وقت مبتلا تھا کہ لیاقت سفر مطلق نہ تھی اس وجہ سے بھی ڈاکٹر نے مجھے روک لیا اور جناب حضرت مع چھ آدمیوں کے روانہ جیل لاہور کئے گئے اب اس وقت سے عرصہ دو سال تک میں صحبت کیمیا خاصیت سے اپنی بداعمالیوں کے سبب مہجور کر دیا گیا۔ اب جو کچھ میں بیان کروں گا، ان دو سالوں کی کیفیت و دشنی ہوئی ہوگی۔ الغرض آپ انبالہ سے رخصت ہو کر مع دوسرے ستر پچھتر قیدیوں کے جیل لاہور میں پہنچے اور وہاں قریب ایک برس کے آپ کا قیام رہا۔ اس اثنا میں آپ برابر قیدیوں کو پند و نصائح کیا کرتے چونکہ قیدخانہ میں مجمع بدکاروں اور چوروں و ڈاکوؤں وغیرہ کا رہا کرتا ہے، آپ کا وعظ بھی انہیں افعال ذمیمہ کے بیان میں ہوتا اور توحید و تاکید صوم و صلوٰۃ کی ہوتی۔ صدہا چوروں اور ڈاکوؤں

امتحان مؤلف اور علیحدگی

وعظ و پند

نے توبہ کی کہ اب کبھی اس پیشہ کو نہ کریں گے۔ آپ ان کو عذاب دائم عقوبت ڈراتے۔ صدہا موحد نمازی ہوگئے۔ ایک بلوچ ڈاکو کا ماجرا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا نام مرزی تھا۔ اسکے آباؤ اجداد سے چوری و ڈکیتی کا پیشہ چلا آتا تھا۔ وہ نہایت قوی ہیکل جوان تھا۔ اس نے جیل خانہ میں آکر بھی بہت کچھ شرارت کی تھی۔ سرکاری کام ہرگز نہیں کرتا۔ صدہا بید اس کو لگائے گئے۔ مگر اس نے اُف نہیں کیا۔ اپنی بدچلنی سے باز نہیں آیا۔ بیڑی اور ڈنڈا بیڑی ہتھکڑی اور طوق و قید تنہائی وغیرہ جو کچھ سزا وہاں ہے وہ سب اس پر عمل میں لایا گیا لیکن وہ باز نہ آیا، داروغہ وجمعدار سب اس سے ڈرتے وہ ان کو بھی موقع پاکر ہتھکڑی والے سے پیٹ دیتا۔ خدا کے حکم سے آپ کا بستر اور اس کا ایک ہی جگہ ہوگیا۔ خدا کی قدرت کہ آپ کی نصیحت و پند سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی کیفیت بدل گئی۔ اس نے سرکاری مشقت کرنی شروع کردی اور وہ ایسا نیک چلن بن گیا کہ داروغہ وغیرہ سب متحیر ہوگئے، ہتھکڑی اور طوق وغیرہ سب اس سے دور کردیئے گئے اور پارچہ بافی کے کارخانہ میں وہ داخل کردیا گیا کہ جہاں دائم الحبس اور بڑے بڑے میعادی قیدی کام کیا کرتے تھے اور عمدہ کام کرنے اور زیادہ کام کرنے پر سال میں دو ایک ماہ قید معاف بھی ملا کرتی ہے۔ اس نے وہاں جاکر بہت جلد پارچہ بافی کا کام سیکھ لیا اور نہایت عمدہ کپڑا بننے لگا۔ میں جب لاہور کے جیل میں گیا خود میں نے اس مرزی بلوچ کو دیکھا کہ وہ پانچوں وقت نماز قید کے ساتھ پڑھتا اور اپنے گزشتہ اعمال کو یاد کرکے خوف خدا سے اکثر روتا۔ اے بھائیو، میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے جب اسکو دیکھا ایک ولی پایا۔ آپ مولوی اسداللہ صاحب کے مکان پر بیٹھے تھے کہ ایک گنوار محض بحالت ابتذال آکر خواہش ظاہر کی کہ مولوی صاحب میرے یہاں اسوقت کھانا قبول کریں۔ لوگوں نے اشارۃً اس کو روکا، مگر مولوی صاحب کو خود کچھ انداز ملا۔ آپنے اس کو بلا کر اسکی آرزو سنی اور رستہ اس کے ساتھ ہو لئے۔ اس نے اپنے انداز پر احترام کرنا چاہا۔ دری وغیرہ بچھانا چاہا، مگر آپ چٹائی پر بیٹھ گئے اور کھانا طلب کیا، اس نے مٹی کے برتن میں چاول دال اور بھرتا پیش کردیا۔ آپ کھاتے جاتے اور اس کو نصیحت کرتے جاتے۔ بیان ہے کہ اس روز سے تا دم مرگ باجماعت نماز ادا کرتا رہا۔ سبحان اللہ اس کے اور بہت سے ماجرے ہیں۔ میں نے یہ ایک تمثیلاً بیان کیا۔ الغرض آپکا وجود اس قید خانہ میں واسطے ہدایت قیدیوں کے بھیجدیا گیا تھا کہ ہزاروں

فیضیاب ہو گئے۔ اہلکاران جیل اس کرامات کو آپ کے دیکھ دیکھ کر نہایت متحیر و متعجب ہوتے۔ تمام ہندو آپ کو دیوتا اور اوتار کہتے اور مسلمان ولی سمجھتے۔ اتوار کا دن جو فرصت کا قیدیوں کے ہوتا فجر کو بعد ملاحظہ ڈاکٹر آپ کے پاس مجمع ہو جاتا۔ آپ حسب حال ان قیدیوں کے بد کاریوں سے بچنے کا اور نیک چلنی اور توحید الٰہی کا بیان فرماتے اور صوم و صلوٰۃ کی تاکید فرماتے بعد اس کے آپ مع دوسرے قیدیوں کے لاہور سے بسواری ریل روانہ ملتان ہوئے۔ وہاں ہفتہ عشرہ قیام کر کے بسواری مرکب دخانی روڑی بھکر سکھر جو ملک سندھ میں واقع ہے، ہوتے ہوئے کوٹلی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ ریل کراچی بندر اور وہاں ہفتہ عشرہ قیام کر کے بسواری مرکب دخانی براہ سمندر بمبئی پہنچے اور وہاں سے بسواری ریل بمقام تھانہ (جو ایک شہر کا نام ہے) اور وہاں بہت بڑا قلعہ جو مرہٹوں کا بنایا ہوا ہے اور اب وہ جیل کا کام دیتا ہے۔ اسمیں بھیجدیئے گئے۔ وہ نہایت سخت جیل ہے کہ دوسرے قیدی اس سے پناہ مانگتے ہیں، وہاں کے اہلکار جیلر وغیرہ قساوت قلبی میں نسبت دوسرے جیلوں کے بدرجہا زیادہ۔ تمام احاطہ بمبئی و پنجاب کے تربیہ زین قیدی اس جیل میں بھیجدیئے جاتے ہیں۔ آپ ہر جگہ اپنا کام کرتے رہے۔ چند مہینوں تک آپ کا وہاں قیام رہا۔ آپ کا فیض بدستور وہاں بھی جاری رہا۔ بعد اس کے آپ آٹھویں دسمبر ۱۸۶۵ء بسواری جہاز بادبانی مع دیگر قیدیوں کے روانہ پورٹ بلیر انڈمان ہوئے اور صعوبات و تکلیفات جہاز کو طے کر کے بتاریخ گیارہویں جنوری ۱۸۶۶ء آپ داخل جزیرہ انڈمان ہوئے۔ بعد اس کے جناب منشی محمد اکبر نامی صاحب نے جنکے اوصاف حمیدہ اور شریف پروری اوپر بیان ہو چکی ہے۔ آپ کو اپنے مکان میں لے جا کر رکھا اور یہ اجازت چیف کمشنر صاحب اپنی تائید میں لے لیا چونکہ جناب منشی صاحب کو کام بہت سپرد تھے۔ اکثر فرصت کے وقت میں آپ مکان پر بھی سرکاری کام کیا کرتے تھے۔ لہذا جناب مولانا کو حاضری کچہری سے بچا کر اسی مد میں داخل کیا۔ اب دونوں حضرات یعنی جناب مولانا احمد اللہ و مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہما ایک ہی جگہ جمع ہو گئے اور میاں عبد الغفار صاحب کو بھی منشی صاحب ممدوح نے کام نمبر سازی سکھا کر انکو بھی اپنے ہی مکان میں جگہ دی، بالجملہ یہ تینوں شخص ایک ہی مکان میں رہنے لگے۔ جناب مولانا کا کام یہ تھا کہ بعد فرصت از کار سرکار لوگوں کو نماز

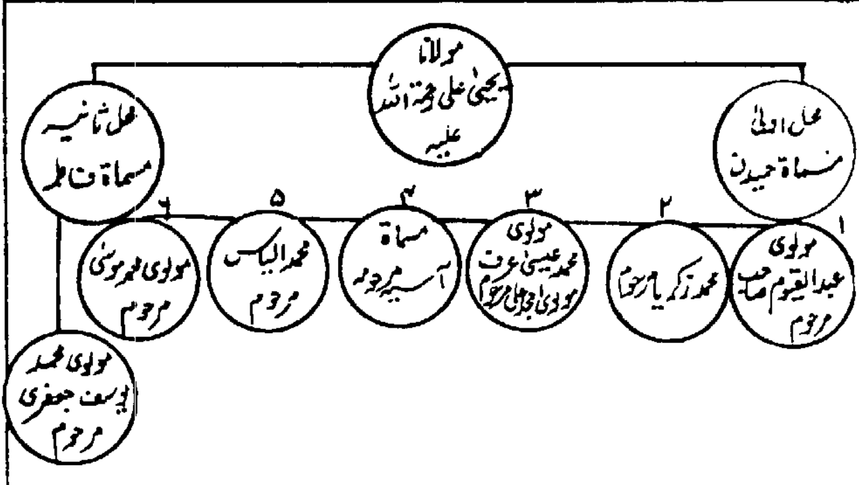
و حدیث پڑھاتے، نصیحت کرتے، گھر گھر پھرتے۔ عورتوں کو نماز کی تعلیم کرتے۔ قرآن پڑھاتے۔ صدہا مرد و عورت کہ جنہوں نے اپنے معبود حقیقی کے سامنے کبھی سر تک جھکایا نہ تھا، آپ کے نمازی بن گئے۔ اسی اثنا میں یہ کمترین بھی بعد مہاجرت دو برس کے پورٹ بلیر میں پہنچ گیا اور تخمیناً تین چار مہینے آپ کی حضوری خدمت سے پھر مشرف ہوا۔ دو برس آپ وہاں اپنی عمر عزیز کو یاد خدا و تعلیم و تلقین خلق اللہ میں صرف کر کے بتاریخ بائیسویں فروری ۱۸۸۱ء کو لبیک کہتے ہوئے داخل خلد بریں ہوئے۔ تخمیناً چودہ روز بعارضۂ بخار و دورد، ورم کبتین آپ علیل رہے۔ ابتدا حالت ہی میں حسب قاعدہ انڈمان آپ داخل ہسپتال ہوئے اور علاج ڈاکٹری ہونے لگا۔ یہ کمترین اس وقت محرر میرین ڈیپارٹمنٹ ماتحت کپتان ڈارونٹ صاحب ہاربر ماسٹر کے تھا۔ میں نے اپنے افسر سے آپ کی خدمت گزاری کے واسطے چھٹی طلب کی۔ چونکہ اس محکمہ میں شب و روز کی حاضری مجھ کو کرنی پڑتی تھی۔ صاحب نے حکم دیا کہ بارہ بجے دن سے تین بجے تک تم آکر کام کیا کرو، تاکہ دوسرا منشی اپنی حوائج ضروری سے فارغ ہو کر آ جاوے۔ چنانچہ میں ایسا ہی کرتا۔ بارہ بجے سے تین بجے تک اپنے کام پر جاتا اور تمام روز و شب آپ کی خدمت میں حاضر رہتا۔ آپ تمام ایام علالت میں یاد خدا و صبر و شکر میں مصروف رہتے اور ہر وہ شخص جو آپ کی ملاقات و عیادت کو ہسپتال جاتا، اس کو پند و نصیحت سے مالا مال کرتے۔ آپ کی علالت کچھ ایسی نہ تھی کہ جس سے ہولناک صورت یاس ہوتی۔ جناب مولانا حضرت احمد اللہ رح بھی دن میں دو بار جا کر دیکھ آتے۔ چونکہ ہسپتال ایک بلند جگہ پر واقع تھا اور آپ کا مکان نشیب میں۔ اور آپ نہایت کمزور و ضعیف تھے۔ بغیر استعانت دوسرے کے اس بلندی پر آپ چڑھ نہیں سکتے تھے اور حاضری کچہری بھی آپ کو کرنی پڑتی تھی۔ لہذا آپ حاضر باشی سے وہاں کے مجبور تھے۔ چنانچہ روز آخر جب میں تین بجے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی طبیعت اچھی تھی، آپ نے نماز عصر ادا کی۔ قریب چار بجے کے ایکبارگی آپ کی زبان میں لکنت پیدا ہوئی اور طبیعت بگڑی، ڈاکٹر کو خبر ہوئی اس نے فی الفور آ کر دوا دی، مگر وہ دوا بھی فرو نہ ہوئی۔ اس حالت کو دیکھ کر میں نے جلد ایک آدمی دوڑا دیا کہ جناب حضرت مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دو۔ آپ اس وقت کچہری سے آ رہے تھے، سنتے ہی ہسپتال کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اثنا میں جب میں نے دیکھا کہ آپ کے حلق سے پانی بھی فرو نہیں ہوتا ہے۔

لیکن زبان ذکر اللہ میں جاری ہے تو اس سے میں نے خیال کیا کہ زبان نہیں کھلتی گو بیہوش ہے، آپ کے سر مبارک کو میں نے اپنے زانو پر لے لیا۔ چند منٹ کے بعد آپ کی روح پر فتوح اس نفس عنصری کو چھوڑ کر علیین کو پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہٗ واحشرہ فی زمرۃ المھاجرین الاولین الذین ھاجروا وجاھدوا مع النبی الامی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ چونکہ وقت شام کا ہو گیا تھا اور قبرستان دور تھا۔ ہم لوگ لاش مبارک کو بہ اجازت جناب ڈاکٹر صاحب اپنے مکان پر لائے۔ علی الصباح غسل و کفن ہونے لگا۔ جناب منشی سید اکبر زماں صاحب ہیڈ منشی پاس کرنیل فورٹ صاحب چیف کمشنر کے گئے اپنے اور اپنے آفس کے مسلمان عملوں کے واسطے رخصت و اجازت شرکت دفن و کفن کی مانگی۔ اس پر صاحب بہادر نے براہ اشفاق خسروانہ و ہمدردی انسانی تمام مسلمان قیدیوں کو رخصت و اجازت شرکت دفن دیدی۔ چنانچہ فی الفور پروانہ جات تحریر مہر و دستخط ہو کر جملہ ٹاپوؤں کو بذریعہ ڈاک روانہ کر دیئے گئے اور ہر ٹاپو میں بنام افسر انچارج وہاں کے حکم کیا کہ جو قیدی آپ کے جنازے پر حاضر ہونے کی خواہش ظاہر کرے فی الفور اس کو بذریعہ کشتی سرکاری روانہ کر دو۔ چنانچہ جوق جوق قیدی مسلمان اور کچھ ہندو بھی کشتیوں پر سوار ہو کر آنے لگے۔ ادھر ہم لوگ غسل و کفن دیکر تیار ہو گئے۔ نماز جنازہ میں کل مسلمان جو اس وقت جزیرہ راس آئیلنڈ میں تھے تقریباً دو ڈھائی ہزار سب شریک ہوئے۔ بعد اس کے گھاٹ پر آئے۔ وہاں متعدد بوٹ بڑے بڑے بار بردار سرصاحب نے تیار کر رکھے تھے اس پر سب لوگ سوار ہو کر سو تھو پانیٹ کے گھاٹ پر آئے۔ وہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر قبرستان میں لے گئے۔ وہاں بہت لوگ دوسرے دوسرے ٹاپوؤں سے آکر ملتے گئے اور مکرر سہ کرر نماز جنازہ ہوتی گئی۔ ہر شخص کا دل آپ کی محبت و فراق میں پاش پاش تھا۔ ہر شخص گریہ و بکا میں مبتلا تھا۔ قریب چار پانچ ہزار آدمی کا مجمع تھا۔ بعد دفن کرنے اور دعائے تثبیت کے سب لوگ وہاں سے واپس آئے۔

تاریخ وفات از نتیجۂ فکر جناب مولوی احمد کبیر صاحب پھلواروی

چونکہ یحییٰ علی ستودہ خصال گشت راضی خدائے پاک ازو	عالم و زاہد و محدث بود عزتش پیش قدسیاں افزودہ	روح پاکش گذشت از محبس تن ہاتف سال او زدی الم	راہ ملک وصال حق پیمود رضی اللہ ربہ فرمودہ ۱۲۸۴ھ

آپ کی عمر تخمیناً چھیالیس سینتالیس برس کی ہوئی، ازانجملہ چار برس قید میں گذرے آپ کا قد میانہ تھا، رنگ صاف، چہرۂ مبارک پر کچھ نشان چیچک کا تھا، داڑھی ہلکی مگر خوبصورت، بال سیاہ و سفید ملے ہوئے۔ دانت سامنے کے اکثر ٹوٹ گئے تھے، بدن بلغمی تھا۔ آپ کی محل اولی یعنی مسماۃ حمیدن بنت حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ سے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئے۔ مولوی عبد القیوم صاحب مرحوم، محمد زکریا جو پانچ چھ برس کا ہو کر گذر گیا۔ مولوی محمد عیسیٰ عرف مولوی امجد علی صاحب مرحوم مسماۃ آسیہ جو کہ بارہ برس کی ہو کر گذر گئی۔ محمد الیاس جو ڈھائی برس کا ہو کر گذر گیا۔ مولوی محمد موسیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ محل ثانیہ مسماۃ فاطمہ بنت حضرت مولوی فرحت حسین قدس سرہٗ اور ہمشیرہ مؤلف کتاب ہذا سے صرف ایک عزیزی مولوی محمد یوسف جعفری مرحوم پیدا ہوئے یہ نو دس مہینے کے تھے کہ آپ قید ہوئے۔ نقشہ آپ کی اولاد کا یہ ہے:—



مولوی اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اصغر اولاد مولوی الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ آپ نے درسی کتابیں اپنے برادر معظم مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ آپ نے اپنے خاندان میں سب سے اول بیعت ہاتھ پر جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ کے کی۔ آپ کی رہنمائی سے آپ کے والد ماجد مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم مغفور نے بھی کی۔ آپ نہایت عقلمند ہوشیار ذہین و ذکی تھے۔ آپ جس تاریخ سے مرید حضرت مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد کا ساتھ نہ چھوڑا ہمیشہ سفر و حضر میں ساتھ رہتے۔ چنانچہ جب بڑے حضرت کو سفر بالاکوٹ ملک پکھلی قریب کشمیر کا پیش آیا۔ اسوقت آپ بھی ہمراہ گئے۔ آپنے وہاں جاکر بہت عمدہ عمدہ کارنمایاں کئے۔ حرب میں نہایت دلیری و بہادری بمقابلہ سکھوں کے دکھلائی۔ آپ بطور وزیر مشیر کے اور بزرجمہر کے ہمراہ بڑے حضرت کے رہتے۔ تدابیر تمدنی و کید حرب و جرات و بہادری آپ میں خداداد تھی۔ بعد اس کے کہ جب بڑے حضرت وہاں سے مراجعت کرکے پٹنہ کو تشریف لائے۔ آپ بھی ہمراہ آئے یہاں آکر چند مہینوں کے بعد بعارضہ وبائی ہیضہ آپ نے انتقال فرمایا۔ اِنّا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ آپ کے انتقال سے پیشتر ایک روز بڑے حضرت کو بین الیقظۃ والنوم۔ یہ آواز غیب سے آئی کہ ہدایت اللہ کی طلبی ہے۔ آپ جب بیدار ہوئے سمجھا چونکہ آپکے مجھلے صاحبزادے کا نام ہدایت اللہ تھا۔ آپ نے انہیں کے نسبت خیال کیا کہ اُن کی وفات قریب ہے۔ آپ دعا میں مصروف ہوئے۔ مگر جب جناب مولوی اکبر علی صاحب رحمۃ اللہ کا انتقال ہو گیا تب بڑے حضرت نے سمجھا کہ ہدایت اللہ سے یہی مراد تھے۔ کیونکہ آپ کو خلق اللہ کی ہدایت کا بڑا شوق تھا۔ شب و روز اسی میں مصروف رہتے۔ مراقبہ و مشاہدہ میں بھی آپ کو کمال تھا۔ صدہا آدمی آپ سے تعلیم پائے۔ چھبیس برس کی عمر میں آپنے انتقال فرمایا۔ آپ کی شادی مسماۃ شریفن بنت حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہ سے ہوئی تھی۔ صرف دو لڑکیاں آپ کی ہوئیں مسماۃ رقیہ کہ جن کی شادی مولوی عبدالقدیر عرف مولوی اشرف علی صاحب خلف اوسط مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی اور وہ لاولد گذر گئیں اور دوسری لڑکی مسماۃ اتن کہ وہ ڈھائی برس کی ہو کر گذر گئی۔

سفر بالاکوٹ

شجاعت و تدبیر

خواب بیداری

انتقال

آپ کا مزار جمعہ مسجد محلہ تمو ہیہ کے صحن میں قریب دروازہ کلاں واقع ہے ۔

مسماۃ جمیلۃ النساء مرحومہ بنت جناب مولوی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی شادی اوّل مولوی قمر الدین شہید بن رکن الدین حسین بن رفیع الدین حسین خاں ساکن محلہ مغلپورہ سے ہوئی ۔ لیکن مولوی صاحب موصوف صرف چند مہینے بعد شادی مکان پر رہے اور پھر بمعیت مولوی مظہر علی صاحب شہید ساکن محلہ لودی کرمؤ آپ ملک نغانستان کو چلے گئے اور وہاں امیر المومنین جناب سید احمد صاحب کے لشکر میں جا ملے ۔ اور پشاور میں سلطان محمد خاں نے جو مولوی محمد مظہر علی صاحب کو دھوکہ میں قتل کیا، اس میں آپ بھی شہید ہو گئے ۔ اس وقت مسماۃ کی عمر تخمیناً بارہ برس کی ہوگی ۔ بعد اسکے جب مولانا الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جناب مولانا ولایت علی قدس سرہٗ سے بیعت کی ۔ آپکا نکاح ثانی بھی سانھ بڑے حضرت کے پڑھا دیا یہ اول نکاح ہے بیوہ کا جو محلہ صادق پور میں ہم لوگوں کے یہاں کیا گیا ۔ باقی حالات وتفصیل اولاد ثمین میں جناب بڑے حضرت قدس سرہٗ کے آوے گی ۔ بتاریخ ۱۰، شعبان ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۰، اپریل ۱۸۸۹ء رحلت فرمائی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرلھا وارحمھا ونور مرقدھا ۔

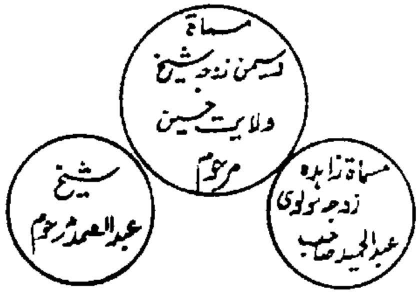
مسماۃ وجیہۃ النساء مرحومہ

دختر دوئم جناب مولوی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کی شادی ساتھ جناب مولوی اولیا علی مرحوم ومغفور بن رضی الدین خاں مرحوم بن رفیع الدین خاں مرحوم ساکن محلہ مغلپورہ کے ہوئی مگر اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ۔ تخمیناً پچپن برس کی عمر میں انتقال فرمایا ۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا ۔

مسماۃ وسیمن مرحومہ دختر سیوم مولوی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی شادی ساتھ شیخ ولایت حسین بن شیخ نوازش حسین ساکن موضع امتھوا کے ہوئی ۔

یہ نہایت دیندار و ذی لیاقت عورت تھیں۔ مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ بہت جلد انہوں نے اس دنیائے فانی کو چھوڑا۔ صرف دو اولاد آپ کی ہوئی۔ ایک مسماۃ زاہدہ کہ جن کی شادی جناب حکیم مولوی عبد الحمید صاحب مرحوم کے ہوئی اور بعد شادی سات برس بقید حیات رہ کر اس دنیا سے لاولد رخصت ہوئیں اور دوسرے جناب شیخ عبد الصمد صاحب مرحوم ساکن موضع بھوئی ضلع گیا، ان کی اولاد کی تفصیل آگے آوے گی۔



جناب حکیم مولوی عبد الحمید صاحب مرحوم

زمانہ تعلیم

آپ کی والدہ مسماۃ بصیرن بنت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ ساکن محلہ نمو ہیہ تھیں۔ آپ نے بتاریخ آٹھویں شوال روز چہارشنبہ ۱۲۴۵ھ وقت ظہر لباس ہستی کا پہنا۔ آپ نے اوائل کی کتابیں اپنے چچا مولانا فیاض علی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ مگر جب مولانا مرحوم نے بمعیت اپنے مرشد کے سفر افغانستان کا کیا، تب بقیہ کتابیں آپ نے اپنے والد ماجد جناب مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے لیکن پھر بھی تعطش تحصیل علم میں آپ کی تسکین نہ ہوئی۔ ۲۶ برس کی عمر میں آپ نے سفر لکھنؤ کا کیا۔ وہاں جا کر جناب مولوی واجد علی صاحب ساکن بنارس مقیم لکھنؤ سے جو ایک بہت بڑے عالم سر برآوردہ علماء لکھنؤ سے تھے۔ دو برس تک آپ نے علوم درسیہ کی تحصیل و تکمیل کی۔ بعد فراغت کتب درسیہ آپ نے طرف علم طب کے توجہ کی۔ پھر دو برس تک علم طب جناب حکیم طالب علی مرحوم لکھنؤ سے پڑھا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں آپ لکھنؤ میں تھے۔ کل کتابیں آپ کی اور اسباب خوراکی و پوشاکی و نقدو

جنس آپ کا وہاں لٹ گیا بمشکل تمام وہاں سے گھر پہنچے۔ شادی اول آپ کی مسماۃ زاہدہ بنت شیخ ولایت حسین بن شیخ نوازش حسین ساکن امتھوا سے ہوئی تھی۔ سات برس وہ بقید حیات رہ کر لاولد جنت نعیم کو رخصت ہوئیں۔ اس کے بعد آپ لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں سے مراجعت کے بعد آپ کی دوسری شادی مسماۃ حلیمہ بنت جناب حکیم مولوی ارادت حسین صاحب مرحوم بن مولوی اولیا علی مرحوم ساکن محلہ صادقپور سے ہوئی۔ آپ نے ایک نکاح بغیر برادری میں بھی کیا تھا۔ اس سے ایک دختر مسماۃ آمنہ ہوئی جس کا نقشہ ذیل میں درج ہوگا۔ آپ کو علم ادب عربی میں بہرہ کامل تھا۔ آپ نے اوائل تحصیل علم میں کہ جس وقت آپ سولہ سترہ کی عمر میں ہوں گے ایک قصیدہ عربی امیر المومنین جناب حضرت سید احمد صاحب کی تعریف میں کہا اور وہ تمام لکھنؤ اور دہلی وغیرہ گیا۔ ہر جگہ کے علماء نے اس کو پسند کیا اور نہایت تعریف کی۔ آپ کو معقول و منقول دونوں میں بہرہ کامل تھا۔ مگر معقولات کی طرف توجہ زیادہ تھی۔ شعر شاعری میں آپ کو مہارت تام تھی۔ عربی و فارسی و اردو تینوں زبانوں میں آپ کے قصائد و غزل و رباعی و قطعات و مثنوی بکثرت ہیں۔ میں نے بوجہ طوالت ان کو نقل نہیں کیا۔ آپ کا تخلص پریشان تھا آپ کو درس تدریس کا شوق بچپن سے رہا۔ اس وقت جتنے لوگ صادقپور میں ذی علم ہیں سب آپ ہی کے خرمن علم کے خوشہ چیں ہیں۔ یہ کمترین مؤلف بھی آپ ہی کا کفش بردار ہے، اور صدہا شاگرد آپکے فارغ التحصیل ہوگئے، اور باوجود کبر سن و قلت فرصت و ہجوم مشتغلین راتوں کو بیٹھ کر طلبہ کو آپ سبق دیتے تھے آپکا ذہن و ذکاوت و مہارت علمی شہرہ آفاق ہے۔ آپ بہت بڑے نامی طبیب بھی تھے۔ طب میں بھی آپ کے بڑے بڑے شاگرد اس وقت موجود ہیں۔ تشخیص مرض و اسلوب علاج یہ خاص آپکا حصہ تھا۔ اور دست شفا بھی خداوند کریم نے خوب دے رکھا تھا۔ صدہا مریض مایوس العلاج آپ کے علاج سے صحیح ہوئے۔ جناب حضرت عمی مولانا محمد سعید قدس سرہٗ نے جو اپنی تحریر قسطاس البلاغۃ میں چند سطریں آپ کی شان میں تحریر فرمائی ہیں، ان کو میں یہاں نقل کر دیتا ہوں تاکہ حضرات ناظرین آپ کے علمی مذاق کا اندازہ کرلیں۔ وھو ھذا صورۃ ما کتبہ الفاضل الادیب الحسیب النسیب + بحر العلوم والحکم + سحاب الجود والکرم + الطبیب الحاذق + الحکیم الفائق مامن علم الا ولہ فیہ ید طولی + سیما صناعۃ الطب + فقد بلغ فیہا الغایۃ

القصوى الشاعر الفصيح الناطق بالقول الصحيح المولوی عبدالحمید ابن المرحوم المولوی احمد اللہ ابن المغفور المولوی الٰہی بخش سلمہ اللہ مالک الملک رب العرش مقرظاً علی ھذا الکتاب بالعربیۃ والفارسیۃ فاجادوا وأصاب القطعۃ العربیۃ کانھا الجواھر الزواھر فی القلائد از کلکتہ تا بنارس و الہ آباد آپ ہی کا دور دورہ تھا۔ بڑے بڑے امراء و راجہ و نواب ہر جگہ سے بمنت و خوشامد آپ کو بلاتے تھے، علوم درسیہ و شعر و سخن و علم طب ان تینوں میں آپ یکتائے زماں تھے۔

قصیدہ حکیم مولانا عبدالحمید عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

نوٹ:۔ یہ قصیدہ ندوۃ العلماء کے عظیم الشان سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۰ر-۱۱ر-۱۲ر رجب المرجب ۱۳۱۸ھ مطابق ۴ر-۵ر-۶ر نومبر ۱۹۰۰ء میں پڑھا گیا۔ ندوۃ العلماء کا یہ تاریخی اجلاس قاضی سید علی اشرف صاحب مرحوم عرف پیارے صاحب رئیس کنگھیا ٹولہ شہر پٹنہ کے دولتکدہ پر منعقد ہوا تھا۔ اس قصیدہ کو مولانا عبدالحمید صاحب کی طرف سے مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے پیش کیا تھا۔

لَکُمْ بُشْریٰ وَجَاءَکُمُ الْوُفُوْدُ ۔۔۔ اَتَمَّ مُنَاکُمُ الدَّھْرُ الْحَسُوْدُ

تمہارے پاس وفود کی آمد تمہارے لئے مژدۂ جانفزا ہے۔ ستمہائے روزگار نے تمہاری دیرینہ آرزوئیں پوری کردیں

بِحَمْدِ اللّٰهِ قَدْ جَاءَتْ رِجَالٌ ۔۔۔ مِنَ الْاَعْلَامِ هُمْ نِعْمَ الْوُفُوْدُ

گرانمایہ ہستیوں پر مشتمل قابل رشک وفد کی آمد پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے

کِرَامٌ اَتْقِیَاءُ اَصْفِیَاءُ ۔۔۔ یُضِیْءُ جِبَاهُهُمْ لَیْلًا سُجُوْدُ

جو بزرگ، صاحب تقویٰ، اور پاک طینت شخصیتیں ہیں۔ شب میں جنکی پیشانیاں داغ سجود سے روشن ہوتی ہیں

اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ مُنْذِرَاتٌ ۔۔۔ تَرَاهُمْ تَقْشَعِرُّ لَهُمْ جُلُوْدُ

جب ان کے سامنے عذاب سے ڈرانیوالی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو ان پر کپکپی طاری ہوجاتی ہے

بِذِکْرِهِمْ یَلِیْنُ الْمُسْلِمُوْنَ ۔۔۔ وَتُصْغِیْهَا النَّصَارٰی وَالْیَهُوْدُ

جن کے نام سے مسلمانوں کے دل نرم اور یہود و نصاریٰ گوش بر آواز ہوجاتے ہیں

أَخُصُّ مَنْ إِسْمُهُ السَّامِي مُحَمَّدٌ وَيَتْلُوهُ عَلِيٌّ لَهُمْ يَسُودُ

خصوصًا وہ شخص جس کا اسم مبارک محمد علی ہے وہ میر کارواں ہے

وَهُمْ فِي أَرْضِنَا خَيْرُ الْبَرَايَا إِلَى الْخَيْرَاتِ أَجْمَعُهُمْ يَقُودُ

وہ ہماری سرزمین پر بہترین افراد ہیں جو نیکیوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں

نُقَرِّبُهُمْ مُلَاطَفَةً وَحُبًّا فَيَنْزِلُنِي كَذَا الرَّبُّ الْوَدُودُ

ہم لطف و کرم سے اُن کی مہمان نوازی کر رہے ہیں تاکہ بیکراں محبت والا پروردگار ہماری مہمان نوازی کرے

نُوَاسِفًا وَنَحْنُ بَنُو كِرَامٍ تَوَارَثَ فِيهِمْ عِلْمٌ وَجُودُ

ہم اُن بزرگوں کی اولاد ہیں جنہیں علم و سخاوت ورثہ میں ملی

ذَوِي الْأَعْلَامِ وَالْأَقْلَامِ طُرًّا يُزَيِّنُهُمُ الْمَكَارِمُ وَالْجُنُودُ

جو بیک وقت صاحب علم اور صاحب قلم تھے مکارم اخلاق اور لشکر دونوں جن کی زینت بخشتے تھے

وَهُمْ قَدْ سَخَّرُوا شَرْقًا وَغَرْبًا مِنَ الْأَقْطَارِ وَافَاهُمْ وُفُودُ

مشرق و مغرب کو جنہوں نے زیرنگیں کر لیا تھا۔ اور دُور دراز ملکوں سے جن کے پاس وفود آیا کرتے تھے

وَقَدْ كَانُوا مَلَاذَ النَّاسِ طُرًّا لِكُلِّ مُصِيبَةٍ خُصُّوا وَنُودُوا

جو مرجع خلائق تھے ہر دکھ و مصیبت کے وقت جنہیں خاص طور سے پکارا جاتا تھا

وَقَدْ كَانُوا أُولِي طَوْلٍ وَمُلْكٍ تُطِيعُهُمُ الْعَسَاكِرُ وَالْجُنُودُ

جو ثروت و اقتدار کے مالک تھے بڑی بڑی فوجیں جن کے تابع فرمان رہا کرتی تھیں

وَتَخْضَعُ عِنْدَ رُؤْيَتِهِمْ رِقَابٌ وَتَرْتَعِدُ الْهَزَابِرُ وَالْفُهُودُ

جنہیں دیکھ کر گردنیں سرنگوں ہو جایا کرتی تھیں شیر و چیتے جن کی نظر ہیبت سے کانپنے لگتے تھے

فَصِرْنَا نَحْنُ فِي وَهَنٍ وَهُونٍ يَبِرُّ لَنَا الْمُعَانِدُ وَالْحَسُودُ

لیکن ہائے افسوس کہ ہم اتنے کمزور و ذلیل ہو گئے کہ ہمارے دشمن اور ہمارے حاسد ہماری زبوں حالی پر ترس کھاتے ہیں

سَعَى فِي الْأَرْضِ طُغْيَانًا وَعَدْوًا مَعَ الْأَحْزَابِ شَيْطَانٌ عَنُودُ

شیطان لعین اپنے لشکر سمیت روئے زمین پر فساد و سرکشی کے درپے ہو گیا

يُشِيعُ الْبُغْضَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ‏ فَفَرَّ الْجَمْعُ وَانْهَزَمَ الْجُنُوْدُ

وہ مومنوں کے درمیان بغض وعداوت پھیلانے لگا چنانچہ جماعتیں بکھر گئیں اور لشکر شکست خوردہ ہو گئے

وَكَانَ النَّاسُ قَبْلًا فِيْ شِقَاقٍ ‏ وَنَارُ الضِّغْنِ يُوْقِدُهَا الْوَقُوْدُ

لوگ پہلے تفریق و انتشار میں مبتلا تھے ‏ اور کینہ پروری کی آگ شعلہ زن تھی

وَشَبَّ ضِرَامُ نِيْرَانِ النِّفَاقِ ‏ وَنَارُ الْبَغْيِ لَيْسَ لَهَا خُمُوْدُ

نفاق کی آگ دہک رہی تھی۔ بغاوت وسرکشی کی آگ بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

وَهُمْ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالُ غِلٍّ ‏ وَمِنْ حِقْدٍ بِأَرْجُلِهِمْ قُيُوْدُ

ان کی گردنوں میں کینہ پروری کے طوق تھے ‏ ان کے پاؤں میں بغض و حسد کی بیڑیاں تھیں

وَعَنْ صَالِحِ الْأَعْمَالِ رَغِبُوْا ‏ وَقَدْ بَعِدُوْا كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ

انہوں نے نیکوکاریوں کو خیرباد کہہ دیا تھا ‏ قوم ثمود کی مانند پوری طرح تباہ ہو چکے تھے

يَدِبُّ الْعِلْمُ فِيْ هَوْنٍ دَبِيْبًا ‏ تَخَالُ عَلَى التُّرَابِ يَدِبُّ دُوْدُ

علم ذلت کی حالت میں ایک حقیر کیڑے کی طرح (ناپاک) زمین پر رینگ رہا تھا۔

سَعَوْا فِي الْوُدِّ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ ‏ جَزَاهُمْ خَيْرَ الرَّبُّ الْوَدُوْدُ

لیکن ان برگزیدہ ہستیوں نے مسلمانوں کے درمیان میل و محبت بڑھانے کی کوشش کی

بیکراں محبت والا پروردگار انہیں بہتر صلہ دے!

جَزَاهُمْ رَبُّهُمْ خَيْرَ الْجَزَاءِ ‏ بِجَنَّاتِ النَّعِيْمِ لَهُمْ خُلُوْدُ

ان کا رب انہیں اچھا بدلہ دے ‏ جنات نعیم میں ان کے لئے دوام ہو

وَكَانَ الْعِلْمُ فِيْ ذَاكَ الْحَضِيْضِ ‏ كَأَنَّ الْعِلْمَ فِيْ لَحْدٍ وَئِيْدُ

علم انتہائی پستی کی حالت میں تھا ‏ جیسے زیر زمین مدفون ہو

فَأَلْفَى الْعِلْمُ مِرْقَاةً رَفِيْعًا ‏ لَهَا فِي الذِّرْوَةِ الْقُصْوَى صُعُوْدُ

پھر علم نے ایک ایسا زینہ پالیا ہے جو ‏ اپنی رفعت میں اوج ثریا پر مقیم ہے

وَرَأْسُ الْعِلْمِ مُبْيَضٌّ بِشَيْبٍ ‏ فَكَادَ شَبَابُهُ بَدْءً وَعَوْدُ

علم پر پیرانہ سالی طاری ہو چکی تھی کہ ‏ پھر اس کا شباب از سر نو لوٹ آیا

وَكَانَ الْعِلْمُ مُشَوَّهًا عَجُوزًا ... فَصَارَ جَمِيلَةً وَلَهَا نُهُودُ

علم ایک بدرو بڑھیا کی مانند ہو گیا تھا ... کہ پھر ایک حسین دوشیزہ کی طرح نکھر گیا

وَكَانَ الْعِلْمُ مُسْوَدَّ الْعِذَارِ ... فَضَاءَ الْوَجْهُ وَاحْمَرَّ الْخُدُودُ

علم کے چہرے پر چھائیاں پڑ چکی تھیں، کہ پھر اس کا چہرہ تابناک ہو گیا اور اس کے رخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔

وَكَانَ الْعِلْمُ مِنْ نَسْلٍ عَقِيمًا ... فَصَارَ كَأَنَّهُ امْرَأَةٌ وَلُودُ

علم نسلاً بانجھ چکا تھا کہ پھر ایک کثیر الاولاد عورت کی طرح ثمر آور ہو گیا

وَكَانَ ثُبُوتُ دَعْوَتِهِ خِدَاجًا ... فَتَمَّ الْيَوْمَ صَدَّقَهَا الشُّهُودُ

اس کے دعویٰ کا ثبوت ناقص تھا کہ پھر آج گواہوں نے اس کی تصدیق کرنی شروع کر دی ہے

وَكَانَ الْقَوْمُ غَضْبَانًا عَبُوسًا ... فَصَارَ كَأَنَّهُ خِلٌّ وَدُودُ

امت کے افراد غضبناک تھے اور منہ بسورے ہوئے تھے کہ پھر وفا شعار مخلص دوست کی طرح ہو گئے

وَكَانَ الْقَوْمُ أَشْيَاعًا خُصُومًا ... فَزَالَ الْبَغْيُ وَاتَّفَقَ الْجُنُودُ

قوم کے افراد ٹولیوں میں بٹ کر سرگریباں تھے کہ پھر بغاوت فرو ہو گئی اور لشکر میں پورا اتفاق ہو گیا

وَكَانَتْ قَوْمُنَا نَحْسًا كَزُحَلٍ ... إِذًا كَالْمُشْتَرِي لَهُمُ السُّعُودُ

ہماری قوم کے افراد ستارہ زحل کی مانند بے برکت تھے کہ پھر ستارہ مشتری کی طرح بابرکت ہو گئے

وَنَادَوْا قَوْمَهُمْ أَعْلَى نِدَاءً ... فَقَالُوا! اسْتَيْقِظُوا وَهُمْ رُقُودُ

ان بزرگوں نے اپنی قوم کو بلند آواز سے پکارا اور جب وہ محوِ خواب تھی تو کہا کہ ہوش میں آجاؤ

أُمُورٌ بَيْنَهُمْ فِيهَا اتِّفَاقٌ ... فَبَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ يَعْتُودُ

اُن کے درمیان بہت سے مسائل طے شدہ ہیں چنانچہ ان کا ہر فرد دوسرے کے لئے تائید دہ رہے

أُمُورٌ بَيْنَهُمْ فِيهَا خِلَافٌ ... أُقِيمَ لِكُلِّهِمْ فِيهَا حُدُودُ

بعض مسائل میں ان کے درمیان اختلاف بھی ہے ... لیکن ہر ایک کی حد مقرر کر دی گئی ہے

فَأَلَّفَ سَعْيُهُمْ بَيْنَ الْأَنَامِ ... بِصِدْقِ الْقَلْبِ يُوثِقُهُ الْعُهُودُ

انکی کوششوں کی وجہ لوگوں میں حقیقی اُلفت اور سچی محبت پیدا ہو گئی ہے جسے عہد و پیمان مستحکم بناتے ہیں۔

فَصَارَ الْقَوْمُ اِخْوَانًا بِصِدْقٍ قُلُوْبٌ قَدْ خَلَتْ عَمَّا يَذُوْدُ
چنانچہ لوگ سچ مچ بھائی بھائی ہو گئے ہیں اور دل آلودگیوں سے پاک ہو گئے ہیں

سَعَوْا بِنُفُوْسِهِمْ سَعْيًا جَمِيْلًا وَلَيْسَتْ فِيْ اَكُفِّهِمُ النُّقُوْدُ
انہوں نے کافی جانفشانیاں کی ہیں اگرچہ ان کے ہاتھ روپیوں سے خالی ہیں

فَلَوْ كَانُوْا خِصَابًا اَغْنِيَاءَ تَرَاهُمْ كَيْفَ اَيْدِيْهِمْ تَجُوْدُ
اگر وہ خوشحال و باثروت ہوتے تو تم اُن کی فراخ دستی کا مشاہدہ کرتے

سَعَوْا سَعْيًا بِلَا رَيْثٍ وَّوَهْنٍ وَلَيْسَ السَّعْيُ هِمَّتَهُمْ يَئُوْدُ
انہوں نے بلا تاخیر سعی جان توڑ کوششیں کیں، سعی پیہم سے ان کی ہمتیں پست نہیں ہوتی ہیں

سَعَوْا فِيْ كُلِّ حِيْنٍ اَيَّ سَعْيٍ وَلَيْسَ يَصُدُّهُمْ عَنْهُ الصُّدُوْدُ
اُنہوں نے پیہم جانفشانیاں کی ہیں۔ ان کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی ہے

وَقَامُوْا فَاسْتَقَامُوْا جَاهِدِيْنَ وَهُمْ فِيْ غَابِ هِمَّاتٍ اُسُوْدُ
وہ اُٹھے اور جہاد میں لگ گئے۔ وہ عزائم کے میدان میں شیروں کے مانند ہیں

سَعَوْا سَعْيًا بَلِيْغًا ثُمَّ فَازُوْا اَكَبَّ بِوَجْهِهِ الْخَصْمُ اللَّدُوْدُ
مسلسل جانفشانیوں کے بعد کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئے ہیں اور زبردست دشمن کو پسپا ہونا پڑا ہے۔

اَقَامَ الْجَمْعُ مَدْرَسَةَ الْعُلُوْمِ لَهَا فِي اللَّكْنَوْ فَيْضٌ وَّجُوْدُ
اس جماعت نے ایک دانشگاہ کی بنیاد ڈالی ہے جس کے چشمۂ فیض سے لکھنؤ سیراب ہو رہا ہے

وَاَصْلَحَ فِيْ تَدَارُسِ الْعُلُوْمِ طَرِيْقًا كَانَ يَسْلُكُهُ الْجُدُوْدُ
اُنہوں نے اپنے اسلاف کے قدیم طریقہ تعلیم میں اصلاحی قدم اُٹھایا ہے

وَهُمْ قَدْ اَسَّسُوْا بُنْيَانَ قَوْمٍ بِحِصْنِهٖ اِلٰى عُلُوٍّ صُعُوْدُ
اُنہوں نے قومی (علم ودانش) قلعے کی سنگ بنیاد رکھا ہے جو بلندی کی طرف محو پرواز ہے

كَاَنَّ الْاَمْرَ ذَا قَصْرٌ مَشِيْدٌ لِهٰذَا الْقَصْرِ كُلُّهُمْ عُمُوْدُ
یہ کار عظیم ایک مضبوط قلعے کی مانند ہے اور یہ سب بزرگ اس قلعے کے ستون ہیں

وَحَانَ الْوَقْتُ قَدْ طَلَعَتْ ذُكَاءُ ۔ ظَلَامُ اللَّيْلِ لَيْسَ لَهُ وُجُودُ

وقت قریب آچکا، آفتاب نمودار ہو گیا ۔ اور (اب) رات کی تاریکی کافور ہو چکی

وَصَارَ اِلَى الْعُلٰى عَدْوًا سِرَاعًا ۔ اُنَاسٌ فِي طَبَائِعِهِمْ جُمُوْدُ

وہ لوگ جن کی طبیعتوں میں جمود تھا ۔ وہ تیزی سے ترقی کی منازل طے کرنے لگے

وَطَارَ الْعِلْمُ طَيَرَانَ الْعُقَابِ ۔ وَفِيْ وَسْطِ السَّمَاءِ لَهُ صُعُوْدُ

علم عقاب کی مانند پرواز کرنے لگا ۔ اور وہ وسط آسمان میں محو پرواز ہے

وَصَارَ الْعِلْمُ فَرْحَانًا نَشِيْطًا ۔ قَرِيْرَ الْعَيْنِ بَرَّدَهَا الْبُرُوْدُ

علم شاداں و فرحاں ہو گیا ۔ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، جیسے اولوں نے انہیں ٹھنڈا کر دیا ہو

وَصَارَ الْعِلْمُ فِيْ عَيْشٍ رَغِيْدٍ ۔ لَهُ فِيْ جَنَّةِ الْمَأْوٰى وُرُوْدُ

علم نے آسودہ زندگی پالی ۔ اس کی رسائی جنت الماوی تک ہو گئی

وَيَرْعَى الْعِلْمُ فِيْ اَرْضٍ هُدُوْنٍ ۔ وَهَانَ الْاَمْرُ وَانْحَلَّ الْعُقُوْدُ

علم کا گذر صلح و آشتی کے چراگاہ میں ہو گیا ۔ معاملہ آسان ہو گیا اور پیچیدگیاں دور ہو گئیں

وَيَرْفُلُ فِيْ ثِيَابِ الْمَجْدِ مَرْحًا ۔ كَغُصْنِ الْبَانِ تَهْتَزُّ الْقُدُوْدُ

وہ مجد و شرافت کے لباس میں اترا کر چلنے لگا ۔ جیسے بان درخت کی ٹہنیاں جھوم رہی ہوں

اِذَا يَاوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۔ تُعَامِلُهُ الْجَهَابِذَةُ الْوُفُوْدُ

جب وہ کسی مضبوط ستون کی پناہ لیتا ہے تو نقاد ان فن اس سے ایندھن کا سا برتاؤ کرتے ہیں

فَضَائِلُ سَعْيِهِمْ عَمَّ الدِّيَارَا ۔ يَفُوْحُ بِرِيْحِهِ مِسْكٌ وَعُوْدُ

ان کی کاوشوں کی برکتیں پورے ملک میں عام ہو گئی ہیں جن کی عطر بیزی سے مشک و عود معطر ہیں

فَلَا يُرْضِيْ لِمَطْلَبِهِمْ عِنَادٌ ۔ وَلَا يُجْدِيْ لِجَدْوَاهُمْ جُحُوْدُ

ان کے مقاصد سے دشمن کو خوشی نہیں ہوتی ۔ اور ان کی نوازشوں سے مٹ دھرم فائدہ نہیں اٹھاتے

فَلَيْسَ يَنْعَتُهُمْ اِلَّا سَعِيْدٌ ۔ وَلَيْسَ يَشِيْنُهُمْ اِلَّا كَنُوْدُ

ان کی تعریف خوش نصیب ہی کرتا ہے ۔ اور تنگ دل ہی ان کی عیب جوئی کرتا ہے

فَاَشْکُرُھُمْ بِشُکْرِ الْقَلْبِ شُکْرًا ۔۔۔ وَاَمْدَحُھُمْ وَخَالَفَھُمْ حَسُوْدُ

میں تہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں ۔ جبکہ حاسد ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہے

فَھَاتَا تَیْدُ وَنُ الْعُلَمَاءِ جَمًّا ۔۔۔ وَقَدْ اَتَاھُمُ الرَّبُّ الْوَدُوْدُ

یہ ہے وہ علماء کی پوری جماعت بے حساب محبت کرنے والا رب بھی جن کا ثنا خواں ہے،

فَھَا اَھْلِیْ عَظِیْمَ اٰبَادِ ھُمُّوْا ۔۔۔ اَرَاکُمْ کَیْفَ اَیْدِیْکُمْ تَجُوْدُ

اے باشندگان عظیم آباد! اٹھو ۔۔۔ میں تمہارے جود و سخا کا امتحان لینا چاہتا ہوں

وَیَا قَوْمِیْ اُمِدُّوْھُمْ بِمَالٍ ۔۔۔ وَھُمُّوْا فِیْ مَقَاصِدِھِمْ وَجُوْدُ

اے میری قوم کے لوگو! دامے درمے ان کی مدد کرو ۔ اور ان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشش کرو اور جود و سخا سے کام لو ۔

ضمیمہ تذکرہ جناب ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب مرحوم

پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ پروفیسر شعبہ عربی و فارسی ۔ پٹنہ کالج ۔ پٹنہ

آپ صغر سنی سے نحیف الجثہ تھے اور عموماً بیمار رہا کرتے تھے لیکن طبیعت نہایت ذہین واقع ہوئی تھی اور ذوق علم اپنے بزرگوں سے ورثہ میں پائی تھی ۔ آپ نے شرح جامی تک جناب مولوی محمد صاحب قیس و دیگر معلمین سے پڑھی ۔ پھر علوم مغربی کے ذوق میں اسکول و کالج کے نصاب طے کرنے لگے ۔ بی ۔ اے میں آپ کا کورس سائنس تھا ۔ لیکن کسی مجبوری کے سبب امتحان میں بیٹھ نہ سکے ۔ آخرش آپ نے کالج سے علٰحدگی اختیار کر لی ۔ اسی زمانہ میں آپ کو پھر تحصیل علوم شرقیہ و عربی زبان دانی کا شوق موجزن ہوا ۔ اس وقت آپ متاہل ہو چکے تھے ۔ اپنے محترم نانا جناب حکیم عبدالحمید صاحب قاآنی ہند صادق پوری مرحوم کے ملفوظات سے متاثر ہو کر تفسیر کشاف و اتقان وغیرہ کا مطالعہ کرنے لگے ۔ جناب حکیم عبدالحمید صاحب مرحوم برابر نہایت محبت سے زبانی شرح و نکات بتلاتے رہے ۔ اور یہ قرآن کی مختلف سورتیں اور آیات حفظ کرتے رہے ۔ علاوہ ازیں آپ ہی سے فن طب میں کمال حاصل کیا ۔ بعد کو

خدابخش خاں صاحب کے کتب خانہ واقع پٹنہ میں کتب عربیہ و فارسیہ کی فہرست اہل یورپ کے مذاق کے مطابق انگریزی میں مرتب فرمائی۔ جس کو دیکھ کر جناب ڈاکٹر راس صاحب پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ نے بڑی داد دی، اور تحصیل علم کے لئے یورپ جانے کا وظیفہ حکومت سے دلایا۔

جرمنی جانے کے لئے وظیفہ ملنے کی صورت یہ ہوئی کہ خدابخش خاں کی لائبریری میں جو فہرست کتب تیار کیا تھا، وہ فہرست کتب لندن میں چھپی تھی، اس کو دیکھ کر ڈاکٹر راس صاحب ان سے بہت خوش ہوئے اور حکومت ہند میں ان کے جرمنی جانے کے لئے وظیفہ کی سفارش کی۔ ڈاکٹر راس صاحب نے ڈاکٹر عظیم الدین صاحب کے لئے سفارش کی، اور اسی وظیفہ کے لئے ڈاکٹر ہاروویس صاحب پروفیسر علیگڈھ کالج نے ایک دوسرے آدمی کے لئے سفارش کی۔ اتفاق سے ڈاکٹر ہاروویس صاحب کلکتہ آئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر راس صاحب نے ڈاکٹر ہاروویس صاحب اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دی۔ ڈاکٹر راس صاحب نے کھانے کے موقع پر ڈاکٹر ہاروویس صاحب سے ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کا تعارف کرایا۔ اس دعوت کے موقع پر جو علمی گفتگو ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کی ڈاکٹر ہاروویس صاحب سے ہوئی، اس سے مؤخر الذکر بہت متاثر ہوئے۔ دوسرے موقع پر ڈاکٹر راس صاحب نے ڈاکٹر ہاروویس صاحب سے پوچھا کہ ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کی علمی صلاحیت آپ نے کیسی پائی؟ انہوں نے جواب دیا کہ آدمی قابل معلوم ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر راس صاحب نے ڈاکٹر ہاروویس صاحب سے کہا کہ میری سفارش کو آپ نے جیسا سمجھا ہے اس کو قلمبند کر دیجئے انہوں نے اپنے تاثرات کو قلمبند کر دیا۔ اب ڈاکٹر راس صاحب نے حکومت ہند میں دوبارہ درخواست بھیجی کہ ہم نے جس شخص کی سفارش کی ہے، اس کی قابلیت کو ڈاکٹر ہاروویس بھی مانتے ہیں۔ لہذا پہلے سال انہیں کو وظیفہ ملنا چاہئے۔ چنانچہ اس سال وظیفہ ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب ہی کو ملا۔ حکومت ہند نے عربی کی فائلولوجی یعنی علم الاشتقاق میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے لندن بھیجا۔ وہاں کے ایک ڈاکٹر کے نام حکومت ہند نے ایک خط ان کے حوالہ کیا۔ انہوں نے لندن پہنچ کر ڈاکٹر موصوف سے ملاقات کی اور حکومت ہند کا

خط ان کے حوالہ کیا۔ ڈاکٹر موصوف نے کہا کہ فائلولوجی میں پی۔ ایچ۔ ڈی ہونے کے لئے آپ کو جرمنی جانا پڑے گا۔ وہاں لائبزک یونیورسٹی کے کالج میں داخل ہونا ہوگا۔ اس کیلئے آپ کو جرمنی زبان جاننے کی ضرورت ہوگی۔ ڈاکٹر موصوف نے ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کو ایک جرمنی خاندان کے مکان میں رہنے کی جگہ دلوادی، تاکہ جرمن زبان جاننے میں آسانی ہو۔ ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کو جرمن زبان حاصل کرنے میں چھ مہینے صرف ہوئے۔ لندن والے ڈاکٹر کی سفارش سے وظیفہ میں چھ مہینہ کا مزید اضافہ کرادیا گیا۔ جرمن زبان سیکھنے کے بعد جرمنی پہنچے اور وہاں پہنچ کر لندن والے ڈاکٹر کی سفارش کے ذریعہ لائبزک یونیورسٹی کے کالج میں داخلہ کی درخواست دی۔ سینٹ کی میٹنگ میں ان کی درخواست پیش ہوئی، تو بعض ممبروں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ حضرت بی۔ اے نہیں ہیں۔ ان کا داخلہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے کلاس میں کیسے ہوسکتا ہے۔ سینٹ کے ایک ممبر کے پاس آپ کی تصنیف کردہ کتاب کی ایک جلد موجود تھی۔ انہوں نے دیگر ممبران کے سامنے اس کتاب کو پیش کردیا، اور کہا کہ اس کتاب کو آپ سب حضرات ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ اس کتاب کے مصنف کس لیاقت کے آدمی ہیں۔ جب دیگر ممبران نے اس کتاب کا مطالعہ کیا تو ان پر آپ کی علمی لیاقت عیاں ہوگئی۔ پہلے ممبر نے کہا کہ سینٹ کے ممبر اگر کسی کی صلاحیت کے قائل ہوجائیں تو ممبروں کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی یونیورسٹی کی طرف سے ان کو بی۔ اے کی سند دیدیں۔ چنانچہ لائبزک یونیورسٹی کی طرف سے ان کو بی۔ اے کی سند مل گئی۔ اس طرح پی۔ ایچ۔ ڈی کے کلاس میں ان کا داخلہ بھی ہوگیا۔ اب آپ باضابطہ پی۔ ایچ۔ ڈی کے کلاس میں حاضری دینے لگے۔

لائبزک یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے جن کے یہ شاگرد تھے سائنس کے پروفیسر سے ان کی ذہانت، فطانت اور لیاقت کی تعریف کی۔ سائنس کے پروفیسر نے ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب مرحوم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ اگر وہ ملنا چاہیں تو شام کی چائے میرے یہاں پئیں۔ ان کے استاد نے ایک خط لکھ کر ان کو دیدیا۔ آپ شام کی چائے کے وقت سائنس کے پروفیسر کے یہاں پہنچے اور اپنے استاد کا خط پیش کردیا۔ جب گفتگو دونوں کی ہونے لگی، تو اس پروفیسر کی زبان سے سائنس آف بیڈلین کا نعقرہ نکلا۔ اس پر

عظیم الدین احمد صاحب نے فرمایا کہ کیا یہ سائنس ہے ؟ اس پر دونوں کی گفتگو ہوئی۔ پروفیسر صاحب بیڈلسین کو سائنس ثابت نہیں کر سکے۔

جرمنی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے اپنے وطن مراجعت فرمایا۔ پانچ سال تک لاہور یونیورسٹی میں ملازمت کرنے کے بعد پٹنہ کالج میں ایم اے فارسی کورس کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ کی صحت ناقص تھی ہی۔ دوبارہ فالج کا دورہ ہو چکا تھا۔ جس نے مذاق مطالعہ میں سخت رکاوٹ پیدا کر دی۔ آپ ایک نرم مزاج، کنبہ پرور اور فراخ دل شخص تھے۔ اپنے اعزہ اکا لحاظ رکھتے تھے۔ بہت خوش طبع اور دیکھو شخص تھے

جب آپ بی۔ اس۔ سی۔ کلاس میں تھے تو ازدواج کا خیال آپ کی والدہ کو پیدا ہوا۔ لیکن نسبت پختہ پڑ نہ ہو سکی۔ اسی زمانہ میں آپ کی صحت ناقص ہو گئی اور قدرے سوداوی شکائتیں رہنے لگیں۔ اتفاق سے ایک کمسن بیوہ جس کی بہن عرصہ سے حکیم فہیم الدین مرحوم کی رفیقہ تھیں آپ کے یہاں آ گئیں۔ چند دنوں بعد آپ کی والدہ نے برغبت اس لڑکی کو آپ کے سپرد کیا۔ آپ ان کو اپنے عقد میں لے آئے۔ ان کے بطن سے اس وقت دو لڑکے (یعنی مولوی علیم الدین احمد صاحب ام ملے۔ ان عریک) وکیل ہیں۔ جن کی شادی ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ صبیہ شیخ عبداللطیف بن مولوی عبدالباری سے ہوئی۔ دوسرے لڑکے مسٹر کلیم الدین احمد صاحب ہیں۔ آپ پٹنہ یونیورسٹی میں بی۔ اے آنرز ان انگلش کے ساتھ فرسٹ ہوئے اور ایم اے میں بھی امتیازی نمبر لا کر طلائی تمغہ حاصل کیا۔ گورنمنٹ کے وظیفہ پر عزم سفر یورپ کیا۔ وہاں سے ڈگری حاصل کر کے آئے تو پٹنہ کالج میں انگلش کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ پروفیسری سے ترقی کر کے پٹنہ کالج کے پرنسپل بنے۔ کچھ ہی دنوں بعد آپ نے اتنی ترقی کی کہ آج کل آپ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بہار کے جلیل القدر عہدے پر فائز ہیں۔ آپ کا عقد بنت مسٹر عبدالحفیظ بن مولوی عبدالباری صاحب مذکور الصدر، ساکن محلہ شاہ گنج متصل شاہ ارزاں کی تکیہ بتاریخ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۲۸ء ہوا۔

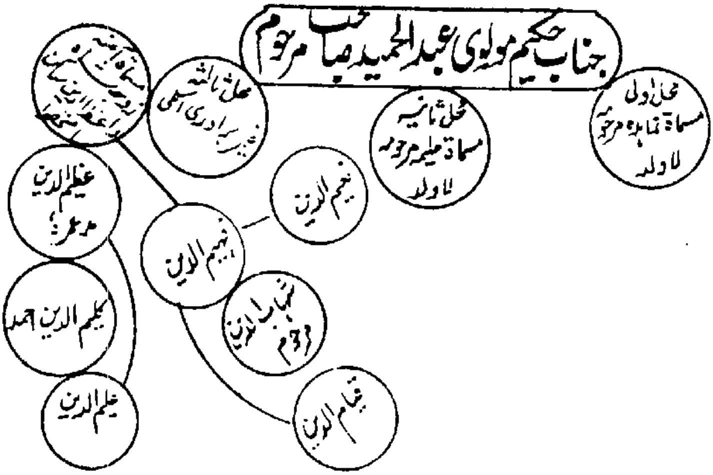
تیسری ایک لڑکی مسماۃ مسعودہ زوجہ مسٹر سید عبدالجلیل صاحب بی ملے

بی، ایل بن حکیم فضل حسین صاحب ساکن دولت پور، ضلع گیا ہیں)۔

پٹنہ کالج کی ملازمت کے زمانہ میں عربی مذاق کے مطابق تفاسیر، تاریخ، سیر اور ادبیات کی کتابیں کالج کے کتب خانہ میں جمع کرا دیئے۔ تاریخ اور تفسیر قرآن سے آپ کا خاص مذاق رہا۔ ایک عرصہ کے مطالعہ نے آپ کے دل میں قرآن کے مضامین کی ایک خاص فہرست پیدا کر دی۔ اب آپ ایک کاپی پر سرخی قائم کر کے آیات قرآنی نقل کرتے۔ پھر ان کی مختلف تفاسیر سے بصائر و نظائر از خود نکتے جمع کرتے رہے، جو اہل علم کے لئے نہایت بصیرت بخش اور نادر مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔ جب قویٰ تحقیق و تفتیش کے لئے نحیف ہو گیا تو اسی پر اکتفا کر کے اس مجموعہ نادرہ کو اپنے چھوٹے صاحبزادے مسٹر کلیم الدین احمد صاحب کے سپرد کر دیا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد اس کی اشاعت کا موقع دے تاکہ اہل علم و ذوق صحیح طور پر اس سے مستفید ہو سکیں، اور اس کی دوسری مثال قائم کر سکیں۔ ف قرآن کی دیرینہ وابستگی ان کی مربی تھی۔ **ملازمت** سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے حج بیت اللہ اور شرف زیارت نبوی بھی حاصل کی۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ ایک خاص بصیرت کے ساتھ جاری رہا۔ جو شخص آپ سے ملاقات کے لئے پہنچتا، اس کے سامنے اکثر یہ نکات قرآنی از تفاسیر پیش فرما دیتے اور کہتے کہ دیکھئے میں صرف ناقل ہوں۔ اپنے شرح و بسط کو دخل نہیں۔

آپ فیلو آف پٹنہ یونیورسٹی بھی تھے۔ آخر عمر میں پنشن پانے کے کچھ پہلے یا بعد سنسکرت زبان بھی حاصل کر لی تھی۔ ویدکی سنسکرت کو اچھی طرح سمجھنے لگے تھے۔ آپ کا انتقال پر ملال مورخہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۴۹ء ۸½ بجے بعارضہ فالج تیسرے حملہ سے ہوا۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

نقشہ حکیم عبدالحمید صاحب کی اولاد و احفاد کا یہ ہے اور آپ نے ۵ جمادی الثانی بروز دوشنبہ ۱۳۲۳ھ کو رحلت کی اور مدفن خاص تموہیہ میں مدفون ہوئے اللہم اغفرلہ وارحمہ۔



مولوی اشرف علی صاحب مرحوم

آپ کی ولادت غالباً ۱۲۵۹ھ میں ہوئی تھی۔ حلیہ۔ چیت چھریرہ بدن، میانہ قامت، کتابی چہرہ، قدرے بلند پیشانی گردہ دار داڑھی - رنگ چٹا صاف - آپنے درسیات اپنے والد ماجد مولوی احمد اللہ صاحب اور اپنے برادر معظم حکیم مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم اور اپنے عم محترم مولوی فیاض علی صاحب سے پڑھیں اور بغرض تکمیل درسیات آپنے عم مکرم کے ہمراہ ملک افغانستان تشریف لے گئے۔ لیکن جب وہاں غرض پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آئی تو آپ دہلی میں مفتی صدرالدین صاحب کی خدمت میں پہنچے، انہوں نے بوجہ کبرسنی درس سے معذوری ظاہر کی اور صرف قطبی کے بعض مشکل مقامات دریافت کر کے نہایت محظوظ ہوئے۔ وہیں جناب مفتی صاحب کے بھانجے کی فہمائش سے آپ نے انگریزی شروع کی اور پھر ترک کر دی۔ پھر مولوی سلامت اللہ صاحب کانپوری کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ وہ بھی بوجہ ضعف پیری سلسلۂ تلمیذ میں آپ کو نہ لے سکے۔ وہ بھی مشکل مباحث کے جانچ سے محظوظ ہوئے۔

جونپور میں مفتی یوسف صاحب فرنگی محلی مدرس اول مدرسہ شاہ عینا اللہ مدرس اول کے پاس پہنچے اور کچھ عرصہ تک مسائل عقلیہ و فقہیہ کی مشق کی۔ جناب مفتی صاحب کل فتاوے

آپ سے لکھواتے اور فرمایا کرتے "تمہارا علم مجھ سے ہرگز کم نہیں ہے" آپ نے قیام لکھنؤ کے عرصہ میں فن طب سے بھی فراغت حاصل کی تھی۔ پھر تحصیل علوم مغربی کی طرف توجہ فرمایا اور بنارس آکر اسکول میں اپنا داخلہ کرایا (انداز یہ تھا کہ آپ خود مشکل مقامات کی شرح کر ڈالتے۔ دوسروں کے نوٹ سے احتراز رکھتے۔ موسم سرما میں چند ماہ مسلسل محنت شاقہ فرماتے)۔ آپ نے فراغ انگریزی بنارس ہی میں کیا۔ آپ کا ارادہ تین مضامین میں ایم۔اے دینے کا تھا۔ چنانچہ ریاضی چھ ماہ مطالعہ کرنے کے بعد بوجوہ چند اس کو ترک کرکے صرف زبان عربی میں ایم۔اے دیا۔ آپ کا ارادہ رائے چند پریم چند کے امتحان میں بھی شامل ہونے کا تھا۔ آپ نے قانون کے امتحان کے لئے دوبار تیاری کی۔ مگر بوجہ موانع آخر ش ارادہ فسخ کر دیا۔ آپ نے اسکول یا کالج میں پڑھنے کے زمانہ میں ایک انعامی مضمون مشتہرہ سرسید احمد خاں صاحب علیگڈھ لکھا تھا جس میں آپ کا مضمون متفوق اول قرار پایا تھا۔ آپ کے حاشیے بخط خود اکثر درسیات پر پائے گئے ہیں مگر مستقل حواشی دستیاب نہ ہوئے۔ افسوس آپ کے مکتوبات اور سفینے ضائع ہو گئے، جن میں آپ کے بلیغ قصائد وخطبات تھے۔ بنارس کالج میں کچھ دنوں آپ ریاضی کے اسسٹنٹ پروفیسر رہے لکھنؤ اودھ اخبار کے ایڈیٹر رہے۔ پھر نواب بہاولپور کی ریاست میں ہیڈ ماسٹر اسکول مقرر ہوئے۔ بعد اس کے ریاست جوناگڈھ میں پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہاں تخمیناً پانچ چھ برس قیام فرما کر بوجہ سیاسی دقتوں کے جناب نے استعفا دیدیا (اگرچہ وہاں کے ریذیڈنٹ اور نواب صاحب کا خیال کسی عہدۂ جلیلہ پر آپ کو ممتاز کرنے کا تھا) آخر میں قصبہ باندہ کے اسکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ آپ کو درس وتدریس کا از بس شوق تھا۔ اعزہ اور اغیار کو فرصت کے اوقات میں پڑھاتے۔ طرز تعلیم ایسا اعلیٰ تھا اور متعلم کے ساتھ ایسی محنت فرماتے کہ تھوڑے عرصہ میں غبی کو بھی صاف استعداد ہو جاتا۔ بعد ترک ملازمت جناب کا شغل درس وتدریس ہی رہا۔ جناب کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ قواعد بغدادی سے لے کر شمس بازغہ وصدرا تک ایک توجہ اور محنت سے پڑھاتے۔ نہ کسی فن کی قید تھی نہ ادنیٰ اور اعلیٰ درسیات کی اور نہ طلبہ کے ذہانت کی۔ جناب کی التفات کے لئے متعلم کی صرف سلامت روی اور شوق پر توجہ کافی تھی۔ آپ الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو بھی تھے۔

آپ کا زمانہ مسافرت و تحصیل علوم نہایت صعوبت کا گذرا ہے۔ آپ کا عزم و استقلال اور نظم و ہوشمندی آپ کے اخلاف اور دیگر شائقین علوم کے لئے سبق آموز ہیں۔ مگر بوجہ طوالت ترک پر مجبور ہوں۔ آپ کا رجحان طبعی فنون لطیفہ کی طرف تھا۔ جناب تدریس کے وقت کتاب سامنے ضرور رکھتے۔ ذوق تحصیل علوم مغربیہ کے بعد آپ نے درحقیقت کتب علوم شرقیہ کا مطالعہ ترک کر دیا تھا۔ تاہم باوجود ایسی بے توجہی کے فن ادب عربی میں آپ کا پایہ ایسا بلند تھا کہ بڑے ماہر فن ادب اپنی مشکلات مولانا سے حل کرتے۔

جناب کو تمدنی امور میں اپنے والد ماجد کا ورثہ ملا تھا۔ آپ نہایت عقل و لبیب و صاحب فہم و فراست تھے۔ ذہانت و ذکاوت میں اپنے برادر معظم حکیم عبدالحمید صاحب کے مثل تھے۔ حکیم صاحب خود فرماتے تھے کہ مولوی اشرف علی ذہانت میں مجھ سے کم نہیں ہیں۔

آپ وضع قدیم کے نہایت پابند۔ خیالات کے نہایت پختہ۔ وضع و لباس میں سادہ اور انگریزی انداز سے نہایت متنفر تھے۔ آپ کا دلی علاقہ مع اللہ نہایت عمدہ تھا۔ تلاوت قرآن کے نہایت پابند تھے۔ مرض الموت میں بصارت کی معذوری کی وجہ سے ایک شخص کو قرآن پڑھکر سنانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ تہجد کا التزام تھا۔ مگر عبادات میں نہایت تنہا پسند اور نہایت خاشع تھے۔ آپ بلند خیال اور حوصلہ مند تھے۔ آپ جس امر کو صحیح سمجھتے بلا رعایت کے اس کا اظہار کرتے۔ منکسر المزاج صاحب خلق عظیم۔ کریم الاخلاق۔ صاحب مروۃ۔ باحیا۔ نرم گفتار اور سخن سنج تھے۔ آپ شہسواری اور فن جنگ سے خوب آگاہ تھے۔ آپ کی آواز بلند تھی۔ ورزش اور سیر وغیرہ کا آپ کو شوق تھا۔ التزام کے ساتھ ٹہلنے کو جاتے۔ ایک خادم آپ کے ساتھ رہتا۔

جناب مولانا کی ایک غزل فارسی دستیاب ہو گئی ہے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں:۔

پائے من در رہ عشقت بدویدن بے تاب	خار ہائے ہمہ صحرا بخلیدن بے تاب
جسم خاکی بغم ہجر تو مائل بہ فنا	طائر قدسی روحم بپریدن بے تاب
اے سحر طول تو ہنگام فراقم یاد است	در شب وصل چرائی بدمیدن بے تاب
ناصحا! پوش عیوبم کہ ہنر ایں باشد	چند باشی تو پئے پردہ دریدن بے تاب
کے شوم خوش بہ ثنائے دو جہاں چوں ہستم	بہر دشنام لب یار شنیدن بے تاب

صبر کن اے دل مہجور و با ہجر بساز		خوش بسوز و مشو از درد طپیدن بےتاب

جناب نے بتاریخ ۲ شوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۸ء بروز سہ شنبہ اس دار فانی سے رحلت فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔[1]
آپ کی شادی اول مسماۃ رقیہ بنت مولوی اکبر علی ؒ سے ہوئی تھی۔ وہ چھ سات برس زندہ رہکر راہی خلد بریں ہوئیں۔ دوسری شادی مسماۃ خدیجہ بنت مولوی سید باقر علی ساکن پیر بیگہہ ضلع گیا سے ہوئی تھی۔ ان سے ایک لڑکا (احمد علی) پیدا ہوا تھا۔ جو چند ماہ کا ہو کر گذر گیا۔ اس کے بعد مسماۃ موصوفہ نے بھی ۱۳۱۲ھ میں انتقال کیا۔ تیسری شادی مسماۃ رؤف بنت سید جنت حسین بن سید فرخ حسین بن خادم علی بن سید علی احمد بن ملا فتح اللہ بن ملا محبوب اللہ بن مولانا حفیظ اللہ سے بمقام شیر گھاٹی ضلع گیا سے ہوئی تھی۔ آپ نے بھی ۱۰ شوال ۱۳۲۲ھ میں لاولد انتقال کیا۔

ترجمہ مولانا عبد الحکیم صاحب مرحوم

پیدائش — آپ مولانا احمد اللہ صاحب کے خلف پنجم تھے۔ آپ کی ولادت غالباً ۱۲۶۱ھ میں ہوئی تھی۔

حلیہ — پست قامت نازک نحیف۔ رنگ گورا اعضا۔ کتابی چہرہ خوبرو۔ پست آواز۔

بچپن — مذہبی تخیل اسی وقت سے تھا۔ اسی لئے آپ سے لوگوں کو خاص امیدیں وابستہ تھیں، اور آپ کے مداح تھے۔ اگرچہ اس کا اثر آپ کی محض سادہ طبیعت پر ضرور پڑتا تھا۔ لیکن اللہ نے خاص دستگیری فرمائی۔

تعلیم — آپ نے درسی کتابیں و نیز فن طب اپنے برادر معظم حکیم مولوی عبد الحمید صاحب مرحوم سے پڑھیں اور سند حدیث شریف و خلافت اپنے عم مکرم و مرشد جناب مولانا یحییٰ علی صاحب سے لی تھی۔ اگرچہ بوجہ ذہانت معقولات سے طبیعت کو خاص مناسبت تھی۔ لیکن رجحان و مشغلہ قرآن و حدیث ہی کے ساتھ تا دم مرگ رہا۔ آپ کے خط نسخ و نستعلیق دونوں

[1] منقول از پرچہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔

نہایت پاکیزہ تھے۔

اخلاق و مزاج ـــ اتباعِ سنّت و تبلیغ احکامِ الٰہی کے شیدائی اور حق پسند تھے۔ آپ کے ماننے والے آپ کی غلطیوں پر بے باکی سے متنبہ کرتے اور آپ بسر و چشم تسلیم کرتے اور واقعات صحیح سے آگاہی کی خواہش ظاہر فرماتے۔ اگر جناب کے ماننے والی جماعت میں کوئی لائق و صالح عالم شخص پہنچتا یا ہوتا تو وعظ و فتویٰ اسی کے سپرد فرماکر لوگوں کو اس کی جانب رجوع ہونے کی تاکید و تفہیم کرتے۔ آپ خلافِ شرع امور کو دیکھ کر بیتاب ہو جاتے اور بلا تامل اس کے روکنے کی کوشش فرماتے۔ آپ صاف گوئی میں غایت بیباک گویا برہنہ شمشیر تھے۔ لوگوں کی غیبت نہ کرتے، بلکہ علانیہ نہایت سختی کے ساتھ اس پر نقد کرتے۔ اگر کسی مسئلہ میں آپ کی رائے غلط ہوتی تو آگاہی کے بعد نہایت آزادی کے ساتھ صاف صاف لفظوں میں برسرِ جلسہ اعتراف فرماتے۔ مداہنت یا عزّت و جاہ طلبی کو راہ نہ دیتے۔ یہی وجہ تھی کہ علمائے حق کے دلوں میں آپ کا خاص وزن اور لحاظ تھا۔ بلکہ مخالف بھی آپ کے لسانِ چہارم کی ہزار شکایت کے ساتھ بالآخر آپ کے جوہرِ عالی کا معترف ہوتا۔ حق کی اشاعت کے مقابل میں گرانبہا (بیرونی) فیسوں کی مطلق پرواہ نہ کرتے۔ آپ کی ساری تکلیف و تکان صرف ایک جملہ سے دفع ہو جاتی "لوگ آپ کے وعظ سے غایت متاثر تھے"۔ غایت بے تکلف، شان شوکت سے دور، غربا کے یہاں پیادہ پا جاتے۔ غربا و ہم جماعت سے فیس کی پرواہ نہ رکھتے۔ گنواروں کے یہاں بلا تکلف و اکراہ بد طعم غذا تک تناول فرماتے۔ حالانکہ آپ خوش غذا تھے۔ فرش کی قید نہ تھی۔ معمولی چٹائی یا زمین پر بیٹھ جاتے، سفرِ وعظ میں سواری کی پرواہ نہ کرتے۔ کوسوں پیدل چلتے۔ آپ نے مولانا فیاض الدین صاحب کے مدرسہ کی برابر اعانت فرمائی۔ مزاج نہایت سادہ، نہک اور عملاً منکسر (اس پر گھر کی تربیت سونے میں سہاگہ تھی) اور آزادِ مطلق نہ تھا۔ تند مزاج مگر حق کے سامنے سرنگوں اور راضی، طبیعت کمزور، مگر گفتارِ حق میں خصوصاً وعظ یا دیگر اظہارِ حق کے مواقع میں اس منحنی پیکر میں وہ بے باکی اور مردانگی آجاتی اور ایسے بیان برسرِ عام فرماتے کہ علماء ان کے زبان پر لانے سے کانپتے۔ زود رنج مگر فریقِ مخالف کے میدان پر جلد طبیعت صاف کرنے والے۔ عام

لوگ کیا اقربا تک آپ سے گفتگو کرنے میں نہایت پس و پیش کرتے۔ تمہید کے ساتھ مزاجداری کرتے ہوئے باتیں کرتے۔ لیکن مریدوں کے ساتھ آپ کا حال جدا تھا۔ وہ شوخی کے ساتھ آپ سے گفتگو کرتے اور نہایت بیباکی سے آپ پر جرح کرتے۔ بعض اوقات تقاریر میں پریشان کر دیتے۔ آپ مطلق رنج نہ رکھتے۔ لباس و رہائش میں پرانی روش کی سختی سے پابندی فرماتے۔

مشاغل ــــ طبابت علاج میں اصول و ضوابط کی سخت پابندی رکھتے۔ آپ کے نسخے مختصر ہوتے اور طوالت ناپسند کرتے۔ اختصار کی غایت ایک جز تک پہنچتی۔ انتقال ذہنی خوب تھا۔ تشخیص اعلیٰ تھی۔ امراض بطون و صدر کے علاج میں خاص ملکہ تھا۔ معالجہ میں منفرد رہنا اور اظہار رائے و مشورہ سے احتراز رکھنا پسند کرتے۔ ایک عرصہ تک آپ کے مطب کی خوب رونق تھی۔ دو جگہ مطب فرماتے (صادق پور اور مراد پور)۔ لیکن ایلوپیتھک کی عام مقبولیت و رواج اور خاص انہماک وعظ و تذکیر کی وجہ سے یہ رنگ قائم نہ رہ سکا۔ (۲) علماء صادق پور کا مشغلہ تدریس بھی تھا۔ آپ نے اس میں بھی زیادہ حصہ لیا۔ اکثر اہل قرابت آپ کے شاگرد ہیں۔ یہ شغل کم و بیش تمام عمر رہا۔ البتہ تبدیل مذاق زمانہ اور اپنی عدیم الفرصتی سے بہت کم ہو گیا تھا۔ (۳) چونکہ جناب دینی شوق کے ساتھ طبیعت میں ثقاہت اور مقامی احوال سے آگاہی بھی رکھتے تھے۔ اسلئے شہر و دیگر مقام کے فتویٰ اور مسائل بھی خصوصیت کے ساتھ آپ کے پاس رجوع ہوتے تھے۔ مگر لوگ آپ کے سادہ و نیک مزاجی سے غلط فائدہ اُٹھانے کی بھی کوشش کرتے۔ (۴) آپ نے بعض کتابیں مبتدیوں کی تعلیم کی غرض سے تالیف فرمائی تھیں اور سورۂ فاتحہ، سورۃ بقر، تبارک الذی، عم پارہ وغیرہ کی تفسیر، مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ کیا تھا۔ ایک خاص تصنیف آپ کے خطب تھے، جن کی ان گنت جلدیں تھیں۔ جمعہ کے خطبۂ اول میں مشکوٰۃ شریف کی چند حدیثیں ہوتیں اور خطبہ ثانی میں چند آیات۔ یہ خطب مسلسل بھی ہوتے مراد پور کے لئے اور غیر مسلسل بھی دیگر مقامات کے لئے۔ اُن پر تاریخ اور مقام ثبت ہوتے (۵) چونکہ آپ کو مطبوعہ کتابوں پر بھروسہ نہ تھا اور کتابت سے خاص شغف تھا۔ مطب میں مریض آتے، ان کا نسخہ ترتیب دیکر پھر کتابت میں مشغول ہو جاتے۔ تاہم قلم اور روشنائی کی نفاست

کا اہتمام نہ رکھتے)، طلبہ کو کتابیں اکثر خود نقل کر کے دیتے۔ فرصت کے اوقات میں مشکوٰۃ کی مختلف ترتیب دیا کرتے اور نمبر دیتے جاتے۔ (۶) ہفتہ کے ایام صادق پور۔ عالم گنج خاں مرزا محلہ شاہ گنج۔ مراد پور۔ داناپور وغیرہ میں وعظ کے لئے مقرر تھے۔ بعد مغرب تقریباً ایک گھنٹہ یا بیش بیان کرتے۔ آپ ہر ہفتہ صلوٰۃ جمعہ پڑھانے کی غرض سے مراد پور تشریف لے جاتے اور ایک عرصہ مدید تک ننموہیہ کی جامع مسجد میں بھی جمعہ کی امامت فرماتے رہے۔ آپ عموماً تذکیر کے ہر موقع کی دستیابی کے لئے از حد متمنی اور بیتاب رہتے۔

وعظ — جناب کا بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہوتا۔ گنوار سے گنوار بھی سمجھتا اور مستفیض ہوتا۔ یہی حالت آپ کی تحریر کی بھی تھی۔ اگرچہ کبھی کبھی ادبی نکات بھی بیان فرماتے۔ قرآن مجید کی آیتیں اور مشکوٰۃ شریف کی چند حدیثیں یا صرف قرآن (دیکھ کر یا لکھ کر) بیان فرماتے۔ جمعہ یا دیگر بیان کے لئے خطبے تحریر فرماتے۔ آپ زبانی بیان ناگہانی فرماتے۔ وعظ میں اکثر اوقات اور قصے بھی بیان کرتے۔ آپ کا وعظ نہایت پرجوش ہوتا (یا سادہ) باوجود پیشہ طبابت کے درخواست وعظ سے کبھی اغماض نہ کرتے، بلکہ شاداں و فرحاں قبول فرماتے۔ اس کے لئے طبیعت کی معمولی ناسازی کی پرواہ نہ کرتے۔ لوگوں کے یہاں جا کر اجتماع کے انتظار میں خاموش بیٹھے رہتے۔ اس تقریب سعید کے لئے کبھی لوگ سواریاں بھیج دیتے مگر عموماً خود معمولی مشترکہ سواری (یکہ) پر پہنچتے اور صرف میونسپل مقررہ کرایہ قبول فرماتے۔ فاضل کرایہ اپنی جیب سے ادا کرتے۔ اس کے لئے نہ دھوپ کی پرواہ تھی نہ بارش کی۔ وعظ کے لئے دور دراز سفر کرتے اور ہفتوں گزار دیتے۔ ایسے سفر میں نہ مناسب غذا کی پرواہ ہوتی (حالانکہ ضعف معدہ سے برابر پریشان رہتے) نہ نفاست سواری کی تیسرے درجہ میں بھی سفر کرتے۔ اگر زر بیہ خرچ سفر سے زیادہ پیش کیا جاتا تو سختی کے ساتھ واپس کرتے۔ ورنہ آپ کی جیب ہی متحمل ہوتی۔ اور ریل سے اتر کر کوسوں پیدل بھی چلتے حالانکہ سفر و حضر میں بحیثیت طبیب اپنے پوری داشت کا لحاظ رکھتے۔ آپ عرصہ دراز تک انجمن اسلامیہ بانکی پور کے خاص واعظ رہے اور سونپور کے میلہ (چھپرہ) میں انجمن کی جانب سے برسوں تشریف لے گئے لیکن کبھی نہ فیس لی۔ نہ ڈبل خرچ سفر۔ نہ غذا اور رہائش کی

فرمائش کی۔ نہ تکالیف کی شکایت۔ پھر بھی آپ کی صاف گوئی سے لوگ نالاں ہو کر آپ کی دعوت بند کر دیتے۔ اور پھر قحط علماء سے مجبور ہو کر اس حق گو مفت واعظ کو مدعو کرتے۔ لوگ علاج کی غرض سے لے جاتے اور وعظ کے بہانے ہفتہ عشرہ مفت روک لیتے۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ وعظ کا عوام پر عمدہ اثر پڑا تو سمجھتے کہ بس بھر پایا۔ نہایت مسرور و محظوظ ہوتے یہی آپ کی غذائے روح تھی۔ اگرچہ جناب کے روکنے کی غرض سے بھی ایسی باتیں مبالغہ کے ساتھ لوگ بیان کر دیتے (عجیب سادہ طبیعت تھی) شرک و بدعات رہنر نفس۔ ہوتا (کبھی) تصوف مروجہ کی خوب خبر لیتے۔ مطب پر بھی اکثر مراسم بدعات و شرک کا تذکرہ آجاتا تو ساری توجہ اسی کی جانب مبذول ہو جاتی۔ نہایت جوش کے ساتھ تقریر فرماتے رہتے، اور مریض سنتے رہتے۔ اس طرح اکثر اپنے خیال کا بھی علاج اور اصلاح کرا لیتے۔ آپ نے وعظ و تبلیغ کے لیے گویا اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون۔ غرض ایک درد تھا۔ جو آپ کی ذات کے ساتھ یک بیک ختم ہو گیا۔ لیکن آپ کو نہ مناظرہ سے رغبت تھی نہ فطرت نے آپ کو اس کے لیے موضوع کیا تھا۔ جس کی قربانی کا یہ عالم ہو۔ واعظین کے تصنعات کے خیال سے اس کو کیا ہیجان اور اضطراب ہوگا محتاج بیان نہیں۔ ایک بار مولانا مرحوم بتقریب وعظ کلکتہ مدعو ہوئے۔ وہاں ایک ہفتہ قیام رہا۔ لوگوں نے خاص خاص مضامین کی فرمائش کی۔ علاوہ بریں آپ وہاں کے بعض شدید امراض سے آگاہ تھے۔ چنانچہ آپ نے سود خواری۔ پیر پرستی کی خوب خبر لی۔ اور اخیر وعظ میں وعظ اور پیروں کے زخفتانہ اور ہدایات پر نہایت سخنی کے ساتھ مدلل نکتہ چینی اور نہایت بسط کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ حسب دستور اہل کلکتہ گراں نقود کے ساتھ حاضر تھے۔ لیکن سب خاموش اور متاثر گھر واپس گئے۔ آپ وعظ و ارشاد کے لیے صالح متقی۔ متین اور معمر شخص کو پسند کرتے اور اپنے ارادتمندوں کو آپ ایسے شخص کی جانب میلان و بیعت کی ترغیب و اجازت بھی فرماتے۔

احیاء سنت۔ پٹنہ میں صلوٰۃ عیدین مسجدوں میں ادا کی جاتی ہیں۔ کوئی مصلے

مطابق سنت کے موجود نہ تھا۔ جماعت اہل حدیث بھی اس جانب سے غافل تھی۔ آپ نے سعی بلیغ سے مصلٰی قائم کیا اور مخالفتوں کا مقابلہ کیا۔ اب تک سنت جاری ہے۔ اللہ استقامت بخشے۔ آمین۔ جناب مصلّٰی ہی میں تزیانی بھی فرماتے۔ آپ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں عرصہ مدید قیام کے باعث مسلمانوں سے تعدد ازدواج متروک ہی نہیں، بلکہ وہ مکروہ سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ بیک زمانہ جناب کی تین ازدواج تھیں۔

بعض خیالات — مقامی امام کے موجود رہتے اور بغیر اس کی اجازت کے دیگر علماء مشائخ دیار سے بیعت وعظ اور ان کی جانب بلا وجہ رجعت کرنی غایت ناپسند فرماتے۔ مولانا عبدالعزیز و مولانا شاہ عین الحق صاحبان غفر لہما اپنے دورۂ عظیم آباد میں اس کا لحاظ رکھتے

(۲) انجمنوں میں مواعظ و تقاریر کی بھرمار ناپسند فرماتے اور خود بھی کہا امکن احتراز کرتے۔ فرماتے لطف تقاریر کی حاجت نہیں۔ ایک وعظ اصلاح قلب کے لئے کافی اور مناسب ہو سکتا ہے۔ مگر مذاکرۂ علمیہ آرہ کے جلسوں میں مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کے اصرار کے سامنے مجبور ہو جاتے۔

(۳) بارات (لڑکی والے کے یہاں) کھانے سے احتراز کرتے۔

(۴) آپ انگریزی اشیا خصوصًا روش اور تعلیم کے شدید مخالف تھے۔ ایک عرصہ تک انگریزی متعلمین کے متعلق آپ کا نہایت سخت فتویٰ تھا لیکن زمانہ نے آخر ش بہت کچھ خیال میں نرمی پیدا کر دی تھی۔

(۵) آپ جبہ میں بار بار وعظ فرماتے تھے۔

مریدین — آپ کے مریدوں کی تعداد ماشاء اللہ کثیر ہے بعض محلے اور بعض بستی کے کل مسلمان آپ ہی کے مرید ہیں۔ بلکہ صوبہ بہار کے اہل حدیث بعض نوائیت اور اکثر ارادت آپ کے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کے مریدوں کی روش مقلدانہ نہیں ہے۔

خاتمہ — مولانا مرحوم کی زندگی علماء اور واعظین کے لئے ایک عمدہ نمونہ عمل ہے۔ آپ نے میدان تبلیغ حق میں رزق، عز، وجاہ، راحت و آرام کو پس پشت کر ڈالا سفر و حضر میں اپنی فرمائشات اور اپنی مشیخت سے کسی میزبان کو تکلیف نہ پہنچنے دی۔ باوجود کمزور طبیعت

کے اظہارِ حق میں مداہنت کو مطلق کبھی راہ نہ دی۔ یہ سب ایثار صرف اس لیے کئے کہ حزب اللہ کی بڑھتی ہو۔ کلمۃ اللہ ہی العلیا کی عام گونج بلند ہو۔ عباد الرحمٰن میں استقامت آئے اور طاغوت کے پرستار اللہ کے پرستار بنیں اور اسی آرزو کے ساتھ دنیا سے چل بسے یبیحی اللہ والحمد والثناء۔

وفات — دو ماہ سے زائد علیل رہ کر بوقت مغرب بروز شنبہ ۱۵ محرم ۱۳۳۷ھ انتقال فرمایا۔ صلوٰۃ جنازہ ودعائے تثبیت مولوی عبد القیوم صاحب نے کی اور نخومبہ کے مقبرہ خاص کے شمالی بالائی حصہ کے زیر شجر بر پشت مسجد مدفون ہوئے۔

اولاد احفاد — آپ نے چار عقد کئے تھے۔ محل اولی مسماۃ شاکرہ بنت مولانا ولایت علی ان سے دو اولاد ہوئی۔ عبد الحکیم۔ جو دو برس کا ہو کر گزر گیا۔ (۲) مسماۃ ذاکرہ مرحومہ زوجہ مولوی شیخ عبد الرحیم آروی۔ انہوں نے لاولد قضا کیا۔ محل ثانیہ مسماۃ رحمت بنت مؤلف ان سے چند اولاد ہوئیں۔ (۱) عبد القدیم عربی و انگریزی دونوں سے آگاہی رکھتے ہیں۔ شاعری کا بھی ذوق ہے۔ ان کی شادی مسماۃ عائشہ مرحومہ بنت ڈاکٹر آیت اللہ صاحب سے ہوئی تھی (۲) مسماۃ آسیہ مرحومہ زوجہ سید محمد یوسف مرحوم سوہ جگلہ تھی۔

(۳) حکیم مولوی عبد الخبیر صاحب سلمہ اللہ فی طاعتہ۔ ترجمہ

عزیزی سلمہ ۱۳ شعبان ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۶ جون ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے درسی کتابیں اپنے والد مرحوم و مولوی ریاض الدین و مولوی سید کفایت حسین صاحب مرحوم سے پڑھی ہیں اور فن طب جناب حکیم مولوی احمد حسین صاحب سلمہ الہ آبادی اور اپنے والد ماجد غفرلہ سے حاصل کی ہے۔ عزیزی سلمہ الولد سر لابیہ کے پورے مصداق اور خلف الصدق ہیں۔ میں ایک مدت سے اپنے قویٰ کی معذوری اور کبرسنی کی وجہ سے اکثر امور مذہبی عزیز موصوف سے لیا کرتا تھا۔ مگر جب مولوی عبد الحکیم صاحب نور اللہ مرقدہ کا انتقال ہو گیا، تو مسلمانان اخوان الصفا کی نظر آپ پر جم گئی اور اپنے فرائض مذہبی کے انجام دہی کے لئے عزیزی سلمہ کو منتخب کرنا چاہا۔ چونکہ عزیز موصوف میں اہلیت موجود تھی میں نے بھی اس انتخاب کو بنظر استحسان دیکھا اور ان لوگوں کی رضا و رغبت کے مطابق میں نے بھی اپنی خلافت

کے لئے عزیزم سلمہ کو منتخب کر لیا اور اس کا اعلان کر دیا۔ اللھم وفقہ وایدہ۔
بحمد اللہ عزیز مذکور تلقین وارشاد کا کام بخوبی انجام دے رہے ہیں ایدہ اللہ بنصرہ القوی وبارک اللہ فی رشدہ واقامۃ الدین۔ علم طب میں بھی آپ کو پوری دستگاہ ہے مختلف اضلاع کے لوگ وعظ وارشاد اور نیز علاج کے لئے آپ کو لے جاتے ہیں
عزیزی سلمہ کی دو شادیاں مولوی امجد علی صاحب مرحوم کی لڑکیوں سے ہوئی تھیں اور اب تیسرا عقد مولوی یوسف صاحب مرحوم کی لڑکی مسماۃ زکیہ سلمہا سے ہوئی ہے۔
اللھم ارزقہ اولاداً صالحاً۔ آمین ثم آمین
(۴) عبد الحبیب ان کی شادی مسماۃ خدیجہ بنت سید رحمت اللہ بن سید عبد الرشید یحییٰ پوری سے ہوئی ہے محل ثالثہ آپ کی غیر برادری سے تھیں، ان سے دو لڑکے ہوئے عبد الحکم اور عبد الکبیر دونوں نے ایام طفلی میں قضا کی محل رابعہ آپ نے اس طرف ایک عقد غیر برادری میں دختر منشی نعیم الدین ساکن جندا ہا ضلع مظفر پور سے کیا تھا، ان سے ایک لڑکا عبد الاکبر مد عمرہ ہے۔

ضمیمہ تذکرہ مولانا عبد الحکیم صاحب صادق پوری رحمۃ اللہ علیہ

چند بزرگان دین جو قومی و مذہبی برائیوں کو روکنے میں بندھا کام دے رہے تھے ان میں سے ایک مولانا حکیم عبد الحکیم صاحب کی ذات گرامی بھی تھی۔ فتوی یا رائے دینے کے بعد اگر حقیقت سامنے آتی تو اپنے فتویٰ یا رائے سے برملا رجوع فرما جاتے اور اس میں ذرہ بھی اپنی خفت محسوس نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دانا پور سے آپ کے پاس استفتا آیا اور آپ نے اس کا جواب دیا۔ کچھ روز بعد دانا پور میں جلسہ ہوا، آپ بھی اس جلسہ میں تشریف لے گئے۔ دیگر علماء بھی اس جلسہ کی شرکت کے لئے وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہیں علماء میں جناب مولانا حافظ عبد العزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم بھی تھے۔ اس موقع پر سوال و جواب والا کاغذ مولانا عبد العزیز صاحب مرحوم کے سامنے پیش ہوا۔ مولانا عبد العزیز صاحب مرحوم نے اس کاغذ کو دیکھا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ مولانا عبد العزیز صاحب مرحوم نے مولانا عبد الحکیم صاحب

مرحوم کو تخلیہ میں دوبارہ اس کاغذ کو دکھلا کر کچھ اظہار خیال فرمایا (افسوس یہ بیان نفس مسئلہ ذہن میں نہیں ہے) مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم کی باتوں کو سن کر مولانا عبدالحکیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کی رائے صحیح ہے، میں بھی اس کو تسلیم کرتا ہوں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم نے فرمایا کہ آپ کی پہلی رائے لوگوں کو معلوم ہو چکی ہے۔ اب اس رجوع کا حال لوگوں کو کیسے معلوم ہوگا۔ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میں اس کا اظہار کر دوں گا اور اس وقت اس کاغذ کو اپنے ہاتھ میں رکھ لیا۔ جب جلسہ کا وقت آیا تو اس سوال اور اس کے جواب کو تمام سامعین کے سامنے پیش کر دیا اور اس کے بعد فرمایا کہ اس فتویٰ کے متعلق مولانا عبدالعزیز صاحب سے گفتگو ہوئی ہے۔ اب میں اپنی پہلی رائے سے رجوع کرتا ہوں اور مولانا عبدالعزیز صاحب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔

مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ اس روز سے مولانا عبدالحکیم صاحب کی وقعت میرے دل میں بہت زیادہ بڑھ گئی اور یہ خیال پیدا ہوا کہ مولانا عبدالحکیم صاحب کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور یہ کوئی بھیک مانگنے والے مولوی نہیں ہیں، بلکہ اپنی قوتِ بازو سے عزت کی روزی کمانے والے اور کافی خاندانی وجاہت رکھنے والے ہیں، آخر اس شخص کو کس چیز نے مجبور کیا ہے کہ اتنے بڑے مجمع میں اپنی رائے سے رجوع کا اظہار کر رہے ہیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم اپنی رائے سے رجوع کر رہے تھے اور میرا حال یہ تھا کہ میرے بدن میں کپکپی پیدا ہو رہی تھی۔

مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم جب بھی پٹنہ تشریف لاتے تو مولانا عبدالرحیم صاحب یا مولانا عبدالحکیم صاحب سے ضرور ملاقات کرتے، لیکن ان لوگوں کے مکان میں کبھی قیام نہیں فرماتے۔ یہ غالباً اس وقت کی وقتی ضرورت تھی۔ دو ایک بار مولوی محمد یعقوب صاحب کے دولت کدہ پر قیام فرمایا تھا، مگر اکثر صورت یہ ہوتی کہ صادق پور کے قریب ایک دوسرے صاحب کے مکان میں قیام فرماتے اور اس

قیام میں صاحب خانہ کا کچھ خرچ ہوتا اس کا کچھ مکافات بھی کر دیتے۔ یہی صورت تھی کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم جن صاحب کے مکان میں قیام فرما تھے۔ وہاں سے صبح کے وقت ایک شخص مولانا عبدالحکیم صاحب کے مطب میں آئے اور خبر دی کہ آج بعد نماز مغرب مولانا عبدالعزیز صاحب کا بیان ہونے والا ہے، اور آپ کو دعوت دی گئی ہے۔ آپ رات کو کھانا وہیں تناول فرما دیں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے ایک کاغذ پر یہ حدیث لکھ دی کہ لَا یَقُصُّ اِلَّا اَمِیْرٌ اَوْ مَاْمُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ اور اس شخص کے حوالہ کر دیا۔ جب وہ شخص پرزہ لئے ہوئے وہاں پہنچے اور صاحب خانہ نے اس پرزہ کو دیکھا تو بہت ناراض ہوئے۔ مولانا عبدالعزیز مرحوم نے بھی اس پرزہ کو دیکھا اور وہاں سے اٹھ کر سیدھے مولانا عبدالحکیم صاحب کے مطب میں پہنچے، اور فرمایا کہ بیان نہیں ہوگا۔ اس کے بعد مولانا عبدالحکیم صاحب نے فرمایا کہ ہم اور آپ ایک ہی خیال و رنگ اور روش کے آدمی ہیں، جو ہم کہتے ہیں وہی آپ بھی فرماتے ہیں، اور جو آپ فرماتے ہیں، وہی ہم بھی کہتے ہیں۔ ہاں طرز و انداز بیان میں کچھ فرق ہو تو ہو لیکن بات ایک ہی ہوتی ہے، آپ بیان فرمائیں، ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے اور کھانا بھی کھالیں گے، جو حدیث میں نے لکھ کر دی ہے وہ تو ان گنواروں کے لئے ہے، جو ہر کس و ناکس کو بیان کے لئے کھڑا کر دیا کرتے ہیں، ورنہ ہم آپ سے جدا نہیں ہیں۔ (جناب مولانا عبدالرحیم صاحب کے تذکرہ میں ہم نے اس کو واضح کیا ہے کہ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم مولانا عبدالرحیم صاحب کے معاون و نائب خاص تھے)۔ سبحان اللہ، کیسے خوش خیال، خوش فہم اور عمدہ اخلاق کے لوگ تھے، جو ایک دوسرے کی باتوں کو پسند کرتے تھے اور کسی کو کسی کی طرف سے کوئی میل پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جہاں چند علماء موجود ہوں اور اس موقع پر کسی مسئلہ کے متعلق کوئی شخص سوال کرے تو خود جواب دینے کے لئے مولانا عبدالحکیم صاحب تیار نہیں ہوتے تھے۔ ایسا ہی ایک موقع تھا کہ ایک جگہ چند علماء موجود تھے۔ انہیں میں مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم بھی تھے۔ ایسے موقع پر ایک شخص نے سوال کیا کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہوتا

ہے یا نہیں۔ انہی علماء میں سے بعض نے مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم سے کہا کہ اس سوال کا جواب دیجئے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ جواب دینے کے لائق اور لوگ بھی ہیں وہ جواب دیں۔ سائل کے مخاطب مخصوص طور پر ہم ہی تو نہیں ہیں۔ اس کے بعد سوال کرنے والے نے کہا کہ ہمارا سوال آپ ہی سے ہے (معلوم ایسا ہوتا ہے کہ علماء ہی میں سے بعض نے ایسا سوال کرنے کے لئے ایک آدمی کو تیار کر لیا تھا) اب مولانا عبدالحکیم صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے نزدیک مدرک رکوع مدرک رکعت ہوتا ہے۔ مولانا موصوف کے جواب کے بعد انہی علماء میں سے بعض نے اس حدیث کو پیش کیا جس سے ہر رکعت میں امام اور مقتدی دونوں کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔ اب مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اس حدیث کا حکم عام ہے اور ہر حکم میں کچھ استثناء بھی ہوتا ہے۔ جماعت ہو رہی ہو اور کوئی شخص اس انتظار میں بیٹھا ہو کہ جب رکوع ہوگا تو رکوع میں مل جائیں گے تو ایسا مدرک رکوع مدرک رکعت نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص بعد کو آیا اور رکوع میں ملا، ایسا رکوع میں ملنے والا رکعت کا پانے والا شمار ہوگا۔ یہ استثنائی صورت ہے۔ اس پر بعض لوگوں نے بہت قیل و قال شروع کیا۔ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے باب السہو کی حدیث پیش کر دی کہ اس میں دو سجدوں سے ایک رکعت قرار پائی ہے، اس پر تمام علماء خاموش ہو گئے اور کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جلسوں کے موقعوں پر اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ علماء اور عمائدین کے قیام و طعام کی جگہ الگ ہوتی ہے اور عوام کے قیام و طعام کی جگہ الگ ہوتی ہے۔ مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمۃ اکثر عوام کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، اور ایسا کرتے میں ان کے نازک بدن کو جو کچھ تکلیف ہوتی اس کو برداشت کر لیتے اور اس کی بالکل ہی پرواہ نہ کرتے کہ ان کا معدہ اس کھانے کو قبول کرے گا یا نہیں۔

مولانا عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمہ اپنے کسی قریب تر عزیز سے بھی یہ دریافت نہیں فرماتے کہ تمہاری آمدنی کیا ہے یا تمہارا مشاہرہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ مولانا ابوالعلی صاحب

علیہ الرحمہ (جو اس وقت الہ آباد ایم سی کالج میں پروفیسر تھے) سے مل کر مولانا عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمہ پٹنہ واپس ہو رہے تھے تو راستہ میں کسی اسٹیشن پر ایک وکیل صاحب اسی ڈبہ میں آکر بیٹھے جس میں مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم تھے۔ وکیل صاحب نے مولانا موصوف سے دریافت کیا کہ آپ کا وطن (مکان کہاں ہے) مولانا نے جواب دیا کہ غریب خانہ پٹنہ ہے۔ وکیل صاحب نے پوچھا کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ مولانا نے فرمایا الہ آباد سے آرہا ہوں۔ وکیل صاحب نے پھر پوچھا کہ الہ آباد میں کن صاحب کے یہاں تشریف لے گئے تھے۔ مولانا نے فرمایا۔ مولانا احمد علی صاحب (پروفیسر) کے یہاں سے واپس جا رہا ہوں۔ وکیل صاحب نے پوچھا کہ پروفیسر صاحب کا مشاہرہ کیا ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ اس کے دریافت کرنے کا ہمیں کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ اسکے بعد وکیل صاحب خاموش ہو گئے اور غالباً انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ سوال ہم نے بیجا کیا ہے۔

جلسہ مذاکرہ علمیہ آرہ میں اکثر آپ کی شرکت ہوتی تھی اور جلسہ کے موقع پر آپ کا بیان بھی ہوتا تھا۔ جلسہ مذاکرہ علمیہ کی ابتدا، تو مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی علیہ الرحمہ نے کی تھی۔ مولانا آروی علیہ الرحمہ کے بعد اس جلسہ کا انتظام مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں آیا۔ مولانا رحیم آبادی مرحوم کے انتظام کے زمانہ میں بھی مولانا عبدالحکیم صاحب علیہ الرحمہ جلسہ میں شریک ہوتے اور اپنے وقت پر بیان بھی کرتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جلسہ میں لوگوں کی تقریریں ہوتی رہتیں اور مولانا رحیم آبادی علیہ الرحمہ انتظامی معاملات کی دیکھ بھال میں لگے رہتے۔ لیکن لوگوں سے فرماتے کہ جب مولانا عبدالحکیم صاحب کے بیان کا وقت آوے تو مجھ کو خبر کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہوتا اور اُن کے بیان کے وقت مولانا رحیم آبادی علیہ الرحمہ از ابتداء تا انتہا ان کا بیان سُنتے۔ اس کے بعد پھر اپنے اور کاموں میں لگ جاتے۔ بعض لوگوں نے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ اور لوگوں کا بیان ہوتا رہتا ہے تو اس وقت دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور جب مولانا عبدالحکیم صاحب کا بیان ہوتا ہے تو آپ خصوصیت کے ساتھ

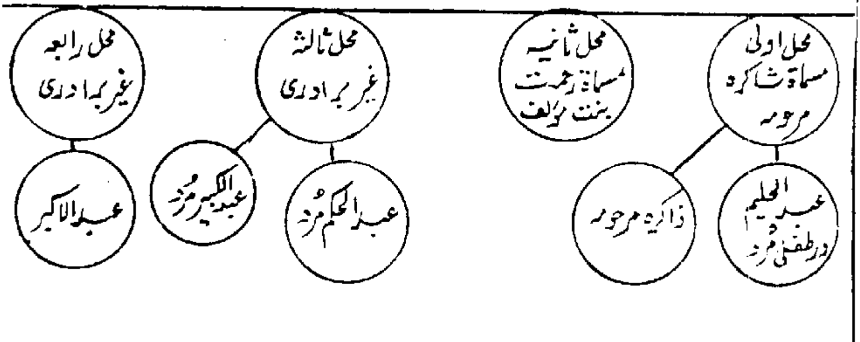
ان کا بیان سننے کے لئے آکر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ مولانا رحیم آبادی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مولانا عبدالحکیم صاحب صرف قرآن و احادیث کے مضامین پیش کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا بیان سننے کے لئے آکر بیٹھ جاتا ہوں۔

پٹنہ میں انگریزی پڑھنے والے طلبا کو ایک وقت یہ خیال آیا کہ جس قسم کی تعلیم ہم لوگ حاصل کر رہے ہیں، وہ دین اسلام کی معلومات سے بالکل خالی ہے۔ اس لئے دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے مہینہ میں ایک بار وہ لوگ جلسہ کیا کرتے تھے، جس میں علماء کو بلا کر وعظ و نصیحت اور ان سے تقریریں کراتے تھے اور اس جلسہ کا نام انجمن اسلامیہ رکھا تھا، اس جلسہ کے منعقد کرنے میں پٹنہ کالج پٹنہ کے طلبا بہت آگے آگے تھے۔ پٹنہ کالج کے طلباء نے اس وقت کے پرنسپل مسٹر یونیک کے پاس درخواست دی کہ آپ ہم لوگوں کو پٹنہ کالج کے احاطہ کے اندر انجمن اسلامیہ کے جلسہ کرنے کی اجازت دیں۔ یونیک صاحب نے پٹنہ کالج کی پرانی عمارت کے ایک بہت بڑے کمرہ میں جلسہ کرنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی۔ یہ جلسہ ہر ماہ میں ایک بار منعقد ہوتا تھا۔ اس میں بہت سے علماء بلائے جاتے تھے۔ ان ہی میں مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم صادق پوری بھی ہوتے تھے۔ اگرچہ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم انگریزی تعلیم کے سخت خلاف تھے لیکن اس جلسہ میں انگریزی تعلیم کی نہ تو موافقت کرتے اور نہ ہی مخالفت، صرف اسلام اور اس کی حقیقت کو نمایاں کرتے۔ یہ طریقہ تو مولانا مرحوم کا تھا، لیکن ایک جلسہ کے موقع پر ایک وکیل صاحب نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ترغیبی مضمون پیش کر دیا۔ وکیل صاحب کی تقریر کے بعد مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ یہ تو انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء ہی کی طرف سے جلسہ ہو رہا ہے۔ مگر اشتہار چونکہ عام ہوتا ہے، اس لئے باہر کے غیر طلبا بھی شریک ہوتے اور وعظ سنتے ہیں۔ اس جلسہ میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب کا کیا موقع ہے۔ وکیل صاحب نے کہا کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ترغیبی مضمون ضرور پیش کیا جانے لگا، جن لوگوں کو یہ صورت پسند نہ ہو وہ

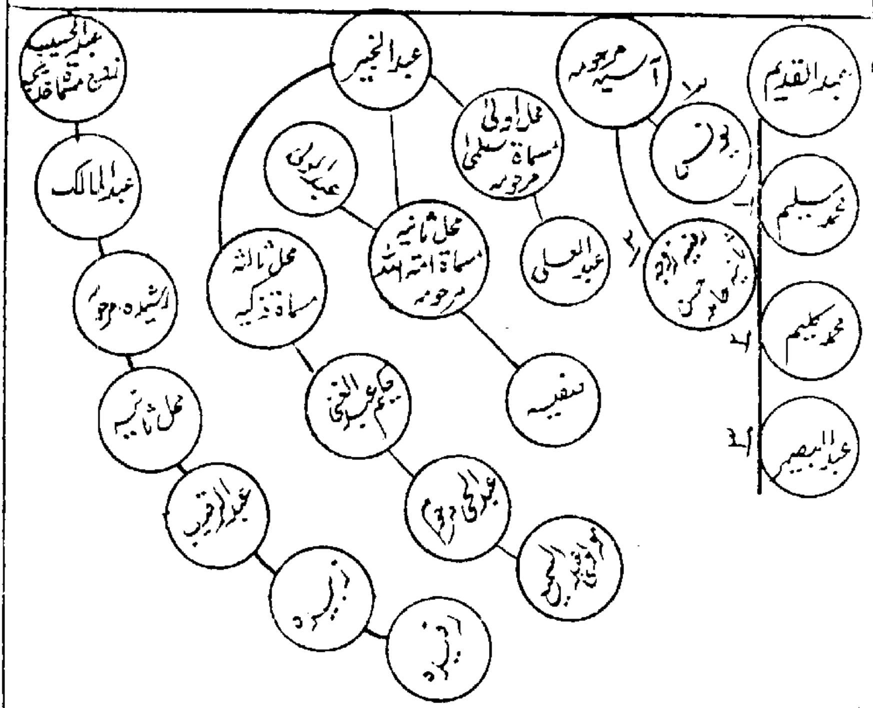
جلسہ میں نہیں آیا کریں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم ان باتوں کو سنکر جلسہ گاہ سے باہر نکل آئے اور ان کے ساتھ بہت سے سامعین بھی باہر نکل آئے۔ اگرچہ جلسہ ہر ماہ ہوتا رہا، لیکن سامعین کی تعداد گھٹتی رہی۔ چند برسوں کے بعد اس انجمن کے ناظم، جو بی۔اے کلاس کے طالب العلم تھے۔ پھر مولانا عبدالحکیم صاحب کو جلسہ کی شرکت کے لئے کہہ سن کر راضی کر لیا اور پھر جلسہ میں مولانا موصوف کی شرکت ہونے لگی، مگر آپ کی تقریر کا ڈھنگ وہی رہا، جو اوپر بیان ہو چکا۔ کچھ لوگ پٹنہ کے کمشنر صاحب کے پاس پہنچے اور اس بات کی کوشش کی کہ حکومت کے حکم سے جناب مولانا موصوف کا بیان روک دیا جائے۔ یا نہیں کیا ہو میں اس کا صحیح اندازہ تو نہیں مل سکا لیکن کمشنر صاحب نے مولانا موصوف کو بلا بھیجا۔ جب مولانا موصوف کمشنر کے یہاں پہنچے تو کمشنر صاحب نے مولانا موصوف سے دریافت کیا کہ کیا آپ اپنے بیان میں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کی ترغیب دیتے ہیں۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے، ہم ایسا نہیں کرتے ہیں۔ یہ تو انگریزی حکومت ہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کرتے ہیں ورنہ بدعقیدہ لوگ ہم لوگوں کو اپنے مسلک کے مطابق نماز پڑھنے سے مانع ہوتے ہیں اور حدیث کے مطابق نماز پڑھنے والوں کو مسجدوں سے نکال دیتے ہیں اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ہم لوگوں کے اپنے مسلک کی تبلیغ کو کب پسند کریں گے۔ یہ لوگ تو ہم لوگوں کی تبلیغ میں مزاحم ہوتے والے ہیں۔ کمشنر صاحب نے دریافت کیا کہ آپ انگریزی تعلیم کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کی برائیاں بیان کرتے ہیں۔ مولانا موصوف نے جواب دیا، ہاں یہ بات صحیح ہے کہ ہم اس تعلیم کو دین اسلام کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ کمشنر صاحب نے کہا کہ نصاب کی کتابوں میں اسلام کے خلاف تو کوئی مضمون نہیں ہوتا ہے۔ مولانا موصوف نے جواب دیا کہ کتابوں میں مضامین کیسے ہوتے ہیں، ان کو تو ہم نے دیکھا نہیں، لیکن اس تعلیم کا جو نتیجہ ہے وہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے پانے والوں کے

اندر اسلامی طور طریقہ سے انحراف پیدا ہونے لگتا ہے اور اسلامی اثرات گھٹنے لگتے ہیں، اس لئے ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ کمشنر صاحب نے کہا کہ انگریزی تعلیم جاری ہوگئی ہے۔ حکومت کے کاموں میں داخلہ بغیر انگریزی تعلیم کے نہیں ہوسکے گا۔ اس سے نابلد لڑکے ذریعۂ معاش کی بہت سی سہولتوں سے محروم رہ جائیں گے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہم اس کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمان آپ کے گھوڑے کی گھاس مہیا کرکے روزی حاصل کرلیں، وہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرکے حکومت کے اچھے اچھے عہدوں پر پہنچیں، کیونکہ اس تعلیم کی وجہ سے مسلمانوں کے اسلامی اعتقادات اور اعمال وافعال میں فرق پیدا ہوجاتا ہے۔ کمشنر صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کے بیان میں عموماً غرباء بیٹھتے ہیں یا روساء، تو مولانا موصوف نے جواب دیا عموماً غرباء ہی بیٹھتے ہیں کمشنر صاحب نے کہا کہ آپ کو اپنے بیان میں مزاحمت کا خوف ہو تو ایسے موقع پر آپ پولیس کی مدد لے سکتے ہیں۔ مولانا موصوف نے کمشنر صاحب کی اس پیشکش کا شکریہ ادا کیا اور واپس چلے آئے اور اپنے بیان کے موقع پر پولیس کی مدد کے کبھی طالب نہیں ہوئے۔

نقشہ اولاد حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم



محل ثانیہ مسماۃ رحمت بنت مؤلف



مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم

آپ مولوی عبدالحکیم صاحب سے تین برس چندماہ چھوٹے تھے۔ آپ کو مولوی امجد علی صاحب سے تلمذ تھا۔ زمانہ طفولیت میں آپ کی عجیب کیفیت تھی۔ نہایت کثافت پسند اور سمجھ سے عاری معلوم ہونے تھے۔ مزاج محرور اور مصر تھا۔ مگر دس بارہ برس کی عمر ہوگی کہ قصبہ باڑھ ضلع پٹنہ بہ تقریب شادی مولوی عبدالقیوم صاحب آپ کا جانا ہوا۔ وہاں ایک جلسہ میں مذہبی گفتگو کا موقع آ گیا۔ آپ نے اس میں کافی حصہ لیا اور سنجیدہ تقریر کی۔ اس کے بعد سے برابر آپ کی پڑھنے میں ذہانت۔ گفتگو میں سنجیدگی۔ کاموں میں دانشمندی اور چستی۔ رہائش میں صفائی صاف نمایاں پیدا ہونے لگی۔ آپ کی ایک فارسی مثنوی صحرائے دلکشا نتیجۂ فکر بتین بطور یادگار مولوی محمد موسیٰ صاحب کے پاس موجود ہے۔ اور آپ کے خاندانی کتب خانہ کی قیمتی

اور نادر لغت عربی شمس العلوم آپ کی ہی شجاعت و عزم اور نتیجہ تدبیر کی یادگار شمس العلماء مولوی امجد علی صاحب کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ جناب مولوی اشرف علی صاحب مرحوم اکثر فرماتے "رحمت اللہ عقل و خلق میں ہم لوگوں سے فوقیت رکھتے ہیں" آپ میں سعادت و فراست دینی خوب تھی۔ خوف و خطر آپ کو صدق بیانی سے باز نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نہایت حنا ئفت بانفد تھے۔ آپ کی صداقت ہی کا اثر تھا کہ اور ام اور نیش برہن و عقرب پر آپ قل ہو اللہ پڑھتے جاتے اور آنکھوں کے دیکھتے درم و درد دور ہو جاتے۔ جس امر کو آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ تو آپ کی مہر سکوت کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ آپ نے بعارضہ طحال بعمر اٹھارہ انتیس سال رحلت فرمائی۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ۔ آمین

ترجمہ مولوی محمد یقین مرحوم بن مولانا احمد اللہؒ از بطن غیر برادری

ولادت | غالباً آپ مولوی اشرف علی صاحب مرحوم سے تقریباً دو تین سال بڑے تھے۔

حلیہ | میانہ قامت۔ چھریرہ بدن۔ کتابی چہرہ۔ لانبی گردن اور داڑھی۔ رنگ سانولا۔ ناک قدرے بلند۔

تعلیم | آپ نے اکثر درسی کتابیں اپنے والد ماجد سے اور کچھ (سماعت و قراءت مولوی اشرف علی صاحب) مولانا فیاض علی صاحب سے پڑھیں۔

مشغلہ | بعد تباہی خاندان آپ نے بمقام بیجنات سلسلہ تجارت شروع کیا۔ اس کام میں شریک منت مولوی الٰہی بخش ساکن موضع ددریہ ضلع پٹنہ تھے۔ مگر بوجہ ناکامیابی اس کام سے دست بردار ہونا پڑا۔ اس کے بعد جزیرہ انڈمان پورٹ بلیر میں جب مؤلف کو تجارت کی اجازت ملی تو جناب کو پٹنہ سے کلکتہ بلا کر کمیشن ایجنٹ مقرر کیا اور وہاں سے مال منگانا شروع کیا۔ مؤلف کی تحریک اور بھروسہ پر دیگر حضرات مولوی اکبر زماں صاحب وغیرہ نے بھی آپ کو ایجنٹ مقرر کئے اور کمیشن پانچ روپیہ فیصدی طے پایا۔ اس ذریعہ سے آپ کو تخمیناً سو روپیہ ماہوار مل جاتے۔ لوگ جزیرہ سے خریداری اشیاء کے لئے روپیے آپ کے پاس بھیجدیتے اور آپ اشیاء مطلوبہ خرید کر ہر ماہ بذریعہ جہاز روانہ کر دیتے۔ مگر ہم لوگوں کے وہاں سے رہا

ہو کہ چلے آنے کے بعد یہ سلسلہ بھی موقوف ہو گیا اور آپ نے عزلت نشینی اختیار فرمائی۔

وعظ و پند قیام بینات کے زمانہ میں وہاں کے مسلمانوں کو اپنے پند و نصائح سے بہت کچھ فیض پہنچایا۔ اور قیام کلکتہ کے زمانہ میں بھی بوقت فرصت اپنی جماعت اور دھنیالوں کی تازگی ایمان اور استواری خیال کی سعی میں مصروف رہے۔ تفہیم و نصیحت کا سلیقہ اللہ نے آپ میں خاص ودیعت فرمایا تھا۔ آپ کبھی بصورت مشورہ کبھی پند فرماتے۔ خانہ بربادی کے وقت جس طرح تقریباً کل افراد خاندان حکیم ارادت حسین رح کے مکان میں تحریراً مسکن گزیں ہوئے تھے، آپ بھی فروکش تھے۔ مگر صاحب خانہ عزیزان کے اخلاص و محبت نے سب لوگوں سے زیادہ آپ کو وہاں کے قیام پر مجبور کیا اور آپ مسلسل بارہ برس اس مکان میں مقیم رہ کر اپنی صحبت کیمیا اثر سے عزیزی محمد یعقوب مرحوم کو فیض باطنی پہنچایا کئے۔ اس لئے ان دونوں میں الفت و محبت بھی از بس تھی۔

خلق آپ از بس سلیم، نیک مزاج، نیک طینت، حلیم اور کاظم الغیظ والعافین عن الناس تھے۔ لوگوں کی آبادہ تر بھی سخت کلامی، ہرزہ گوئی کو اس طرح نظر انداز فرماتے کہ شاید کسی کان نے سنا ہی نہیں۔ واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه۔ نہ کبھی آپ کے چہرہ پہ کچھ اثر دیکھا گیا اور نہ کبھی اس کی وجہ سے ملنے جلنے میں یا گفتگو میں ذرہ برابر فرق پایا گیا۔ آپ از بس کم سخن، متین، صلح و عزلت پسند تھے۔ اور کبھی زور سے نہیں ہنستے۔

خاتمہ آپ کی آخر زندگی بوجہ عزلت و بے شغلی نہایت مختصر گذری۔ تاہم آپ کی زندگی صبر و شکر اور قناعت کی ایک وسیع مثال تھی۔ آپ نے اوقات عزیز کو اللہ کے ذکر و عبادت میں ختم فرما کر ۱۸۸۶ء میں رحلت کی۔ انا للہ۔ اللھم اغفر له وارحمه وعافه الخ

اولاد و احفاد آپ کا عقد مسماۃ شریفن بنت شیخ امام علی مرحوم ساکن منڈیرہ ضلع گیا سے ہوا تھا۔

(۱) مولوی حکیم محمد امین مرحوم آپ الولد سر لابیہ کے مصداق تھے۔ آپ کو درسیات میں مولوی عبد الحکیم صاحب سے تلمذ تھا اور فن طب میں حکیم عبد الحمید صاحب سے۔ ۲ محرم ۱۳۴۲ھ کو انتقال کیا۔ انا للہ۔ اللھم اغفر له۔

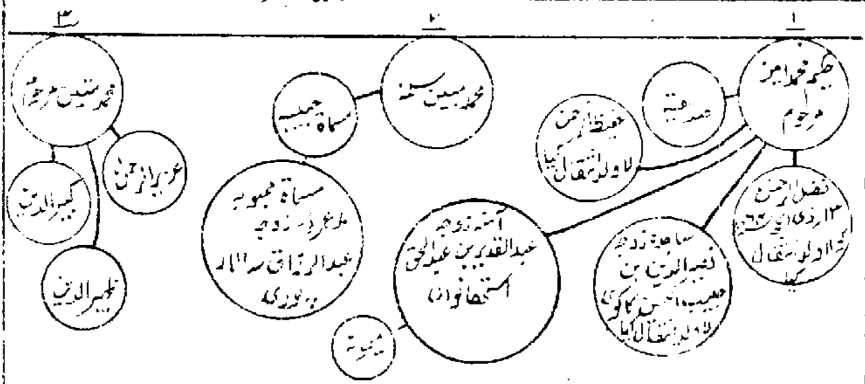
(۲) محمد مبین سلمہٗ نہایت جفاکش، کریم النفس اور باہمت شخص ہیں۔ بعد امتحان سرٹے تلاش روزگار میں مظفر پور گئے اور کچھ عرصہ تک ایک انجینیر کے ماتحت کام کرتے رہے۔ مولوی محمد حسن صاحب کے انتقال کے بعد مولوی عبدالرؤف مرحوم نے ان کو ملازمت سرکاری سے علٰحدہ ہونے پر مجبور کر کے انتظام آڑھت چرسہ کلکتہ سپرد کیا اور عزیزی محمد زکریا کے زمانہ میں اس آڑھت سے دست بردار ہو کر دوسروں کی شراکت سے علٰحدہ آڑھت چرسہ ڈیمرنس لین چتیا پاڑہ میں انہوں نے قائم کیا۔ اللھم اصلح حالہ وبالہ ونجہ من مکارہ الدنیا ووفقہ لما تحب وترضا۔ ۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ صبح ۷ بجے ایک عرصہ علیل رہ کر انتقال فرمایا اللھم اغفرلہٗ۔

(۳) مسماۃ وصیفن مرحومہ یہ لڑکی بعد شادی لاولد گزر گئی۔

(۴) محمد متین مرحوم آپ کی اولاد ایک منکوحہ زوجہ سے جاری ہے۔

(۵) محمد لیسین بعمر ۱۴-۱۵ انتقال کیا۔ اللھم اغفرلہ۔

نقشہ اولاد مولوی محمد یقین مرحوم



ترجمہ مولوی عبدالقیوم صاحب مرحوم

ولادت | غالباً آپ کی پیدائش سنہ ۱۲۶۰ھ میں ہوئی تھی۔

تعلیم | آپ نے درسیات مولوی احمد اللہ صاحب نیز مولوی حکیم عبدالحمید صاحب مرحوم سے پڑھی تھی۔ آپ کی طبیعت منطق و فلسفہ سے مطلق مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ اس لئے

جناب حکیم صاحب مرحوم نے آپ سے منقولات چھوڑا دیا تھا یہاں تک کہ شرح جامی کے عوض رضی شرح کافیہ پڑھایا۔ ادب میں آپ کو فہم و صلاحیت ذاتی تھی اور تواریخ و اشعار سے خاص ذوق تھا۔ جناب نے سند حدیث قدرے مولوی فیاض علی رح اور زیادہ تر آپ نے اپنے والد ماجد مولانا یحییٰ علیؒ سے حاصل کی تھی۔ جناب کو قرآن و احادیث اور دیگر کتب مذاہب کے مطالعہ کا از بس شوق تھا۔ اور کامل بصیرت تھی۔ یہاں تک کہ باوجود عسرت کے اکثر کتابیں خرید فرماتے۔ آپ کو ابن تیمیہ ابن قیم اور شاہ ولی اللہ کی تصانیف سے خاص ذوق تھا۔ اخبار اہلحدیث امرتسر کے مستقل خریدار رہے اور اس کے قبیل اخبار وکیل امرتسر خرید فرماتے۔ اہل صادق پور میں غالبًا جناب کو اور مولوی عبدالرحیم صاحب کو حدیث میں وافی بصیرت تھی اور کتب حدیث رکھتے بھی تھے۔ ترمذی۔ دارقطنی۔ مسند احمد تیسیر الوصول مؤطا امام محمد وغیرہ۔ ابن قتیبہ مجدد الدین صاحب قاموس کی تصانیف بھی رکھتے۔ مطالعہ کتب سے خاص ذوق تھا۔

اخلاق آپ سیدھے سادے المؤمن غیر کریمؐ کے مظہر اتم تھے۔ آپ کی طبیعت کو امور تمدنی سے چنداں مناسبت نہیں تھی۔ محبت و ملنساری علم و انکساری نرم گفتاری سادہ مزاجی، دنیا و مافیہا سے بے خبری میں عجیب کیفیت رکھتے تھے۔ نہایت عبادت گذار اور متقی تھے۔ جناب نے ادائے فریضہ حج بیت اللہ بھی کیا تھا۔ عزت نزہت ملت آپ کا خاص حصہ تھا۔ وضع کے نہایت پابند تھے۔ ہمسایہ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ کی مقرر نشستگاہیں تھیں، جہاں جناب کو جانا اور کچھ دیر بیٹھنا ضروری تھا۔ آپ اخلاقًا جب کبھی مخلصین کے یہاں جاتے تو قبل ہی سے کھانے کی خود اپنی فرمائش کر دیتے کہ میزبان تکلف سے قاصر رہتا۔ آپ تلخ اور پھیکے کی کبھی شکایت نہیں کرتے۔ بچوں کی جانب آپ کو عام التفات تھا۔ اگرچہ آپ کے پیار سے بیانے بھی نہیں چھوٹتے۔ غرض آپ نہایت خوش خلق، صاحب مروت اور ہر دلعزیز تھے۔ عمر بھر کسی سے سوء مزاجی پیدا نہیں ہوئی۔ بے ریا اور بے نفس تھے۔ آپ کا وعظ نہایت عمدہ پر تاثیر عام فہم اور مختصر ہوتا تھا۔ آپ فحوای الولد سر لابیہ کے پورے مصداق تھے۔ لوگوں کے تزاع نہایت سہولت اور

عمدہ اسلوب سے طے فرماتے تھے مگر اب بوجہ ضعف پیری تبلیغ وغیرہ کے کاموں سے معذور ہوگئے۔ جناب کے دعا کا انداز ایسا خوب تھا کہ سامعین پر عجیب اثر پڑتا تھا۔ اور دعا قرآن و حدیث کے مضامین سے پڑھتے تھے۔ اکثر اپنی ہی زبان میں با آواز بلند فرماتے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے خلیفہ بھی تھے۔ بیعت ارشاد بھی لیتے تھے۔

زندگی | آپ محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ میں علم دینیات کے معلم رہے۔ اسکول کے فاضل اوقات میں مکان پر لوگوں کو پڑھاتے۔ بچوں کو پڑھانے کا از بس شوق تھا۔ آپ بعد انتقال مولانا محمد حسن صاحبؒ کے صادق پور کی مسجد میں تا وقت مغرب و عشاء اور جمعہ کی امامت فرماتے رہے۔ آپ مراسم بدعات سے خوب آگاہ تھے۔ کیونکر مختلف مجالس اور مختلف سوسائٹیوں کی سیر کئے ہوئے تھے شرک و بدعت کی خوب دھجی اڑاتے۔ آپ کی شادی مسماۃ تسلیمن عرف میرن بنت میر منظہر علی صاحب ساکن باڑھ سے ہوئی تھی جنہوں نے لاولد قضا کیا۔ اس کے بعد آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔ جناب کی عمر اس وقت ۸۲ سے کچھ متجاوز تھی۔ جناب نے ماہ صفر ۱۳۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہ۔

شمس العلماء مولوی امجد علی صاحب مرحوم

جناب کی ولادت غالباً ۱۲۶۳ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے درسی کتابیں ابن عم جناب مولوی اشرف علی صاحب سے پڑھیں۔ کسی دوسرے استاد سے پڑھنا پسند نہ فرمایا۔ آپ نے استاد کی معیت میں ملک افغانستان کی سیاحت فرمائی تھی۔ تعلقات ملازمت سرکاری کے قبل تک مولانا ہی کی خدمت میں رہے۔ جناب نے بعد فراغ علوم مشرقیہ لکھنؤ میں انگریزی شروع کی پھر بنارس گورنمنٹ اسکول و کالج میں تعلیم پا کر ادب عربی میں ام۔ اے کا امتحان دیا۔ آپ ابتدا سے اخیر تک نہایت کامیابی کے ساتھ پاس کرتے اور وظائف پاتے رہے۔ بی۔ اے اور ام۔ اے میں فرسٹ ہوئے اور چاندی کی گھڑی اور سونے کا تمغہ انعام میں پایا۔ پھر آپ اسی سال زبان انگریزی میں ام۔ اے دینے کے لئے امتحان

یونیورسٹی میں داخلہ فرمایا۔ اور چار اہم پرچوں سے فراغت حاصل کی تھی کہ بوجہ ضابطہ جدید "ایک سال دو زبان میں امتحان دینا ممتنع ہے"۔ جناب کو باقی پرچے ترک کرنے پڑے جناب کے استاد مسٹر گرفتھ کو اس واقعہ سے سخت ملال ہوا اور اس نے اپنے طور پر سند لیاقت عطا کر دی۔ آپ نے زمانۂ تعلیم میں ٹیوشن خفیفہ بھی کی تھی۔ بعد تحصیل علوم مغربیہ وجہ معاش کی طرف متوجہ ہوئے۔ جناب نے ملازمت میں مذاق طبعی کا لحاظ رکھا۔ کل ملازمت درس تدریس ہی کی کی۔ البتہ لکھنؤ میں اودھ اخبار کے دفتر میں کچھ عرصہ مترجم بھی رہے۔ فیض آباد میں فورتھ ٹیچر اور بریلی میں سکنڈ ٹیچر رہے۔ پھر بریلی سے سید محمود جج ہائیکورٹ الٰہ آباد علیگڈھ کالج میں فلسفہ کا پروفیسر مقرر کرنے کے لئے باصرار لے گئے۔ وجہ یہ ہوئی تھی کہ مسٹر مہدی حسن منصف فتحپور ہسوہ سسٹم کے ایک کتاب کا ترجمہ مولوی صاحب کی مدد سے کر رہے تھے۔ ایک جگہ تعین معنی میں اختلاف ہوا تو منصف صاحب نے ایک گریجویٹ سویلین (کمشنر) سے مطلب حل کرنا چاہا۔ مولوی صاحب نے اس کی غلطی دفیع ثابت کی۔ منصف صاحب نے بغرض اطمینان خاطر مسٹر محمود کی طرف رجوع کیا۔ جج صاحب نے مولانا کی قوت فکری کی بیحد داد دی اور شیدائی ہو گئے۔ بہرکیف آپ چھ برس تک وہاں فلسفہ کے پروفیسر رہے اور اسی عرصہ میں آپ نے کینٹن بھی پڑھی۔ آپ نے ایک مضمون فلسفہ قدیم و جدید پر تحریر فرمایا تھا جس کو پانیر الہ آباد نے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ سے نہایت تعریف کے ساتھ شائع کیا تھا۔ پھر علیگڈھ کالج سے الہ آباد میور سنٹرل کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہو کر آئے۔ پھر فیلو آف یونیورسٹی ہوئے اور وہاں سے پنشن پا کر اپنے وطن مالوف پٹنہ کو مراجعت فرمایا۔

آپ نے کبھی ملازمت یا ممتحن ہونے کی خود کوشش یا درخواست نہیں کی اور بغیر کسی تحریک (اور خواہش) کے جناب کو گورنمنٹ سے شمس العلماء کا خطاب بھی ملا۔

آپ کو بچپن سے عرب عرباء کے کلام سے ذوق تھا۔ اس کی وجہ آپ کے عم محترم مولانا فیاض علیؒ کی نصیحت تھی۔ "میں عربی اس لئے پڑھاتا ہوں تاکہ لوگ قرآن مجید اپنی استعداد جیدہ سے سمجھ سکیں۔ مفسرین کے اقوال و آراء پر اعتماد کر کے قدیم فدگرائی میں مبتلا نہ ہوں"۔ اسی لئے آپ کو متاخرین یعنی کلام مولد و محدث سے خاص طور پر احتراز رہا۔ آپ کو ادب عربی سے ان

قدر شغف تھا کہ امتحان کے زمانہ میں عربی کتابوں کو صندوق میں بند کرنی پڑتی۔ مگر دل کی بے تابی اس بیچ میں بھی مطالعہ پر مجبور کیا کرتی۔ آپ کو کلام جاہلی تا اسلامی پر عبور خاص تھا۔ اور فن لغت میں بصیرت تام تھی۔ آپ کے حواشی خصوصًا ادبیات اور لغات پر کثیر ہیں۔ جناب نے دیوان لبیدؓ کی شرح نہایت بسط کے ساتھ لکھنی شروع کی تھی۔ مگر افسوس حوادث نے اختتام سے باز رکھا۔ نظم عربی فی البدیہہ آپ کی بات چیت تھی۔ آپ اپنا کلام برابر چاک کر کے برباد کر دیتے۔ چند خطوط جن کو آپ نے نہایت سرسری طور پر میرے نام لکھے تھے تحفۂ ناظرین کرتا ہوں۔

الا یا سیّدی عبد الرحیم	علیک اسم السّلام من الرحیم
فشکرًا ثمّ شکرًا ثم حمدًا	لکم منّی لفضلکم العمیم
لما قد نلت کتبا من لدنکم	تقی القراء من ورد الجحیم
فاثنان من الشجرات فیها	کذالک العد فی الفم الملیم
وعد هدایة التوحید عشرا	وواحدها خصام من خصیم
فخمس بعد عشر عد کل	وذاک اعد من فضل جسیم
وعبدکم امیجد کم علی	ویستعفی من الرب الکریم
وقانا اللّٰه من عاهات یوم	به تعبو الوجوه للقدیم

وَلہ

لعبد الرحیم کریم المقام	جمیل السجایا لخیر امام
الی الخیر هاد لمن یهتدی	واما علاه فلا یترام
ایا هادی القوم هادی الانام	علیک السلام لیوم القیام
اتدعوا اصحابا غدًا للطعام	فعیدک آتٍ له یا همام
علٰی ذاک ان تقبلوا شکره	فبشراه ما ذاک ختم الکلام
والمجد علی عبدکم شاکر	عفا عنه رب غفور سلام

وله

لمولی الصدیق من مولی سلام	وفی الدارین ذاک لکم دوام
لمولائی اخی عبد الرحیم	الی ثقة وحاج ذا یرام
ید طولی له فی کل فن	وفی الانساب معلمہ شیام
وما فی دھرنا انساب باق	کان العلم جاء له اختتام
فمن یطلب من الانساب علما	یجدہ عندہ وله تمام
ومولاکم امیعدکم علی	بذا الکم له اختتم المرام

آپ نہایت صابر و ضابط، عفیف، فراخدل، کریم النفس اور منکسر المزاج تھے۔ گھر کے موٹے کام اوقات فرصت میں خود کرتے۔ ملازموں پر نہیں چھوڑتے۔ کسی وقت بے شغل رہنا پسند نہیں کرتے۔ بغیر کام کے تکلیف محسوس کرتے۔ آپ نہایت جفاکش تھے فن سپہ گری سے آگاہ تھے۔ آپ نے قومی مدارس میں ہزاروں روپے عنایت فرمائے۔ لوگوں کے احسان ہمدم یاد رکھتے۔ قرابت کے حقوق کا ازبس خیال رکھتے۔ آپ نے عرصہ ملازمت میں انگریزی لباس اختیار فرمایا تھا۔ مگر کبھی بھی طبیعت پر اس کا اثر نہیں پایا گیا۔ اور نہ کبھی جناب کی لحیہ مبارک کو مقراض لگی۔ جناب کو قرض سے از حد نفور تھا۔ چنانچہ قیام علیگڑھ کے زمانہ میں بوقت حاجت اپنی اشیاء کو کم داموں پر علیحدہ کر دیتے۔ ایام پیری میں دن میں تلاوت اور کتب بینی میں گذرتا اور شب قیام و سجود میں۔ جناب نے ۲ شوال ۱۳۴۱ھ بوقت ۷ بجے صبح اس دار فانی سے عالم بقا کو ارتحال فرمایا۔ انا للہ ثم انا للہ۔ اللّٰھم اغفرله وارحمه۔

جناب کا عقد مسماۃ رقیہ بنت شیخ محمد علی مرحوم ساکن بہار سے ہوا تھا۔ جن سے آپ کی اولاد صالح موجود ہیں ابقاھم اللہ فی طاعتہ۔ آپ کی اہلیہ نے ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا۔

چھ اولاد جو جناب کے سامنے گذر گئیں، یہ ہیں:۔ سید علی۔ اسعد علی۔ خیر النساء۔ سکینہ دو تین دنوں کے عرصہ میں بعارضۂ ہیضہ انتقال کر گئے۔ سلمٰی زوجہ اولیٰ حکیم عبد الخبیر صاحب نے

دس برس قبل رحلت کی۔ واُمۃ اللہ زوجہ ثانیہ حکیم عبدالخبیر سلمہ نے ۲۰ اپریل ۱۹۲۱ء میں انتقال کیا۔ اولاد سلمہم اللہ تعالیٰ یہ ہیں۔ مولوی محمود علی بی۔اے۔آپ کا عقد مسماۃ اشرف النساء بنت سومی جناب حکیم لطیف حسین مرحوم بانع پاتو۔ پٹنہ سے ہوا ہے۔آپ اس وقت کتب بینی اور تجارت کا مشغلہ رکھتے ہیں۔ مولوی محمد۔ مولوی احمد۔ مولوی حامد۔

ضمیمہ تذکرہ مولانا اشرف علی صاحب ایم۔اے وشمس العلماء مولانا امجد علی صاحب ایم۔اے

مولانا اشرف علی صاحب پسر مولانا احمد اللہ صاحب اسیر انڈمان مرحوم کا اصل نام عبد المقتدر تھا اور شمس العلماء مولانا امجد علی صاحب مرحوم پسر مولانا یحییٰ علی صاحب اسیر انڈمان کا اصل نام محمد عیسیٰ تھا۔ ان دونوں بھائیوں کے ناموں کے بدلنے کی کیا صورت ہوئی، اس کا تذکرہ آگے آتا ہے۔ تذکرہ صادقہ میں یہ ذکر موجود ہے کہ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کو انگریزی حکام نے دھوکہ دیا اور اُن کو پٹنہ بھیجنے پر مجبور کر دیا۔ اور دو برس کے مچلکہ کے کاغذ پر اُن سے دستخط لے لیا۔ تذکرہ صادقہ میں یہ ذکر موجود ہے کہ تقریباً ۱۲۶۶ھ میں مچلکہ کی مدت ختم ہوتے پر سپھر یاغستان کی طرف مولانا موصوف روانہ ہوئے۔ تقریباً دو ڈھائی سو آدمی آپ کے ساتھ ہندوستان سے روانہ ہوئے، ان ہی لوگوں میں مولانا فیاض علی صاحب علیہ الرحمہ، مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمہ بھی روانہ ہوئے۔ ان ہی لوگوں کے ساتھ مولانا اشرف علی صاحب ایم۔اے اور مولانا امجد علی صاحب ایم۔اے بھی گئے۔ مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمہ مولانا فرحت حسین صاحب علیہ الرحمہ کی علالت کی وجہ سے پٹنہ واپس بلائے گئے۔ لیکن مولانا اشرف علی صاحب مرحوم اور مولانا امجد علی صاحب مرحوم وہیں رہے۔ مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے بعد مولانا عبداللہ صاحب مرحوم پسر مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ امیر المجاہدین مقرر ہوئے۔ اس وقت تک یہ دونوں بھائی (مولانا اشرف علی اور مولانا امجد علی صاحبان) وہیں تھے۔ مولانا اشرف علی صاحب کو خیال آیا کہ درسی کتابوں کے کچھ اسباق باقی رہ گئے ہیں، ہندوستان

پہنچ کر ان کتابوں کے اسباق پورے کئے جائیں۔ اس خیال سے یہ دونوں بھائی (مولانا اشرف علی اور مولانا امجد علی صاحب) وہاں سے ہندوستان روانہ ہوئے۔ ایک خچر پر کتابیں اور دیگر سامان رکھے اور خود دونوں بھائی پیادہ پا چلے۔ راستہ میں جمع بین الصلوٰتین کے لئے رُکتے تھے۔ جب یہ دونوں بھائی نماز پڑھتے تھے تو پہلے خچر کے سامنے کھانے کا کوئی سامان رکھ دیتے۔ خچر کھانے لگتا اور یہ حضرات اپنے کام میں مشغول ہو جاتے اس طرح پر چوبیس گھنٹوں میں صرف تین وقت نماز کے لئے ٹھہرتے تھے۔ باقی وقتوں میں خچر کو آگے آگے ہانکتے ہوئے پیدل چلتے ہوئے تیسرے دن عصر کے وقت پشاور پہنچے۔ ایک سرائے میں داخل ہوئے۔ سرائے میں ایک کھلی ہوئی جگہ پر ایک پلنگ تھا، اس پر کتابیں اور سامان اتار کر رکھا، خچر کے سامنے کچھ کھانے کو رکھ دیا۔ ظہر اور عصر کی نماز پڑھ کر پلنگ پر بیٹھ گئے۔ اپنے سامان سے ٹیک لگایا تو ان دونوں بھائیوں کو نیند آ گئی اور نیند بھی اتنی گہری اور لمبی آئی کہ دوسرے دن آفتاب نکل آیا، مگر ان دونوں بھائیوں کی نیند نہیں ٹوٹی۔ سرائے کی خدمت کرنے والی ایک عورت ان دونوں بھائیوں کے پاس پہنچی اور ریخ ہو کر بولی کہ تم لوگ کیسے آدمی ہو کہ کل شام سے سوئے ہوئے ہو، مگر اب تک نیند نہیں ٹوٹی۔ نہیں معلوم تم لوگوں نے اپنے آنے کی اطلاع تھانہ میں دی ہے یا نہیں اگر نہیں دی ہے تو جلد جا کر تھانہ میں اطلاع دے آؤ۔ یہ دونوں بھائی تھانہ میں پہنچے اور وہی اپنا پہلا نام صحیح ولدیت، صحیح پیشہ (زمینداری) صحیح سکونت (پٹنہ) لکھوایا اور سرائے میں آکر کھانے پینے کا کچھ سامان لیا۔ کیونکہ راستہ میں نماز سے قبل یا بعد برائے نام ہی یہ لوگ کھاتے تھے۔ تھانہ میں اپنی آمد کی اطلاع لکھانے کے لئے ان دونوں بھائیوں کے جانے کے وقت یا آنے کے وقت مولوی رجب علی میر منشی چیف کمشنر پنجاب کے آدمی نے ان دونوں بھائیوں کو دیکھا اور میر منشی صاحب سے ان دونوں کے دیکھنے کا حال اور ان کا حلیہ بیان کیا۔ میر منشی صاحب نے اپنے آدمی کو فوراً بھیجا کہ ان دونوں بھائیوں کو تلاش کر کے جلد میرے پاس لے آؤ۔ میر منشی صاحب کے آدمی نے غالباً ان دونوں بھائیوں کو سرائے میں پایا اور کہا کہ میر منشی صاحب آپ لوگوں کو فوراً بلا رہے ہیں۔ میر منشی صاحب

کے آدمی کے ساتھ یہ دونوں بھائی میر منشی صاحب کے پاس پہنچے۔ میر منشی صاحب نے ان دونوں سے فرمایا کہ مجاہدین کی مدد کرنے والوں پر تمام ہندوستان میں مقدمات دائر ہوچکے ہیں ۱۲۸۰ھ کا یہ واقعہ ہے۔ میر منشی صاحب نے پوچھا کہ آپ دونوں بھائیوں نے تھانہ میں اپنا نام، ولدیت، سکونت اور پیشہ کیا لکھایا ہے۔ ان لوگوں نے تھانہ میں جو کچھ لکھایا تھا وہ ان کو بتلایا۔ میر منشی صاحب نے فرمایا کہ آپ دونوں بھائیوں کی بھی حکومت کو تلاش ہے۔ ممکن ہے کہ تھانہ دار کو دھوکہ ہوا ہو، کیونکہ زید اور یہاں بلوائے کو کہتے ہیں۔ بہرکیف میر منشی صاحب نے مولانا عبدالقدیر صاحب کو کہا کہ آپ اپنا نام اشرف علی رکھ لیجئے اور مولانا محمد عیسیٰ صاحب کو کہا کہ اپنا نام امجد علی رکھیے اور آپ دونوں بھائی اپنے کو سگے بھائی کہئے، چچازاد بھائی مت کہئے۔ اور اپنے والد کا نام احمد بخش بتلائیے (یہ مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم کا پہلا نام احمد بخش ہی تھا۔ جناب سید صاحب علیہ الرحمہ نے احمد بخش کی جگہ احمد اللہ رکھ دیا تھا) اور اپنی سکونت صادق پور کی جگہ منیدا توان ضلع پٹنہ بتلائیے گا۔ میر منشی صاحب نے ان دونوں بھائیوں سے یہ بھی کہا کہ آپ دونوں یہاں سے لے کر پٹنہ تک کسی راستہ کی جگہ میں نہ پھریں، بلکہ راستہ کی جگہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں پھریں۔ چنانچہ کچھ دنوں تک یہ دونوں بھائی رہ دولی میں بھی رہے ہیں۔

مولانا اشرف علی صاحب ہندوستان کے مختلف اساتذہ سے اپنا سبق رجوع کرتے رہے۔ مولانا امجد علی صاحب بھی ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ مولانا امجد علی صاحب مولانا اشرف علی صاحب ہی سے پڑھتے رہے جس وقت یہ دونوں بھائی مفتی صدرالدین صاحب دہلوی کی خدمت میں پہنچے تو مفتی صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں ___ مولانا اشرف علی صاحب کا جواب سنکر مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے سبق کے لئے ہم وقت دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد مفتی صاحب نے مولانا امجد علی صاحب سے پوچھا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں۔ مولانا امجد علی صاحب نے کتابوں کا نام بتلایا، تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ کو پڑھانے کے لئے

میرے پاس وقت نہیں ہے۔ مولانا امجد علی صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس پڑھانے کا وقت ہو بھی تو میں آپ سے نہیں پڑھوں گا۔ کیونکہ میرے پڑھانے کے لئے میرے بڑے بھائی کافی ہیں۔ پڑھانے میں جو شفقت ان کی ہوگی کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ بات سن کر مفتی صدرالدین صاحب نے مولانا امجد علی صاحب کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ یہ بات ٹھیک کہتے ہو۔ غرض مولانا اشرف علی صاحب کا سبق مفتی صاحب کی طرف رجوع ہوا اور مولانا امجد علی صاحب اپنے بڑے بھائی مولانا اشرف علی صاحب سے پڑھتے رہے۔

یہ دونوں بھائی درس نظامیہ سے فراغت کے بعد عربی ادب کی طرف متوجہ ہوئے، اور لکھنؤ میں ایک مشہور ادیب سے یہ دونوں بھائی ملے اور اپنی خواہش و شوق کا اظہار ان سے کیا، ان دونوں بھائیوں کی باتیں سن کر ادیب صاحب نے کہا کہ آپ دونوں آدمی اپنا اپنا کلام میرے سامنے پیش کیجئے تاکہ میں سمجھوں کہ آپ لوگوں کو ادب میں کہاں تک دخل ہے۔ ادیب صاحب سے جو گفتگو ہوئی تھی ان دونوں بھائیوں نے الگ الگ اسی واقعہ کو زبان عربی کے اشعار میں قلمبند کیا اور پھر ادیب صاحب کی خدمت میں پہنچ کر اپنا اپنا کلام سنایا۔ جب ان دونوں بھائیوں نے اپنا اپنا کلام سنایا تو ادیب صاحب نے فرمایا کہ آپ دونوں آدمی عربی ادب سے واقف ہیں۔ آپ لوگوں کو مزید ادب سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے ہاں، آپ دونوں صاحبان کبھی کبھی آجایا کریں تو تذکرہ میں مجھ کو اور آپ دونوں بھائیوں کو فائدہ ہوتا رہے گا۔

مولانا اشرف علی صاحب نے لکھنؤ میں طب کی درسی کتابیں بھی تمام کی تھیں۔ طب کے اساتذہ میں سے ایک استاد وہ بھی تھے، جو مولانا حکیم عبدالحمید صاحب تاآلی ہندپرادر معظم کے بھی استاد تھے۔ ایک روز ان طبیب صاحب نے فرمایا کہ عبدالحمید ثانی پٹنوی بھی تمہارے ہی ایسے ذہین اور فطین میرے شاگرد گزرے ہیں۔ تمہاری طبیعت بالکل ان ہی سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ زمانہ ان دونوں بھائیوں کی روپوشی کا تھا۔

اس لئے مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ عبدالحمید نام کے آدمی پٹنہ میں بہت سے ہو سکتے ہیں۔ اپنے بڑے بھائی ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ ان دونوں بھائیوں نے درس نظامیہ کو اختتام تک پہنچایا اور عربی ادب میں بھی کمال حاصل کیا۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فن طب کو بھی اختتام تک پہنچایا۔ مگر علاج معالجہ انہوں نے کبھی نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان کی طبیعت فن ریاضی کی طرف مائل تھی، جو فن طب سے مختلف چیز ہے۔ اب یہ دونوں بھائی انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، اور انگریزی تعلیم کی ابتدار سے انتہا تک یعنی ایم۔ اے میں کامیاب ہونے تک کل چھ برس کا عرصہ صرف ہوا۔ عربی کے ممتحن نے ان دونوں کے متعلق اپنی رائے یہ لکھی کہ امتحان لینے والے سے امتحان دینے والا بہتر ہے۔ عموماً ہوتا ہے کہ بی۔ اے میں کامیاب ہونے والے کم از کم ایک سال بعد ایم۔ اے کے امتحان میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر ان دونوں بھائیوں کی صورت دوسری ہوئی۔ یعنی ان دونوں بھائیوں کی علمی لیاقت، ذہانت اور فطانت کو دیکھ کر بنارس کالج کے پرنسپل نے یونیورسٹی میں کوشش کی اور یہ دونوں بھائی بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے چند دنوں بعد اسی سال ایم۔ اے کے امتحان میں بھی شریک ہوئے اور امتیازی نمبر کے ساتھ ایم۔ اے بھی پاس کیا۔ اب یہ دونوں بھائی ایم۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ مولانا اشرف علی صاحب ریاست بھاول پور کے ایک اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ اس کے بعد ریاست جوناگڑھ کے نہایت کالج میں کچھ روز تک پرنسپل رہے۔ آخر میں باندہ کے ایک سرکاری اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہے اور وہیں سے پنشن پانے کے بعد پٹنہ آئے۔ آپ محلہ صادق پور میں تین قطعات مکان دوران ملازمت میں بنوا چکے تھے، اسی میں قیام فرما رہے۔ آپ نے پٹنہ میں پانچ چھ سال قیام فرما کر انتقال فرمایا۔ پٹنہ کے تین قطعات مکان میں سے درمیانی قطعہ کو از سر نو تعمیر کرایا۔ یہ زمانہ آپ کے باندہ میں قیام کا تھا۔ اس لئے اس قطعہ کو تعمیر کرانے کے لئے پٹنہ ہی کے رہنے والے ایک صاحب کے حوالہ کیا۔ درمیانی قطعے کے پورب جانب مولوی یعقوب صاحب مرحوم کے مکان کی ایک دیوار ہے

اس کے اوپر چھت ہے اور اس چھت کی نالی تین جگہ پر مولانا اشرف علی صاحب کے مکان میں گرتی تھی۔ اس مکان کی تعمیر کرانے والے صاحب نے دو نالیوں کو بند کر دیا جو چھت پر گرتی تھی، اور جو نالی آنگن میں گرتی تھی اس کو رہنے دیا۔ مولانا اشرف علی صاحب جب پٹنہ تشریف لے آئے تو اس کیفیت کو دیکھ کر مکان تعمیر کرانے والے صاحب سے فرمایا، آپ کا شکریہ کہ آپ نے میری خیر خواہی کی خاطر دو نالیوں کو بند کر دیا، لیکن مزدور بلوا کر دونوں نالیوں کو پھر کھلوا دیا، اور اپنے پڑوسی کو حق آسائش سے محروم نہیں کیا۔ ان دونوں نالیوں کے پانی کے گرنے کی وجہ سے چھپر خراب رہا کرتی اسکو برداشت کرتے رہے، اسی میں ان کی زندگی ختم ہوئی۔ اس کے بہت بعد مولوی یعقوب صاحب مرحوم کا انتقال ہوا تو مکانات ان کے لڑکوں یعنی ورثا کے درمیان تقسیم ہوئے۔ وہ دیوار اور چھت جس کی نالی مولانا اشرف علی صاحب کے مکان پر گرتی تھی۔ حکیم عبدالوہاب صاحب کے حصہ میں آئی۔ حکیم عبدالوہاب صاحب مرحوم نے اپنے زمانہ میں اس چھت کے پانی گرنے کے رخ کو پھیر دیا اور تینوں نالیوں کو بند کر دیا۔ مولانا اشرف علی صاحب مرحوم ہی کے اخلاص و ایثار کا یہ نتیجہ تھا کہ مولانا عبدالوہاب صاحب نے ان نالیوں کو بند کرا دیا۔

عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ منتہی طلبا کو پڑھانے والے مبتدی طلبا کو پڑھانے سے گھبراتے ہیں لیکن مولانا اشرف علی صاحب مرحوم مبتدی اور منتہی دونوں کو یکساں طور پر پڑھاتے تھے۔ اور دونوں نوع کے طلبہ کے مبلغ علم کو مدنظر رکھ کر کتابوں کا مطلب سمجھاتے تھے اور ان کے پڑھانے کا طریقہ ایسا تھا کہ گویا دھاگے میں موتی پرو دئے گئے۔ ان سے پڑھنے والے کتاب کے مطالب پر پورے حاوی ہوتے تھے۔ مولانا اشرف علی صاحب بڑے خائف باللہ آدمی تھے رات کو تہجد کے وقت تنہائی میں بہت گریہ وزاری کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً وَّصَغِيْرَةً وَّكَبِيْرَةً لا طغادِرُ ذَنْبًا۔ مولانا اشرف علی صاحب مرحوم کی عادتوں میں ایک عادت یہ بھی تھی کہ اپنے چھوٹوں کا بھی صرف نام ہی نہیں لیا کرتے تھے، بلکہ مولوی فلاں یا مسٹر فلاں کر کے مخاطب کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ

اگلے مصنفین نے اِس مضمون پر ورقوں سیاہ کیا ہے کہ پانی کا وزن اس کے جم جانے کے بعد گھٹ جاتا ہے یا بڑھ جاتا ہے۔ اس مضمون پر اتنی بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے، فرمانے لگے کہ جما ہوا پانی یعنی برف کا ایک ٹکڑا لو اور اسے پانی میں ڈال دو، اگر وہ پانی کے اندر بیٹھ جائے تو برف کا وزن بڑھ گیا اور اگر وہ پانی کی سطح پر تیرتا رہے، تو برف کا وزن گھٹ گیا۔

اُوپر یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب اور مولانا امجد علی صاحب مرحومین ہمیشہ یکجا رہے۔ ملازمت کے زمانہ میں دونوں بھائی جدا ہوئے۔ مولانا اشرف علی صاحب کے حالات تو اوپر لکھے جا چکے ہیں کہ وہ کہاں کہاں رہے اور کہاں انتقال فرمایا+ مولانا امجد علی صاحب کی ملازمت اوّل اوّل بریلی کے ایک ہائی اسکول میں ہوئی۔ اس کے اندر بورڈنگ بھی تھی۔ بریلی کے اسکول میں ان کی آمدنی تین طرح کی تھی، اسکول کا مشاہرہ، بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ کا مشاہرہ اور راجہ جیندر پال سنگھ کے اتالیق میں رکھے گئے تھے تو اس اتالیق کا بھی ان کو مشاہرہ ملتا تھا۔ راجہ جیندر پال کو حسن کے اتالیق میں تھے بڑی محبت اور شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ مولانا امجد علی ان کے ساتھ پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مولانا امجد علی صاحب جس زمانہ میں بریلی میں تھے، اس وقت سر سیّد احمد خاں مرحوم کے صاحب زادہ جسٹس سید محمود صاحب بریلی ڈسرکٹ جج تھے اور اسی زمانہ میں جسٹس سید محمود صاحب کو مولانا امجد علی صاحب مرحوم کے فلسفہ کی لیاقت کا اندازہ ہوا۔ اسی زمانہ میں علی گڑھ کالج میں ایک فلسفہ کے پروفیسر کی جگہ خالی ہوئی۔ جسٹس سید محمود صاحب نے اپنے والد سر سیّد احمد خاں مرحوم کو لکھا کہ آپ غالباً یورپ سے کسی فلسفی کو بلا کر فلسفہ کے پروفیسر کی جگہ دیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی لکھا کہ مولانا امجد علی صاحب فن فلسفہ میں کسی یورپ کے فلسفی سے کم نہیں ہیں اور یہ ہندوستانی ہیں۔ اس لئے کم مشاہرہ پر بحسن و خوبی کام انجام دینگے۔

جسٹس سید محمود صاحب کے لکھنے پر سر سید احمد خاں مرحوم نے مولانا امجد علی صاحب کے پاس خط لکھا کہ علی گڑھ کالج میں فلسفہ کے پروفیسر کی جگہ آپ کو دی جاتی ہے اگر

آپ کو منظور ہو تو آپ چلے آویں جب یہ خط مولانا امجد علی صاحب کو ملا تو انہوں نے اس خط کے مضمون کو مولانا اشرف علی صاحب مرحوم کے پاس لکھ کر بھاول پور بھیجا، اور ان سے دریافت کیا کہ اس جگہ کو ہم قبول کریں یا نہیں۔ مولانا اشرف علی صاحب مرحوم نے ان کو جواباً تحریر فرمایا کہ ضرور قبول کرو اور علی گڈھ جاؤ۔ اس کے بعد مولانا امجد علی صاحب نے اس تقرری کو قبول کیا اور علی گڈھ پہنچے اور فلسفہ کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔

جس زمانہ میں مولانا امجد علی صاحب علی گڈھ کالج میں فلسفہ کے پروفیسر تھے۔ اس زمانہ میں شمس العلماء مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے کلکتہ میں چمڑے کی آڑھت کھول رکھی تھی۔ آڑھت کے کام کے لئے اکثر کلکتہ جانا ہوتا تھا۔ کلکتہ کے ایک نامی آدمی نواب عبداللطیف صاحب سے بھی کلکتہ کے قیام کے زمانہ میں ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اسی زمانہ میں مسٹر کنولی صاحب وائسرائے کے سکریٹریوں میں داخل تھے۔ یہی مسٹر کنولی ہیں کہ ان کی بچی کے زمانہ میں مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم اسیر انڈمان کا مقدمہ ان ہی کے ہاتھ میں تھا۔ نواب عبداللطیف صاحب مسٹر کنولی صاحب سے اکثر ملاقات کیا کرتے تھے۔ ایک روز مسٹر کنولی نے نواب عبداللطیف صاحب سے کہا کہ دو نوجوان ایک مولانا احمد اللہ صاحب کے صاحبزادے (یعنی مولانا اشرف علی صاحب) اور دوسرے مولانا یحییٰ علی صاحب اسیر انڈمان کے صاحبزادے (یعنی مولانا امجد علی صاحب آجکل کہاں ہیں؟ کیا ان دونوں بھائیوں سے ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔ نواب عبداللطیف نے مسٹر کنولی صاحب کی اس خواہش کا اظہار مولانا محمد حسن صاحب مرحوم سے کیا۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولانا اشرف علی صاحب تو یہاں سے بہت دور ریاست بھاول پور میں ہیں، ان کو بلانا تو مشکل ہے۔ مگر مولانا امجد علی صاحب علی گڈھ میں ہیں۔ ان کے بلانے کی ہم کوشش کریں گے۔ چنانچہ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے مولانا امجد علی صاحب کو خط لکھا کہ مناسب ہے کہ آپ کسی تعطیل کے موقع پر میرے ساتھ کلکتہ چلیں اور مسٹر کنولی صاحب سے ملاقات کریں۔ مولانا امجد علی صاحب کسی تعطیل کے زمانہ میں پٹنہ آئے اور مولانا محمد حسن صاحب کے ساتھ کلکتہ پہنچے۔ نواب عبداللطیف صاحب کے ذریعہ مسٹر کنولی صاحب کو خبر دی گئی کہ دو بھائیوں میں سے ایک بھائی آپ کی فرمائش

کے مطابق آپ سے ملاقات کے لئے کلکتہ آ گئے ہیں۔ ملاقات کا کونسا وقت ملتا ہے۔ مسٹر کنولی صاحب نے تاریخ اور وقت کا تعین کر کے آدھا گھنٹہ وقت ملاقات کے لئے دیا۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم، مولانا امجد علی صاحب مرحوم اور نواب عبداللطیف صاحب مرحوم اور ایک انگریز جج کا عہدہ دار چاروں آدمی ایک گاڑی پر مسٹر کنولی صاحب کے مکان پر پہنچے۔ برساتی میں گاڑی لگی۔ مسٹر کنولی صاحب کو خبر دی گئی تو مسٹر کنولی صاحب ان کے استقبال کے لئے برساتی کے پاس آ گئے اور ان سبھوں کو کمرے میں لے گئے نشست یوں رکھی گئی کہ صدر جانب میز کی کرسی اپنے لئے رکھی اور اس کرسی کے دائیں بائیں دو کرسیاں رکھی تھیں۔ درمیان میں تو وہ خود بیٹھے اور دونوں بازوؤں کی دونوں کرسیوں پر دونوں بھائیوں (یعنی مولانا امجد علی صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب کو بٹھایا) اور میز کے دوسری جانب کی دو کرسیوں میں سے ایک پر نواب صاحب اور دوسرے پر انگریز صاحب کو بٹھایا۔ مولانا امجد علی صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ کرسی پر بیٹھنے کے بعد ہم نے گھڑی نکال کر میز پر رکھ دی تا کہ آدھ گھنٹہ پورا ہونے پر رخصت کی اجازت چاہیں۔ لیکن سلسلہ کلام کچھ ایسا چلا کہ آدھ گھنٹے کے بعد بھی مسٹر کنولی نے ان لوگوں کو روکے رکھا اور باتیں کرتے رہے۔ یہانتک کہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ان لوگوں کو رخصت کیا۔ پھر یہ بھی کہا کہ آپ جب بھی کلکتہ آویں ہم سے ملاقات کریں تو بہتر ہوتا۔ ملاقات کے وقت جو مکالمہ ہوا وہ آگے آتا ہے۔

بات یہ ہے کہ مولانا امجد علی صاحب جس وقت مجاہدین کے قافلہ میں تھے۔ اس وقت پٹنہ کے کسی شخص کے نام ایک خط بھیجا تھا اور اس خط میں یہ شعر تھا کہ ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است   ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

یہ خط حکومت نے پکڑ لیا تھا۔ اس ملاقات کے وقت مسٹر کنولی صاحب نے جیب سے اس خط کو نکالا اور مولانا امجد علی صاحب کو دکھلا کر پوچھا کہ یہ خط آپ کا لکھا ہوا ہے؟ مولانا امجد علی صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت یہ سوال مسٹر کنولی صاحب نے مجھ سے کہا تو حاضرین میں سے کل اشخاص میری طرف دیکھنے لگے، کہ اس سوال کا یہ کیا جواب

دیتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ اگر میں راقم ہونے سے اس کا انکار کر جاؤں تو مسٹر کنولی کی نظر میں جھوٹے ہونے کی وجہ سے گر جاؤں گا۔ اس لئے اپنی انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے میں نے جواب دیا کہ جی ہاں، ان ہی انگلیوں نے اس خط کو لکھا ہے۔ تب مسٹر کنولی صاحب نے پوچھا کہ ایسی اُجڑی ہوئی جگہ کو آپ نے فردوس کیسے قرار دیا۔ اس کے جواب میں مولانا امجد علی صاحب نے فرمایا کہ فردوس ایک ایسی جگہ ہے جہاں انسان اپنی خواہش کو پورا کر سکتا ہے۔ دنیا میں جس جگہ انسان اپنی خواہش پورا کر سکے وہ جگہ اس انسان کے لئے فردوس ہے میں وہاں ستو کھا کر بھی اپنی خواہش کو پورا کر سکتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کو فردوس لکھا تھا۔ مسٹر کنولی صاحب نے سوال کیا کہ آپ اپنے والد مولانا محمد یحیٰی علی صاحب مرحوم کو کیا سمجھتے ہیں، اس کے جواب میں مولانا امجد علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اپنے والد مرحوم کو ایسا سمجھتا ہوں، جیسا کہ عیسائیوں میں جان دی بپٹسٹ سمجھے جاتے ہیں (یہ یحیٰی پیغمبر علیہ السّلام کا انگریزی نام ہے) مسٹر کنولی صاحب نے سوال کیا کہ کیا آپ کے والد ایسا سمجھتے تھے کہ برٹش حکومت کا تختہ اُلٹ دیں گے۔ اس کے جواب میں مولانا موصوف نے فرمایا کہ میرے والد مرحوم نے جس کام کو اپنا فرض سمجھا، اس فرض کی ادائیگی میں لگے۔ اب اس فرض کی ادائیگی میں برٹش حکومت کا تختہ اُلٹے یا نہیں اُلٹے کنولی صاحب نے مولانا موصوف سے پھر پوچھا کہ آپ اس کام کو کیوں نہیں کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا موصوف نے مسٹر کنولی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کی یہ خواہش نہیں ہے کہ کوئن وکٹوریہ کی جگہ پر آپ ہوتے تو آپ اس کی کوشش کیوں نہیں کرتے ہیں۔ کنولی صاحب نے کہا کہ اس کا موقع حاصل نہیں ہے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ مجھ کو بھی اس کا موقع حاصل نہیں ہے کہ میں وہ کام کروں جو میرے والد مرحوم نے کیا ہے۔ اتنی باتوں کے بعد مسٹر کنولی صاحب نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حکومت کی طرف سے آپ کو ایسی جگہ دی جا سکتی ہے کہ جس کے ماہوار مشاہرہ کی ابتداء پانچ سو سے ہوگی (مولانا موصوف اس وقت علی گڈھ کالج میں ڈیڑھ سو روپیہ پاتے تھے) کنولی صاحب کی طرف سے پانچ سو ماہوار کی پیش کش تھی۔ مولانا موصوف

نے فرمایا کہ علی گڑھ کالج قومی کالج ہے۔ میں اپنے والد مرحوم کے ایسے اولوالعزم آدمی کا بیٹا ہو کر قومی کالج کی خدمت کو ترجیح دوں، اور زیادہ مشاہرہ کی جگہ کو قبول نہ کروں تو میرے لئے کوئی بیجا بات نہیں ہوگی (مگر مولانا موصوف فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد اور چچا مرحومین کے ساتھ جو سلوک حکومت نے کیا تھا۔ اس کے بدلے میں اس قسم کا عہدہ دے کر اشک شوئی کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے میں نے ایسی پیشکش کو قبول نہیں کیا) تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے بعد مسٹر کنولی صاحب نے ان لوگوں کو رخصت ہونے کی اجازت دی۔

مولانا امجد علی صاحب کی دو لڑکیاں شادی کے قابل ہوئیں اور آپ نے ان دونوں کی شادیاں اپنی زندگی میں کردیں۔ ذی حیثیت اور حکومت کے عہدہ دار لوگوں کی طرف سے ان دونوں لڑکیوں کی نسبتیں آئی تھیں۔ لیکن آپ نے ان نسبتوں کو دینی نقص کی وجہ سے قبول نہیں کیا اور اپنی دونوں لڑکیوں کی شادیاں ایسے شخص سے کیں کہ جن کے یہاں آپ کے نزدیک دین محفوظ تھا اور ان دونوں بچیوں کی شادیاں ایسے سادہ طریقے پر کیں کہ اب صادق پور میں بھی ایسی سادگی باقی نہیں رہی۔ ایسی سادگی کی مثال ملتی ہے تو مولانا ولایت علی صاحب مرحوم کے زمانہ میں۔

باوجودیکہ مولانا مرحوم عربی اور انگریزی دونوں علم کے فلسفہ کے اچھے طور پر ماہر تھے۔ اور علی گڑھ میں فلسفہ ہی کے پروفیسر رہ چکے تھے، لیکن پھر بھی فرمایا کرتے تھے کہ فلسفہ کوئی کام کی چیز نہیں ہے، نہ تو اس سے دنیا بنتی ہے اور نہ ہی آخرت اور نہ اس سے احقاق حق ہوتا ہے۔ ہاں اس فن کو زیادہ جاننے والا کم جاننے والے کو دبا دیتا ہے۔

مہاراجہ چترال نے بڑی کوششوں اور آرزو و منت کے بعد مولانا امجد علی صاحب مرحوم کو اپنی ریاست میں آنے کی دعوت دی۔ چترال ریاست کے قیام کے زمانہ میں ایک روز رات کا کھانا کھانے کے بعد ایک نشست میں مہاراجہ ریاست کے ریذیڈنٹ اور ایک فلسفی پنڈت اور مولانا امجد علی صاحب مرحوم اور دوسرے چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے، کہ وہی بات مولانا امجد علی صاحب کی زبان سے نکلی کہ

فلسفہ بیکار چیز ہے۔ اس سے احقاق حق نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اس فن کا زیادہ جاننے والا کم جاننے والے کو دبا دیتا ہے۔

فلسفی پنڈت صاحب نے کہا کہ آخر فلسفہ کے زور پر آدمی آم کا املی اور املی کو آم کیسے ثابت کر سکے گا۔ مولانا امجد علی صاحب مرحوم نے فلسفی پنڈت صاحب سے کہا کہ کسی مضمون پر ہم سے اور آپ سے بحث ہو جائے تو اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ مولانا موصوف نے بحث کا عنوان یہ مقرر کیا کہ خدا کا وجود ہے یا نہیں اور خود عدم وجود لیا اور پنڈت جی کے حوالہ وجود کیا۔ بحث اتنی طویل ہوئی کہ صبح کی نماز کا وقت ہو گیا اور پنڈت جی خدا کا وجود ثابت نہیں کر سکے، مولانا امجد علی صاحب نے فرمایا کہ بحث اور مکالمہ کو ختم کیجیے۔ نماز کا وقت ہو گیا اب میں نماز پڑھنے جاتا ہوں۔ پنڈت جی نے کہا کہ آپ خدا کو مانتے ہیں کہ نماز پڑھنے جا رہے ہیں! مولانا مرحوم نے فرمایا کہ بات تو صحیح ہے لیکن آپ تو وجود ثابت نہیں کر سکے۔ اب مولانا نے فرمایا کہ آئندہ رات کو پھر مکالمہ ہو گا اور میں خدا کے وجود کا عنوان لوں گا اور پنڈت جی کو عنوان عدم وجود۔ چنانچہ آئندہ رات کو وہ سب لوگ پھر بیٹھے جو گذشتہ رات بیٹھ چکے تھے اور پھر اسی طرح سلسلہ کلام صبح کے وقت تک رہا۔ اور مولانا موصوف نے خدا کا وجود ثابت کر دیا۔ مولانا موصوف کا بیان ہے کہ پنڈت جی کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کیونکہ گذشتہ رات کو جس نہج کو میں نے اٹھایا تھا، پنڈت جی بالکل اسی نہج پر چلے اور میں نے ان کے مضمون کو کاٹنا شروع کیا، یہاں تک کہ خدا کے وجود کو ثابت کر دیا۔ پھر سلسلہ کلام بند کر دیا گیا اور میرا دعویٰ ثابت ہوا کہ فلسفہ کے ذریعہ احقاق حق نہیں ہو سکتا ہے۔

راجہ صاحب نے اپنی ریاست کے مدارالمہام کا عہدہ مولانا موصوف کے سامنے پیش کیا، ظاہر بات ہے کہ پروفیسری کے مشاہرہ سے مدارالمہام کا مشاہرہ زیادہ ہوتا ہے، لیکن مولانا موصوف نے اس عہدہ کو قبول نہیں کیا۔ راجہ صاحب نے فرمایا کہ اس عہدہ کو قبول نہیں کرنے کی وجہ سے ریزیڈنٹ صاحب کے دل میں یہ گمان ہو سکتا ہے

کہ ریاست میں کوئی عیب ہے جس کی وجہ سے اتنے بڑے قابل آدمی مدارالمہام کا عہدہ قبول نہیں کرتے ہیں۔ راجہ صاحب سے مولانا موصوف نے فرمایا کہ میں خود ریزیڈنٹ صاحب سے بات کروں گا۔ چنانچہ موقع نکال کر ریزیڈنٹ صاحب سے مولانا موصوف نے باتیں کیں۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ میں براہ راست برٹش حکومت کی رعایا میں سے ہوں۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ برٹش حکومت اور ریاست کے مفاد میں ٹکراؤ ہو جاتا ہے۔ اگر میں اس ملازمت کو قبول کروں اور دونوں کے مفاد میں ٹکراؤ ہو تو اس وقت میں کس کے مفاد کا خیال کروں گا۔ ریزیڈنٹ صاحب نے جواب دیا کہ بڑے کے مفاد کا خیال آپ کو کرنا چاہئے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ اس موقف میں میں اپنے کو کیوں ڈالوں، عہدہ قبول نہیں کیا اور الہ آباد واپس چلے آئے۔

عربی علم وادب خصوصاً پرانی عربی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تھوڑا قبل اور تھوڑا بعد تک بولی جاتی تھی اور جس عربی میں قرآن مجید اترا ہے، اس کو جناب مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ اچھی طرح جانتے تھے اور ہندوستان کے چند ادیبوں میں ان کا شمار تھا۔ ایم۔ سی کالج الہ آباد کے پروفیسری کے زمانہ میں ایک ترک الہ آباد آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ وہاں کون کون لوگ کس کس فن میں مشہور ہیں۔ بعض لوگوں نے اس ترک سے کہا کہ مولانا امجد علی صاحب عربی زبان کے ماہر ہیں اور اس میں وہ بہت مشہور ہیں۔ وہ ترک مولانا امجد علی صاحب مرحوم کی ملاقات کے لئے ان کے مکان پہنچے۔ وہ ترک بھی چار پانچ زبان جانتے تھے۔ اسی میں وہ عربی بھی جانتے تھے دوران گفتگو میں وہ ترک صاحب بولے کہ عربی زبان مشکل سے آتی ہے اور جامعہ ازہر کے ایک فارغ کا حال بیان کیا کہ جامعہ ازہر سے فراغت کے بعد وہ صاحب عرب کے اندرونی حصہ کی طرف چلے، اونٹ پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کو پانی پینے کی حاجت ہوئی۔ ایک کھجور کا باغ ملا اور اس باغ کے سامنے کچھ پانی تھا، وہ اونٹ سے اتر کر اپنی پیاس بجھانے کی خاطر باغ کے قریب پہنچے۔ باغ میں کچھ لڑکیاں کھیل رہی تھیں، ان کو دیکھ کر ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی باغ کے کنارہ آگئی اور بولی

أَلَا يَا صَاحِ ذَا مَاءٌ عُجَاجٌ   فَإِنَّ الْمَاءَ خَلْفَ الْيَاسِقَاتِ

ازہری صاحب نے اس لڑکی سے شعر کو دہرانے کو کہا۔ جب اس لڑکی نے دہرایا تو ازہری صاحب نے اس کو قلمبند کیا۔ پھر بھی ازہری صاحب کو اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ مولانا امجد علی صاحب نے فرمایا کہ اس میں دو دقت ہے، ورنہ مضمون صاف ہے پہلی دقت یہ ہے کہ اس لڑکی نے لفظ صَاحِ استعمال کیا ہے، حالانکہ لفظ صَاحِبْ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی فلاں قبیلہ کی تھی۔ اس قبیلہ والوں کی عادت ہے کہ بولنے میں صاحب سے حرف ب کو گرا دیتے ہیں۔ دوسری دقت یہ ہے کہ لفظ عُجَاجٌ عین سے اس نے تلفظ کیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں یہ لفظ موجود ہے لیکن أُجَاجٌ الف سے ہے، عین سے نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ازہری صاحب نے اس کے تلفظ کے مطابق عین سے لکھ دیا ہے۔ اب نہ مادہ ملتا ہے اور نہ اس کے معنی کا پتہ لگتا ہے۔ یہی دو دقتیں ہیں، ورنہ مضمون صاف ہے۔ لڑکی یہ کہہ رہی تھی کہ اے صاحب یہ سامنے والا پانی نمکین یا گدلا ہے اور صاف پانی اس باغ کے پیچھے ہے۔ اس ترک نے کہا کہ جو مفہوم آپ نے بتلایا ہے بات یہی تھی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے مختلف قبیلوں کے بولنے کا فرق اور ان کے تلفظ کا فرق بھی مولانا موصوف جانتے تھے، اس گفتگو سے وہ ترک بہت خوش ہوئے۔

علیگڈھ سے میور سنٹرل کالج الہ آباد کیسے آئے۔ مسٹر گف نے اپنی طرف سے درخواست لکھ کر میور کالج الہ آباد میں داخل کر دیا اور آپ کو علی گڈھ خبر کر دی، اور الہ آباد پہنچنے کی سخت تاکید کی۔ مسٹر گف اپنے تلامذہ میں سب سے زیادہ مولوی اشرف علی صاحب کے بعد آپ ہی کی قدر کرتے تھے۔ مولانا اشرف علی صاحب اس وقت غالباً جوناگڈھ میں پرنسپل تھے اور مسٹر گف کو امید بھی نہ تھی کہ وہ اس عہدہ کو قبول کریں گے۔

ایم۔اے۔او کالج علی گڈھ کے اسٹریچی ہال کے دیواروں میں معاونین کے نام کندہ ہیں۔ اسی میں مولانا امجد علی صاحب ایم۔اے کا نام بھی کندہ ہے۔ اسوقت

تک ان کو شمس العلماء کا خطاب نہیں ملا تھا۔ آپ ایم۔ اے، او کالج علیگڈھ اور مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے تاحیات ٹرسٹی یعنی ممبر رہے اور الہ آباد آئے تو الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو بھی ہو گئے۔

علی گڈھ کے قیام کے زمانہ کا ایک واقعہ

علی گڈھ کالج اور اسکول میں مذہبی تعلیم بھی ہوتی تھی اور اس کے واسطے اساتذہ بھی مقرر تھے۔ طلبار اپنے اساتذہ سے عجیب و غریب قسم کے سوالات کرتے تھے۔ جس سے پڑھائی میں حرج واقع ہوتا تھا۔ مثلاً سوال کرتے تھے کہ صبح کی نماز دو رکعت، مغرب کی نماز تین رکعت اور بقیہ وقتوں کی نمازیں چار چار رکعتیں کیوں ہوئیں۔ اساتذہ ان لوگوں کو مطمئن کرنے سے عاجز رہا کرتے تھے اور اس کے علاوہ تعلیم میں نقصان ہوتا تھا۔ جب یہ خبر سر سید احمد خاں مرحوم کو ملی، سر سید احمد خاں مرحوم نے مولانا امجد علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ آپ لڑکوں کے مذہبی رنگ کی اصلاح کیجئے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ میں تو فلسفہ کا پروفیسر ہوں۔ مذہبی کتابوں کا پڑھانا تو میرا کام نہیں ہے۔ سر سید احمد صاحب مرحوم نے فرمایا، کالج آپ کا ہے اور کالج کے لڑکے آپ کے ہیں۔ ان لوگوں کے بگاڑ کا سنبھالنا آپ کا کام ہے۔ اس جواب کو سن کر مولانا موصوف نے سر سید احمد صاحب مرحوم سے فرمایا کہ کل کالج سے لے کر اسکول تک کے کل مسلمان لڑکوں کو ایک جگہ جمع کیجئے۔ میں ان لوگوں کو مطمئن کرنے کی فکر کروں گا۔ دوسرے روز لڑکوں کے مجمع میں پہنچے اور اپنی جیب سے کاغذ نکالا۔ جس میں اسلامی اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ چند نمبروں میں درج تھا۔ لڑکوں سے انہوں نے فرمایا کہ ایک ایک نمبر میں آپ لوگوں کو سناتا ہوں۔ آپ لوگوں کو جو کچھ شکوک اور اعتراضات ہوں، ان کو بیان کیجئے۔ میں آپ لوگوں کو مطمئن کرنے کی فکر کروں گا، ایک ایک نمبر پڑھ کر سناتے گئے اور دریافت کرتے گئے کہ اس میں کوئی شک ہے یا نہیں، لڑکوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ یہاں تک کہ درج شدہ کل نمبر ختم ہو گیا۔ جب سب میں خاموشی ہی رہی، تب مولانا موصوف نے فرمایا کہ جب آپ

لوگ ان اصولوں کو مانتے ہیں، تو اب ان اعتراضات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی جو آپ لوگ کیا کرتے ہیں۔ دوسرے روز سے مذہبی کتاب پڑھانے والے اُستاذ مذہبی کتابیں پڑھاتے رہے اور کسی طرف سے کوئی اعتراض کی صورت پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اور پڑھائی اطمینان سے ہونے لگی۔

شمس العلماء کا خطاب

الہ آباد کے قیام کے زمانہ میں جب کسی اعلیٰ افسر نے مولانا امجد علی صاحب مرحوم سے کہا کہ آپ کو کوئی خطاب اب تک نہیں ملا ہے۔ اس لئے آپ کو کوئی خطاب ملنا چاہیئے۔ مولانا موصوف فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ افسروں کو روکا کہ ہمیں خطاب کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے خطاب ملنے کی کوشش نہ کیجئے۔ مولانا موصوف فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ اس کو ناپسند کیا، مگر پھر بھی ایک سال وائسرائے کی طرف سے خطاب ملنے کا اعلان شائع ہوا اور وائسرائے کا خط اور شمس العلماء کا لباس بھی میرے پاس آیا۔ مولانا موصوف کا بیان ہے کہ میں تو خطاب کو واپس کر دیتا، مگر یہ خیال کہ میرے خاندان والوں کو حکام وقت جن نظروں سے دیکھتے تھے، اس کی وجہ سے خاموشی اختیار کر لی۔ اخبار "دارالسلطنت" کلکتہ نے مندرجہ ذیل مضمون کے ساتھ شائع کیا۔ اخبار کے ایڈیٹر نے لکھا کہ اب تک جن لوگوں کو شمس العلماء کا خطاب ملا ہے، ان کے لئے خطاب باعث عزت ہے اور مولانا امجد علی صاحب کے اس خطاب کو قبول کرنے سے خطاب میں عزت پیدا ہو گئی۔ مولانا اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اگر ہم سے پوچھے گا کہ اس خطاب کے ملنے سے تم خوش ہوئے تھے یا نہیں تو میں کیا جواب دے سکوں گا۔ خطاب یافتہ ہونے کی وجہ سے حکومت کے دربار اور بعض دوسری قسم کی میٹنگ میں شرکت کی دعوتیں آتی تھیں اور آپ وہاں جایا بھی کرتے تھے۔ لیکن شمس العلماء کا لباس پہن کر کبھی نہیں جاتے تھے ہمیشہ ایم۔ اے گون اور ایم۔ اے کی ٹوپی پہن کر درباروں اور جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ حکومت کی طرف سے کوئی جلسہ ہو یا یونیورسٹی کی طرف سے

کوئی میٹنگ ہو، اگر رمضان کے مہینے اور شام کے وقت میٹنگ ہوتی تھی تو جانے کے وقت تھوڑا سا نمک پڑیہ میں باندھ کر جیب میں رکھ لیا کرتے تھے۔ میٹنگ کے درمیان ہی اگر افطار کا وقت آجاتا تو اسی نمک کو منہ میں ڈالتے، اور دو تین گھونٹ پانی پی کر کہیں کنارے بیٹھ کر مغرب کی نماز پڑھ لیتے۔ اس کے بعد پھر آکر میٹنگ میں شریک ہو جاتے۔ میٹنگ برخواست ہونے کے بعد راتوں میں گھر جا کر کھانا کھاتے۔

جب کبھی انگریزی حکومت کی طرف سے چندہ کی تحریک پیش ہوتی تھی تو عموماً ہندوستانی یا مسلمان ایک سے ایک بڑھ کر چندہ دیتے تھے۔ مگر مولانا موصوف کا حال ایسا نہ تھا۔ کلکٹر یا کمشنر وغیرہ اپنے مشاہرہ کا جو حصہ چندہ میں دیتے تھے مولانا موصوف بھی اپنے مشاہرہ کا اتنا ہی حصہ چندہ میں دیتے۔ اس پر بھی جو رقم چندہ میں دیتے، اُتنی ہی رقم اللہ تعالیٰ کے کسی پسندیدہ کام میں بطور صدقہ دیدیتے اور فرماتے کہ شاید اللہ تعالیٰ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی صورت پیدا کردے۔

آپ کی بڑی صاحبزادی (اہلیہ مولانا عبدالخبیر صاحب) والدہ عبدالعلی کا انتقال الہ آباد میں سنہ ۱۹۱۲ء میں تقریباً ۹ بجے دن کو ہوا۔ موسم جاڑے کا تھا۔ مولانا احمد علی صاحب مرحوم حسب معمول قرآن شریف تلاوت کر رہے تھے، کہ انتقال کی خبر سن کر قرآن شریف کا پڑھنا بند کیا اور زنانہ مکان میں چلے گئے۔ چونکہ ۹ بجے دن کو وہ لوگ کھانا کھایا کرتے تھے، اس لئے کھانا تیار تھا۔ ملازمہ سے کہکر پانی گرم کرنے کے لئے ایک پتیلے میں پانی چولہے پر چڑھوا دیا۔ چھت پر بیٹھنے کا سامان کرکے ملازمہ کے ذریعہ کھانا نکلوایا۔ اور بیٹھک میں آکر سب لوگوں کو لے جاکر دسترخوان پر بٹھلا دیا۔ جب سب لوگ کھانا کھا کر بیٹھک میں آگئے تو مولانا موصوف بھی بیٹھک میں آکر مولوی محمد موسیٰ صاحب مرحوم سے چند جگہ انتقال کی خبر کے خطوط لکھوائے۔

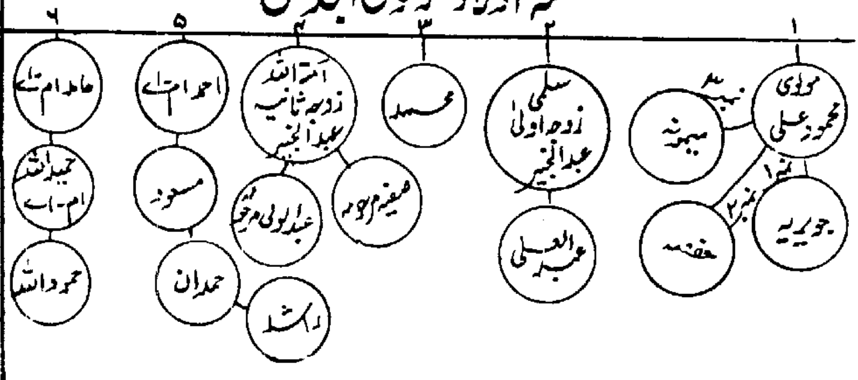
مطیع الرحمٰن تھانہ صاحب مرحوم جو مولانا موصوف کے مکان کے قریب ہی رہتے تھے ان کے یہاں کی عورتیں آئیں، غسل اور کفنانے کا کام ان لوگوں نے ہی انجام دیا۔

تقریباً ۱۲ بجے جنازہ باہر آیا۔ نماز جنازہ کے بعد قبرستان پہنچے اور دفن کے بعد مغرب کی نماز گھر پر آکر پڑھی ۔۱

مولانا امجد علی صاحب مرحوم رات کو تہجد کی نماز کے عادی تھے۔ صبح کی نماز اوّل وقت غلس میں اپنے گھر کے کل چھوٹے بڑے مردوں کو لے کر پڑھ لیتے اس کے بعد حافظ محمد قمر الدین صاحب اور ان کے بعد حافظ محمد اشرف صاحب وغیرہم کو قرآن شریف سناتے، جو اسی کام کے لئے مقرر تھے۔ اسی درمیان میں اکثر طلوع آفتاب کے قبل چائے آجاتی تو چائے پی کر قرآن شریف پڑھنے لگتے۔ یہ سلسلہ نو بجے دن تک رہتا۔ اس کے بعد کھانا کھا کر زنانے مکان میں لیٹ جاتے۔ ظہر کی نماز کے وقت باہر آتے اور نماز کے بعد پھر قرآن شریف سنانے کو بیٹھ جاتے۔ یہ سلسلہ عصر تک رہتا۔ عصر کی نماز کے بعد لوگوں سے ملنے یا ٹہلنے کے لئے نکل جاتے۔ یا کوئی مہمان ان کے مکان پر آگئے تو ان سے گفتگو کرنے میں لگ جاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد پھر قرآن شریف سنانے کو بیٹھ جاتے اور یہ سلسلہ تقریباً آٹھ بجے رات تک رہتا۔ اس کے بعد رات کا کھانا کھا کر اور عشاء کی نماز پڑھ کر زنانے مکان میں چلے جاتے۔

قرآن شریف کے حافظ ہو گئے تھے۔ اکثر تیسرے چوتھے روز قرآن شریف ختم کرتے تھے۔

نقشہ اولاد مولوی امجد علی



جناب مولوی محمد موسیٰ صاحب

طفولیت آپ جب ڈیڑھ برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے قضا کیا۔ آپ کی پھوپھو مسماۃ وجیہۃ النساء مرحومہ نے کفالت کی۔ ان کے انتقال کے بعد آپ اپنی بڑی پھوپھی والدہ جناب مولوی محمد حسن صاحب کے ساتھ رہنے لگے اور مولوی محمد حسن صاحب نے پندرہ سولہ برس کی عمر تک آپ کی تعلیم و تربیت کی نگرانی کی۔ پھر جناب مولانا امجد علی صاحب اپنے ہمراہ لے گئے اور اس وقت سے جناب ہی کے ساتھ ایک جان دو قالب ہیں۔

تعلیم جناب کو مولوی عبد الحکیم صاحب۔ مولوی محمد حسن صاحب۔ مولوی اشرف علی صاحب اور مولوی امجد علی صاحب سے تلمذ حاصل ہے۔ بعد مختصرات کے آپ نے تحصیل زبان انگریزی شروع کی اور انٹرنس تک تعلیم پائی۔

اخلاق کشادہ دل، پاک نفس اور شجاع و مستعد۔ نہایت مطیع اور خدمت گذار بھائیوں اور عزیزوں پر فدا۔ آپ کو دنیا کے سلاسل سے آزادی کے تخیل نے مزدوج سے باز رکھا۔ مگر وہ دل جو سراپا چشمۂ محبت ہو۔ وہ سرچوا طاعت و خدمت کا متلاشی ہو وہ کب آزاد رہ سکتا تھا۔ آخرش بھائیوں کے سایۂ عاطفت کی کشش اور برادر زادوں کی چاہ نے ثابت کر دیا کہ دنیا موانست کی جا ہے۔ پس آپ نے دل کے قدیم عہد کے ساتھ۔ بھائیوں کی عافیت رسانی اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں فرحاں و شاداں زندگی بسر کردی اور اس لطف نے آپ کو قابل رشک مزہ دے رکھا ہے۔ آپ بھائی کے ایسے فدائی ہیں کہ ہر ایک کو ایک لحظہ کے لئے نظر سے اوجھل ہونا گوارا نہیں ہے۔ محبت ہو تو ایسی ہو۔ اللھم زد فزد ثم زد۔ آپ ہمیشہ تعمیل ارشاد کے لئے پیچھے رہتے ہیں۔ جناب کو انتظام و صلاح امور خانہ داری میں خاص ملکہ حاصل ہے چنانچہ کل انتظام نہایت حسن و خوبی کے ساتھ جناب کے دست شفقت سے انجام پا رہے ہیں۔ شاعری کا شوق تھا۔ لیکن جناب مولوی اشرف علی صاحب کے ارشاد سے ترک کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۹ کو پہنچی ہے۔ سلمہ اللہ فی طاعتہ (نوٹ بروف)

ترجمہ مولوی یوسف صاحب مرحوم جعفری رنجور

۲۶ ذیقعدہ ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت آپ کے چھوٹے خالو شمس العلماء جناب مولوی محمد حسن صاحب مرحوم نے کی تھی۔ جناب کو علوم مشرقیہ میں مولانا ممدوح اور مولانا عبدالحکیم صاحب سے تلمذ حاصل تھے۔ اس کے بعد تحصیل علوم مغربی میں مصروف ہوئے۔ آپ نے اوائل میں پٹنہ کالجیٹ میں پڑھا پھر علیگڈھ کالجیٹ میں زیر نگرانی اپنے برادر علاتی جناب مولوی امجد علی صاحب پروفیسر فلسفہ دہ کرانٹرنس پاس کیا۔

آپ کا علمی مذاق نہایت عمدہ تھا۔ نامہ نگاری و مضمون نویسی میں عمدہ پایہ رکھتے تھے۔ نظم ونثر دونوں پر آپ کو کامل قدرت تھی۔ آپ کے اشعار اردو اور فارسی میں نہایت ملیح اور عمدہ ہوتے تھے اور رنجور تخلص کرتے تھے۔ آپ نے زمانہ سروس میں بہت کچھ علمی خدمات کئے (ترتیب وتنظیم لغات وتراجم کتب انگریزی وغیرہ)۔

۱۳۰۱ھ میں جب مولوی محمد حسن صاحب مرحوم نے محمڈن اسکول کی بنا ڈالی تو آپ ہیڈ مولوی مقرر ہوئے اور نیز پٹنہ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے ایڈیٹری کا کام چھ برس تک بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ ۱۸۹۰ء میں شہر کلکتہ بعہدہ چیف مولوی بورڈ آف اگزامنرس مقرر ہوئے۔ اور ۳۰ سال ۳ ماہ ۱۰ یوم تک اس عہدہ جلیلہ کو نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے کر ۱۹۲۰ء میں پنشن لی۔ اور ۱۹۱۹ء کے نصف سے ۱۹۲۱ء کے نصف تک یعنی دو سال کلکتہ یونیورسٹی کے فارسی ایم۔ اے۔ کلاس میں بکرار

(نوٹ صفحہ ۱۳۹)۔ آپ کی ولادت یکم رمضان المبارک ۱۲۸۵ھ کو ہوئی تھی۔ اور آپ کا تاریخی نام غازی فی سبیل اللہ ہے۔ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ روز شنبہ بوقت ۵ بجے شام بعمر ۹۲ سال انتقال فرمایا اور تمنویہ کے خاندانی مقبرہ میں شب کو مدفون ہوئے۔ مطابق ۱۴ جون ۱۹۴۷ء انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفر لہ۔

رہے، بعد کو وطن مالوف پٹنہ واپس آئے۔

جوہر لیاقت کا ثبوت سنہ ۱۹۰۴ء کے آخر سے جناب کو مرض چشم گلا کوما شروع ہوا۔ اور مختلف صدمات کے باعث سنہ ۱۹۰۹ء تک دونوں آنکھوں کی بصارت سے آپ معذور ہو گئے۔ تاہم دس برس تک کلکتہ یونیورسٹی نے آپ کی علحدگی گوارہ نہیں کی، بلکہ آپ کے بھتیجے مولوی عبدالقدیم جعفری کو آپ کا اسسٹنٹ مقرر کر دیا تاکہ ان کے ذریعہ کارہائے آفس وامتحانات بخوبی انجام پا سکیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔ بصلہ حسن خدمات گورنمنٹ نے جنوری سنہ ۱۹۰۵ء میں شمس العلماء اور جون سنہ ۱۹۱۰ء میں خان بہادر کا خطاب عطا کیا۔ اور نقرئی اور طلائی تمغوں سے آپ کو مزین کیا۔

آپ کی طبیعت نہایت نیک، نرم دل از بسکہ خلیق تھی۔ آپ اپنے والدہ اور بزرگوں کے نہایت مطیع تھے۔ آپ اپنے والد مرحوم سے بعض بعض باتوں میں شبیہ تھے۔ آپ نے اس دار فانی سے ۲۲ شوال سنہ ۱۳۴۲ھ بوقت ظہر انتقال فرمایا۔ انا للہ اللہم اغفرلنا۔

آپ کی شادی مسماۃ عظیم النساء بنت جناب حکیم ظہور الحسن بن جناب حکیم ناظر عبد العلی غفرہم کے ہوئی تھی۔ انہوں نے ۲۹ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء بمقام کلکتہ قضا کیا۔ اس کے بعد آپ نے ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء عبدالصمد خان صاحب عالم گنج کی صبیہ بیوہ سے عقد کیا۔

نجم النساء زوجہ ڈاکٹر سید منظور احمد مرحوم کاکوی۔ زاہدہ زوجہ حسن امام بن مولوی عبدالعزیز کاکوی۔ محمد حسان سلمہ آپ نے منتی شپ اور انٹرنس کلکتہ یونیورسٹی سے پاس کیا ہے۔ آپ الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں۔ شاعری سے بھی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ کا عقد صبیہ مولوی سید کفایت حسین صاحب افضل پوری سے ہوا ہے۔ رزقہ اللہ اولادا صالحا۔

حسنیٰ زوجہ مولوی سید عبداللہ بن مولوی سید کفایت حسین صاحب افضلپوری۔

زکیہ زوجہ ثالثہ حکیم مولوی عبدالخبیر بن حکیم مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم۔

ضمیمہ تذکرہ شمس العلماء خان بہادر جناب مولوی محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی

اصل تذکرہ میں ان کا مزاج اور علمی لیاقت کا بیان ہو چکا ہے۔ مغربی تعلیم کا اکثر حال یہ ہوا ہے کہ ان کے لباس وضع قطع اور خیالات اہل یورپ جیسے ہو جاتے ہیں مگر مولوی صاحب موصوف کا حال بالکل جداگانہ رہا۔ داڑھی مسنون تھی اس میں قینچی تک نہیں لگاتے اور مونچھ ترشی ہوئی رہتی تھی۔ گھر میں لباس کرتہ پاجامہ زیب تن فرماتے اور باہر نکلتے تو شروانی پہن لیتے اور سر پر ترکی ٹوپی رکھ لیتے۔ جب سے آپ چیف مولوی کے عہدہ پر مقرر ہوئے تو آفس جاتے وقت شروانی پر جبہ پہن لیتے اور سر پر عمامہ باندھ لیتے۔ یہ ان کا آفیشل لباس تھا۔ بورڈ آف اگزامینیشن کے امتحانات میں بڑے بڑے افسران شریک ہوتے تھے اور اس امتحان کے پاس ہونے پر ان کی ترقی منحصر رہتی تھی۔ اس لئے کہ ہر امتحان دینے والے کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں۔ اس لئے اس کے لئے بڑی بڑی رشوتیں دینے کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ مگر مولوی صاحب موصوف رشوت لینے سے قطعی پرہیز کرتے تھے اس لئے اپنے محکمہ کے افسروں کی نظر میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اکثر افسران انکی بڑی عزت کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ نے انگریزی تعلیم حاصل کی تھی اور چیف مولوی بورڈ آف اگزامینیشن کے عہدہ پر مامور بھی تھے۔ پھر بھی تعطیل کے موقع پر جب پٹنہ رہتے اور جمعہ کی نماز کے لئے نموہیہ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو کبھی کبھی مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ ان کو خطبہ دینے اور نماز پڑھانے کے لئے کھڑا کر دیتے وہ اس کام کو بخیر و خوبی انجام دیتے۔ کلکتہ کے قیام کے زمانہ میں مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مرحوم مولوی صاحب موصوف کے مکان پر بہت کثرت سے آیا جایا کرتے تھے۔ بہت بہت دیر تک ان لوگوں کی آپس میں گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی بہن جن کا تخلص آرزو تھا، مولوی جعفری صاحب مرحوم کی اہلیہ سے ملنے آیا کرتی تھیں۔ مولوی جعفری صاحب مرحوم کے کل لڑکے لڑکیاں مولانا آزاد مرحوم کو آزاد چچا کہا کرتے تھے۔ مولانا آزاد مرحوم یوں تو بڑے دیکھ بھال کے آدمی تھے اور مزاج محققانہ پایا تھا۔ مولوی یوسف صاحب جعفری مرحوم سے ان کی ملاقاتیں جو کثرت سے ہوا کرتی تھیں اس کے اثر سے غالباً مولانا آزاد صاحب

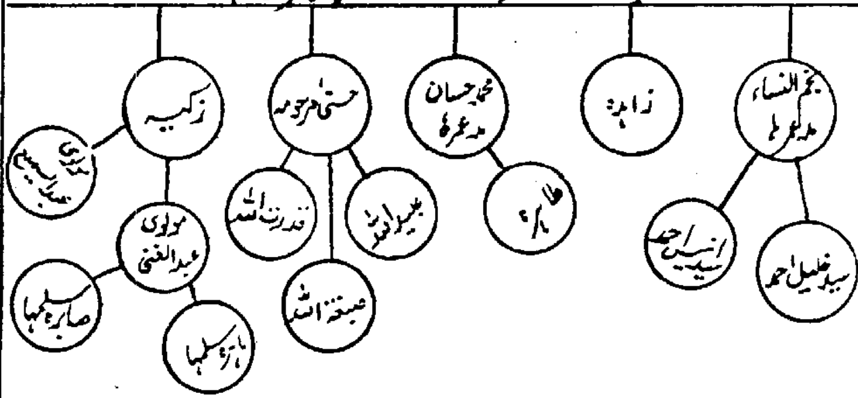
متاثر ہوئے ہیں۔ مولوی یوسف میاں جعفری مرحوم اپنے بڑے کی باتوں کو فوراً قبول کرلیا کرتے تھے۔ بالخصوص اپنے ماموں جناب مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کی ہر ہدایت پر سر تسلیم خم کرتے تھے۔

ایک واقعہ ۔۔ مولوی محمد یوسف صاحب کی بڑی لڑکی کا نکاح ڈاکٹر منظور صاحب مرحوم ساکن کاکو ضلع گیا سے ہوا تھا۔ جس وقت بارات آئی تو ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کے اقرباء نے مہر چالیس ہزار روپے پیش کئے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ مہر بہت زیادہ ہے۔ مولانا موصوف نے صرف چار یا پانچ ہزار مہر متعین کردی۔ مولوی محمد یوسف صاحب جعفری نے اس کو بخوشی قبول کرلیا اور اسی مہر پر نکاح ہوا۔ مولوی جعفری مرحوم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی کی نسبت کہیں سے آئی تھی اور اس معاملہ میں مشورہ کرنے کے لئے مولوی جعفری مرحوم مولانا عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں تشریف لائے اور تذکرۃً اس منسوب کو پیش کرکے مولانا مرحوم سے استمزاج چاہا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ نے اس نسبت کو مسترد کردیا اور فرمایا کہ لڑکی صوامہ و قوامہ ہے وہاں اس کی نسبت نہیں ہوگی۔ مولوی جعفری نے دریافت کیا کہ پھر کہاں ہونی چاہئے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نکاح مولوی حکیم عبدالخبیر سے کردو، چنانچہ ان کے فرمانے کے مطابق اس حقیر ناچیز (حکیم مولوی) عبدالخبیر سے پانچ سو درہم مہر پر نکاح ہوا۔

کلکتہ میں اکثر مشاعرہ ہوتا رہتا۔ مولوی جعفری مرحوم بھی اس میں شریک ہوتے اور اپنا کلام سناتے کبھی کبھی اپنے مکان میں بھی مشاعرہ کی مجلس منعقد کرتے اور اس میں بھی اپنا کلام سناتے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ بہت سا قلم بند ہو چکا تھا۔ جب ملازمت سے ریٹائرڈ ہوکر اپنے مکان نخوہیا آئے تو ایک روز اپنے کلام کے مجموعہ کو اپنے صاحبزادہ مولوی حسان مرحوم کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ اس کو جلادو۔ معلوم نہیں، مولوی حسان مرحوم نے اس مجموعہ کو جلادیا یا اپنے پاس رکھ لیا۔ اس وقت اس کا کوئی پتہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ ان کی زندگی میں ان کی نو رباعیاں گل صد برگ کے نام سے شائع ہوئی تھیں۔ مولوی صاحب موصوف کے اندر خاندانی روایات کو قائم رکھنے کا بہت خیال تھا۔ اسی وجہ سے مولوی جعفری موصوف تمام لوگوں میں اور بالخصوص اپنے افسروں کی نظر میں بہت مقبول رہے۔

نقشہ اولاد مولوی محمد یوسف صاحب جعفری

مولوی محمد یوسف صاحب جعفری



تاریخ وفات مولوی یوسف صاحب جعفری

بدار البقا شد ازیں دار فانی	الٰہی بجنت بود جائے یوسف
یتیم از سر دہ سالش رقم کن	قضا کرد لے وائے لے وائے یوسف ۱۳۲۱

جناب شیخ عبدالصمد مرحوم مغفور ساکن موضع بھونی ضلع پٹنہ

آپ کی والدہ مسماۃ ذکین بنت جناب حضرت مولوی الٰہی بخش صادق پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور آپ کے والد جناب شیخ ولایت حسین مرحوم بن جناب شیخ نوازش حسین مرحوم ساکن موضع امتھوا ضلع گیا۔ آپ کے والدین شیر خوارگی کی حالت میں آپ کو چھوڑ کر راہی دار البقاء ہوئے۔ آپ کی پھوپھی مسماۃ دذیرن زوجہ شیخ محمد حیات مرحوم ساکن موضع بھونی نے آپ کی اور آپ کی ہمشیرہ مسماۃ زاہدہ کی پرورش وکفالت کی یہ دونوں بھائی بہن اپنی پھوپھی کی آغوش میں پرورش پائی۔ مسماۃ زاہدہ کی شادی ساتھ حکیم مولوی عبدالحمید صاحب مدظلہٗ صادق پوری کے کردی اور آپ کی شادی ساتھ مسماۃ وحیدن بنت جناب شیخ احمد علی بن شیخ لعل محمد بن ملا محمد عاشق بن ملا محبت اللہ بہاری بن ملا حفیظ اللہ رحمۃ اللہ

علیہ کے کردی جو جد امجد فقیر عبد الرحیم مؤلف کتاب کے ہیں چند سال زندہ رہ کر بے اولاد رحلت کر گئے دار الخلد ہوئیں۔ بعد اُس کے آپ نے ایک دوسری شادی اپنی برادری میں کی کہ جن کا نام وولدیت مؤلف کتاب کو معلوم نہ ہوئی۔ وہ بھی دو ایک برس بقید حیات رہ کر لاولد اس دنیائے دوں سے رخصت ہوئیں، تب آپ نے تیسرا نکاح غیر برادری میں کیا اُس سے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جملہ پانچ اولاد شیخ عبد الماجد مرحوم مسماۃ زینبن مسماۃ حفیظن زوجہ قاضی شاہد حسین و مسماۃ شریفن زوجہ میر اقبال حسین مسماۃ حمیدن زوجہ محمد شمس الضحیٰ عرف مولوی حکیم محمد عبد الصمد صاحب بن شاہ تقی الدین احمد صاحب آروی نقشہ اُن کی اولاد و احفاد کا درج ذیل ہے۔ آپ نہایت سلیم الطبع خوش خلق تھے۔ سخاوت مروت و دستگیری معسرین آپ کا پیشہ تھا۔ پابندی صوم و صلوٰۃ و ورد و وظائف و امور مذہبی کا آپ کو بہت بڑا خیال رہتا تھا اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہ ووسع مضجعہ آپ کا مزار شہر پٹنہ عظیم آباد محلہ تمولیہ مقبرہ جانب جنوب جمعہ مسجد میں ہے۔

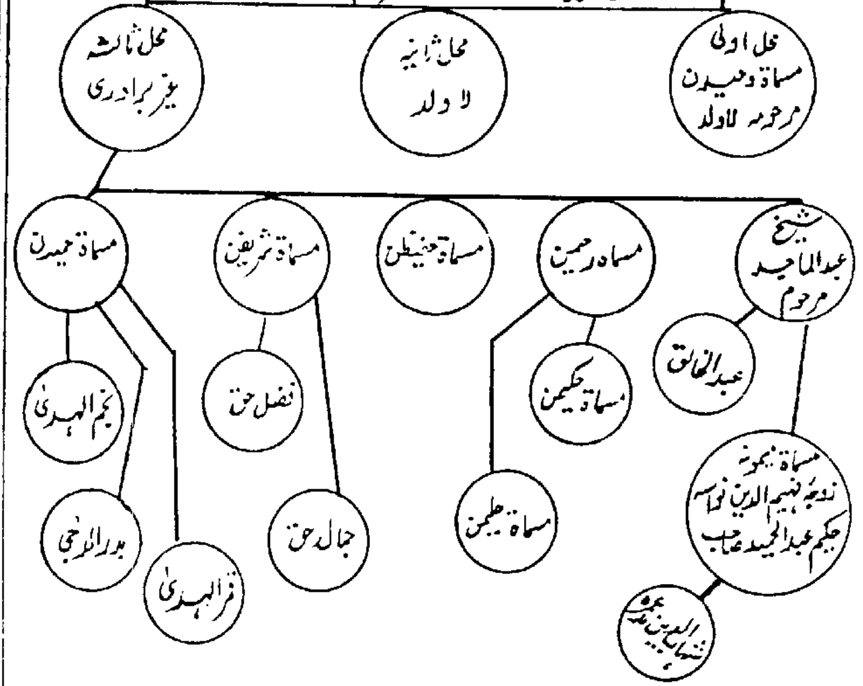
تاریخ انتقال ۲۰ شعبان روز دوشنبہ ۱۳۰۳ھ از نتیجۂ فکر مولانا محمد سعید قدس سرہ ساکن مغلپورہ

عبد الصمد از دار فنا کرد چو رحلت چوں خواستم از حسرت ماتم زدۂ تاریخ	در گریہ شدند از غم اندوہ کہہ و مہہ فرمود کہ بست مہ شعبان دوشنبہ ۱۳۰۳ھ

ولہ

شیخ عبد الصمد آں ستے پاک سال فوتش بود از روئے الم	شد بگل گشت ریاض الجنہ شیخ عبد الصمد اہل السنہ ۱۳۰۳ھ

جناب شیخ عبدالصمد مرحوم ساکن موضع بھونی



جناب مولوی فتح علی مرحوم مغفور بن مولوی وارث علی مرحوم بن ملا محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی والدہ مساۃ مجیدہ بنت مولوی آیت اللہ عرف مولوی دلیل اللہ کفیں اولاد سے ملا شکر اللہ قدس سرہٗ کی اور وہ اولاد سے جناب حضرت مخدوم احمد چرم پوش قدس سرہٗ کی جن کا مزار بہار محلہ انبیر میں واقع ہے، آپ کا یہ نسب نامہ تیس پشتوں کی درمیانگی سے جناب حضرت امام حسینؓ شہید کربلا سے جا کر ملتا ہے جو اوپر درج ہو چکا ہے۔ آپ کی شادی اول صبیہ شیخ ہدایت علی مرحوم بھدانوی خواہر مولوی الٰہی بخش مرحوم سے ہوئی مگر انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں انتقال کیا بعد اس کے آپ کی شادی مساۃ زمرن بنت رفیع الدین حسین خاں بن روح الدین حسین خاں سے ہوئی۔ آپ ابتداء عمر سے صوم و صلوٰۃ و امور مذہبی کے خوب پابند تھے۔ آپ کو خاندان سے جداعلیٰ حضرت مخدوم یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے سلسلہ

بیعت و ارشاد کا بھی چلا آتا تھا۔ مگر جب جناب حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب غازی پٹنہ میں تشریف لائے۔ آپ نے سید صاحب کو اپنے گھر میں مدعو کیا اور بیعت سے مشرف ہوئے اور اپنی اہلیہ و جملہ اولاد و جمیع اہلبیت کو آپ نے بیعت کرایا اور تین صاحبزادوں کو جو اُس وقت جوان تھے حاضر خدمت اقدس جناب حضرت سید صاحب کے کر دیا۔ یعنی جناب مولانا ولایت علی و مولانا عنایت علی و مولوی طالب علی رحمۃ اللہ علیہم کو اور بعد تھوڑے عرصہ کے خود بھی مع صاحبزادہ خرد جناب مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ کے بمقام رائے بریلی جو مضافات لکھنؤ سے ہے خدمت اقدس میں حضرت سید صاحب کے حاضر ہوئے اور عرصہ تخمیناً سوا برس اُس صحبت کیمیا خاصیت میں رہے۔ جب جناب حضرت سید صاحب نے ہندوستان سے ہجرت کی اور سفر ملک افغانستان کا کیا ہر سہ صاحبزادگان موصوف الصدر کو جو جوان تھے ہمراہ لیا اور چونکہ آپ بوڑھے بہت تھے اور نیز آنکھوں کی روشنی میں بھی فرق آگیا تھا اور سفر نہایت دور و دراز و صعوبت خیز تھا۔ لہذا آپ کو خلافت دیکر مع صاحبزادہ خرد روانہ عظیم آباد کیا۔ اور فرمایا کہ تم دونوں مکان پر رہ کر اعانت جانی و مالی کرتے رہو۔ ہرچند آپ نے عذر معذرت کیا اور مراجعت مکان پر راضی نہ ہوتے تھے لیکن جناب حضرت سید صاحب نے بہ اصرار تمام رخصت کیا۔ لاچار امتثالاً لِلامر جناب آپ واں سے با دل بریاں و بچشم گریاں اپنے مکان پر لے آئے اور اس وقت سے برابر اعانت جانی و مالی و ترغیب و تحریص کرتے رہے۔ جب سید صاحب کی جنگ اخیر بمقام بالاکوٹ ہمراہ سکھوں کے بگڑی اور آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی۔ آپ سخت ملول اور محزون ہوئے اُسکے تھوڑے عرصہ کے بعد جان شیریں بجان آفریں سپرد کی اور اس دُنیائے دوں کی سکونت سے سیر ہو کر ملاء اعلیٰ میں جا ملے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ واحشرہ فی زمرۃ الانصار الذین تبوؤا الدار لتبیہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم۔

نقشہ آپ کی اولاد کا یہ ہے:۔

مولوی فتح علی مرحوم زوج مسماۃ زمن مرحومہ

جناب مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ	جناب مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ	مولوی طالب علی مرحوم لاولد	مہدی حسین در طفلی مرد	ابراہیم حسین در طفلی مرد	مولانا فرحت حسین رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ از خلفاء عظام سید احمد صاحب بریلوی

سنہ ولادت ۔۔ آپ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔

حلیہ ۔۔ میانہ قامت مائل بطول۔ رنگ سانولا جسم بلغمی اور پُر گوشت۔ ابرو پیوستہ داڑھی اوسط درجہ کی۔

تحصیل علم ۔۔ حسب معمول شرفاء ہند چار برس کی عمر میں آپ مکتب میں بٹھائے گئے۔ ذہانت و ذکاوت وافر سے سات برس کی عمر میں آپ کی استعداد اس حد کو پہنچی کہ مقررہ معلم سے آپ کی تشفی نہ ہونے لگی اور آخرش آپ کے والد بزرگوار مولوی فتح علی صاحب نے آپ کا سبق اپنے ذمہ لیا۔ بارہ برس کی عمر میں جب مختصرات سے فراغت حاصل ہوئی تو ایک نہایت معروف و مشہور استاد معقول مولوی رمضان علی صاحب مجتہد مذہب امامیہ کے پاس آپ کا سبق رجوع کر دیا گیا۔ پھر بشوق تحصیل مزید علوم مولانا محمد اشرف صاحب استاد معقول و منقول کی خدمت میں لکھنؤ تشریف لے گئے اور تقریباً چار سال ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔

شباب ۔۔ اوائل عمر میں آپ بڑے بانکے تھے۔ آپ کا لباس و پوشاک لکھنؤ کے بانکوں کا سا تھا کاکولیں آہن تاب پشت پر پڑی ہوتیں۔ اونچی چولی کا انگرکھا منعرق بزر اور چوڑی دار پائجامہ، زری کے کام کا ٹخنے ڈھکے ہوئے پہنا کرتے اور صاحبزادوں کی طرح سونے کی انگوٹھیاں اور چھلے انگلیوں میں ڈالے رکھتے اور خوشبو اور عطریات سے بسے رہتے۔ کیونکہ آپ کے نانا مولوی رفیع الدین حسین جو آخر ناظم صوبہ بہار تھے۔ بڑے متمول و عمائد بہار سے تھے۔ اور جناب اپنے نانا صاحب کے بڑے لاڈلے تھے۔

بیعت و تغیر کیفیت ۔۔ آپ کے قیام لکھنؤ کے عرصہ میں جناب سید احمد صاحب لکھنؤ رونق افروز ہوئے۔ اور ہزارہا عالم و درویش آپ کے ارشادات سے فیضیاب ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر آپ کے استاد مولانا محمد اشرف صاحب کے خیال میں گذرا کہ مولانا عبدالحی و مولانا محمد اسمٰعیل

عہ ماخوذ از سوانح احمدی و ابقاء المنن۔

دہلوی صاحبان نے سید صاحب کو پیر میاں بنا رکھا ہے۔ اس لئے آپ کے استاد نے آپ کو بدریافت کیفیت سید صاحب یہ پیام لیکر بھیجا کہ میں تنہائی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ سید صاحب نے فوراً دوسرے روز عصر کا وقت تخلیہ کی ملاقات کے لئے متعین فرمایا۔ چنانچہ دوسرے روز مولوی محمد اشرف صاحب مع اپنے شاگرد رشید مولوی ولایت علی صاحب کے خدمت بابرکت میں تشریف لائے اور مولوی صاحب نے بعد مزاج پُرسی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی آپ سے تشریح چاہی۔ سید صاحب نے اسی تخلیہ میں دو گھنٹہ کامل اس مؤثر انداز سے وضاحت فرمائی کہ دونوں مولویوں کی روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں اور ملاقات تخلیہ کی بے ادبی کی معذرت کرکے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اسی دن سے مولانا ولایت علی صاحب کا رنگ بدل گیا اور وہ اپنے مرشد کے ساتھ رہنے لگے چنانچہ آپ بھی قیام بریلی کے حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کی جماعت میں بھرتی تھے اور انہیں سے حدیث بھی پڑھا کرتے تھے اور جب اپنی جماعت کے کام سے فرصت پاتے تو سید صاحب کی صحبت میں جا بیٹھتے یا تنہا نماز و دعا میں مشغول رہتے۔ مولانا شہید نے اپنی جماعت میں آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا مگر آپ کو اب اسوۂ حسنہ نبوی سے ایسا ذوق حاصل ہو چکا تھا کہ آپ اپنی جماعت والوں کی آپ خدمت کیا کرتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتے اور اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتے اور مٹی گارے کا کام خود انجام دیتے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں آپ کے والد ماجد نے ایک خدمتگار کو جو بچپن سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ چار سو روپیہ نقد و ملبوسات بیش بہا دے کر آپ کے پاس روانہ کیا۔ ملازم نے بریلی پہنچ کر سید صاحب کے قافلہ میں آپ کو دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ دریا کنارے وہ مٹی کا کام کر رہے ہیں۔ دریا کے کنارے بہت سے لوگ تعمیر مسجد و مکان قافلہ میں مصروف تھے مولانا بھی ایک موٹا سیاہ تہبند باندھے ہوئے گارے میں لتھڑے ہوئے کام میں مشغول تھے آپ کی صورت ایسی متغیر ہو گئی تھی کہ یہ قدیم ملازم وہاں پہنچ کر اور آپ سے ہمکلام ہو کر بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ بلکہ مولوی ولایت علی صاحب کے خود اقرار کرنے پر اس کو تمسخر پر محمول کیا اور سخت ناراض ہوا آخرش آپ نے فرمایا اچھا پھر جا کر قافلہ میں تلاش کرو

جب وہ قافلہ میں واپس آیا تو لوگوں نے اس کو یقین دلایا کہ مولوی ولایت علی عظیم آبادی وہی شخص ہیں جن سے تم دریا کنارے بات کر آئے ہو، تب وہ دوبارہ آپ کے پاس آکر اپنی جسارت پر نادم و پشیمان ہوا اور آپ سے معافی چاہی، آپ نے اس کو گلے سے لگالیا اور بہت اخلاق و تواضع سے پیش آئے۔ اس ملازم نے نقود و ملبوسات پیش کرکے اُن کے استعمال کی آرزو ظاہر کی اور آپ کی کیفیت دیکھ کر زار زار رونے لگا مگر آپ نے اسی روز رات آتے ہی نقود و ملبوسات جیسے بندھے ہوئے آئے تھے۔ سیّد صاحب کے حضور میں رکھ کر خاموش چلے آئے۔ آخرش ملازم چند روز دن تک آپ کو اسی حالت میں دیکھ کر آپ سے رخصت ہوا اور واپس آکر آپ کے بزرگوں سے ساری کیفیت بیان کی۔ اس کیفیت کو سُن کر آپ کے والد ماجد اپنے فرزند خرد مولوی فرحت حسین کے ہمراہ بریلی پہنچے اور سیّد صاحب کی صحبت بیش بہا سے فیضیاب ہوتے رہے (آپ کو اور آپ کے صاحبزادوں کو سیّد صاحب سے شرف بیعت وطن ہی میں حاصل ہو چکی تھی)۔

ترغیب اقربا۔ جب سیّد صاحب نے ارادہ حج بیت اللہ کا ظاہر فرمایا تو مولانا نے مقام لکھنؤ سے برائے بیعت آپ کے مناقب اور بزرگی اپنے والد بزرگوار اور عزیزوں کو لکھ بھیجا اور تاکید کی کہ آپ سب لوگ اس بابرکت شخص سے بیعت حاصل کرلیں۔ چنانچہ جب سیّد صاحب بارادہ حج پٹنہ رونق افروز ہوئے تو آپ کے والد ماجد و جناب شاہ محمد حسین صاحب جناب سید صاحب سے ملاقی ہوئے لیکن بوجہ سید صاحب کے پٹنہ سے جلد تشریف لے جانے کے یہ لوگ بیعت سے مشرف نہ ہو سکے۔ مولوی ولایت علی صاحب اپنے خاندان کی بیعت سے محرومی سُن کر غایت ملول ہوئے اور جب مولانا لکھنؤ سے مکان تشریف لائے تو سید صاحب کی ساری کیفیت اور کرامات جو لکھنؤ میں آپ نے خود مشاہدہ کی تھی، لوگوں سے بیان کی۔ تو عرصہ کے بعد جب سید صاحب حج سے واپسی میں دوبارہ پٹنہ رونق افروز ہوئے تو مولوی ولایت علی صاحب اور شاہ محمد حسین صاحب شہر مونگیر تک آپ کی پیشوائی کو تشریف لے گئے اور مولوی ولایت علی صاحب نے سید صاحب کی مع سالے قافلے کے اپنے گھر پر دعوت دی اور اپنے خاندان کے مرد و زن اور بچوں کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرادی اور دوسرے روز شاہ

محمد حسین صاحب نے اسی طرح دعوت دے کر اپنے خویش و اقارب کی بیعت آپ سے کرا دی اور سید صاحب نے شاہ صاحب کو خلافت عطا کر کے بیعت لینے کی اجازت دی تیسرے روز مولوی الٰہی بخش صاحب نے اپنے صاحبزادے مولوی احمد اللہ صاحب کے تقریب عقد نکاح میں آپ کے سارے قافلہ کی دعوت دی اور آپ کا وعظ کرایا اور آپ ہی سے خطبہ نکاح بھی پڑھایا اور آپ کے صاحبزادہ ولی اللہ نے جو مولوی احمد اللہ صاحب سے چھوٹے تھے، سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب سید صاحب پٹنہ سے اپنے وطن کو روانہ ہوئے تو مولانا ولایت علی، مولوی عنایت علی اور مولوی طالب علیہم الرحمۃ تینوں حقیقی بھائی اور مولوی باقر علی چچا زاد بھائی یہ چاروں ہمرکاب سید صاحب کے ہوئے اور دنیائے ناپائدار اور اس کے عیش و عشرت پر لات مار گئے اور تھوڑے عرصہ بعد میر عثمان علی بن قاضی رجب علی ساکن گھوڑی گھاٹ پرگنہ کندہ ضلع ہزاری باغ جن کی شادی مسماۃ امتن خواہر عینی مولوی ولایت علی صاحب سے ہوئی تھی اور مولوی قمر الدین صاحب بن شیخ رکن الدین حسین صاحب پھلواری سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

ابتداء وعظ —— جب سید صاحبؒ حج کو تشریف لے گئے تو جناب مولانا وطن واپس آ کر و انذر عشیرتک الاقربین کے تعمیل اور اصلاح مسلمین میں مصروف رہے۔ اور جماعت جمعہ کی پابندی قائم کی۔ آپ ہی کے نصائح اور ترغیب کا نتیجہ تھا کہ آپ کا خاندان اور انبوہ کثیر بیک دل گرویدہ سید صاحب ہو گیا۔

سفارت —— جب رنجیت سنگھ سے جہاد اور مقابلہ کی غرض سے سید صاحب ملک خراسان کو روانہ ہوئے تو مولوی فتح علی صاحب کو بوجہ کبر سنی اور مولوی فرحت حسین صاحب کو بوجہ صغر سنی خلافت اور اجازت بیعت عطا کر کے پٹنہ واپس کر دیا اور یاغستان پہنچ کر سید صاحب نے ہر ایک نواب و خوانین کے پاس اپنے سفیر مع مراسلات و ہدایت آیات کے روانہ کئے۔ منجملہ ان کے مولانا ولایت علی صاحب کو شاہ زمان والی کابل اور اس کے وزیر دوست محمد خاں کے پاس مع مراسلات کے بھیجا۔ شاہ زمان اور جملہ امراء کابل نہایت تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آئے اور شاہی مکان میں جناب کو اتارا۔ آپ وہاں تقریباً ڈیڑھ ماہ رہ کر روزانہ

وعظ و نصیحت توحید و اتباع سنت اور تحریض علی الجہاد کرتے رہے۔ اور مسلمان رعایائے پنجاب پر جو جور و ظلم سکھوں کے ہو رہے تھے، ان کی وضاحت کر کے حمیت و غیرت اسلامی دلایا۔ ایک روز اثنا وعظ میں رد شرک پر ایک برجستہ فارسی نظم پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

فرمود رسول آشکا را من نیز بیادرم شما را

(یہ نظم رسالہ ہدایۃ التوحید کے اخیر میں طبع ہو چکی ہے) اور آپ کامیاب واپس آئے۔

خلافت۔ سید صاحب نے ترویج دین حق کے خیال سے مولوی سید محمد علی صاحب رامپوری اور مولوی ولایت علی صاحب کا انتخاب فرمایا اور ان دونوں بزرگوں کو خلافت دے کر جنوب ہند کے ہدایت کے لئے مامور کیا۔ اگرچہ ان دونوں بزرگوں نے بہت معذرت پیش کی اور اس خدمت سے معافی چاہی مگر سید صاحب نے منظور نہیں فرمایا، بلکہ مولانا ولایت علی صاحب کو یہ بھی فرمایا کہ مولانا ہم آپ کو تخم کر کے اٹھاتے ہیں (معنی یہ تھے کہ آخر اسی تخم سے بہت سے پودے پیدا ہو کر یہ باغ ہرا بھرا رہے گا) ناچار یہ دونوں بزرگ بچشم گریاں و دل بریاں بجا آوری حکم مرشد کو فرض اور ضروری جان کر ہندوستان کو واپس آئے اور یہاں پہنچ کر ان دونوں بزرگوں نے باہم مشاورت کر کے مولوی محمد علی صاحب مدراس روانہ ہوئے اور مولانا ولایت علی صاحب بمبئی اور حیدر آباد دکن کی طرف رہ گیر ہوئے جب حیدر آباد کے ہر گلی کوچہ میں آپ کے وعظ کا شہرہ ہوا تو نواب مبارز الدولہ برادر حقیقی نواب ناصر الدولہ والی حیدر آباد نے چند عالموں کو دریافت حقیقت کے لئے آپ کے پاس روانہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے جناب سے اپنے سوالات کے جواب باصواب پا کر آپ سے شرف بیعت حاصل کر لی۔ اور نواب صاحب سے جا کر کل کیفیت بیان کی۔ نواب صاحب نے دوسرے روز دربار کے دو نہایت معزز اور علم میں مفضل عالموں کو یعنی مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس صاحبان کو آپ کے خدمت میں روانہ کیا۔ ان حضرات پر بھی حقیقت منکشف ہو گئی اور بیعت سے مشرف ہوئے اور نواب صاحب سے آپ کی حالت اور اثر وعظ کو بیان کیا۔ تب نواب صاحب نے نہایت اشتیاق کے ساتھ آپ کو مدعو کر کے خود اپنی تشفی کی اور بعد وعظ آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ مولانا نے ان کو ترک محرمات اور پابندی شریعت

کی تاکید فرمائی۔ مولانا کے وعظ و پند اور صحبتوں کا یہ اثر ہوا کہ نواب صاحب قوانین شرعیہ کے پابند ہو گئے اور چار سے زیادہ بیبیوں کو طلاق دے کر اپنے مصاحبوں سے ان کا عقد کرا دیے۔ مولانا ایک عرصہ تک اس اطراف میں توحید و سنت کی ترغیب دیتے رہے اور لاکھوں آدمی آپ کے وعظ سے توحید و سنت کے پابند ہوئے مگر بعض زود پسندوں نے مبارز الدولہ کو اپنے بھائی کے خلاف میں ابھارا۔ مولانا اس تحریر سے سخت رنجیدہ ہوئے اور بد اندیشوں کو بہت منع کیا مگر جب مولانا دل برداشتہ وہاں سے روانہ ہو گئے تو لوگوں نے آپ کی نصیحت سے اعراض کیا اور اس سازش نے کچھ عرصہ بعد زور پکڑی اور طشت از بام ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مبارز الدولہ نظر بند کر دیے گئے اور دیگر حضرات جلا وطن کر دیے گئے۔ ابھی مولانا دکن کے دورہ و سیر میں تھے کہ معرکہ بالاکوٹ میں سید صاحب کے شہید ہونے کی خبر گوش زد ہوئی اور اسی عرصہ میں آپ کے والد ماجد کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس لئے جبلپور۔ برہان پور۔ ترسنگ پور اور سیونی چھپارہ وغیرہ کا دورہ و سیر کرتے ہوئے وطن عظیم آباد کو مراجعت فرمایا۔

قیام وطن اور نظم تبلیغ۔ سید صاحب کی خبر شہادت سے دفعتًا بار عظیم آپ پر پڑ گیا۔ کیونکہ جناب سید صاحب کے خلفاء عظام سے ہند میں صرف آپ کا اور مولوی سید محمد علیؒ رامپوری کا وجود مغتنم باقی رہ گیا تھا۔ تمام اقطاع ہند میں انتشار اور پژمردگی چھا گئی تھی۔ جناب مولوی محمد علی رح اس وقت اہل مدراس کے ہدایات و ارشاد میں مصروف تھے۔ آپ نے وطن پہنچ کر سید صاحب کے مسلک اور ہدایات کے مطابق کارہائے تبلیغ و تعلیم شروع فرمایا اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ شاہ محمد حسین صاحب کو جامع مسجد نمویہ کا امام اور چھپرہ۔ مظفر پور۔ ترہت اور اطراف پٹنہ کے تلقین ہدایت کے لئے متعین کیا۔ مولوی عنایت علیؒ کو ارشاد و ہدایات اہل بنگال کے لئے روانہ کیا۔ مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس حیدر آبادی کو خلعت خلافت عطا فرما کر اڑیسہ اور صوبہ الٰہ آباد وغیرہ کی طرف بغرض تبلیغ انام بھیجا۔ شہر پٹنہ میں نواب فخر الدولہ کی مسجد میں دوسرا جمعہ قائم کیا جہاں ہر جمعہ کو جناب کا وعظ ہوتا اور جناب کے بعد آپ کے خلیفہ حکیم مولوی ارادت حسین صاحب وہاں نماز جمعہ پڑھایا کئے۔ آپ کے پٹنہ کے دو برس کے قیام میں ہزارہا خلقت نے فیض و

ہدایات حاصل کی۔ مذکورالصدر بزرگوں کے علاوہ دیگر حضرات کو بھی سلیقہ ہدایت تعلیم فرماکر قریے اور قصبات کے لوگوں کے ہدایات کے لئے آپ روانہ فرماتے۔ آپ کی اشاعت دین میں انتھک کوشش غرب و شرق۔ شمال و جنوب کل کو محیط تھی۔ مجمع اور میلوں (مثلاً بہار کا چراغاں) میں بھی بغرض تبلیغ و پند پہنچتے اور تود بافوں کو گھر میں جاکر اور کسانوں کو ان کے کھیتوں پر پہنچ کر اللہ کی اطاعت و بندگی کی ترغیب دیتے اور ان کی بدزبانیوں اور غصّوں کو شربت کی طرح نوش کرجاتے۔ آپ اپنے دورہ میں قریہ بقریہ فروکش ہوتے جاتے اور اللہ کی باتیں پہنچاتے جاتے اس لئے اپنے مخصوص مقامات تک پہنچنے میں مہینوں اور برسوں کی آپ کو دیر لگتی۔ دینیات کی تعلیم کے لئے مکان پر بعد نماز ظہر تا نماز عصر قرآن و حدیث کا درس دیتے۔ مولوی عبداللہ آپ کے خلف اکبر قاری ہوتے۔ دوسرے علماء ایک تفسیر ہاتھ میں لے بیٹھتے۔ علماء کے علاوہ مریدوں کی بڑی بھاری صف ہوتی۔ قرآن مجید اور بلوغ المرام کا لفظی ترجمہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو پڑھواتے تاکہ لوگ اللہ کی مرضی اور غیر مرضی (امرونہی) سے آگاہ ہوجائیں۔ اَن پڑھ بھی نمازوں میں اپنے پڑھنے کی سورتوں اور دعاؤں کے معانی اور مطالب سے خوب آگاہ ہوتے (تمام واقفیت کے لئے سوائے ترجمہ کے دوسری سبیل نہیں) جناب نے شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ دہلوی کی خدمت میں ترجمہ قرآن از شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور رسائل مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ارسال کی درخواست کی۔ اور جناب شاہ صاحبؒ کے ارسال فرمانے پر پہلے مطبع حسینی لکھنؤ میں ان کے طبع کرانے کی سعی فرمایا۔ بعد انکار صاحب مطبع آپ نے زمانہ دورہ بنگال کے اس خدمت طبع کو اپنے خلیفہ مولوی بدیع الزماں صاحب بردوانی کے حوالہ فرمایا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے ایک ٹائپ پریس قیمتی دس ہزار خرید کر کے بکرات مرات تعمیل ارشاد کیا۔ پھر تو دیگر مطابع ہند نے بھی بغرض تحصیل زر و مال کتب دینی کے طبع کی طرف توجہ کی۔ آپؒ نے جہاں جیسی ضرورت دیکھی یا دوسروں نے مسائل دریافت کئے محض تفہیم کی غرض سے مختصر اور عام فہم رسائل قلمبند فرماکر لوگوں کے حوالے کئے۔ ایسے رسائل کی تعداد سو سے کم نہ ہوگی مگر اس وقت صرف چند دستیاب ہوسکیں جو مجموعہ رسائل تسعہ میں شامل ہوسکیں۔ قریہ بقریہ جماعت اور امامت اور واعظین کی تقرر کرکے۔

مسلک اور ارشاد۔ آپ نے تزکیہ نفس اور جلاقلب کی غرض سے مراقبہ اور اشغال منسوبہ نقشبندیہ کے بعض شاغل بعد ترمیم غیر مشروع د تو امل جاری رکھتے تھے تاہم ان کے شرط لزوم کو بدعت تصور فرماتے مگر جناب کی صحبت کیمیا اثر اور تربیت مخصوصہ در اصل تزکیہ کی روح رواں تھیں۔ بعد نماز صبح خود لوگوں کو توجہ دیتے۔ اور نو آموزوں کو مولوی فیاض علی و مولوی یحییٰ علی اور مولوی اکبر علی علیہم الرحمۃ قواعد و آداب نشست مراقبہ و مواقع لطائف اور ان پر دھیان کرنا تعلیم کرتے بخصوصاً مولانا یحییٰ علیؒ سے وعظ و درس قرآن اپنے سامنے دلاتے۔ آنحضرت نے اور مولوی احمد اللہ صاحب نے مولانا کے وطن پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ہی ۱۲۵۶ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھیں۔

آپ کی ترغیب تحصیل قرآن و احادیث اور وعظ و نصائح سے ملک ہندستان میں عمل بالحدیث کا چرچا ہوا اور تقلید و تعصب کی بنا کمزور و مضمحل ہونے لگی۔ کیونکہ قرآن و حدیث کی محبت اور ان کی ترویج نے حق کو روشن کر دیا جاء الحق وزھق الباطل۔ آپ اور آپ کے مریدان مسائل حنفیہ پر جب تک وہ کسی حدیث صریح غیر منسوخ کے مخالف نہ ہوتے عمل کرتے کیونکہ سالکے عمل کا مقصد اللہ کی خوشنودی کا ڈھونڈھنا ہے نہ کہ اختلاف پیدا کرنا۔ اگر یہ غرض پیش نظر رہے تو بیخ اختلاف خود خشک اور ڈھیلی پڑ جائے۔ اللہ کے بندوں اس کے اولیا، اور اس کے خدمتگذار ائمہ کی دل میں آپ محبت اور احترام رکھتے۔ آپ کی رہائش ایسی سادہ تھی اور نفس پر اس قدر قابو تھا کہ ان کی نظیر اصحاب رسول اللہ یا تابعین میں ملتی ہیں۔ آپ کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے سرد ہو جاتا اور دین کا جوش تہ دل سے اٹھتا۔ ایک مرتبہ کسی رئیس کے یہاں تقریب میں مولانا بھی مدعو تھے۔ وہاں فانوس و قندیل ایک شمع سے روشن کئے جا رہے تھے۔ قندیلوں کے روشن کرنے کے بعد وہ شمع گل کر دی گئی۔ اس کیفیت سے آپ کے دل میں یہ خیال گذرا کہ مجھ سے ہزاروں کو روشنی ایمان ملی ہے مگر معلوم نہیں خود میرا اس شمع کا سا تو حال نہیں ہے، آپ زار زار دیر تک روتے رہے۔ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حاضرین کی کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ رباعی

شخصے قندیلہ گشت چراغ بریں فروز	مدہوش شد ز دیدن آں شمع دیں فروز

[1] صراط مستقیم مصنفہ مولانا اسمٰعیل شہید مطالعہ کریں۔

چوں آں فضیلہ بعد بہ افرد ختن برد	لرزید از بن تن مہ نور جبیں فروز

آپ کے چہرۂ مبارک سے عزت و مسکینی۔ خضوع و خشوع صاف نمایاں تھی اور روئے مبارک سے حزن و ملال اور فکر ہمہ وقت متراوش ہوتا۔ رات کو اکثر زیر سما کھڑے ہو کر ہاتھ کو بلند کرکے دعا کرتے اور کبھی دن کو دوپہر کے وقت بھی اسی کیفیت سے دعا کرتے۔ آپ کا لباس اکثر موٹا اور کہنہ طیرا ہوا کرتا۔ غذا بھی موٹی۔ باسی۔ ہر طرح کی مساکین کے ساتھ خوش رہتے اور انہیں کے ساتھ زندگی بسر کرتے۔ اور آپ کے گھر والے بھی ویسے ہی سادہ زندگی گذارتے۔ اور اپنی کل آمدنی بیت المال میں داخل فرماتے اور جو کچھ ہدیے آپ کو ملتے ان کو جماعت مساکین اور مولفۃ القلوب پر صرف کرتے۔

تربیت۔ لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی اور انکساری کی تعلیم دیتے اور نفس پر قابو حاصل کرنے اور امتیاز نفس کے دور کرنے کے لئے مختلف عنوان سے ان سے عمداً انکساری کراتے تاکہ شریفوں سے فخر انساب، عالموں سے امتیاز، عابدوں سے اپنی عبادت پر بھول اور بھروسہ، دولتمندوں سے کبر و نخوت، محدثوں سے شدت دور ہو اور ان میں بغیر حصہ نفس کے حق کی تلاش و جستجو ہو وہ مسکینوں اور یتیموں سے محبت کریں ناخواندوں کے عمل کی قدر کریں اور فاسق و فاجر کے اعمال بد سے ان کے دل میں ٹیس اٹھے اور انہیں ہم آغوش کرکے ان کے طہارت کے لئے سعی کریں۔ مساکین جو عباد اللہ ہیں ان کے پھٹے پرانے کپڑے ان کی موٹی غذائیں اور ان کے ٹوٹے پھوٹے جھوپڑے ان کے دل میں شکر و احسان پیدا کریں۔ اور فروعی مسائل میں مخالفت (جو شقاق و نفاق پیدا کرکے تباہی و بربادی لاتی ہے) کے عوض رواداری پیدا ہو۔ جماعت مساکین بوقافلہ کے نام سے مشہور تھی۔ اس کے اپنے ارکان پر رکھنے میں ایک مصلحت تربیت مریدان واصحاب بھی مضمر تھی۔ ہر کام میں خود پیش پیش ہونے اور ہر موقع کے لحاظ سے ملفوظات طیبہ فرماتے جو بجلی کی طرح لوگوں کے دلوں میں تیر جاتے۔ آپ لوگوں کو دعا و عبادت خصوصاً تہجد کی ترغیب دیتے۔

صحبت یافتہ۔ آپ کے صحبت یافتوں میں دعا اور تہجد کی غایت پابندی تھی اور ان کی دعاؤں اور ملفوظات میں عجیب حلاوت و اثر تھے کہ علماء و مشائخ بھی سن کر متحیر ہوتے۔ آپ کے صحبت و تعلیم یافتہ نہایت پختہ و وضع تھے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ اور عابد اپنے اعمال

سے عابد بہ ناز ورزندہ مغرور۔ شرک دکفر ش گرفت بارہا ۱۲

کا جائزہ لیا کرتے اور ٹھوکروں سے متنبہ ہوتے جناب کی تربیت صاحب ایمان کو راہ حق میں سرفروشی کیلئے بیتاب و سرشار کردیتی اور پھر ابتغاء مرضات اللہ کیلئے وہ اپنی جان و مال کو فروخت کردیتا۔

مناظرہ سید صاحبؒ کی بیعت و صحبت نے آپ کا رنگ کچھ ایسا متغیر کردیا تھا کہ اب آپ میں عالمانہ انداز باقی نہیں رہا تھا، شاعری کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ کبھی ارشاد و وعظ میں جذبات اُبھرتے اور کچھ برجستہ فرمادیتے کجا منطق و فلسفہ اور کجا ذوق مناظرہ۔ اس ملت حقہ کی روز افزوں ترقی اور اشاعت قرآن و احادیث دیکھ کر کوتاہ بین لوگوں نے مولوی محمد فصیح صاحب غازیپوری کو دو ہزار انعام کے وعدہ پر علماء حق سے مناظرہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ مناظرہ کے دن مولوی ولایت علی صاحب نے مولوی محمد فصیح کی مع ان کے ہمراہیوں کے دعوت کی۔ بہت سے علماء اور فضلاء اور خاص و عام جمع ہوئے مگر مولاناؒ نے مولوی محمد فصیح صاحب کو علیحدہ کمرے میں لے جاکر بحاضری چند اشخاص ان سے فرمایا کہ میں حنفی المذہب ہوں اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث صریح غیر منسوخ کو دیکھ کر کسی مسئلہ فقہی کے خلاف عمل کرے تو وہ مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا بفحوائے قول امام علیہ الرحمۃ اترکوا قولی بخبر الرسول (میرے قول کو حدیث رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں ترک کردو) یہ کلیہ مناظر صاحب کے فہم عالی میں آگیا اور انہوں نے حق کی طرفداری کرتے ہوئے مجمع عام میں باآواز بلند فرمایا کہ یہ جماعت حق پر ہے احادیث الرسول پر عامل ہونے سے کوئی شخص حنفیت سے خارج نہیں ہوتا۔ ہمارا اور ان کا مسلک ایک ہے۔ اس روز جلسہ برخواست ہوگیا۔ مگر جب مناظر صاحب اپنے قیام گاہ نذر ہو دیکر وہ واپس گئے تو ان کے مریدوں اور جن لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی سخت خجل اور رشتہ منقطع کیا اور آپ کو دوبارہ برسر عام بحث کرنے پر مجبور کیا اور چند دیگر علماء خصوصاً مولوی واعظ الحق صاحب کو ان کی تائید کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ مولوی محمد فصیح صاحب مع معاونین بحث کے لئے مولوی الٰہی بخش صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ مولانا ولایت علی صاحب نے بحث کے لئے مولوی فیاض علی صاحب کو اور ان کی اعانت کے لئے مولوی حکیم امداد حسین صاحب کو بھیجدیا۔ حکیم صاحب کتابیں کھول کھول کر مقامات مبحوث عنہ دکھاتے جاتے۔ اس مرتبہ

لہ مجلس عام میں گفتگو ہوتے سے انسان حق کے قبول کرنے سے شرم کرتا ہے اور اصرار پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

بھی مولوی محمد فصیح صاحب نے اعتراف حق کیا مگر اس بار ضرورتاً مباحث بالاختصار قلمبند کر کے مناظر مولوی محمد فصیح صاحب غازی پوری سے اقرار دستخطی کرا لئے گئے۔ جن کا خلاصہ یہ تھا پابند مذہب حنفی اگر بوجہ ترجیح بالدلیل کسی حدیث صحیح غیر منسوخ پر مثل رفع یدین۔ آمین بالجہر وغیرہ کے عمل کرے تو وہ اپنے امام کے اتباع سے خارج نہیں ہوتا۔ مولانا نے اس مناظرہ میں پہلے اعراض کر کے صرف تفہیم سے کام لیا۔ مگر جب کوششوں نے اس کے لئے آپ کو مجبور کیا، تو اس کام کو آپ نے خلفاء کے سپرد کر کے خود علیحدہ ہو گئے کیونکہ عموماً مباحثہ کا نتیجہ عناد ہوتا ہے۔ البتہ تفہیم مرید نرم کے ذریعہ حق کو گوشگزار کر دینا امید نیک سے عموماً خالی نہیں ہوتا۔

احیاء السنن معلوم نہیں اللہ نے آپ کی ذات بابرکت سے کتنی سنتیں جگائیں، مگر زمانہ کی تشدد کے لحاظ سے اور صرف وہ جن کے گھر برتنے کا موقع ملا قلمبند کی جاتی ہیں۔ مولوی اکبر علی صاحب کی سعی بلیغ سے مولوی الہی بخش صاحب بھی مولانا کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ آپ نے خیال لومۃ لائم کو پس پشت ڈال کر اپنی صبیہ جمیلۃ النساء بیوہ کا نکاح ثانی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا۔ اس صوبہ بہار و بنگال میں یہ پہلا نکاح ثانی تھا۔ اس لئے اس کا خوب شور و غل مچا۔ اس کے بعد مولانا رح نے اس سنت کی خوب ترویج کی۔ (۲) اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی اکبر علی صاحب فرزند اصغر مولوی الہی بخش صاحب نے ہیضہ میں انتقال کیا۔ ان کی بیوہ اہلیہ (بنت شاہ محمد حسین صاحب) کا بعد انقضائے ایام عدت مولوی عنایت علی صاحب سے جو اس وقت ملک بنگال میں تھے۔ خود مولانا رح نے نیابتاً ایجاب و قبول کر کے عقد ثانی کر دیا۔ جیسا کہ نجاشی بادشاہ حبش نے حضرت ام المومنین ام حبیبہ بنت ابو سفیان کا نکاح ساتھ جناب رسول اللہ صلعم کر کے مدینہ منورہ بھیج دیا تھا۔ اسی طرح مولانا نے بھی بعد نکاح اس بزرگ نیک بی بی کو مولوی عنایت علی صاحب کے پاس بنگال بھیج دیا۔ مولانا نے اسی تقریب سعید میں اپنے تمام اہل برادری و جملہ مریدان کو دعوت دیکر اس سنت مرحومہ کی ترغیب دی (۳) ایک شخص عبد الغنی نگرنہسوی جو زمرۂ مساکین میں سے تھے ان کا عقد ایک بیوہ عورت سے تعلیم قرآن مہر قرار دے کر کر دیا (۴) یہاں کے شریفوں میں زوجہ اولیٰ کے جیتے ہوئے برابر کی جوڑ میں دوسرا عقد کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا یعنی تعدد ازدواج بنظر

کراہیت دیکھی جاتی تھی۔ اس لئے آپ نے مسماۃ رشیدن بنت حکیم احمد علی ازمحل اولی کا عقد مولوی فرحت حسین غفراللہ لہٗ سے بموجودگی ان کی زوجہ اولی کے کر دیا اور اسی طرح حکیم صاحب کی دوسری لڑکی ازمحل ثانی کا عقد حکیم ارادت حسین صاحب سے بموجودگی زوجہ اولی ان کے کر دیا اور ان دونوں تقریبوں میں بھی تمام برادری و مریدان کو دعوت دے کر اس سنت کی ترغیب دی سبق آموز تقریبیں۔ آپ نے اپنے دو صاحبزادوں مولوی عبیداللہ و ہدایت اللہ صاحبان کی اپنے چھوٹے بھائی مولوی فرحت حسین رح کی دو لڑکیوں کے ساتھ عقد اس سادگی کے ساتھ انجام دیا کہ گھر کے موجودہ کپڑے وہ بھی پیوند لگے ہوئے پہنا دیا۔ کوئی نیا کپڑا دولہا دولہن کے لئے نیا نہیں کرایا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی پیاری بیٹی سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تقریب نکاح کیا تھا۔ آپ نے اس سنت کو بھی تقریباً پانچ ہزار کے مجمع میں ادا کیا اور ایک وسیع پیمانہ پر غایت سادگی کے ساتھ دعوت ولیمہ انجام دیا۔

وعظ یہاں پر آپ کے اُن سلسلہ وعظ کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا قیام وطن میں معمول تھا آپ ہر ہفتہ شب سہ شنبہ کو بعد نماز مغرب اپنے مکان میں وعظ فرماتے۔ کمرہ میں ایک جانب پانچ چھ سو عورتیں جمع ہوتیں اور دوسرے جانب پانچ چھ ہزار مرد ہوتے، جن میں علماء و فضلاء شامل رہتے۔ آپ کا وعظ عجب پُر تاثیر ہوتا کہ لوگوں کا حال دگرگوں ہو جاتا۔ مثلاً قیامت کا بیان ہوتا تو اس کی تصویر سامعین کے آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتی۔ نواب سید صدیق حسن صاحب ابقاء المنن میں آپ کی تشریف آوری اور وعظ کا یوں تذکرہ کرتے ہیں کہ جب مولوی ولایت علی رح قنوج میں تشریف لائے تو میرے مکان پر آئے اور اپنے اہل بیت کو میری والدہ مرحومہ کی ملاقات کے واسطے بھیجا۔ جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک آپ نے وعظ کہا اور مجھ سے کہنے لگے کہ تم کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ تیرہ برس کا ہوں گا۔ اسی کہنے کا نتیجہ مدت دراز کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح فتح العلام لکھی۔ میں نے جو اثر سریع مولوی ولایت علی صاحب کے وعظ میں پایا کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سُنا۔"

رمضان اور تراویح۔ نماز تراویح اوّل دو عشروں تک اوّل شب میں مسجد میں ہوتی اور عشرۂ اخیر کے اخیر شب میں آپ کے مکان کے ایک کمرہ میں ہوتی۔ ایک طرف مرد اور دوسری طرف

عورتیں جمع ہوتیں رمضان کی دعا اور تراویح کی شرکت کے واسطے مدہا مرد و عورت دور دراز دیہاتوں سے آتے اور پورے ماہ رمضان یہاں قیام کرتے اور ان کا دو وقتہ کھانا یہیں سے انجام پاتا اور تمام رمضان بوقت افطار بآواز بلند دیر تک دعا ہوتی۔

دورہ و سیر بغرض تبلیغ — پٹنہ میں درس تدریس کے بعد خود لوگوں کی ہدایت کے لئے آپ نے عزم سفر بنگال کیا اور دوران سفر میں قصبات و قریے میں بغرض ہدایت نزول و اقامت فرماتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور مولوی بدیع الزمان صاحب بردوانی کو اپنی خلافت عطا کر کے مصری گنج کی مسجد کا امام مقرر کیا اور وہاں سے چل کر دیگر اطراف بنگال میں کچھ عرصہ تک خلق اللہ کے ہدایت میں مشغول رہے۔ اس دورہ سفر میں جب آپ سورج گڑھ میں فروکش ہوئے تھے مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی آپ کے پند و نصائح سے متاثر ہو کر عاشق حصول علم دینی ہوئے اور جناب شاہ محمد حسین صاحب تنوہیہ کی خدمت میں کافیہ۔ مشکوٰۃ اور ترجمہ قرآن پڑھنے کے بعد الہ آباد ہوتے ہوئے مولانا شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت میں دہلی پہنچے۔ پھر مولانا بغرض سفر حج مع اہل و عیال بنگال سے شہر کلکتہ پہنچے اور جہاز پر سوار ہو کر اثنائے راہ میں لوگوں کے ہدایت کے لئے نزول فرماتے ہوئے بمبئی پہنچے اور وہاں دو ماہ تک ارشاد و ہدایت میں مشغول رہ کر مولوی عنایت علی صاحب کو وہاں کی خلافت عنایت کر کے جہاز پر بسوئے مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔ اور حسب دستور جہاں جہاں جہاز قیام کرتا اُتر کر لوگوں کی ہدایت میں معروف ہو جاتے چنانچہ ہزارہا عرب آپ کے بیعت سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ پہنچکر آپ نے عبداللہ سراج محدث سے سند حدیث حاصل کی۔ عبداللہ سراج فرماتے تھے کہ مولانا نے حدیث کے لفظوں کی سند مجھ سے لی اور معانی کی سند میں نے مولانا سے حاصل کی۔ بعد از حج آپ ملک یمن۔ نجد۔ عسیر۔ مسقط۔ حضرموت، بخارا حدیدہ میں دورہ سیر کرتے رہے۔ اور قاضی علی شوکانی سے بھی جن کی ولادت ۱۱۷۲ھ اور وفات ۱۲۵۵ھ میں واقع ہے۔ سند حدیث حاصل کی اور ان کی چند تصنیفات درۃ البہیہ وغیرہ ان سے لیں اور ملک عرب سے بسواری جہاز مراجعت کر کے کلکتہ پہنچے اور پھر بنگال کے دورہ سیر کرتے ہوئے اور اپنے منجھلے بھائی مولوی عنایت علی کو وہاں سے

اپنے ہمراہ لے کر عظیم آباد پہنچے۔

سرحدی زندگی۔ مولانا کے وطن پہنچنے کے بعد سید ضامن شاہ نے مقام بالاکوٹ سے آپ کے پاس لکھا کہ ان دنوں گلاب سنگھ والی کشمیر انہیں سخت پریشان کر رہا ہے۔ آپ خود بوجہ مقامی ضرورتوں کے اس وقت تشریف نہیں لے جا سکے اور ملک بنگال و صوبہ بہار کے لوگوں کی ہدایت میں مصروف رہے۔ اس لئے آپ نے مولوی عنایت علی صاحب کو اس مہم پر بالاکوٹ روانہ کیا اور دو سال بعد آپ بمعیت مولوی فیاض علی۔ مولوی یحییٰ علی و مولوی اکبر علی و صاحبزادہ کلاں مولوی عبداللہ بارادہ تائید و نصرت ضامن شاہ بالاکوٹ کی طرف روانہ ہوئے، اور اپنے چھوٹے بھائی مولوی فرحت حسین کو یہاں پٹنہ میں اپنا جانشین مقرر کر گئے اور اپنے سب عیال و اطفال کو یہیں چھوڑ گئے۔ مقام بالاکوٹ پہنچ کر معلوم ہوا کہ اب تک مولوی عنایت صاحب کارزار میں مصروف ہیں۔ غرض مولانا کے وہاں پہنچتے ہی کل کارخانہ مولوی عنایت علی صاحب نے آپ کے سپرد کر دیا اور جملہ مجاہدین نے مولانا کے ہاتھ پر بیعت امارت کر لی۔ غرض آپ بھی ڈیڑھ دو برس تک گلاب سنگھ سے مقابلہ میں مصروف رہے۔ اور گلاب سنگھ کا اکثر ملک مجاہدین کے قبضہ میں آگیا۔ اگرچہ اس کو شکست ہوئی رہی۔ تاہم شروط مصالحت جو مولانا پیش فرماتے تھے، اپنے تعصب و کوتاہ بینی اور غداری کی بنا پر تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کا اقتدار و تسلط نہایت سرعت کے ساتھ پنجاب میں ہو رہا ہے۔ چنانچہ جب پنجاب گورنمنٹ برطانیہ کے تصرف میں آگیا تو سرکار انگریزی سے اعانت کا خواہاں ہوا۔ گورنمنٹ ہند نے مولانا کے پاس خط لکھا کہ گلاب سنگھ گورنمنٹ ہند کا معاہد ہے اور اس کی حمایت میں آگیا ہے۔ لہٰذا اب اس سے برسرپیکار رہنا گورنمنٹ ہند سے مقابلہ کرنا ہے، اس لئے آپ کنارہ کش ہو گئے۔ بہرکیف شروط صلح یہ تھے بس۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو سارے مقبوضات مفتوحہ تجھے واپس اور تیری حمایت میں ہم لوگ حاضر ہیں۔ ورنہ کم سے کم سرکار انگریزی کے راج کی طرح تو بھی مسلمان رعایا کو شعار اسلامی کے ادا کاری میں آزادی دے اور ان پر ظلم کرنے سے باز آ۔"

واپسی اس تحریر کے تھوڑے عرصہ بعد دو افسران فوج مسٹر انگبو اور مسٹر لمبرٹن تھوڑی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ کر ملکیوں کو مجاہدین سے برگشتہ کر دیا اور ایک روز مقرر کرکے سارے مقبوضات مفتوحہ میں غدر کر دیا اور عمال و اہالیان پولیس نے مجاہدین کا قتل عام کر دیا۔ اور سید ضامن شاہ بھی جن کی املاک مجاہدین کی برکت وسعی سے واپس مل چکے تھے، بیوفا ہو گیا۔ ناچار آپ حضرات نے ملک سوات سید اکبر شاہ کے پاس جانا چاہا۔ چونکہ راستہ میں انگریزی عملداری پڑتی تھی۔ اس لئے آپ حضرات نے افسران فوج سے راہ داری چاہی اور افسران نے انگریزی عملداری سے بامن وآمان گذرنے کی تحریری اجازت بھی بھیجدی مگر جب یہ حضرات مع مجاہدین و لشکر رولہ سرکاری عملداری میں پہنچے تو انگریزی افواج نے اس بنا پر ان کا محاصرہ کر لیا کہ ان افسران کا عہدو میثاق کرنا گورنمنٹ برطانیہ کی منظوری سے نہ تھا اور وہ تبدیل بھی کر دیئے گئے۔ آپ حضرات نے اطاعت افسران قبول کرلی اور مع مجاہدین دو رولہ فوج لاہور کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔ مگر اثناء راہ میں ایک کثیر تعداد مجاہدین کی خفیہ طور پر فرار ہو گئی اور ملک سوات پہنچ کر مع میر اولاد علی صاحب (امیر وافسر) مجاہدین کی جماعت میں مقام ستھانہ جا ملی۔ مگر آپ دونوں بھائی مع مجاہدین لشکر و توپ خانہ و سامان جنگ لاہور پہنچے۔ جان لارنس چیف کمشنر پنجاب نے دو منزل آگے جاکر آپ لوگوں کا اہتمام اور گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا اور فوج انگریزی کے ہمراہ لاہور لایا اور آپ کی داد شجاعت دی اور انداز اطاعت و دانشمندی کی خوب تعریف کی اور ضامن شاہ کی حرکت بے وفائی پر سخت نفرین ہوا اور آپ سے درخواست کی کہ کل اسلحہ مع توپخانہ گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کرکے رولہ فوج کی تنخواہ ادا کردی جائے اور یہ درخواست کردی جائیں اور بقیہ پانچ سو ہندی مجاہدین کے آپ دونوں بھائی وطن کو مراجعت کریں۔ آپ حضرات نے اسے بھی منظور فرمایا۔ چیف کمشنر نے ایک روز آپ حضرات کی مع مجاہدین کے گورنمنٹ کی طرف سے دوسرے روز اپنی طرف سے دعوت کی۔ تیسرے دن مولوی رجب علی صاحب میر منشی چیف کمشنر پنجاب نے آپ سب لوگوں کی دعوت کی۔ اس کے بعد اس نے گورنمنٹ کے خرچ سے باہتمام واکرام آپ لوگوں کو مع بقیہ مجاہدین کے پٹنہ تک پہنچا دیا۔ یہ لوگ پٹنہ پہنچ کر

اول کمشنر صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے کمشنر صاحب نے بڑے تپاک و گرمجوشی سے آپ کا خیر مقدم کیا اور اندر لے جاکر آپ سے فرمایا کہ گورنمنٹ آپ دونوں بھائیوں سے دو برس کے لئے مچلکہ دو دو سو روپیہ کا چاہتی ہے۔ آپ لوگوں نے حسب فرمان مچلکہ پر دستخط کر دئیے اور وہاں سے رخصت ہو کر مکان تشریف لائے۔ اس روز آپ کی زیارت کے لئے تمام شہر بیتاب کمشنر صاحب کی کوٹھی پر تسلی سے حاضر تھا۔

عرصہ مچلکہ۔ اس دو سال کے عرصہ میں بدستور سابق وعظ و نصائح اور مراقبہ و مشاہدہ میں معروف ہو گئے اور صوبجات میں واسطے ہدایت کے دورہ و سیر کرنے لگے اور مبلغین کو مختلف اضلاع و صوبجات میں روانہ فرمایا کئے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد مولانا عنایت علی صاحب کو پھر ملک بنگالہ روانہ کیا۔ مگر جناب کو ہندوستان میں رہنے کا نہایت رنج و ملال تھا۔ اکثر دوپہروں اور راتوں کو زیر آسمان کھڑے ہو کر اور کبھی سجدہ میں سر رکھ کر نہایت بیقراری و اضطراب کے ساتھ اس ملک سے نکلنے کی دعا کرتے رہتے۔

ہجرت۔ میعاد مچلکہ کے پورے ہونے کو چند ماہ باقی تھے کہ آپ نے اپنے دولت خانہ کو فرش و فروش، جھاڑ فانوس و دیگر اشیائے زینت سے خوب آراستہ و پیراستہ کیا اور اصطبل میں عمدہ عمدہ گھوڑے خرید کر باندھے اور عمدہ عمدہ رنگین کبوتروں سے کبوتر خانہ سجا دیا تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ دنیا میں خوب پھنس گئے اور اب ترک آرائش اور وطن نہ کر سکیں گے، مگر میعاد پوری ہوتے ہی یک بیک اپنے چند احباب مخلصین و مولوی یحییٰ علی صاحب کو ساتھ لیکر بارادہ ہجرت ملک سوات روانہ ہو گئے۔ اسی عرصہ میں سید اکبر شاہ کا ملک سوات سے آپ کی طلبی کا خط بھی پہنچا تھا۔ اور آپ نے مولوی عنایت علی صاحب کو لکھ بھیجا تھا کہ مکان ہوتے ہوئے تم بھی یہاں چلے آؤ۔ اور مولوی عبداللہ صاحب خلف اکبر اور مولوی فیاض علی صاحب کو فرما گئے کہ ایک ہفتہ کے اندر مع کل عیال و اطفال و اسباب سفر مجھ سے موقع گڑھ مانہ میں آکر ملو۔ اس پچھلے قافلہ کا تخمینہ دو اڑھائی سو کا ہو گا۔ اب مکان پر صرف پانچ مرد اور دو عورتیں رہ گئے تھے۔ راستہ میں حاجی امام علی صاحب رئیس کو لور نے دعوت کی تیاری کرنی چاہی۔ آپ نے دعوت کے اہتمام سے ان کو روک کر فرمایا، آپ کے گھر میں حلوا ہوں کے لئے جو دستور تھا

ہے اسی کو لائیں۔ مجبوراً اُنہوں نے تعمیل ارشاد کی، اور آپ نے تمام قافلہ مع اپنے اہل و عیال کو وہی ستو کھلایا۔ جب آپ آرہ پہنچے چودھری ہدایت بشیر صاحب رئیس اعظم آرہ نے بڑی لمبی دعوت کرنی چاہی، ان کو بھی اس سے روک کر ان سے صرف چاول دال مع ایک دیگ کے طلب کیا اور اس کی کھچڑی پکوا کر تمام ساتھیوں کو سیر کر دیا۔ اور آرام سے سو رہے۔ وہاں سے چل کر غازی پور پہنچے۔ مولوی محمد فصیح صاحب نے آپ لوگوں کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ قافلہ کو مسجد میں جگہ دی اور عورتوں کو اپنے زنانہ مکان میں لے گئے اور مولانا کو اپنے رہنے کے حجرے میں جگہ دی اور دونوں وقت زنانہ مکان سے کھانا لاکر خود آپ لوگوں کا ہاتھ دھلاتے اور کھانا کھلاتے اور پس خوردہ تبرکاً خود مع اہل و عیال تناول فرماتے اور بوقت رخصت آرزو ظاہر کی کہ آپ کا ... مجھے مل جایا کرے۔ یہاں سے رخصت ہو کر قریہ بقریہ شہر بہ شہر وعظ و نصیحت اور ہدایت کرتے ہوئے ڈیڑھ برس کے عرصہ بعد دہلی پہنچے۔ دہلی میں آپ نے قریب دو ماہ قیام کیا۔ جامع مسجد فتحپوری کے قریب ایک عالی شان مکان میں فروکش ہوئے، جو بوجہ شہرت اثرات جنات کے ویرانہ تھا۔ آپ کا وعظ جامع مسجد اور مختلف مقامات و اطراف دہلی میں روزانہ ہوا کرتا۔ مولوی امام علی صاحب استاد زینت محل اور مولوی مومن خاں صاحب مشہور شاعر بھی وعظ میں تشریف لاتے۔ مولوی امام علی صاحب نے آپ سے بیعت حاصل کی اور آپ کے اوصاف زینت محل اور بادشاہ سے بیان کئے۔ بادشاہ نے مولوی صاحب کے معرفت مولانا کو پیام دعوت بھیجا۔ آپ نے بہت کچھ معذرت کی۔ مگر بادشاہ کے اصرار سے مجبور ہو کر آپ نے دعوت قبول کی۔ دعوت کے روز بادشاہ نے دیوان خاص میں اجلاس فرمایا اور مولانا صرف پچیس آدمیوں کے ساتھ قلعہ میں تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے تخت سے اُتر کر لب فرش تک آپ کا استقبال کیا اور معانقہ و مصافحہ کیا اور آپ کے ساتھیوں سے بھی مصافحہ کیا اور آپ کو مسند پر گاؤ تکیہ کے ایک طرف اپنے ساتھ بٹھایا۔ بعد تواضع عطر و پان کے بادشاہ نے مزاج پرسی کی اور آپ کی وجہ گزران پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ہی کے بزرگوں کا عطیہ ہے۔ یہ سن کر بادشاہ آبدیدہ ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے

وعظ شروع فرمایا اور آیت اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو و زینۃ وتفاخر الآیۃ تلاوت فرمائی' دنیا کی بے ثباتی کا نہایت وضاحت کے ساتھ پُر اثر طریقہ پر بیان فرمایا۔ جب آپ عذاب شدید پر پہنچے تو وزیر اعظم نے آپ کے کان میں کہا، بادشاہ سلامت کے سامنے عذاب کے بیان کرنے کا دستور نہیں ہے۔ جو عالم فاضل یہاں وعظ کہتے ہیں وہ صرف جنت ہی کا بیان کرتے ہیں۔ مگر آپ عذاب قبر، ہنگامۂ حشر اور دوزخ کا بیان نہایت شدومد اور دلگیر طریقہ پر بیان کرتے رہے۔ جس سے بادشاہ و شاہزادگان و زینت محل و جملہ حُضّار مجلس نہایت متاثر ہو کر زار زار رونے لگے۔ بعد وعظ ظفر شاہ نے فرمایا کہ میں نے بھی در باب ترک دنیا کچھ اشعار کہے ہیں۔ آپ نے ان کے سُننے کا اشتیاق ظاہر فرمایا اور ریزیڈنٹ بہادر نے اُن کو پڑھ کر سُنایا۔ آپ نے اس کی تعریف کی اور وہاں سے رخصت ہوئے اور ریزیڈنٹ نے بایمائے ظفر شاہ جملہ مکانات شاہی و موتی مسجد وغیرہ کی سیر کرائی۔ اس کے بعد جب آپ قیام گاہ پر پہنچے تو پچاس خوان کھانوں کا مطبخ شاہی سے مولوی امام علی صاحب اور مولوی مومن خان صاحب معروف شاعر کے معرفت پہنچے اور مومن خان صاحب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

کوچ ۔ بادشاہ نے خواہش ظاہر کی کہ تمام رمضان ہم لوگ آپ کا وعظ سننا اور آپ کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنی چاہتے ہیں۔ اس لئے قلعہ کے اندر ایک شاہی مکان میں آپ فروکش ہوں۔ ادھر ریزیڈنٹ صاحب ہر شخص سے پوچھتے کہ مولوی صاحب کہاں سے تشریف لائے ہیں اور کس طرف کا قصد رکھتے ہیں۔ مولانا نے مصلحتاً اس پیغام کو منظور نہیں کیا اور نہایت انکساری کے ساتھ معذرت کہلا بھیجی۔ اور فی الفور دہلی سے کوچ کر کے شام کو جمنا پار پہنچ گئے اور وہیں رمضان کا چاند دیکھا۔ وہاں سے کوچ کر کے منزل در منزل طے کرتے ہوئے قریب لودھیانہ کے پہنچے اور مولوی عنایت علی صاحب کے انتظار آمد میں کھنّا کے سرائے میں ٹھہرے رہے۔ مولوی عنایت علی صاحب کے پہنچتے ہی آپ دونوں بھائی چند ہمراہیوں کے ساتھ سوات روانہ ہو گئے اور مولوی عبداللہ صاحب سے کہہ گئے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہمراہیوں کو روانہ کرنا اور خود مع جملہ اہل و عیال جلد جلد منزل طے کرتے ہوئے ملک یاغستان پہنچنا۔ سید اکبر شاہ نے

آپ کی آمد کی خبر پاکر نہایت گرمجوشی سے مع لشکر مجاہدین آپ کی پیشوائی کی۔ جب آپ کے ہجرت کی خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو اکثر مخلصین ہندوستان سے آپ کے پاس ہجرت کرکے پہنچ گئے۔

زندگی بعد ہجرت۔ اس ملک میں بھی آپ لوگوں کے ہدایت میں مصروف رہے اور درس قرآن و احادیث قائم کیا۔ بعد ظہر درس دیتے اور فجر کو مراقبہ و مشاہدہ میں لوگوں کو توجہ دلاتے اور چونکہ وہ ملک خود سر ہے، بغیر سپہ گری کے وہاں رہنا دشوار ہے، اس لئے ایک وقت فن سپہ گری کی تعلیم اور قواعد ہوا کرتی۔ غرض یہ جماعت سلوک حب ایمانی اور طریقہ نبوی کی تحصیل میں مست تھی۔ مولانا برابر سید اکبر شاہ کو اپنے صلاح اور مشورہ نیک سے بھی مستفید فرمایا کرتے

شجاعت اور فنِ حرب ــــ اسپ سواری۔ دریا میں تیرنا۔ تیراندازی۔ بندوق چلانا۔ پٹا اور بانا اور تلوار چلانا۔ غرض جملہ نکات فن حرب میں آپ پوری مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی شجاعت کا کیا پوچھنا ہے ہر وقت جام شہادت کے لئے تشنہ لب تھے۔ امور تمدن و سیاست اور تدابیر حرب میں آپ کو خاص ملکہ اور عبور حاصل تھا ولنعم ما قیل ؎

جمع الشجاعة والخشوع	لربه ما احسن المحراب فی المحراب
ان لله عبادا فطنا	طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا
فکروا فیها فلمّا علموا	انها لیست لحی وطنا
جعلوها لجة واتخذوا	صالح الاعمال فیها سفنا

تائید غیبی۔ آپ کے ہر کام میں آپ کے مرشد سید احمد صاحب کی طرح اللہ کی تائید معلوم ہوتی تھی۔ آپ لوگوں کے زندگی کی غرض و غایت توحید فی الالہیت و توحید فی الرسالت یعنی لا الہ الا اللہ و محمد عبدہ و رسولہ کی سچی تلقین اور اسی کے تحت میں شعائر اسلام کی عزت و حفاظت تھی۔ آپ نے صرف ناصر مطلق کے بھروسہ پر ایسی عظیم الشان اور مشکل و اہم کام کو اپنے سر لیا تھا۔ جس کا ایک ایک مد خرچ لاکھوں روپے کا محتاج تھا۔ مگر صرف مولانا اور مولانا کے اقربا کی محدود آمدنی اور لوگوں کی عطیات سارے اخراجات انتظام کی کفیل ہو جاتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ فصل کے وقت غلہ خرید کر کوٹھوں میں بھر دینے اور برکت کی دعا فرماتے اور ایسے ہی جب کھانا پک کر تیار ہوتا تو قبل از تقسیم آپ تشریف لاکر

دیگوں کو اپنے ہاتھوں سے کھولتے اور تھوڑا تھوڑا ان میں سے تبرک کر کے خوردہ کو دیگ میں ڈال کر دیگ کے منہ کو چھپا دیتے اور برکت کی دعا کرتے اور لوگوں کو دیگوں کے منہ کو کھلا رہنے سے منع کر دیتے۔ پھر عجیب برکت ظہور میں آتی رہتی۔ آپ کے قافلہ والے بھی اصحاب صفہ کے نمونہ تھے۔ وہ بھی صابر و شاکر اور ہر حال میں آسودہ نظر آتے۔ کیونکہ سوائے اللہ کی خوشنودی کے دوسری بات پیش نظر نہ تھی۔

رحلت۔ وہاں تین چار برس قیام کے بعد بعارضہ خناق بماہ محرم ۱۲۶۹ھ چونسٹھ سال کی عمر میں رہگرائے ملک بریں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور مقام ستھانہ میں مدفون ہوئے۔ دخل خلدا آپ کی تاریخ وفات ہے۔

تاریخ انتقال از نتیجہ فکر جناب مولانا مولوی محمد سعید قدس سرہٗ

ولایت علی العالم المتورع	توفی بالھجرۃ للدین ناصر
وھذا الذی قد طالب حیا ومیتا	فارخ قلبی طاب غاز مھاجر

۱۲ ۶۹

اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہ وادخلہ فی اعلی الفردوس مع الذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیلک باموالھم وانفسھم وحسن اولٰئک رفیقا۔

اولاد و احفاد۔ آپ کی پہلی شادی پندرہ برس کی عمر میں نہایت تزک اور شان کے ساتھ مسماۃ امیرن بنت سید مقصود علی صاحب ساکن لیتا پکھولی ضلع آرہ سے ہوئی تھی۔ آپ بھی نہایت دیندار اور از بس خلیق بزرگ تھیں۔ آپ نے لاولد قضا کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۲) مولانا نے حیدرآباد میں ایک رئیس مرزا احمد بیگ مرحوم کی لڑکی مسماۃ مراد النساء بیگم سے عقد کیا تھا۔ آپ بھی از بس خوش کلام و خوش خصال اور خوبرو تھیں۔ مولوی عبداللہ خلف اکبر ۱۲۴۷ھ میں پیدا ہوئے۔ عبدالرحمٰن عظیم آباد پہنچ کر ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے اور سفر حج میں انتقال کیا۔ اور بمقام مدینہ مولوی ہدایت اللہ پیدا ہوئے۔ اور ۱۲۵۷ھ میں مولوی عبدالکریم وطن میں پیدا ہوئے اور بمقام بنیر ملک یاغستان میں بماہ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ رحلت کی۔ مرزا احمد بیگ حیدرآباد نظام کے ایک جاگیردار رئیس تھے۔ ان کے دو بیٹے

مرزا سردار بیگ، نواب[1] شاہ سوار بیگ۔ اور ایک لڑکی مرادالنسا بیگم مذکور تو الصدر تھے۔

مرزا سردار بیگ مرحوم بڑے عالم و فاضل اور صوفی مشرب تھے۔ اپنی پدری جاگیر اپنے بھائی کے سپرد کر کے درس و تدریس۔ جملہ علوم معقول و منقول اور مشاغل صوفیہ میں معروف رہتے۔ اور گذر اوقات قرآن مجید لکھ کر ہدیہ کرتے۔ آپ حیدرآباد کے نانی و ممتاز با اوقات بزرگوں سے تھے۔ آپ نے لاولد بعمر ہفتاد سالگی انتقال کیا۔

مرزا شاہ سوار بیگ بہادر مرحوم اپنی پدری گدی پر نظام کی طرف سے منصبدار بحال ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے مرزا سردار باز جنگ بہادر اور نواب ممدوح کی ہمشیرکے نواسے میر زاہد علی ۱۳۱۷ھ تک جبکہ عزیزی ڈاکٹر آیت اللہ حیدرآباد گئے تھے۔ نواب صاحب ممدوح بڑے خاطر و مدارات سے پیش آئے اور اپنے محلسرا میں لے جا کر سب عورتوں سے ملاقات کرائی اور بوقت رخصت مبلغ پچاس روپیہ اور ایک طلائی گھڑی ہدیتاً عنایت کیا۔

(۳) آپ نے نیز اعتقاد نکحوا ایامیٰ منکم کی تعمیل و ترویج کی غرض سے مسماۃ جمیلۃ النساء صبیہ بیوہ مولوی الٰہی بخش صاحب سے کیا تھا۔ آپ سے شمس العلماء مولوی محمد حسن مرحوم اور مسماۃ زینب جو ڈیڑھ برس زندہ رہ کر انتقال کر گئی اور مسماۃ شاکرہ زوجہ مولوی عبدالحکیم مرحوم اور محمد حسین جس نے زمانہ طفلی میں قضا کیا پیدا ہوئے۔

ضمیمہ تذکرہ مولانا ولایت علی صاحب صادقپوری رح

جناب سید احمد صاحب بریلی علیہ رح نے حج سے واپسی کے وقت پٹنہ میں قیام فرمایا تھا۔ اسی قیام کے زمانہ میں مولانا احمداللہ صاحب خلف اکبر مولانا الٰہی بخش صاحب کا عقد نکاح جناب شاہ محمد حسین صاحب ساکن نتھو پیا کی صاحبزادی سے سید علیہ رح نے پڑھایا تھا۔

سید صاحب علیہ رح کی دعوتیں صادق پور کے دونوں خاندان پرانی حویلی نئی حویلی اور نتھو پیا میں جناب شاہ محمد حسین صاحب مرحوم کے ہاں ہوئیں۔ سید صاحب علیہ رح کا پٹنہ میں کچھ روز قیام رہا۔ وعظ و تذکیر کی مجلسیں برابر منعقد ہوتی رہیں۔ تعمیل طور پر سید صاحب کی بزرگی کے قائل مذکورہ بالا تینوں خاندان کے لوگ ہو چکے تھے۔ مولانا الٰہی بخش صاحب کے کل صاحبزادگان مولانا

احمد اللہ صاحب، مولانا ولی اللہ صاحب، مولانا فیاض علی صاحب، مولانا اکبر علی صاحب، اور مولانا یحییٰ علی صاحب مرحومین کل لوگ مولانا ولایت علی صاحبؒ سے ان کے ہر خیال درویش میں متفق ہو چکے تھے۔ لیکن مولانا الٰہی بخش صاحب کو مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ سے بہت سی باتوں میں اختلاف تھا اور اسی اختلاف کی وجہ سے مولانا الٰہی بخش صاحب اپنے صاحبزادگان کو مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ ان کے کل صاحبزادگان موقع موقع سے اپنے والد مرحوم کی نظر بچا کر ملا کرتے تھے۔ اب مولانا ولایت علی صاحبؒ اور مولانا الٰہی بخشؒ صاحب کے کل صاحبزادگان کو ان اختلاف کی وجہ سے جو تکلیف تھی، اس کو مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے مولانا ولایت علی صاحب سے بیان کیا، تو مولانا ولایت علی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں اور آپ بھی دعا کریں کہ یہ اختلافات ختم ہو جائیں۔ قرینہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اختلاف کے ختم ہونے کی دعا، مولانا ولایت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ان کے کل صاحبزادگان بالخصوص مولانا اکبر علی صاحب مرحوم بھی کر رہے تھے۔

کچھ عرصہ بعد صادق پور کی مسجد میں صبح کی نماز کے وقت سب لوگ جمع ہو چکے تھے۔ نماز کے بعد مولانا ولایت علی صاحب علیہ رحمہ نے مولانا اکبر علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے دعا قبول ہو چکی ہے، اب اسباب کی ضرورت ہے۔ مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے پوچھا کہ وہ اسباب کیا ہیں۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ کچھ باتیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اب آپ اپنے ابا جان سے بات کیجئے۔

مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم کا دستور تھا کہ ناشتہ اور کھانا اپنے اولاد و احفاد کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھایا کرتے تھے۔ اسی معمول کے مطابق مولانا الٰہی بخش مرحوم کے ساتھ صبح کے ناشتہ میں کل لوگ بیٹھے۔ ناشتہ کے درمیان میں مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے اپنے والد جناب مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم سے فرمایا کہ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ اس پر مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ بات تخلیہ میں کرنا چاہتا ہوں ــــ دونوں باپ بیٹے میں

یہ بات طے ہو گئی کہ گفتگو کتب خانہ میں ہونی چاہیئے۔ مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم کا یہ بھی معمول تھا کہ ناشتہ کے بعد وہ اپنے دیوان خانہ کے وسیع کمرہ میں بیٹھتے تھے۔ رؤسا شہر اور عمائدین وقت اسی دیوان خانہ میں آپ سے مشورہ کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور آپ ہر شخص کو اس کے مناسب حال مشورہ دیا کرتے تھے۔ مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ آج آپ دیوان خانہ میں نہ بیٹھیں، بلکہ کتب خانہ میں بیٹھیں اور دیوان خانہ میں اپنی جگہ پر اپنے بڑے صاحبزادہ مولانا احمد اللہ صاحب کو بھیج دیں، تاکہ جو حضرات آئیں اُن کی باتیں ان ہی سے ہوں۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو دوسرے روز پر اس کام کو ملتوی کر دیں۔ جب یہ دونوں باپ بیٹا کتب خانہ میں جا بیٹھے تو مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے اپنے والد مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم سے پوچھا کہ آپ کا مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ سے کس بات میں اختلاف ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ بہت سی باتوں میں ہم کو ان سے اختلاف ہے۔ پھر مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ کوئی ایک بات اختلاف کی فرمایئے۔ اس کے جواب میں ایک اختلافی مسئلہ انہوں نے پیش کیا۔ مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جس مسئلہ میں آپ سے ان کو اختلاف ہے اس میں آپ کی رائے کیا اور مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کی رائے کیا، اصل بات تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا اور پھر آخر میں چاروں ائمہ کی رائے کو اہمیت حاصل ہے۔ اس کے جواب پر مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو صحیح ہے کہ کسی امر کے حق و باطل ہونے کی دلیل حاصل کرنے کے لئے یہی تین ذرائع ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید تفسیریں اور ائمہ کرام کی رائیں دیکھی جانے لگیں۔ کچھ دیر تک کتابوں کی دیکھ بھال ہوتی رہی اور باپ بیٹے کی گفتگو چلتی رہی۔ یہاں تک کہ کچھ دیر کے بعد مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میری رائے غلط تھی اور مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ حق پر ہیں۔ لیکن پھر بھی مولانا الٰہی بخش صاحب نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں تو ہم نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ لیکن ابھی بہت سی باتیں ہیں جس میں ہم مولانا ولایت علی صاحب موصوف کی روش کو غلط سمجھتے ہیں۔ مولانا اکبر علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ الحمد للہ، جب ایک مسئلہ طے ہو چکا

نواب کوئی دوسرا مسئلہ پیش کیا جائے، تاکہ اسی صورت سے اس کی بھی جانچ کی جائے۔ مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے دوسرا اختلافی نکتہ پیش کر دیا، اور پھر اسی صورت سے کتابوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی اور پہلے مرتبہ سے کم ہی وقت میں اس دوسرے مسئلے میں بھی انہوں نے اپنی غلطی اور مولانا ولایت علی صاحب موصوف کا حق پر ہونا تسلیم کر لیا۔ اسی طرح تین چار اختلافی مسائل پیش ہوئے اور ہر مسئلہ پہلے مسئلہ سے کم عرصہ میں طے پاتا گیا۔ اس کے بعد مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے فرمایا کہ کتابوں کو بند کر کے الماری میں رکھو اور اب ہم خود چل کر مولانا ولایت علی صاحب مدظلہ سے باتیں کرتے ہیں۔ اس پر یہ دونوں باپ بیٹے مولانا ولایت علی صاحب مرحوم کی بیٹھک میں اندرونی دروازہ سے داخل ہوئے۔ مولانا الٰہی بخش صاحب کو آگے آگے اور ان کے پیچھے مولانا اکبر علی صاحب مرحوم کو آتے ہوئے جب مولانا ولایت علی صاحب مرحوم نے دیکھا تو سمجھ گئے کہ کل مسئلے طے پا چکے۔ اب یہ دونوں باپ بیٹا مولانا ولایت علی صاحب مرحوم کے پاس بیٹھ گئے۔ اور مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ابھی مولوی اکبر علی سے باتیں ہوئی ہیں۔ اب ہم کو آپ سے کوئی اختلاف باقی نہیں ہے۔ اب ہمکو آپ سے صرف ایک بات کہنی ہے، وہ یہ کہ جس روش پر آپ چل رہے ہیں اس کا نتیجہ ایک نہ ایک دن مصائب میں گرفتار ہونا ہے۔ اس کے جواب میں مولانا ولایت علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ایک طرف اللہ اور اس کے رسول کی مرضی ہے، اور دوسری طرف انگریزوں کا ڈر، ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ اس گفتگو کے بعد سے مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم نے مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کا ہر معاملہ میں ساتھ دیا اور دونوں خاندان شیر و شکر ہو گئے۔

نوٹ:۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس قدر شدید اختلافات کے باوجود یہ سارے اختلافات اتنے جلد کیسے مٹ گئے، بات یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے درمیان اختلاف کی بنا پر صرف سمجھ کی غلطی تھی۔ جب سمجھ درست ہو گئی تو سارے اختلافات بھی ختم ہو گئے۔ ان دونوں سادہ لوح بزرگوں میں نہ تو کوئی ذاتی خواہش تھی اور نہ ضد۔ جہاں ذاتی خواہشات ہوں اور اس کے ساتھ ضد بھی ہو تو پھر لوگوں کے ایسے اختلافات کیسے ختم ہو سکتے ہیں۔

(۲) مولانا ولایت علی صاحب مرحوم کے مکان پر کافی تعداد میں طلبا رہتے تھے، ان کے کھانے پینے اور کپڑے کا انتظام قومی فنڈ سے ہوتا تھا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کا خیال خاص طور پر رکھا جاتا تھا۔ مولانا ولایت علی صاحب مرحوم اپنے موضع کی آمدنی اس فنڈ میں ملا دیتے تھے۔ جس طرح پر کھانے اور کپڑے کا انتظام طلبہ کے لئے اس فنڈ سے ہوتا تھا۔ اسی طرح پر اپنے اور اپنے گھر والوں کے کھانے اور کپڑے کا انتظام بھی اسی فنڈ سے کرتے تھے۔

ایک روز مولانا عبدالرحیم صاحب کی والدہ نے آٹے کا تھوڑا سا کھجور اس خیال سے تیار کیا کہ صبح کے وقت مولانا عبدالرحیم صاحب کو بطور ناشتہ کھلا کر پڑھنے کے لئے بھیج دیا کریں۔ اس کھجور کی تیاری کا حال مولانا ولایت علی صاحب کو معلوم ہوا تو وہ زنانہ مکان میں تشریف لے گئے اور مولانا عبدالرحیم صاحب کی والدہ مرحومہ سے فرمایا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم نے کچھ کھجور تیار کیا ہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کی والدہ مرحومہ نے جواب دیا کہ جی ہاں، اس خیال سے کچھ تیار تو ضرور کیا ہے کہ سویرے عبدالرحیم کو کچھ ناشتہ کرا دیا کروں۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو کھجور تیار کیا ہے وہ لاؤ۔ انہوں نے ایک برتن میں کچھ کھجور لا کر پیش کر دیا۔ مولانا ولایت علی صاحب نے فرمایا کہ جس برتن میں کھجور رکھا گیا ہے وہی برتن لے آؤ۔ مولانا عبدالرحیم صاحب کی والدہ مرحومہ نے حکم کی تعمیل کی اور کھجور کا برتن سامنے لا کر رکھ دیا۔ اب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تم عبدالرحیم کی ماں یہاں موجود ہو تم نے تو اپنے لڑکے کے لئے ناشتہ کا سامان تیار کر دیا، اور وہ تمام طلبا دین جو یہاں ہیں، ان کی مائیں تو یہاں موجود نہیں ہیں جو ان کے لئے ناشتہ کا سامان موجود رکھیں۔ اس لئے ان کھجوروں کو ہمارے حوالہ کرو۔ اس کے بعد اس کو باہر لے جا کر تمام طلبا کے درمیان تقسیم فرما دیا۔

(۳) مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ جب اس زمانہ کے دستور کے مطابق پٹنہ میں مختصرات اور متوسطات سے فارغ ہوئے تو لکھنؤ فرنگی محل کے مدرسہ میں بھیجے گئے۔ وہاں ان کا سبق مولانا اشرف صاحب فرنگی محلی سے ہونے لگا۔ آپ نے وہاں مطولات کو

ختم کیا۔ مولانا اشرف صاحب کے شاگردوں میں آپ بہت ذہین اور فطین ثابت ہوئے۔
اسی زمانہ میں جناب سید احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
شہید دہلوی وغیرہم لکھنؤ پہنچے۔ جناب سید صاحب علیہ الرحمہ کے حالات دریافت کرنے اور
ان سے باتیں کرنے کے لیے مولانا اشرف صاحب مرحوم نے مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ
کو منتخب فرمایا اور ان کو جناب سید صاحب کی خدمت میں بھیجا، تاکہ ان سے گفتگو کرکے ان کا اندازہ
کریں۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے جناب سید صاحب علیہ الرحمہ کے پاس پہنچکر
ان کی باتیں سُنیں تو اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ اس کے بعد مولانا ولایت علی صاحب
علیہ الرحمہ کے اندر بہت تغیر واقع ہوگیا۔ ان سب واقعات کو اپنے استاذ مولانا اشرف
کے پاس جاکر بیان کیا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے فرنگی محل کے دوران قیام
میں ایک مولانا تھے (جن کا نام ہمیں یاد نہیں ہے) وہ مولانا ولایت علی صاحب کے
ہم سبق تھے۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ جس زمانہ میں پٹنہ میں مقیم تھے۔ وہ وقت انکے
ہم مکتب یا ہم سبق مولانا موصوف پٹنہ تشریف لائے، ان کے ہمراہ ان کا خادم بھی تھا۔
مولانا ولایت علی صاحب کے ہم سبق فقہ کی کتابوں میں مختلف مقامات پر نشانات لگائے
ہوئے تھے۔ وہ دن جمعہ کا تھا۔ جمعہ کی نماز کے پہلے ہی پہنچے اور پہنچتے ہی فرمایا کہ ہم نے سُنا
ہے کہ آپ کا مسلکی واعتقادی رنگ بدل گیا ہے۔ میں کتابوں میں نشانات لگاکر آپ
سے بحث کرنے کے خیال سے آیا ہوں۔ مولانا ولایت علی صاحب مرحوم نے اپنے ساتھی سے
فرمایا کہ میں جیسا حنیفی تیل تھا ویسا ہی حنیفی اب بھی ہوں، آپ کو جو کچھ فرمانا ہو بعد میں فرمادیں۔
اب جمعہ کی نماز کا وقت قریب ہے اگر جناب کو غسل کرنا ہو تو غسل کریں یا کپڑہ بدلنا ہو تو کپڑہ
ہی بدل ڈالیں اور جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لے چلیں۔ نووارد مہمان نے غسل کیا، کپڑے
بدلے اور جمعہ کی نماز میں شرکت کے لئے جامع مسجد صادق پور میں تشریف لائے اور شریک
نماز ہوئے، نماز جمعہ سے فراغت کے بعد مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ اپنے دوست
کو لے کر اپنے مکان ــــــ پر پہنچے۔ وہاں دسترخوان بچھا، تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مٹی کے
برتنوں (ابخوروں) میں کھانا رکھا گیا۔ ایک ابخورے کے پاس مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ

خود بیٹھے اور اسی میں اپنے محترم دوست کو بھی شریک کیا۔ ہر ایک رکابی میں چار چار یا پانچ پانچ آدمی مل کر کھانا کھا رہے تھے۔ مہمان کا غلام اپنے آقا کے نزدیک کھڑا تھا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے اس غلام سے فرمایا کہ بھائی ہاتھ دھوؤ اور ہم لوگوں کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ غلام نے جواب دیا کہ حضرت میں غلام ہوں، آپ لوگوں کے ساتھ کھانے میں شرکت کیسے کروں۔ مولانا ولایت علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ ہاں بھائی تم لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے غلام ہی ہیں۔ ہاتھ دھوؤ اور کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ وہ غلام اپنے آقا کا منہ دیکھنے لگا (کیونکہ اس کو اپنے آقا کے ساتھ ایک برتن میں کھانا نصیب ہی کب ہوا تھا، یہ تو اس کی زندگی کا پہلا اتفاق تھا) مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ بار بار کھانے میں شرکت کے لئے اس کو اصرار فرماتے رہے۔ اور وہ غلام جھجکتا اور اپنے آقا کا منہ تکتا رہا۔ یہاں تک کہ غلام کے آقا کو بھی کہنا پڑا کہ ہاتھ دھو کر کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آقا اور غلام دونوں نے ایک ہی برتن میں کھانا کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد برتن اور دسترخوان ہٹایا گیا۔ اب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے دوست سے فرمایا کہ اب آپ کو جو کچھ فرمانا ہو فرما سکتے ہیں۔ مولانا موصوف کے دوست نے "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ اب مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ مساوات کا ایک عملی جامہ تھا جسکو جناب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے پیش کر دیا نہ منطقی موشگافیاں تھیں، نہ کوئی فقہی اصول پر بحث، ایک سیدھا سادھا طریقہ تھا جس نے بحث کرنے والے مولانا کے دل کو نرم کر دیا اور ان کا دل مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کا منقاد ہو گیا۔

(۴) **طریقہ تبلیغ** ــ پوربی بنگال غالباً حکیم پور وغیرہ کے علاقہ کے کسی دیہات میں مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ پہنچے اور کسی جگہ پر اپنے ٹھہرنے کی جگہ تجویز فرمائی اور اپنے قیام و طعام کا خود انتظام کیا۔ دوسرے روز ایک جُلاہے کے مکان پر پہنچے جو اپنے کپڑا بننے کے کام میں مشغول تھے، ان سے فرمانے لگے کہ دنیا میں رہنے کے لئے کھانے پینے کا انتظام اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کے لئے آپ سب کچھ کر رہے ہیں لیکن آخرت کے لئے جہاں ہمیشہ رہنا ہے آپ کیا کام کر رہے ہیں۔ غرض دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی پائیداری کی طرف توجہ دلانے لگے۔ آپ

لباس بہت ہی معمولی تھا۔ اس لئے ٹھنکر نے آپ کو بھیک مانگنے والا آدمی سمجھا اور چار پیسے دیکر ہٹانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی پیسے اپنے پاس رکھو، اور جو میں کہتا ہوں اُسے کان لگا کر سُنو۔ اس پر بھی آپ کی حقیقت اس ٹھنکر پر ظاہر نہ ہوئی۔ اب اس نے دو چار آنے دیکر آپ کو ہٹانا چاہا۔ اس پر بھی آپ نے پھر وہی فرمایا کہ بھائی پیسے اپنے پاس رکھو اور جو میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ اب وہ شخص ناراض ہو گیا اور ماڑی کی کوچی اُٹھا کر کہا کہ اچھا اب ہم آپ کو سمجھائیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ مارنا ہو تو مار دو، لیکن جو میں کہتا ہوں اُسے سنو، اب اس شخص کے کان کھڑے ہوئے۔ مولانا موصوف نے پھر فرمایا کہ تم جو کام کر رہے ہو کرتے جاؤ صرف میری باتوں کی طرف کان لگا دو۔ اب وہ شخص آپ کی باتوں کو بغور سُننے لگا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ دنیا کا ناپائیدار اور آخرت کا پائیدار ہونا سمجھا رہے ہیں۔ اور یہ بھی سمجھا رہے ہیں کہ یہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ سب دنیا کے دھندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس نے ہم سب کو پیدا کیا اس کی رضا جوئی اور اس کی ناراضگی سے بچنے کے لیے آپ اور ہم نے کیا (فکر) عمل کیا۔ غرض صبح سے شام تک کی محنت کا اتنا نتیجہ نکلا کہ وہ شخص آپ کی باتوں کی طرف متوجہ ہونے لگا۔ شام ہوئی تو آپ اپنے ڈیرے پر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن اپنے ڈیرے پر کچھ تناول فرما کر پھر اس ٹھنکر کے مکان پر تشریف لائے۔ دوسرے تمام دن کی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شخص کو نماز پڑھنے کے لیے تیار کر لیا اور مختصر طور پر نماز کی ترکیب بتائی اور اپنے ساتھ دن کی تمام نمازوں میں شریک رکھا۔ اسی طرح دو چار روز عمل کرتے رہے اور ان سے نماز پڑھواتے رہے۔ جب اس شخص کو نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور تنہا بھی اپنی نماز پڑھنے لگا، تو اس کے بعد اس کو کتاب پڑھنے کے لئے آمادہ کیا اور قواعد بغدادی شروع کرا کر اختتام تک پہنچا۔ جب قاعدہ ختم ہو گیا تو قرآن مجید کا پارہ عم مترجم شروع کرایا۔ اور پورا پارہ عم ترجمے کے ساتھ پڑھایا اور اس کا مطلب بھی سمجھایا۔ اس شخص کے پڑھانے میں تقریباً سات آٹھ ماہ صرف ہوئے۔ روزانہ رات کو آپ اپنے ڈیرہ پر رہتے اور صبح سے شام تک ٹھنکر کے مکان پر تشریف رکھتے اور اس کو تعلیم دیتے رہے۔ جب وہ شخص نماز کا عادی ہو گیا اور نماز روزہ کے بہت سے مسائل اُسے معلوم ہو گئے۔ پارہ عم کی

آیتوں کا مفہوم بھی سمجھنے لگے۔ تب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس بستی میں تمہارے سوا کسی دوسرے کے ساتھ ہم نے محنت نہیں کی ہے۔ تم کو دین سمجھایا اور دین کا عملی جانب سمجھایا۔ اب اس بستی کا سنبھالنا تمہارا کام ہے۔ اب تم جانو اور تمہاری بستی جانے۔ مولانا ولایت علی صاحب تو وہاں سے کسی دوسری جگہ تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی ایسی ہوئی کہ اس شخص کے ذریعہ اس بستی نیز قرب و جوار کی دیگر بستیوں میں دین کی روشنی پھیلی اور کثرت سے لوگ عامل بالقرآن والحدیث اور اللہ والے انسان بن گئے۔

۵۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کی قلبی کیفیت — برادری کے گھروں میں سے کسی گھر میں تقریب تھی۔ تقریب کی وجہ سے گھر کی مختلف جگہوں پر قندیلوں کے روشن کرنے کی ضرورت تھی۔ ایک مشعل کے ذریعہ کل قندیلیں روشن کی گئیں۔ اس کے بعد مشعل کو بجھا کر رکھ دیا گیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ میں ایک وجدانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ فرمانے لگے اس مشعل نے تو تمام قندیلوں کو روشن کر دیا، لیکن اب وہ خود بجھ گیا۔ یہی حال کہیں میرا نہ ہو جائے کہ دین کی روشنی جو کچھ میرے ذریعہ پھیلی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود بجھ جائیں اور میرے اندر دین کی روشنی باقی نہ رہے۔

۶۔ پٹنہ کے ایک محلہ پورب دروازہ کے ایک شیخ صاحب نے مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کو دعوت طعام دی اور کہا کہ آپ اور آپ کے گھر والوں کی ہمارے یہاں دعوت ہے۔ آپ لوگ میرے غریب خانہ پر فلاں وقت تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں۔ شیخ صاحب نے سمجھا تھا کہ مولانا کے ساتھ ان کے گھر کے چودہ پندرہ آدمی ہوں گے۔ اسی لئے اسی انداز سے پندرہ آدمیوں کا کھانا تیار کرایا تھا۔ لیکن مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ جب اس دعوت کی شرکت کے لئے تشریف لے جانے لگے تو اپنے یہاں کے طلبا اور قافلہ کے کل لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ جن کی تعداد تقریباً دو سو تھی۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے گھر والوں میں ان سب کو شمار کر لیا (حالانکہ جناب شیخ صاحب کا مطلب کچھ اور تھا) جب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ اتنے لوگوں کے ساتھ

وہاں پہنچ گئے۔ تو شیخ صاحب اتنی تعداد کو دیکھ کر گھبرائے اور چاہا کہ آدمی بازار بھیج کر نان بائیوں کے یہاں سے روٹی گوشت وغیرہ منگوالیں اور اپنے گھر کی پکی ہوئی چیزوں کے ساتھ ملا کر دسترخوان پر رکھ دیں تاکہ سب لوگ کھانا کھا سکیں۔ شیخ صاحب اپنے ارادہ کو پورا کرنے کی فکر میں تھے ہی کہ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے شیخ صاحب سے فرمایا کہ آپ کس فکر و تردد میں ہیں۔ اس کے جواب میں شیخ صاحب نے کہا کہ میرے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ میں نے سمجھا تھا کہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر کے چودہ پندرہ آدمی ہونگے، اس لئے اسی انداز سے کھانا تیار کرایا تھا۔ مگر اب جبکہ آدمی زیادہ ہیں تو بازار سے اور کھانے کا سامان منگوا کر گھر کی پکی ہوئی چیزوں کے ساتھ دسترخوان پر رکھ دینا چاہتا ہوں یہ سُن کر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ بازار سے کھانا نہ منگوائیں، جو کچھ پکوا چکے ہوں وہی لے آویں اور کھانے کے برتن کو ڈھکن سے چھپا رہنے دیں۔ شیخ صاحب نے مولانا مرحوم کے فرمان کے مطابق کھانے کے برتنوں کو چھپی ہوئی حالت میں آپ کے سامنے لاکر پیش کر دیا۔ آپ نے کھانے کے برتن سے ڈھکنے کو ذرا سا اُٹھایا اور ہاتھ لگا کر تھوڑا سا کھانا اپنے ہاتھ میں لیا اور برکت کی دعا پڑھ کر کھانے پر دم کر دیا اور جو کھانا آپ نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا، اس میں سے کچھ آپ نے کھایا اور باقی اسی برتن میں ڈال دیا۔ اور برتن کو کپڑے سے ڈھانک دیا اور فرمایا کہ دسترخوان بچھا دیں اور کھانے کا برتن ڈھنکا رہنے دیں، برتن کا ڈھکنا صرف اتنا اُٹھائیں جس سے کھانا نکالا جا سکے اور بسم اللہ پڑھ کر لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کریں۔ ان کے حکم کی تعمیل ہوئی اور تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ پھر بھی برتن میں کھانا کچھ باقی رہ گیا۔

(۷) اہل صادقپور جب تک جناب سید صاحب علیہ الرحمہ کی دینی تحریک اور ان کے نصب العین سے متاثر نہیں ہوئے تھے۔ یعنی ان کی تحریک اور نصب العین کو قبول نہیں کیا تھا۔ اس وقت ان کے کاموں کا رنگ ڈھنگ کچھ اور تھا۔ اور جب اہل صادقپور نے جناب سید احمد صاحب کی دینی تحریک اور نصب العین کو قبول کر لیا تو ان کے کاموں کا ڈھنگ کچھ اور ہو گیا۔ یوں تو بہت سی باتوں میں فرق پیدا ہوا۔ لیکن میں یہاں

پر صرف ان کی شادی بیاہ کے طریقوں کے فرق کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ مولانا الٰہی بخش صاحب کے بڑے صاحب زادہ مولانا احمد اللہ صاحب اسیر انڈمان کا عقد (نکاح) جناب سید صاحب علیہ الرحمہ نے پڑھایا تھا، لیکن اس وقت تک جناب سید صاحب کی دینی تحریک بانعطاف العین کو قبول نہیں کیا گیا تھا۔ مولانا احمد اللہ صاحب کا عقد جناب شاہ محمد حسین صاحب ساکن نمو بیا کی بڑی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ جناب سید صاحب علیہ الرحمہ کی موجودگی میں صرف نکاح ہوا تھا۔ شادی یا رخصتی کی تقریب بعد کو انجام پائی تھی۔ مولانا احمد اللہ صاحب کی جب شادی ہونے لگی تو بارات پورے عرفی طریقہ پر گئی اور بارات کا ساز و سامان اس قدر زیادہ تھا کہ بارات کا اگلا سرا شاہ محمد حسین صاحب کے مکان پر پہنچ گیا اور پچھلا سرا ابھی صادق پور سے اٹھا نہیں تھا۔ نمو بیا تک ایک ہی بارات کا سامان تھا یہ تو اہل صادق پور کا پہلا رنگ تھا، اب دوسرا رنگ ملاحظہ فرمایئے۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی مولانا فرحت حسین صاحب علیہ الرحمہ تھے۔ مولانا فرحت حسین صاحب علیہ الرحمہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب اسیر انڈمان کے والد ماجد تھے۔ مولانا ولایت علی صاحب مرحوم کے بڑے صاحب زادہ مولانا عبداللہ صاحب تھے۔ مولانا فرحت حسین صاحب کی صاحب زادی اور مولانا عبدالرحیم صاحب اسیر انڈمان کی بہن کا نام مسماۃ صالحہ تھا۔ ایک روز جمعہ کے دن مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے مولانا فرحت حسین صاحب سے فرمایا کہ صالحہ تو اب سیانی ہو گئی ہے، اس کے نکاح کا کوئی سامان ہوا ہے یا نہیں؟ مولانا فرحت حسین صاحب نے فرمایا کہ ابھی تک تو کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر آپ کی لڑکی کا نکاح مولوی عبداللہ صاحب سے کر دیا جائے تو کیسا رہے گا۔ مولانا فرحت حسین صاحب نے فرمایا کہ آپ کی رائے ہمیں قبول ہے۔ مولانا ولایت علی صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جمعہ کی نماز کے بعد آج ہی عقد ہو جائے گا۔ صادق پور کی مسجد میں نماز جمعہ کے بعد لوگوں کو روک لیا گیا، اور اسی موقع پر مولانا عبداللہ صاحب کا نکاح مولانا فرحت حسین صاحب کی صاحب زادی سے کر دیا گیا اور اسی وقت مسجد ہی میں یہ اعلان کیا گیا کہ کل فلاں وقت ولیمہ کی دعوت ہے؛

اب سب لوگ، اپنے اپنے مکان روانہ ہوئے۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ بھی اپنے گھر تشریف لائے، اور زنانہ مکان میں پہنچ کر مولانا فرحت حسین صاحب کی اہلیہ یعنی مولانا عبدالرحیم صاحب اسیر انڈمان کی والدہ کو بلا کر ملاقات کیا اور فرمایا کہ تمہاری لڑکی صالحہ کا نکاح ہم نے مولوی عبداللہ سے کر دیا ہے۔ اور آج ہی رات کو رونمائی بھی کرادی جائے گی۔

مولانا عبدالرحیم صاحب کی والدہ نے فرمایا کہ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا مگر رونمائی کیسے ہوگی کیونکہ ابھی تو شادی کے کپڑے وغیرہ تیار نہیں ہیں۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا جو کچھ کپڑوں کا سامان گھر میں ہے اسی کو لاؤ۔ کپڑوں کا سامان لاکر ان کے سامنے رکھ دیا گیا اور انہیں کپڑوں میں سے ایک پائجامہ ایک کرتا اور ایک دوپٹہ نکال کر رکھ دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی یہ نعمت موجود ہے۔ یہی لڑکی کو پہنا دو، اور رات کو خلوت کر دو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مولانا عبداللہ صاحب کے لئے یا ان کی اہلیہ کے لئے کوئی نئے کپڑے شادی کے لئے نہیں بنے۔ دوسرے روز سادہ طریقہ پر ولیمہ ہو گیا۔ پہلا طریقہ بھی ہم نے لکھا اور یہ دوسرا طریقہ بھی۔ ایک شادی بیاہ کے طریقوں میں اس قدر انقلاب واقع کیسے ہوا۔ بات یہ ہے کہ کسی نصب العین کے مطابق کام کرنے والوں کا ڈھنگ کچھ اور ہوتا ہے اور جب کسی قوم کے سامنے کوئی نصب العین نہیں ہوتا ہے تو ان کے کاموں کا ڈھنگ کچھ اور ہوتا ہے۔

(۸) بالاکوٹ وغیرہ کے علاقہ میں گلاب سنگھ اور مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے درمیان جنگ جاری تھی۔ گلاب سنگھ کا بہت سا علاقہ مجاہدین کے قبضہ میں آچکا تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر گلاب سنگھ انگریزی فوج کی حمایت میں آگیا اور انگریزی حکومت کا معاہد بن گیا۔ ایسی حالت میں مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے اس جگہ کو چھوڑنا چاہا۔ اسی زمانہ میں سید اکبر شاہ والی سوات نے آپ کو سوات پہنچنے کی دعوت دی، لیکن سوات تک پہنچنے میں بیچ میں انگریزی حکومت کا علاقہ پڑتا تھا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے انگریزی حکومت کے مقامی افسران سے اس

راستہ سے گذرنے کی اجازت چاہی اور ملک سوات جانا چاہا۔ مقامی حکام نے اس راستہ سے گزرنے کی تحریری اجازت بھی دیدی لیکن جب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ انگریزی علاقہ سے گذرنے لگے تو انگریزی فوج نے ان کو گھیر لیا اور مقامی حکام نے جو کچھ تحریری راہ داری کی اجازت دی تھی، اُسے کالعدم کردیا اور نہایت دغابازی کے ساتھ کہا کہ جن حکام نے راہ گذاری کی اجازت دی تھی وہ غلط تھی، انگریزی حکومت کی پالیسی کے خلاف تھی۔ انگریزی فوج مولانا ولایت علی صاحب مرحوم اور آپ کے ساتھیوں کو لاہور لے آئی اور یہاں لاکر ان کی جمعیت کو توڑ دی۔ اور لاہور سے ان لوگوں کو پٹنہ لے آئی اور پٹنہ کے کمشنر کے یہاں دو برس کا ان لوگوں کا مچلکا ہوا۔ مچلکہ کا زمانہ گذرنے پر پھر مولانا ولایت علی صاحب سوات کی طرف روانہ ہوئے جس کی تفصیل اسی کتاب یعنی تذکرہ صادقہ میں موجود ہے۔ جس وقت مولانا ولایت علی صاحب دہلی میں قیام فرما تھے اسی زمانہ میں دہلی کے علماؤں میں یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ اُلّو حلال ہے یا حرام۔ علماء دو پارٹیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک پارٹی اُلّو کو حلال کہتی تھی اور دوسری پارٹی حرام قرار دینے پر تلی ہوئی تھی۔ اُلّو کی حلت اور حرمت پر وہاں اس زمانہ میں بحث رہتی تھی جس کا تذکرہ جناب حضرت مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح معروف بہ حیات بعد المماۃ میں بھی ہے۔ مولانا ولایت علی صاحب کی شہرت سن کر دونوں پارٹی کے لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ یہاں اُلّو کے حلال و حرام کہنے میں دو پارٹیاں ہیں ایک تو حلال کہتی ہے اور دوسری حرام۔ آپ کی تحقیق اس کے متعلق کیا ہے۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں الوؤں کے پیچھے نہیں پڑتا۔ یہ جواب دے کر معاملہ کو ختم کردیا۔ یہ تو بیکاروں کا دھندا تھا۔ مولانا ولایت علی صاحب مرحوم ایسے معاملات میں کیا پڑتے۔

مولوی امام علی صاحب استاذ زینت محل سے ظفر شاہ نے مولانا ولایت علی صاحب کے حالات معلوم کئے تو انہی کے ذریعہ مولانا موصوف کے پاس پیغام پہنچوایا کہ قلعہ کے اندر محل میں تشریف لاکر وعظ فرمائیں۔ پہلے تو مولانا موصوف نے عذر کیا، لیکن باربار اصرار پر محل میں تشریف لے جانا اور وعظ فرمانا منظور فرمایا۔ محل میں جو بیان ہوا اس کا ذکر تذکرہ صادقہ میں

موجود ہے۔ وعظ کے بعد مولانا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے ڈیرے پر تشریف لے گئے تو قیام گاہ پر بادشاہ کی طرف سے پچاس خوان کھانا پہنچا۔ دستر خوان پر کھانا چن دیا گیا۔ مولانا نے دستر خوان پر چنے ہوئے کھانوں کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس میں سے جو چیزیں ایک دو روز رکھی جاسکتی ہیں، ان کو اٹھا لو اور جو چیزیں نہیں رکھی جاسکتیں جنہیں خراب ہو جانے کا امکان ہے، ان کو کھا لو۔ دستر خوان سے اٹھوائی ہوئی چیزوں کو دہلی سے آگے بڑھنے پر کھانے کی اجازت دی۔

(۹) سید اکبر شاہ کی فرمائش پر مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ سوات پہنچے۔ آپ کی ہجرت کی خبر سن کر مختلف جگہوں سے لوگ سوات روانہ ہونے لگے اور وہاں اچھا خاصہ اجتماع ہو گیا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھ جو اجتماع سوات میں ہوا تھا، وہ انگریزوں کو سخت ناگوار تھا۔ انگریزی حکومت کی یہ کوشش رہی کہ ان کی جمیعت کو توڑ دیں۔ جمیعت کو توڑنے کے لئے انگریزی حکومت کی طرف سے بار بار حملے ہوتے رہے۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ انگریزی حکومت کے حملوں کا دفاع کرتے رہے۔ اس دفاعی کارروائی میں مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ ہمیشہ کامیاب رہے۔ اور انگریزی فوج کو ہمیشہ شکست ہوتی رہی۔ اب سوات میں جمع ہونے والے مجاہدین میں سے بہتیرے لوگ یہ چاہتے تھے کہ مولانا موصوف جارحانہ حملہ کرتے، صرف دفاع پر اکتفا نہ کرتے۔ جارحانہ حملہ کی رائے رکھنے والوں نے قرآن مجید کی آیت کَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ بھی پیش کیا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس جماعت کے غلبہ کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، ویسی ہی جماعت ہم بنانا چاہتے ہیں۔ ابھی ویسی جماعت نہیں بنی ہے۔ مولانا موصوف کا مطلب یہ تھا کہ جمیعت کے افراد کے اندر اسلامی تربیت اچھی طرح پیدا کر دی جائے جب تک اسلامی تربیت اچھی طرح پر حاصل نہ ہو جائے، اس وقت تک انگریزوں کے حملہ کا صرف دفاع کیا جائے۔ اپنی طرف سے جارحانہ حملہ نہیں کیا جائے۔ مولانا موصوف کو اسلامی تربیت کا کس قدر خیال تھا۔ مومنوں کے لئے جس طور پر آخرت کی جنت کا وعدہ ہے، اسی طرح پر دنیا کی زمین پر خلافت کا بھی وعدہ ہے۔ مولانا موصوف کے خیالات

بہت اعلیٰ تھے اور ان کے دماغ میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ ابھی لوگ اس درجہ پر نہیں پہنچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس وعدہ کو پورا کرے جو اس نے مومنین سے کیا ہے۔ دنیا والے بھی ملک گیری کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے لئے جدوجہد بھی کرتے ہیں اور کبھی وہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں اور اللہ والے مومنین بھی ملک گیری کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے لئے وہ بھی جدوجہد کرتے ہیں لیکن ان دو گروہوں کے مقصد میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ دنیادار گروہ اپنی ذات یا اپنی قوم کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے، اور اللہ والوں کا گروہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دنیا میں امن و امان پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسی کو کسی نے کہا ہے کہ:- واسطے دین کے لڑنا نہ پئے طمع بلاد ٭ دین اسلام میں کہتے ہیں اسی کو تو جہاد

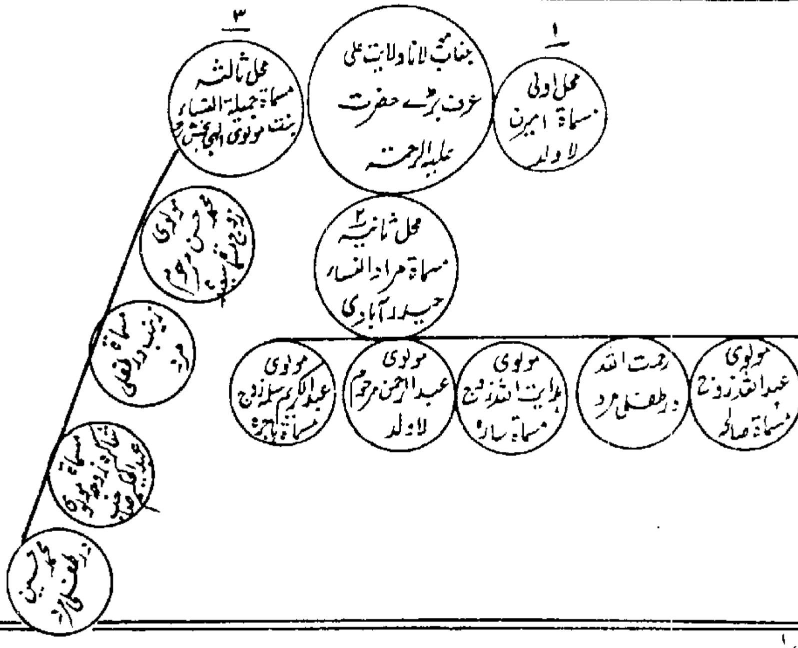
سید صاحب علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کے بعد مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ کے جیسا دینی اور انتظامی سمجھ رکھنے والا کوئی دوسرا معلوم نہیں ہوتا۔

اوپر جس چیز کا بیان ہو چکا ہے کہ سوات میں جو مجاہدین جمع ہو گئے تھے۔ ان کے اندر اختلاف رائے تھا۔ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ اور ان کے ساتھ کچھ مجاہدین انگریز کے حملہ کا صرف دفاع چاہتے تھے اور اندرونی اصلاح کو مقدم رکھتے تھے اور انہی مجاہدین میں مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمۃ (مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی) اور ان کے ساتھ کچھ مجاہدین انگریزوں پر جارحانہ حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اس اختلاف رائے کی وجہ سے مجاہدین کی دو ٹولی ہو گئی تھی۔ جو لوگ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ کی رائے کو پسند کرتے تھے وہ لوگ ان کے ساتھ رہے اور جو لوگ مولانا عنایت علی صاحب مرحوم کی رائے کو پسند کرتے تھے وہ ان کے ساتھ رہے۔ مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمۃ ہی صرف ایک ایسے شخص رہ گئے تھے جو ان دونوں ٹولیوں کو ایک کرنا چاہتے تھے اور اس کی برابر کوشش کرتے رہتے تھے، اور اس ایک کرنے کی کوشش میں کبھی اس ٹولی میں آجاتے اور کبھی دوسری میں۔ دونوں ٹولیوں کے لوگوں میں ان کی ہردلعزیزی مسلّم تھی۔ مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمۃ ابھی اپنی کوشش میں مصروف ہی تھے کہ ماہ محرم الحرام ۱۲۶۹ھ میں مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ نے سوات ہی میں چونسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور مقام ستھانہ میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپ کے انتقال کے بعد دونوں ٹولیوں کے متفقہ سردار مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمہ قرار پاگئے۔

(۱۰) ہندوستان میں دینی تبلیغی اور جہاد کے نصب العین کو چلانے کی پوری ذمہ داری مولانا فرحت حسین صاحب کے سپرد تھی۔ سوات میں اب مجاہدین کے سردار مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمہ تھے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اسی زمانہ میں جناب مولانا فرحت حسین صاحب علیہ الرحمہ کو اپنی کبرسنی اور علالت کی وجہ سے ان ذمہ داریوں کو نباہنے میں دقت ہونے لگی۔ اس وجہ سے مولانا فرحت حسین صاحب علیہ الرحمہ نے مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمہ کو ملک سوات سے پٹنہ بلوالیا اور اپنا بہت سا کام ان کے سپرد کر دیا۔ مولانا فرحت حسین صاحب کے انتقال کے بعد ہندوستان کے کاموں کی پوری ذمہ داری مولانا یحییٰ علی صاحب نے اٹھالیا۔ ۱۲۶۹ھ میں مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال فرماجانے کے بعد مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمہ مجاہدین کے امیر یا قائد مقرر ہوئے۔ مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمہ کا انتقال ۱۲۷۴ھ میں ہوا۔ اسی درمیان میں مجاہدین کی ایک جنگ انگریزی فوج سے ہوئی جس میں مجاہدین کو کامیابی بھی ہوئی اور انگریزی فوج کو منہ کی کھانی پڑی۔ انگریزوں کے اس شکست کی وجہ سے انگریزی فوج کے افسروں میں بڑی برہمی پیدا ہوگئی یہاں تک کہ سول حکام بھی اس برہمی میں ان کے ساتھ شریک تھے۔ چنانچہ ہندوستان سے لندن تک انگریزی حکام میں کھلبلی مچ گئی۔ بڑی مستعدی کے ساتھ انگریزی فوج نے دوبارہ مجاہدین پر حملہ کیا یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ مجاہدین کو پسپا ہونا پڑا۔ یہاں تک کہ مجاہدین کو اپنا مرکز (جو غالباً منگل تھانہ میں تھا) چھوڑنا پڑا، چونکہ نہایت ہی بے سروسامانی کے ساتھ انہیں پیچھے ہٹنا پڑا، اس لئے سارا سامان وہیں چھوڑ دینا پڑا۔ اسی میں بہت سے ضروری کاغذات اور بہت سی جگہوں کے خطوط بھی وہیں چھوٹ گئے۔ وہ سارے کاغذات اور خطوط انگریزوں کے ہاتھ آگئے۔ ان ہی کاغذات اور خطوط سے انگریزوں کو معلوم ہوگیا کہ مجاہدین کے مراکز کہاں کہاں ہیں اور ان مرکزوں میں کام کرنے والے کون کون ہیں۔ ان باتوں کی تحقیقات میں انگریزوں کو کچھ دیر لگی۔ مولانا عنایت علی صاحب علیہ الرحمہ

نے ۱۲۷۷ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال فرمانے کے بعد مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادہ مولانا عبداللہ صاحب مجاہدین سوات کے امیر یا قائد قرار پائے۔ مولانا عبداللہ صاحب کی قیادت کے زمانہ میں ہی تمام ہندوستان میں وہابی کیس کے نام سے نام مراکز میں جو لوگ کام کرنے والے تھے، ان پر انگریزی حکومت کی طرف سے بغاوت کے کسی دفعہ کے مطابق مقدمات چلائے گئے، لیکن مقدمہ میں انگریزی حکومت کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکا۔ انگریزی حکومت کی طرف سے ہر جگہ کے ججوں کے پاس ہدایات پہنچے کہ اس مقدمہ کے ماخوذین چھوڑے نہ جائیں۔ اس لئے فیصلہ میں تمام ماخوذین کی جائدادیں مکانات اور سارے اثاثے ضبط کر لئے گئے۔ اور تا صدور حکم ثانی تمام ماخوذین جزیرہ انڈمان بھیجدیئے گئے۔ ان ہی جزیرہ انڈمان بھیجے جانے والوں میں مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم (جدامجد حقیر ناچیز عبدالخبیر) مولانا یحییٰ علی صاحب مرحوم عم محترم مولانا عبدالرحیم صاحب (نانا حقیر عبدالخبیر) و عبدالغفار صاحب مرحوم (یہ صاحب خاندان صادقپور کے فرد تو نہ تھے لیکن میر منشی وغیرہ کی حیثیت رکھنے کی وجہ سے گویا خاندان کے ایک فرد ہی سمجھے جاتے تھے) وغیرہم صادقپوری اور مولوی جعفر صاحب مرحوم تھانیسری تھے۔ جزیرہ انڈمان پہنچنے کے بعد سال کے اندر ہی مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمہ نے انتقال فرمایا اور مولانا احمد اللہ صاحب (جدامجد حقیر عبدالخبیر) کا انتقال اسی جزیرہ میں بارہ سال کے بعد ہوا۔ بقیہ تین حضرات مولانا عبدالرحیم صاحب و میاں عبدالغفار صاحب اور مولوی جعفر صاحب بیس سال کے بعد ہندوستان واپس بھیجدیئے گئے لیکن ان لوگوں میں سے کسی کی جائداد یا مکانات وغیرہ انگریزی حکومت نے واپس نہیں کی۔



محلِ اولیٰ مساۃ امیرن ـــ لاولد

محلِ ثانیہ مساۃ مرادالنساء ـــ مولوی عبداللہ زوج مساۃ صالحہ۔ مولوی ہدایت اللہ زوج مساۃ سارۃ حیدرآبادی

عبدالرحمان لاولد۔ مولوی عبدالکریم زوج مساۃ ہاجرہ بنت غازی عنایت علی

محل ثالثہ مساۃ جمیلۃ النساء ـــ مولوی محمد حسن۔ مساۃ شاکرہ زوجہ مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم

مولوی عنایت علیؒ غازی

ولادت ـ سید ازلی مجاہد فی سبیل اللہ کی ولادت باسعادت غالباً ۱۲۰۷-۸ھ میں ہوئی تھی، آپ میانہ قامت۔ رنگ گورا صاف۔ بڑی بڑی آنکھیں۔ داڑھی گردہ دار۔ سینہ چوڑا۔ کمر پتلی۔ ہڈی چوڑی مگر پُرگوشت نہیں۔ رعب دار اور وجیہ تھے

تعلیم وتربیت حسب دستور فارسی وغیرہ ایک معلم سے پڑھ کر نحو وصرف اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیں۔ اسکے بعد قطب عصر جناب مولانا سید محمد مسافر علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں بغرض

عہ آپ رؤسا عظیم آباد سے تھے۔ آپ کی حویلی محلہ گور ہٹہ (پاگنڈی) میں لب سڑک تھی۔ آپنے طلب حدیث نبویؐ کی اشتیاق

استفادہ بٹھائے گئے، اور باقی مختصرات و مطولات تفسیر و احادیث انکی شیخ اجل سے حاصل کیں۔ اسی فیضِ صحبت کا اثر تھا کہ لذاتِ دنیا آپ کی نظر میں حقیر تھیں اور حمیّتِ اسلامی اور غیرتِ قومی کے جذبات سے بیتاب تھے۔ شمعِ ہدایت کے سامنے آتے ہی پروانہ وار اپنے کو نثار کر دیا۔ شیخ نے قبل سے جذبات و انجذابِ قلبی (جو درحقیقت آپ کی جبلّت میں ودیعت تھی) پر خوب جلا دے رکھا تھا۔ سنہ ۱۲۳۸، ۳۹ھ میں سید احمد صاحب مجدد علیہ الرحمہ حج سے واپسی میں پھر پٹنہ میں فروکش ہوئے اور آپ نے مع اپنے خاندان کے سید احمد صاحب سے شرفِ بیعت حاصل کی اور تا خیر شہادت آپ کے مجاہدہ نفس میں مصروف رہے۔

اخلاق۔ شیخ کی صحبت کے زمانہ سے آپ کی پرجوش و تند طبیعت سُنن کی پابندیوں کے لئے بیتابانہ انتظار کر رہی تھی کہ نورِ ہدایت دیکھتے ہی نعمت و عیش و راحت پر (جو آپ کے خاندانی ریاست کے لئے زیبا تھیں) سادہ وضعی ساز و سامان، دنیا سے بے رغبتی محنت و جفاکشی کو ترجیح دیدی۔ لذاتِ طعام اور راحتِ مقام اب خواب میں نہ تھی۔ اب قریہ بقریہ تبلیغ احکامِ الٰہی اصلاح و ہدایت خلق اللہ کے لئے پیادہ پائی میں سکون تھا۔ اقربا و احباب وطن مہجور تھے۔ مال و زر یعنی گھر کی جائداد کچھ اپنے لئے نہ تھی، بلکہ خلق اللہ کی خدمت کے لئے وقف تھی من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد کریم النفس تھے، رفقاء کی خدمت میں فاقہ کشی کی نوبت پہنچتی۔ اشداء علی الکفار رحماء بینہم کی تفسیر آپ پر خوب چسپاں تھی۔ البغض فی اللہ والحب فی اللہ۔ آپ کی پوری زندگی حلم و تواضع اور صبر و استقامت کی سچا نمونہ تھی۔ آپ کا عنفوانِ شباب دیکھئے اور غریب الوطنی اور مغازی پر نظر ڈالئے۔ ابھی خطۂ بنگال کو بقعہ نور بنا رہے ہیں اور پھر برق سیماب کی طرح۔ ذروۂ سنامِ اسلام کی انجام میں سرحد پر موجود ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۸۵) میں دہلی جناب شاہ عبدالعزیز رحمۃ کی خدمت میں ارتحال فرمایا اور وہاں سے واپس آکر درس دینیات میں تمام عمر مشغول رہے۔ اس زمانہ میں پٹنہ اور گرد و نواح ظلمات سے تیرہ و تار تھے۔ اختلافِ مذاق نے آپ کو گوشۂ تنہائی پر مجبور کر دیا تھا۔ زہد و تقویٰ میں آپ کا درجہ بلند تھا۔ آپ کی وحیدہ لختِ جگر مسماۃ آمنہ بالغہ ہو چکی تھی مگر آپ نہایت صبر و توکل اور مستقل مزاجی کے ساتھ اسکے ازدواج کے لئے طلعتِ نورِ مبین اور تقویتِ دینِ متین کا انتظار کرتے رہے اور لوگوں کے طعنہ و تشنیع کو برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی دعا مرتبۂ اجابت کو پہنچی اور موافق سنّت صبیہ نیک اختر کا عقد غازی علیہ الرحمۃ سے کر دیا۔ ۱۲

دن اصلاح حال انام کے لئے مخصوص تھا اور رات استغاثہ و قیام کے لئے۔ تجاری خطہ بنگال میں توحید کی منادی شرک و بدعات کی بیخ کنی میں منہمک رہتے۔ مراسم کی پابندیوں سے لوگوں کو آزاد کرنے۔ تشتت و تفرق کے عوض اخوت و الفت کی بیل ڈالتے اور رسوم نبوی سے لوگوں کو آراستہ کرنے اور درس قرآن و احادیث سے لوگوں میں حلاوت ایمانی پیدا کرتے۔ مسلسل فاقہ کشی اور تفکرات سے چور ہیں بے سروسامانی کا عجب عالم ہے۔ رفقاء و اتباع نافہم، طعنہ زن ہیں۔ آپ پھر بھی خاموش متوکل علی اللہ سینہ سپر ہیں، کیونکہ ظفر و فتح مقصود خیال نہ تھا، بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور مالک کی رضا جوئی پیش نظر تھی نہ کہ شائبہ نفس یا سیاسی غرض طبیعت نہایت شجاع اور جذبات سے بریز تھی۔ آپ پر خالد بن ولید کا پرتو نظر آتا تھا۔ آپ سچے جرنل تھے جو اپنی فوج پر اپنی جان شیریں تصدق کر دیتا ہے۔ میدان کارزار میں ایسی جانبازی دکھاتے کہ دشمنوں کا کھرا کھیل بگڑ جاتا اور میدان کا رنگ پلٹ جاتا۔ یہ بطل ہاشمی سیف مہند زیب تن کئے میدان میں اسپ راہوار پر سوار نمونہ اسد اللہ معلوم ہوتا اور اسکی سیف من سیوف اللہ ثابت ہوتی۔ کفار نابکار اس شیر کے سامنے لومڑی کی طرح بھاگتے نظر آتے قذف فی قلوبہم الرعب آپ کو مغانم کی ہوس نہ تھی۔ فتوحات خوانین کے سپرد کر دیتے اور سوائے حمیت و اخوۃ اسلامی کے کسی صلہ کے طالب نہوتے۔ اور ان کے بار بار دغابازی اور احسان فراموشی پر بھی نصرت ملوک اسلامی کے لئے سینہ سپر رہتے۔ امارت عسکری اور ہدایت و تبلیغ آپکی زندگی کے طرۂ امتیاز ہیں۔ آپ مرد میدان تھے۔ آپ کو سیاست سے تعلق نہ تھا۔ آپ کی کیفیت وجد و جلال سے ممتزج تھی۔ خلاف شرع امور دیکھ کر غیظ سے بھر جاتے آپکا ایثار اور جذبۂ ایمانی ہمارے فکر سے بالا ہے۔

تغیر مزاج ۔۔ مشہور ہے کہ آپ تند مزاج تھے۔ یہ ایک جبلت تھی۔ فطرت کی کوئی ودیعت بے معنی نہیں ہوتی۔ ایک جانباز غازی کے لئے یہ ویسے ہی قابل تحسین ہے جیسے سیاسی طبائع کے لئے معیوب۔ اس بطل ہاشمی کا جوہر میدان خون ریز میں دیکھنا چاہیے، نہ کہ مجلس شوریٰ کے نکتہ سنجوں میں اور امارت کے تین مسندوں پر۔ بنگال کی جبین اور سرحد زمین میں بھی رحمت ثابت ہوئے اور نخل توحید کو ایسی شادابی نصیب ہوئی کہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار۔ عنفوان شباب میں اپنے مرشد (سید احمد صاحب) کے ساتھ مجاہدۂ نفس۔ حلم و ایثار میں ثابت قدم رہے۔ تھا

وطاعۃً" کے سوا کوئی صدا بلند نہیں ہوئی۔ اپنے برادر معظم کے عرصہ خلافت میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بے نظیر جانبازی دکھائی۔ آپ کے مزاج پر مولانا کا کافی قابو تھا۔ انہی کے حکم پر ابھی ارشاد و تلقین میں مصروف ہیں اور کبھی میدان میں کمانڈ کر رہے ہیں لیکن ایام پیری میں جبکہ بعض جبلتیں تیز ہو جاتی ہیں آپ کے ساری جانبازیوں اور ایثار کا صلہ رفقاء اور احسانمندوں سے طعنہ زنی، بدگمانی، بدعہدی، غداری ملتا ہے اور وہ بھی بارہا۔ آپ کی غیرتمند طبیعت جماعت مسلمین کا غلبہ اور اعزاز دیکھنا چاہتی ہے۔ مگر اس کے عوض خوانین بے حیا، طماع و غدار اور تحائف فراموش اہل ستانہ کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اسی انتشار و اختلال کے عرصہ میں جناب کو جماعت و ملت کی قیادت سپرد ہوتی ہے جس میں زود پسند اور سریع الغیظ طبائع بھی ہیں باوجود سیاست سے نابلد ہونے کے اجتہاد و قیاس اور فضیلت فہم کے مدعی ہیں۔ مگر ایسے ہی دماغوں کا مجلس مشورت پر قابو ہے۔ ان پیچیدگیوں کے ساتھ آپ کے جوش و جذبات حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ اب تشنہ لبی آپ کو تڑپا رہی ہے۔ انہی اثرات نے عجیب خشونت اور امراض کی آمیزش پیدا کر دی اور اس نے آپس میں ناگوار کیفیتیں رونما کیں۔

خدمات اسلامی — شرف بیعت کے بعد سے تا خبر شہادت مرشد علیہ الرحمۃ کے سفر و حضر میں ہمرکاب رہے۔ ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ کار ہائے مفوضہ کو با اخلاص و مردانگی انجام دیتے رہے۔

(۱) **ہجرت اور تبلیغ** — ملک افغانستان سے واپس آنے کی وجہ بمطابق مصنف حیات طیبہ معلوم ہوتی ہے کہ سید احمد صاحب نے بمشورہ مولانا شہید نواح دہلی میں آ کر اس تمام ہیجان اور فساد کے دفعیہ کے لئے جنہیں مولوی محبوب علی دہلوی وغیرہ نے پھیلا رکھی تھیں روانہ کیا تھا۔ اور غالباً واقعہ بالاکوٹ کی اندوہگیں خبر سن کر آپ وطن واپس چلے آئے تھے۔ اسی اثناء میں آپ کے والد ماجد نے رحلت فرمایا تھا۔ آپ ضرورتاً موضع لبنان پکھولی ضلع شاہ آباد کے مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے کہ آپ کے برادر معظم مولانا ولایت علی صاحب حیدر آباد دکن سے واپس آئے اور لوگوں میں نہایت پژمردگی اور کار ہائے تبلیغ کو درہم برہم پایا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو خدمت دین کی ترغیب دی اور دعوت پر آبحیات چھڑکا۔ اور موقع کی اہمیت جناب کے ذہن نشین فرما کر اور خلافت سپرد کر کے آپ کو تبلیغ و ہدایت خطہ بنگال کے لئے روانہ

کردیا اور اس نظم زمینداری کو کسی ہوشمند کے حوالہ کیا۔ آپ نے بار اوّل مسلسل سات برس اس خطہ بخاری میں قریہ بقریہ نہایت جانفشانی اور حلم کے ساتھ گشت فرمایا۔ لاکھوں خلقت کو قعر ظلمت سے نکال کر شمع ہدایت کا گرویدہ کر دیا۔ اور قرآن و احادیث نبوی صلعم کے اتباع کی طرف توجہ دلایا۔ جناب کے مسترشدین اور ان کی اولاد آج تک خطہ بنگال میں محمدی کے لقب سے ممتاز ہیں۔

دورۂ دوم۔ جناب کی زندگی کے دو جز ہیں تبلیغ اور مغازی۔ عرصہ امن میں توحید و سنّت کی احیاء اور امانت شرک و بدعت میں مصروف رہتے۔ ورنہ اہل کفر و عناد کے قلع و قمع میں جانبازی دکھاتے۔ چنانچہ جب گلاب سنگھ والی کشمیر نے عاجز آکر بزدلی سے انگریزوں کو بیچ میں ڈال کر آپ کو وطن جانے پر مجبور کر دیا تو چند ماہ اپنے وطن مالوف میں قیام فرما کر آپ پھر الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کے لئے بنگال روانہ ہو گئے اور اسی مستعدی اور جوش کے ساتھ تین چار سال مسلسل ملفوظات حقہ سے مستفیض فرماتے رہے۔

قیامگاہ۔ آپ نے تازہ دم ہونے کے لئے حاجی مفید الدین خانصاحب و دیگر جناب ملن خانصاحب ساکنان موضع حاکم پور ضلع جیسور کے مکان کو مخصوص کر لیا تھا اور یہیں جناب کی اہلیہ دوم بھی مقیم تھیں۔ جب سفر کی صعوبتوں سے خستہ ہو جاتے تو دو ایک ماہ کے لئے راحت فرماتے مگر اس دفعہ میں بھی سکون نہ تھا بلکہ یہ مواقع حاکم پور اور اس کے اطراف کے فیض و ارشاد کے لئے مخصوص تھے۔ آپ کے وعظ سادے اور ایسے عام فہم کہ ناخواندہ بھی بلا تکلف ذہن نشین کر لیتے۔ فروعی اور مختلف فیہ مسائل سے پاک ہوتے۔ ولولہ اور جوش سے لبریز ہوتے۔ اثر اور انجذاب قلبی کی عجیب کیفیت تھی۔ کیونکہ دعوت سے پہلے ہی آپ عمل سے مزین ہو چکے تھے۔ اثر کو عمل سے تعلق ہے۔

(۲) انتظام و فصل خصومت۔ لوگوں کے اصلاح حال اور فیصلہ طاغوتی سے بچنے کے لئے ضرورت تھی کہ جہاں لوگوں کو فساد و فتن سے روکا جائے وہاں ان میں عدل و تصفیح کی روح بھی پھونکی جائے اور ان کے ناگزیر تنازع اور پیچیدہ مسائل کے محاکمہ اور فیصل کے لئے کوئی صورت قائم کر دی جائے اور ساتھ ہی ساتھ شاورھم فی الامر کی سنّت بھی ادا ہو سکے چنانچہ جناب نے

ہر ایک بستی میں جہاں مسجد موجود ہوتی وہاں امام مقرر کرتے (اور جہاں مسجد نہ ہوتی وہاں مسجد بھی تعمیر کرا دیتے) اور فصل خصومات کی بار اسی کے شانہ پر رکھتے۔ چار پانچ کوس کے حلقہ میں کسی بڑی مسجد کو جامع مسجد قرار دے کر ایک تعلیم یافتہ متدین امام کے سپرد کر دیتے اور امام بمنزلہ سشن جج منصوبہ ہوتا۔ اگر اس پر بھی لوگوں کی تسکین خاطر نہیں ہوتی تو متخاصمین کی اپیل پر بذات خود ان مقامات پر پہنچ کر فصل تنازع فرماتے اور ملفوظات کیمیا اثر سے تالیف قلوب فرماتے۔

(۳) **مغازی** یعنی ابی موسیٰؓ قال جاء رجلٌ الی النبی صلعم فقال الرجل یقاتل للمغنم والرجل یقاتل للذکر والرجل یقاتل لیری مکانہ فمن فی سبیل اللہ قال من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ متفق علیہ۔ آپ کی غرض ان جانبازیوں سے سیاست سلطانی نہ تھی، آپ کو دنیاوی وجاہت سے کوئی غرض و مطلب نہ تھی نہ اخلاص اس کو جائز رکھ سکتا تھا نہ طبیعت اس کی مقتضی تھی، بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ و بہی خواہی خلق اللہ۔ آپ نے اس راہ میں عزت و ثروت و راحت سب قربان کر دی۔ آپ اپنی جان کو ادنیٰ سپاہی پر فوقیت نہ دیتے۔ کیونکہ آپ کا تخیل اقتدار سیاست سے پاک تھا۔ آپ کی حیثیت کبھی پیدل کبھی سوار کبھی امیر الجیش کی نظر آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب کو اصلاح اہل بنگال اور ضرب رقاب اہل کفر و عناد کے لئے خلق کیا تھا۔ آپ کی زندگی سراپا صعوبت اور تسلسل عمل ہے۔ بیچ میں سکون و انقطاع کا پتہ نہیں چلتا۔ بہرکیف، سنت ذروۂ سنام اسلام جس کو امراء و ملوک عرصہ سے بھول گئے تھے اور صرف طائفہ ملوکی و تشتت غرض سیاست مملکت باقی رہ گئی تھی۔ اور جس کو مجدد علیہ الرحمہ نے پھر تازہ فرمایا تھا مگر ہنگامہ جبر شہادت نبرد آزمایان و اجل ہوشمنداں سے یہ سنت مرحومہ متزلزل ہونا چاہتی تھی۔ ایسے نازک وقت میں آپ ہی کے جوش ایمانی اور استقامت و شجاعت نے ایک عرصہ کے لئے اس کو زندگی بخشی۔ اگر جناب اپنے برادر معظم کے دست و بازو ثابت نہ ہوتے تو سلسلہ سید احمدی پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ مگر جناب نے تمام مشرق میں دورہ فرما کر پھر لوگوں میں روح پھونکی اور آپ کے معتقدین نے سعی بلیغ فرمائی۔ بڑے بڑے معرکے سر کئے اور ظفریاب ہوئے جن سے کفار[1] و منافقین کے دل ہار گئے۔ سکھوں سے متعدد مورچے۔ قلعے۔ علاقہ جات چھین لئے۔

---

[1] پتر سنگھ اور امام الدین [2] ملک چھچھ دکھیلی مع تلہ ڈب مظفر آباد ۱۲ اشاعت ہو چکے۔

مکر و فریب سے کام لے کر خوانین کج فہم اور سید ضامن کو در باطن کچھ کوئی جھکوا کے یعنی دیوان کرمچند کی درمیانگی سے مسٹر اکتوس کمانڈر کو ملا لیا اور ناعاقبت اندیشں و دغاباز خوانین کو متاع قلیل کی ہوس دی۔ ان منافقین نے عہد ناپائیدار پر اعتماد کر کے اس غازی کو نہلکہ میں چھوڑ دیا۔ آخرش خسران دو جہان انجام کار ہوا۔ عزت و ملک سب گیا برباد۔ آپ وہاں سے واپس آ کر پھر بنگال روانہ ہو گئے۔

اکبر شاہ ۔ اس کے عرصہ بعد بوجوہ مذکور الصدر سید اکبر شاہ ملک سوات نے فقرا مجاہدین سے اعانت کی غرض سے مولانا ولایت علی صاحب کے پاس درخواست بھیجی۔ مولانا نے غازی فی سبیل اللہ کو بنگال میں اس کی اطلاع دی (اور خود اپنے تشریف بری کا بھی عزم ظاہر فرمایا) اس خبر کے پاتے ہی بنگال کا نظم دوسروں کے سپرد کر کے آپ پابرکاب ہوئے اور ملک سوات پہنچ کر مبلغین اور افواج کا نظم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور عرصہ دراز تک بغرض خیر خواہی مسلمین بخدمت انجام دیتے رہے۔ افسوس محاربے کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔

نارنجی ۔ جبکہ فقرا مجاہدین مختلف جہات۔ صعوبتوں، بیماریوں اور فاقہ کشی سے چور اور مجبور تھے۔ اڈبارڈ صاحب نے چھ ہزار فوج کے ساتھ ۱۸۵۸ء میں ان پر حملہ کر دیا۔ وہ بیچارے کچھ تو شہید ہوئے اور جو بچ رہے کوہوں پر جا کر اپنی زندگی ختم کیں۔

ہجرت من کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ۔ اصل تو یہ ہے کہ جب سے آپ نے دامن مرشد پکڑا اور اقربا اور وطن سے گویا واسطہ نہ تھا مگر سید اکبر شاہ ملک سوات کی درخواست سن کر آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ زندگی کی جو کچھ صعوبتیں پیش آئیں باقی حیات اپنے مرشد کے اتباع متوکلین کے ساتھ بسر کریں گے۔ غرض آپ اسی تخیل میں سر شار وطن پہنچے (اس میں چھ ماہ کی دیر ہوئی کیونکہ بنگال کا نظم کر کے آنا تھا) اور اپنی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ اب میں ہند سے مع اہل وعیال ہجرت کا قصد رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپ کی والدہ محترمہ نے موضع دواب پورا ردوٹ ضلع گیا کا وثیقہ آپ کے سپرد فرمایا اور آپ نے اس موضع کو بدست میر محبوب علی ساکن کیوانی ضلع گیا کے بعوض بیس یا تیس ہزار زر ثمن بیع کر دیا اور مواضعات اجمالی سے دست برداری کی ایک تحریر لکھ دی (اس میں تین ماہ صرف ہوئے) اور پھر ملک افغانستان ہوئے۔

خوانین سرکش اور غدار کو بھی مطیع و فرمانبردار کر لئے۔ تمام امن و طمانیت بخش کر کلمہ توحید کی منادی کرادی اور حدود و قصاص اسلامی جاری کردیے۔ اس شوکت اسلامی کو دیکھ کر منافقین ۔ نابکار اور غدار بدکردار نے حسد اور رعونت سے حکومت برطانیہ کے عمال کو برانگیختہ کردیا۔ تاہم بنصرت اللہ العزیز وہ خائب وخاسر رہے۔ حالانکہ اتباع سید احمد صاحب کی برابر روش یہ رہی کہ ایک طرف لوگوں لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادہ جہاد کرتے اور دوسری جانب اما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیہم علی سواء سے حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلہ سے روکتے تھے۔ بہرکیف ان مغازی کی تفصیل جو مولانا شہید کے حیات اور کارنامے میں ہوئیں۔ سوانح احمدی یا حیات طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ اس قرطاس میں بعد کے مغازی کے احوال مختصر اختصار کے ساتھ پیش کر دیئے جاتے ہیں۔

خوانین — اس زمانہ میں پنجاب و نواح پنجاب متعدد خوانین کے زیر حکومت تھا۔ گویا ہر ایک تعلقدار آزاد بادشاہ تھا۔ یہ آپس میں تیغ آزمائی کرتے۔ حرکات شنیعہ کی بے غیرتی کے ساتھ ارتکاب کرتے۔ اخلاق وحمیت سے عریاں تھے۔ غداری۔ خودغرضی اور نفاق ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ حلاوت ایمانی سے آشنا تک نہ تھے۔ اس حالت زبوں سے سکھوں کو انھیں ستانے کی جرأت ہوتی۔ اور ان کے آپس میں خوب بھینڈے لڑا دیتے۔ جب وہ اپنی قوت آزمائی سے عاجز آجاتے تو حالت اضطراری میں برکات مجاہدین یاد آتیں اور نہایت لجاجت کے ساتھ ایک بے نوا کی طرح اعانت ونصرت کی درخواست کرتے اور پھر اثناء سفر یا بعد انجام یہ دشمنوں کے تملق سے شرمناک بدعہدی کرتے۔

کاغان سید ضامن شاہ ملک مضافات بالاکوٹ جب والی کشمیر گلاب سنگھ سے تاب مقاومت نہ لاسکا۔ حالت پریشانی میں مولانا ولایت علی رحمہ سے اعانت ونصرت کی درخواست کی۔ مولانا نے اپنے برادر اوسط (مولوی عنایت علی غازی) کو محض حمیت و اخوت اسلامی کی بنا پر بالاکوٹ روانہ کردیا۔ آپ نے پہنچ کر فوج و میگزین کے نظم اپنے ہاتھ میں لئے اور جارحانہ حملوں سے کل علاقہ جات۔ قلعے۔ مورچے واپس لے کر ۱۸۳۶ء میں سید ضامن کے سپرد کردیئے۔ جب خود سکھوں کے مقبوضات کی باری آئی تو ان کے ہوش باختہ ہوئے۔ گلاب سنگھ نے

؎ گلاب سنگھ اور سید ضامن شاہ کرنیل۔ رنگو اور کرنیل

کھنیا سرائے ملک پنجاب میں مولانا ولایت علی صاحب سے آپ ملاقی ہوئے اور دونوں حضرات ہمراہ ملک سوات سید اکبر شاہ کے پاس پہنچے۔

سرحدی زندگی ۔ ملک افغانستان میں قبل ہجرت بھی جناب کو دو بار قیام کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اپنے مرشد سید احمد صاحب کے ہمراہ۔ پھر سید ضامن شاہ ملک بالاکوٹ کی امانت کے عرصہ میں اس وقت جناب کے تحت میں کامل سامان حرب میگزین اور علاوہ مجاہدین کے افواج رو حلہ تھے۔ بعد ہجرت آپ نے عرصہ دراز تک سید اکبر شاہ کے املاک و افواج کی خبرگیری نہایت سرگرمی اور ہوشمندی سے فرمائی۔ پھر کسی شکر رنجی[1] کے باعث منگل تھانہ (جو ملک سوات سے چند منزل کے فاصلہ پر ہے) سید عباس کے پاس چلے گئے اور اس کے افواج و املاک کی نہایت خلوص اور ہوشیاری کے ساتھ نگاہ داشت کی۔

امارت جب مولانا ولایت علی رح کا بماہ محرم سنہ ١٢٦٩ھ موضع ستھانہ ملک سوات میں انتقال ہو گیا تو آپ منگل تھانہ سے وہاں واپس آئے۔ اور باتفاق تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت امارت کی اور جب تک سید اکبر شاہ کی اولاد (سید مبارک، سید عمر، سید عثمان۔ سید ملار) نے فقراء مجاہدین کے ساتھ بیوفائی نہیں برتی وہیں قیام فرمایا۔ پھر بحالت مجبوری مع مجاہدین منگل تھانہ واپس آکر مسکن گزیں ہوئے اور باقی زندگی قلیل مجاہدین کے ساتھ وہیں ختم کر دی۔

آخر زندگی ۔ ١٨٥٧ء کے غدر کی وجہ سے راہ پُر خطر تھے۔ شہر سے باہر نکلنا دشوار تھا۔ املاک تہلکہ میں تھے۔ جانوں کو امن نہ تھے۔ پھر کس کو ہوش تھے اور کیونکر ممکن تھا کہ سرحد کے پار فاقہ کشوں کے لئے کوئی سامان کیا جا سکتا۔ مسلسل فاقہ کشی نے حال تباہ کر دی۔ درختوں کی کونپلوں اور پتیوں پر اصحاب صفہ کی سنت ادا ہونے لگی۔ چند ماہ مسلسل غلّہ پر نظر تک نہ پڑی۔ اجابتیں خون آلود ہونے لگیں۔ آپ کے پاس جو کچھ نقود تھے، آپ مہاجرین و انصار پر صرف کر چکے تھے۔ اور وہ تھا ہی کیا اونٹ کے منہ میں زیرہ۔ اب ادھر ساتھیوں کی بدگمانیاں اور طعنے شروع ہو گئے۔ زندگی تلخ تھی۔ یہ وہ وقت تھا کہ اگلی امم مضطر ہو کر متیٰ نصر اللہ پکار اٹھی تھی۔ مگر اس صبر و استقامت کے کوہ نے نہایت حلم و رضامندی کے ساتھ اللھم بالرفیق الاعلیٰ سے زبان تر کرتے

[1] مسئلہ سیاسی میں بزمانہ برادر معظم رح ۱۲

عمرے بعارضہ بخار وضیق النفس سنہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۵ء کے آخر میں سجن المومن سے جنت نعیم کو رحلت کی۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ واحشرہ فی زمرۃ المھاجرین الذین ھاجروا وجاھدوا مع نبیک محمد صلعم۔

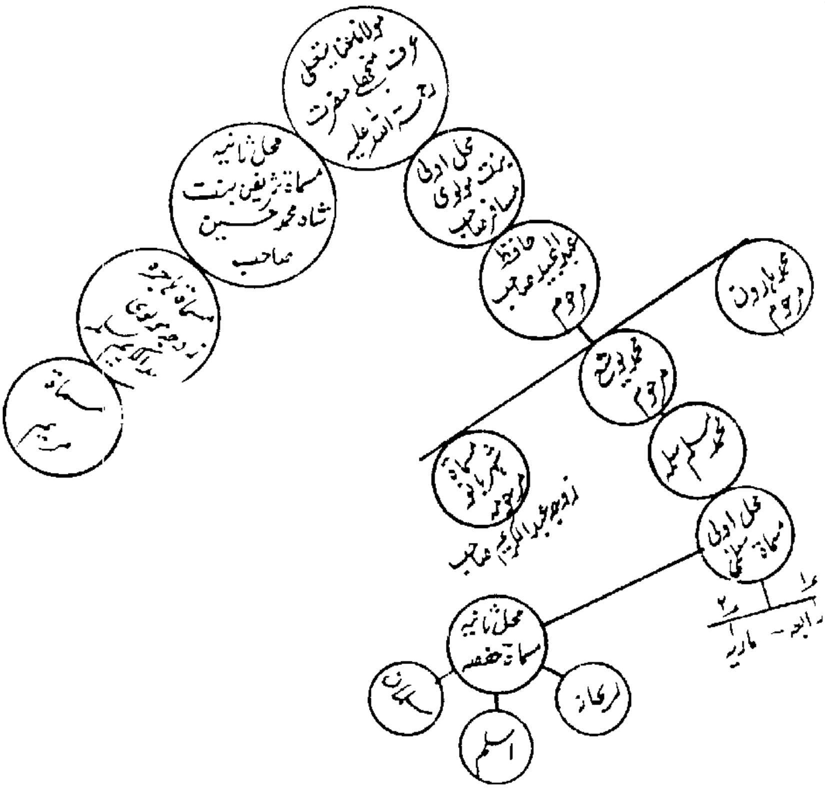
خاتمہ اس سعید ازلی بزرگ نے بادشاہ بادرمحترم الامر بالمعروف والنہی عن المنکر کے لئے اس وقت کمرہمت چُست کی جبکہ جماعت وملت کے عمید توبہ جام اجل نوش کرکے جنت نعیم کو پہنچ چکے تھے اور تبرشہادت سے تمام انقطاع ہند میں انتشار۔جمود اور مُردنی چھا گئی تھی۔ ایسے یاس وقنوط کے عرصہ میں ایسی قربانی اور جانبازی دکھاتی بس خالص ایمان والوں کا کام تھا جن کو ہر یاس کے اندر اُمید نظر آتی ہے اور کبھی بھی وہ اللہ کی رحمت سے قانط نہیں ہوتے۔غریب کیسے باوجودیکہ وہ عزت وجاہ ومال کو قربان کرنے کو کہتے تھے۔سخت سے سخت امتحان اور ریاضت میں ڈالتے تھے۔دکھ اور مشقتوں کی طرف پکارتے تھے۔پھر بھی خلق اللہ جوق کی جوق آپ کو لبیک کہتی تھی اور آپ پر فدا اور پروانہ ہوتی تھی۔وہاں زر ودولت کی طمع نہ تھی، بلکہ تکلیف اور دکھ ان کی سہیلیاں تھیں۔پھر اس بے سروسامانی کے ساتھ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ کی صداقت پر مہر ظفر ثبت کردی۔

آپ کی سوانح کو مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ کے سوانح سے ایسا ہی تعلق ہے جیسے گوشت کو پوست سے آپ کے سارے کارنامے مولانا رحہ کے تکرو ارشاد و معیت کے نتائج ہیں۔تنظیم ہو یا تبلیغ ومغازی (مغازی میں مولانا کی معیت لازمی تھی) آپ نے مولانا کی زندگی میں نیابت وامارت عسکری کے کاد اہم کو غایت سرگرمی سے انجام دیا۔حقیقت یہ ہے کہ اگر گھر کے اندر آپ جیسا دست و بازو مولانا علیہ الرحمہ کو نصیب نہ ہوتا تو غالباً کام کے چلنے کی کوئی قوی صورت نہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے مجدد علیہ الرحمہ کے حیات بعد الممات کی بنا مولانا کی فراست وسیاست ایمانی اور آپ کی جانبازی پر محکم کی تھی۔

ازواج واولاد آپ کی پہلی شادی مسماۃ آمنہ بنت شیخ زماں مولوی سید محمد مسافر علیہ الرحمہ سے نہایت سادگی کے ساتھ مراسم سے پاک شریعت کے مطابق انجام پائی تھی۔غالباً یہ پہلی تقریب ہوگی جو کسی رئیس کے گھر بغیر تکلفات کے انجام پائی۔اس عقد سے صرف ایک فرزند حافظ

عبدالمجید صاحب پیدا ہوئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کی اہلیہ نے انتقال کیا۔ چونکہ اکثر آپ سفر میں رہا کرتے لہذا پندرہ سولہ برس تک آپ دوسرا نکاح نہ کر سکے۔ جس زمانہ میں آپ خطۂ بنگال کی ہدایت و اصلاح میں مشغول تھے۔ یہاں مولوی اکبر علی پسر خرد جناب مولوی الٰہی بخش صاحب کا انتقال ہو گیا۔ جناب مولانا ولایت علی صاحب نے بعد انقضائے عدت مسماۃ شریفن (زوجہ مولوی اکبر علیؒ) بنت شاہ محمد حسین صاحب تحویلیہ کا عقد ثانی وکالتاً پڑھا کر بنگال آپ کے پاس بھیجدیا۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو حاجی مفید الدین صاحب کے مکان میں مقیم کیا۔ جناب کی یہ اہلیہ برابر سفر میں آپ کے ساتھ رہیں۔ اس محل سے صرف ایک لڑکی مسماۃ ہاجرہ زوجہ مولوی عبدالکریم پسر مولانا ولایت علی پیدا ہوئی۔ حافظ عبدالمجید صاحب قبل ہجرت اپنے چھوٹے چچا مولوی فرحت حسین صاحب کے زیر نگرانی رہ کر فارسی و مختصرات پڑھیں۔ آپ کا نستعلیق و خط نسخ نہایت پاکیزہ تھا اور آپ غایت درجہ نیک اور کم سخن تھے۔ آپ کی شادی مسماۃ حکیمن بنت سید صفدر علی صاحب ساکن موقع دودہ بیلدار (قریب قصبہ باڑھ ضلع پٹنہ) سے ہوئی تھی۔ اس سے تین اولاد مسماۃ شہر بانو۔ محمد ہارون خطاط۔ محمد یوشع خوش نویس ہوئیں۔ محمد یوشع بعالم عنفوان شباب پٹنہ واپس آئے۔ اس وقت مولوی محمد حسن غفر لہ نے بحسن تدبیر کمشنر پٹنہ سے ان کے اقامت وطن کی اجازت لے کر شیخ خیرات علی ساکن موضع بانک کی صبیہ خرد مسماۃ زینب سے عقد کر دیا اور مبلغ پچیس روپے ماہوار صورت گزران پیدا کر کے اپنا ایک مختصر مکان متصل مکان مولوی محمد اسحاق مرحوم ان کے حوالہ کر دیا۔ بعد انتقال مولوی محمد حسن مرحوم انہوں نے اقطاع ہند میں گھومتے ہوئے میرٹھ پہنچکر انتقال کیا۔ اور حافظ جی سے اپنی جائے سکونت بنا کر خواہش ظاہر کی کہ اس کی خبر ان کے بچہ محمد مسلم کو کر دی جائے، اناللہ۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ اللھم تقبل حسناتہ وتجاوز عن سیاتہ۔ مولوی محمد مسلم صاحب ام۔ او۔ ال کی شادی مسماۃ سلمیٰ بنت عبدالحمید سب اورسیر بن شیخ خیرات علی بانک حال مقامی بینا باذار شہر پٹنہ سے ہوئی اور دوسرا عقد صبیہ مولوی فخر الدین محمد شمسی ساکن موضع کاکو ضلع گیا سے ہوا۔ آپ مزاری باغ سینٹ کولمبس کالج فارسی کے پروفیسر رہے ہیں اور یونیورسٹی کی طرف سے ممتحن بھی رہ چکے ہیں لیکن اب مغربی پاکستان میں رہتے

ہیں اور وہیں کسی کالج میں پروفیسر ہیں۔



جناب مولوی طالب علی مرحوم و مغفور

آپ بعمر اٹھارہ اُنیس برس کے یہاں سے ہمر   احمد صاحب ملک افغانستان کو روانہ ہوئے۔ اسوقت تک آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ افغانستان میں پہنچ کر دو تین برس آپ زندہ رہے۔ نہایت صبر و استقامت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری میں اپنے امیر کی اپنے عمر کے بقیہ حصہ کو آپ نے طے کیا۔

بڑے حضرت اکثر آپ کے صبر و استقامت کی تعریف فرماتے۔ آپ نے بعارضہ ورم جگر و طحال مبتلا ہو کر سید صاحب کی ہمراہی میں انتقال فرمایا۔ سید صاحب نے آپکے جنازہ کی نماز پڑھائی اور موضع چنجلی میں دفن کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ و

وارحمہ وادخلہ مع الذین خرجوا من دیارھم مع نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم -

جناب مولانا فرحت حسین صاحب

عرف بچھو نے حضرت قدس سرہٗ جو والد ماجد فقیر مؤلف کتاب کے ہیں آپ ۱۲۲۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اکثر حالات اوپر گذر چکے۔ آپ نے اکثر حصہ علوم درسیہ کا اپنے والد ماجد سے پڑھا اور اسی زمانہ میں قرآن بھی تمام و کمال حفظ کیا اور کچھ تھوڑا حصہ درسی کتابوں کا جناب شاہ محمد واعظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن محلہ نمو ہیہ سے بھی آپ نے پڑھا۔ پھر اخیر میں آپ نے اپنے برادر معظم بڑے حضرت سے پڑھا اور سند حدیث کی بھی آپ سے حاصل کی۔ آپ اپنے برادر معظم مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ والغفران کا نہایت ادب کرتے اور از بسکہ اطاعت و فرمانبرداری ان کی بجا لاتے۔ آپ اُن کو بجائے پیر مرشد کے سمجھتے تمام اہل برادری و جملہ مریدان آپ کو درجہ دوم پر بڑے حضرت سے سمجھتے۔ بڑے حضرت جب سفر کو جاتے۔ آپ کو اپنا قائم مقام مکان پر کر کے جاتے۔ آپ بدستور سابق بعد نماز صبح لوگوں کو مراقبہ میں بٹھاتے۔ صدہا آدمی مرد و عورت اُس حلقے میں بیٹھتے۔ کمرے کے ایک جانب مرد ہوتے اور جانب دیگر عورتیں ہوتیں۔ اور آپ بیچ میں بیٹھتے۔ عورتوں کو جناب حضرت والدہ ماجدہ ام غفر اللہ لہا تعلیم فرماتیں۔ لطائف وغیرہ کے مقامات اور اس پر غور اور دھیان کرنا اور اُس کی نشست بتا دیتیں۔ اور مردوں کو آپ خود تعلیم فرماتے اور بعض تعلیم یافتہ لوگوں کو نو آموز کے واسطے مقرر فرماتے۔ اور بعد نماز ظہر درس قرآن و حدیث کا آپ دیتے۔ اور دیگر علوم و جھول مؤلف اوراق قاری ہوتا۔ اور شب سہ شنبہ کو آپ کا وعظ ہوتا۔ اس میں صدہا مرد و عورت جمع ہوتے۔ اوائل میں آپ کا معمول تھا کہ مسجد میں بیس تاریخ تک رمضان شریف کی نماز تراویح پڑھاتے اور ایک ختم اُس میں کرتے اور آپ نہایت عمدہ قرأت اور مخارج حروف بھی خوب جانتے تھے اور نہایت خوش الحان تھے۔ جب بڑے حضرت ملک افغانستان کو تشریف فرما ہوئے۔ تب آپ نے جناب حکیم ارادت حسین غفر اللہ لہ کو واسطے نماز تراویح اور نماز جمعہ کی مسجد صادق پور میں مقرر کیا اور خود عشرۂ اخیر میں ماہ مبارک رمضان شریف کے اپنے

مکان میں پچھلے وقت حسب معمول بڑے حضرت نماز تراویح پڑھاتے۔ مرد و عورت دور دراز سے صدہا جمع ہو جاتے۔ آپ نہایت کم سخن متحمل، بردبار، منکسر المزاج تھے۔ غصہ آپ کو بہت کم آتا۔ فہم و فراست تعالیٰ آپ کی نہایت تیز تھی۔ آپ کا لباس نہایت سادہ اور موٹا رہتا۔ آپ کے پاس مواضعات سے جو کچھ آمدنی آتی۔ وہ سب طلبہ اور فقرا اور مہمانداریوں میں خرچ ہوتی۔ دو تین سو طلبہ وغیرہ روزمرہ رہا کرتے۔ کھانا بھی وہی معمولی جو طلبہ کے واسطے پکا کھاتے۔ معزز مہمانوں کے واسطے حسب لیاقت اُن کی علٰحدہ کھانا پکتا۔ گاہ گاہ اُن کے ساتھ بھی شریک ہو جاتے۔ چند اولاد کی آپ نے اپنے سامنے شادی کی یہ تقریبیں نہایت سادگی سے اور کم خرچی کے ساتھ انجام دیں۔ ایک جوڑا بھی دولہا دلہن کے واسطے اس میں نیا نہیں بنا۔ مصرفی کپڑے جو مریدلوگ طلبہ کے واسطے دے جاتے، ان کو قیمتاً آپ نے خرید کر کے اور مرمت کرا کے دولہا دلہن کو پہنا دیئے۔ آپ بچپن سے نہایت متقی و پرہیزگار مجتنب از لغویات و بیہودگی رہتے۔ عبادت کا شوق اور یاد الٰہی کا ذوق بچپن ہی سے آپ کو تھا۔ آپ عارف کامل و سالک و صوفی صاف تھے۔ اس ظلوم جہول کو اتنی لیاقت کہاں کہ آپ کے اوصاف کو قید تحریر میں لا کر ہدیۂ ناظرین کر سکے۔ آپ فنون حرب میں بھی خوب مہارت رکھتے تھے۔ سواری اسپ نہایت عمدہ جانتے تھے۔ اکثر آپ نہایت بدذات و شریر گھوڑوں پر سوار ہوتے۔ اور اُن کو رام بنا چھوڑتے۔ بندوق کا نشانہ ایسا عمدہ جانتے تھے، کہ اُڑتی چڑیا آپ کے نشانہ سے خالی نہ جاتی۔ پٹہ اور بانک اور بانا بھی خوب جانتے تھے۔ آپ اپنے مکان کے باغیچہ کی روش میں کرسی بچھا کر بیٹھ جاتے۔ اور ہاتھ میں گدکا لے لیتے اور چار پانچ آدمی کھڑے ہو کر آپ پر چھوٹ کا ہاتھ چلاتے اور آپ سے چھوٹ لڑتے۔ آپ دوسروں کے وار سے بچتے، اور اپنا وار دوسروں پر لگا دیتے۔ دریا کی سباحت میں بھی آپ خوب ماہر تھے۔ قسم قسم کی پیراکی آپ کرتے تھے۔ کھڑے اور بیٹھے اور چت۔ آپ کو ڈنڈ و مگدر و لیزم وغیرہ کا بھی ہمیشہ استلزام کے ساتھ استعمال رہا۔ آپ اپنے باغیچہ کے چاہ کے منھ پر ایک تختہ ایک فٹ عریض رکھ دیتے اور اس پر جا کھڑے ہوتے اور چار پانچ آدمیوں کو اردگرد دُور دُور کھڑا کر دیتے اور حکم کرتے کہ ڈھیلوں سے مارو اور اسی تختہ پر کھڑے

مزاج و خلق

فنون حرب

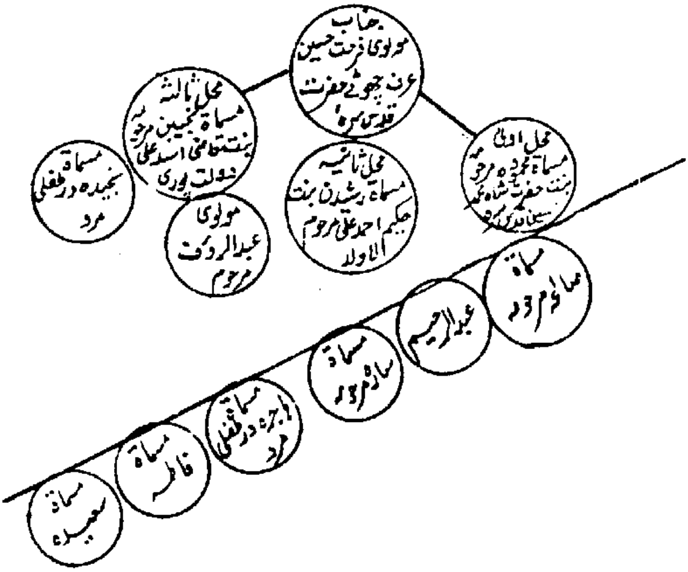
ان ضربوں سے بچتے اور اُن کو خالی دیتے بالجملہ ہر ہر فن میں سپہ گری کے آپ خوب مشاق و یکتا تھے ولنعم ماقیل ۔ **شعر**

جمع الشجاعۃ والخشوع لربہ ما احسن المحراب فی المحراب

جناب مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ کو جبکہ آپ ملک افغانستان میں تھے ۔ بعد انتقال بڑے حضرت مراقبہ میں مشاہدہ و زیارت انبیاء و اولیاء بزرگان دین بند ہو گیا ۔ جب آپ وہاں سے یہاں پٹنہ تشریف لائے جناب چھوٹے حضرت نے ان کو بٹھا کر توجہ دی تب مراقبہ میں مشاہدہ و زیارت وغیرہ حسب دستور جاری ہو گیا ۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے حضرت کے رفقائے خاص کی دلچسپی بجز آپ کے اور کسی کے پاس نہیں ہوتی تھی ۔ اسی وجہ سے وہ افغانستان سے آکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اور تاحیات آپ کی آپ ہی کے پاس رہے ۔ بعد انتقال آپ کے بنات النعش کے طور پر متفرق ہو گئے ۔ ۱۸۵۷ء کی غدر میں فرقہ اہل حدیث جو شریک باغیان سرکار نہ ہوا آپ ہی کی بدولت ۔ آپ نے نہایت شدّ و مد کے ساتھ تاکید بلیغ فرمائی کہ کوئی مرید ہمارا باغیوں کا ساتھ نہ دے ۔ یہ بغاوت سراسر خلاف شریعت ہے ۔ جس وقت کہ جناب مولانا احمد اللہ وغیرہم کو ٹیلر صاحب کمشنر پٹنہ نے نظر بند کیا ، اس وقت ہزارہا آدمی پٹنہ و اطراف پٹنہ میں برسرِ فساد تھے ۔ مولوی پیر علی و مولوی اوصاف حسین ساکنان لکھنؤ کہ جن کی نزیب صدر گلی پٹنہ میں کتب فروشی کی دوکانیں تھیں اور اُس وقت وہ سرغنا بغاوت ہو گئے تھے ۔ انہوں نے بھی نہایت زور کے ساتھ پیغام بھیجا کہ آپ اس وقت ہمارے شریک و مددگار ہوں ، مگر ہمارے حضرت نے صاف انکار کیا اور ہرگز ان کے شریک نہ ہوئے اور جملہ مریدوں کو شرکت سے بزور روکا ۔ الغرض اس پٹنہ میں جو فرقہ اہل حدیث کا شر و فساد سے بچا رہا وہ آپ ہی کے طفیل بفحوائے حدیث شریف ۔ اتقوا من فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ۔ آپ کی نگاہ نہایت غامض و دور بیں تھی ۔ آخر جو نتیجہ اس غدر کا ہوا وہ سب کو معلوم ہے حاجت بیان نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زوجہ بھی ایسی ہی عابدہ زاہدہ صالحہ مطیع و فرمانبردار صاحب کمالات باطنی محلی از اخلاق ظاہری عنایت فرمائی تھی یعنی مسماۃ محمودہ بنت حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہ ساکن محلہ نوبہ سے آپ کی شادی اولیٰ ہوئی ۔ میں اوپر لکھ آیا ہوں بضمن سوانح عمری بڑے حضرت علیہ الرحمہ کہ اس خاتون کو بھی بیعت حضرت جناب سید صاحب بمعرفت سالکی نصیب ہوئی اور

جناب سید صاحب نے آپ کے سر و بدن پر اپنے دست مبارک شفقت آموز کو پھیرا اور دعا بھی دی یہ اسی کی برکت تھی کہ آپ نہایت عابدہ زاہدہ صالحہ ہوئیں اور نیز فہم و فراست و عقل و کیاست امور دینی و دنیوی میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو مثل عمدہ مردوں کے دی تھی۔ جناب بڑے حضرت کی صحبت بابرکت میں صدہا مرد کامل ہو گئے، مگر عورتوں میں آپ کے مانند کوئی نہیں ہوئی۔ بڑے حضرت کی تادیب و تعلیم نے آپ کو سونے سے کندن بنا دیا۔ صدہا عورتیں شب و روز آپ کے پاس لگی بیٹھی رہتیں اور آپ کے ملفوظات طیبات سے بہرہ ور ہوتیں اور آپ کے نصائح و پند سے فائدہ اٹھاتیں۔ بڑے حضرت اور پھوپھو حضرت کے زمانہ میں جس قدر عورتیں واسطے اکتساب دین کے آتیں وہ سب آپ ہی کی زیر تعلیم دی جاتیں اور خود جناب شاہ صاحب آپکے والد ماجد وغیرہ علمائے اہل برادری بھی آپ کی خدمت میں بنظر استفادہ حاضر ہوتے۔ مرد اور عورت جو آپ سے عمر و رشتہ میں بڑے ہوتے وہ بھی آپ کا نہایت ادب کرتے۔ طلبہ اس وقت جو باہر کے مکان میں رہتے، ہر ایک کی خبر گیری کھانے دانے اور دوا دارو اور دیگر راحت و آرام کی آپ اس طور پر فرماتیں، جیسے مادر مشفقہ وہ لوگ اپنے گھر کی ماؤں کی شفقت کو بھول جاتے۔ آپ کو مراقبہ مشاہدہ میں بھی کمال تھا۔ میں نے بارہا جناب والد ماجدم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ جناب حضرت والدہ ماجدہ مرحومہ و مغفورہ کو مراقبہ میں بٹھاتے اور جب آپ کو زیارت رسول اللہ صلعم یا اور کسی ولی و بزرگ کی ہوتی اُس وقت حل مشکلات بعض مطالب قرآن و حدیث کا فرماتے۔ آپ کے اس محل اولیٰ سے تین بیٹے اور چھ بیٹیاں ہوئیں، جملہ نو۔ عبدالقادر و عبدالرحمٰن۔ یہ دونوں بیک روز عارضہ وبائی میں مبتلا ہو کر طفلی میں راہی ملک عدم ہوئے۔ بعد اس کے مسماۃ صالحہ مرحومہ زوجہ مولوی عبداللہ صاحب بعد اس کے مؤلف اوراق عبدالرحیم عفی عنہ ۱۲۵۱ھ میں، بعد اُس کے مسماۃ سارہ مرحومہ زوجہ مولوی ہدایت اللہ مرحوم، بعد اُس کے مسماۃ ہاجرہ کہ بعمر دو سالہ رخصت ہوئی۔ بعد اُسکے مسماۃ فاطمہ مرحومہ زوجہ مولوی یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ، بعد اُسکے مسماۃ میمونہ کہ وہ ڈھائی برس کی ہو کر گذر گئی۔ بعد اُس کے مسماۃ سعیدہ زوجہ مولوی محمد حسن مرحوم یہ پچھلی اولاد تخمیناً دو برس کی تھی کہ آپ کے محل اولیٰ نے انتقال فرمایا۔ اُن کی تاریخ انتقال۔ دخلت سنہ ۱۲۷۰ھ فی الجنان سے نکلتی ہے اور آپ کی دوسری شادی بحالت موجودگی محل اولیٰ مسماۃ رشیدن مرحومہ بنت

جناب حکیم احمد علی مرحوم سے جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ نے کرادی تھی۔ وہ ایک برس زندہ رہ کر داخل علیین ہوئیں۔ بعد انتقال زوجۂ اولی ۱۲۷۱ھ میں مسماۃ نگینہ بیوہ عورت بنت قاضی اسد علی صاحب ساکن موضع دولت پور ضلع گیا سے عقد ثانی کیا۔ چنانچہ نسب نامہ ان کا فصل پنجم میں بذیل نسب نامہ قاضی فرزند احمد صاحب بن قاضی احمد بخش صاحب مرحوم آوے گا۔ اور ان سے ۱۲۷۲ھ میں برادرم عزیز شمس العلماء مولوی عبدالرؤف صاحب مرحوم مغفور پیدا ہوئے اور اس کے بعد سنجیدہ جو ڈیڑھ برس کی گذر گئی، اس اثنا میں آپ بہت بیمار ہوئے اور ایک برس کامل آپ ذی فراش رہے۔ اس پچھلے نکاح سے تین برس کے بعد ۴۸ برس کی عمر میں ۱۲۷۴ھ میں آپ اس قفس عنصری کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا اللّٰھم اغفر لھما واحشرھما فی زمرۃ عبادک الذین انعمت علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ آپ کا رنگ گورا قد چھوٹا تھا۔ دبلے پتلے نحیف الجثہ داڑھی ہلکی ابرو پیوستہ اور درمیان دونوں ابرو کے ایک لہسن نہایت سرخ تاباں تھا۔ نقشہ آپ کی ازواج و اولاد کا یہ ہے:



جناب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم

خلف اکبر جناب حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ از بطن مسماۃ مراد النساء مرحومہ حیدرآبادی (تعلیم) آپ ۱۲۴۶ھ ہجری میں بمقام حیدرآباد پیدا ہوئے۔ آپ از روز تولد ہمیشہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ہر سفر و حضر میں رہے۔ گویا تمام عمر آپ کی سفر ہی میں کٹی۔ آپ نے ابتدائی درسی کتابیں جناب حکیم مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم سے پڑھیں اور پھر اخیر میں جناب مولانا فیاض علی علیہ الرحمہ والغفران سے پڑھیں۔ اور سند حدیث کی اپنے والد ماجد بڑے حضرت سے لی۔ آپ اپنے (تہور و دلیری) والد ماجد کے ساتھ ملک افغانستان پکھلی بالاکوٹ کو گئے۔ اور وہاں تمام محاربات میں آپ شریک رہے۔ اگرچہ عمر آپ کی اس وقت صرف پندرہ سولہ برس کی ہوگی مگر آپ چونکہ موروثی و فطری طور پر نہایت دلیر و شجاع و بہادر تھے لہذا بہت کچھ کارنمایاں آپ نے اُس وقت بھی دکھائے۔ پس اسی وقت سے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ آپ بیشک اپنے والد ماجد کی جانشینی کے لائق ہونگے۔ بعد اُس کے کہ آپ ہمرکاب بڑے حضرت یہاں پٹنہ عظیم آباد کو مراجعت کر کے تشریف لائے اسوقت آپ برابر اکتساب علوم درسیہ میں مصروف رہے اور ہر وقت حاضر باش خدمت بابرکت اپنے والد ماجد کے رہتے۔ درس قرآن و حدیث میں آپ قاری ہوتے اور جلسہ مراقبہ و مشاہدہ میں بھی آپ شریک رہتے اور نو آموز لوگوں کو تعلیم فرماتے اور اسی اثنا میں آپ کی شادی ساتھ مسماۃ صالحہ بنت حضرت جناب مولانا فرحت حسین قدس سرہ کے جو آپ کے چھوٹے چچا تھے ہوئی اور (عقد) اُن سے ایک فرزند مسمی بہ امان اللہ پیدا ہوا۔ اس فرزند کی عمر تین چار مہینے کی ہوگی کہ پھر آپ کو سفر افغانستان بمعیت والد ماجد خود پیش آیا اور آپ مع اہل و عیال ان کے ہمراہ ہوئے اور (سفر) ملک سوات افغانستان کو پہنچے اور قریب چار پانچ برس کے وہاں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ رہے اور وہاں کل فوجی بندوبست قواعد پیدل سوار و پیادہ آپ ہی کے سپرد رہا۔ آپ ہر امر کو باحسن وجوہ انجام دیتے۔ آپ کو تعمیر مکانات و قلعہ و گڑھی خیاطی چرمی اشیا کا بنانا، مویشی کا (حرب) پہچاننا اور ان کا علاج وغیرہ میں بھی پورا دخل تھا۔ آپ کو سواری اسپ میں بھی ملکہ تام تھا۔ نہایت سرکش اور بد ذات گھوڑوں کو بہت جلد آپ درست کر ڈالتے۔ جناب کو فن جراحی

اور اسباب جنگ گولہ بارود، توپ بندوق کے تیار کرنے میں ملکہ تام تھا اور سیاسی امور میں خاص دخل تھا۔ بعد انتقال بڑے حضرت تخمیناً تین برس ہمراہ منجھلے حضرت چچا اپنے جناب مولانا عنایت علی علیہ الرحمہ کے وہاں آپ اور رہے۔ لیکن جب مزاج کی موافقت ساتھ منجھلے حضرت کے نہ ہوئی، آپ حسب طلب اپنے چھوٹے چچا مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ کے مع اہل و عیال یہاں پٹنہ عظیم آباد چلے آئے اور تا بحیات چھوٹے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تخمیناً پانچ برس یہاں مقیم رہے اور اسی اثنا میں آپ کے فرزند دوم مطیع اللہ پیدا ہوئے۔ جب آپ کے چھوٹے چچا جناب مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ کا ۱۲۷۱ھ میں انتقال ہو گیا، تب آپ کی دل بستگی کی کوئی شکل یہاں نہیں رہی، آپ بر خاستہ خاطر ہوئے۔ کیونکہ آپ کی طبیعت کو یوم ولادت سے سیر و سیاحت کا مذاق پڑا ہوا تھا۔ گھر کا رہنا آپ پر شاق تھا، آپ نے پھر قصد سفر کیا اور اپنے حصہ کی تمام املاک اور گھر وغیرہ فروخت کر کے اور ہجرت تام کا ارادہ کر کے مع اہل و عیال روانہ بیت اللہ مکہ معظمہ ہوئے اور اپنے حقیقی چھوٹے بھائی مولوی عبدالکریم صاحب کو بھی جو اس وقت تک نابالغ تھے ہمراہ لے لیا اور دو حقیقی بھائی آپ کے مولوی ہدایت اللہ مرحوم اور مولوی عبدالرحمٰن مرحوم جو اس وقت جوان تھے اور ان دونوں کی شادی بھی ہو گئی تھی، ان دونوں نے آپ کے ساتھ جانا پسند نہیں کیا۔ یہیں رہ گئے۔ آپ اس وقت مع اہل و عیال خود کشتی پر سوار ہو کر روانہ کلکتہ ہوئے۔ چنانچہ یہ فقیر مؤلف بھی آپ کی مشایعت میں قصبہ باڑھ تک گیا تھا جو بفاصلہ سولہ کوس جانب مشرق عظیم آباد سے واقع ہے اور بعض لوگ تو کلکتہ تک آپ کے ہمراہ گئے اور جہاز پر سوار کر کے پھرے۔ بعد دو تین برس کے ایسا سنا گیا کہ آپ مکہ معظمہ ہو کر ملک افغانستان کو تشریف لیگئے اور وہاں پاس سید اکبر بادشاہ ملک سوات کے کہ جہاں آپ کے والد ماجد بڑے حضرت علیہ الرحمہ ٹھہرے تھے اور اس وقت کے کچھ بقیہ لوگ ہندوستانی مہاجرین وہاں موجود تھے، انہیں لوگوں میں آپ جا ملے۔ اس وقت شاید مولوی مقصود علی صاحب وہاں سردار تھے۔ انہیں کی ماتحتی میں آپ وہاں رہے۔ تخمیناً آپ کے وہاں پہنچنے کے دو برس بعد مولوی مقصود علی مرحوم مغفور کا انتقال ہو گیا۔ وہاں کے سب لوگوں نے مشورہ کر کے آپ ہی کو سردار بنانے کا ارادہ کیا۔ لیکن آپ نے

منظور نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اور جس کو پسند کرو اس کو سردار بناؤ۔ جس اس کی ماتحتی میں اطاعت و فرمانبرداری کرنے کو باخلاص دل موجود ہوں، لیکن اس بارگراں کو اپنے سر لینے کی لیاقت میں اپنے اندر ہرگز نہیں پاتا ہوں، لیکن وہاں کے لوگوں نے آپ کے سوا اور کسی کو لائق اس منصب شریفہ کا نہیں پاکر بعد الحاح وزاری و باصرار تمام آپ کو اس منصب کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ تین روز تک یہ سخت جھمیلا رہا کہ تمام لوگ آپ کو شب و روز فہمائش والتجا اس بارگراں کی قبولیت کا کرتے رہے۔ آخر مجبوری آپ نے قبول کیا۔ اسی اثناء میں آپ کی زوجہ اولیٰ مسماۃ صالحہ بنت مولوی فرحت حسین قدس سرہٗ نے تین اولاد۔ امان اللہ و مطیع اللہ و عبدالقدوس کو چھوڑ کر اس جہان فانی سے رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اغفر[illegible] رحمھا۔ بعد[illegible] اور ایک نکاح آپ نے وہاں کیا۔ اس سے عبدالسبوح پیدا ہوئے۔ آپ بعد مسند نشینی اپنے ماتحتوں اور ہمراہیوں کو برابر راہ سلوک و اتباع سنت کی تعلیم فرماتے۔ اور ایک وقت معین پر لوگوں کو حلقہ میں بٹھا کر مراقبہ و مشاہدہ بھی کراتے۔ اور چونکہ وہ ملک خود سر طوائف الملوک ہے۔ اگر کوئی شخص ایک گاؤں کا مالک ہے تو اس کو بھی ایک چھوٹا سا لشکر رکھنا اور فنون سپہ گری و حرب سے خوب واقف ہونا لازم و ضرور ہے۔ ورنہ وہاں کا قیام آپس کے نفاق و شقاق و مخالفت و معاندت کی وجہ سے نہایت متعسر بل محال ہے۔ پس بحسب اقتضا اس ملک کے آپ نے بھی اپنے ہمراہیوں کو فنون سپہ گری مثل قواعد و پریڈ اور چاند ماری اور پٹا وغیرہ کی تعلیم و تلقین شروع کر دی۔ اس کیفیت کو دیکھ کر اس ملک کے لوگوں نے جو فطرتی طور پر حاسد و منافق ہیں جلنا شروع کیا۔ لیکن جب اپنے اندر اتنی طاقت نہ پائی کہ ان کا کچھ بگاڑ سکیں۔ تب گورنمنٹ انگریزی کو آکر بہکایا کہ یہ لوگ سلطنت برطانیہ کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ صرف اس غرض سے گئے تھے کہ محض آزادانہ زندگی اپنی وہاں بسر کریں اور کسی کے ماتحت نہ رہیں۔ اور ایسا احمقانہ وجاہلانہ خیال اتنی بڑی گورنمنٹ سے مقابلہ کا رکھنا جو محض ایک پاگل کا کام ہے۔ وہ لوگ ذی علم و صاحب عقل و فراست ہو کر کیونکر کر سکتے تھے۔ مگر صد افسوس کہ حکام گورنمنٹ نے ان حاسدوں اور مفتریوں کی باتوں پر یقین لاکے

غلط فہمی

جنگ

بلاتحقیق محض ان پر چڑھائی کر دی، اور ایک جرار فوج ان غریب و فقیر درویشوں کی فتح و قمع کے واسطے بھیجدی۔ اوّل تو ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کارزار سے پہلوتہی کیجیے اور کسی جانب کو ہٹ جائیے۔ مگر چونکہ سرکاری فوج اپنی عملداری کی حد سے تجاوز کر کے افغانوں کی حدود میں جا پہنچی تھی۔ اس سبب سے اکثر سرداران فوج اس ملک کے برافروختہ و برہم ہو گئے تھے اور ان لوگوں نے خیال کر لیا تھا کہ گورنمنٹ انگریزی ہماری ریاستیں چھیننا چاہتی ہے۔ تمام ملک نے مجبوراً تنگ آمد بجنگ آمد عزم بالجزم مقابلہ پہ گورنمنٹ انگریزی کے کر لیا اور آپ کو بھی اپنی تائید و مدد پہ مجبور کیا، کیونکہ اس ملک میں رہ کر پھر ان کا ساتھ نہ دیں یہ غیر ممکن ہے۔ چنانچہ بحالت مجبوری و ناچاری آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ تخمیناً پانچ چھ مہینے یہ بازار کشت و خون کا جاری رہا اور صدہا جانبین سے مقتول و مجروح ہوئے یہ ظاہر ہے کہ یہ غرباء چند بے سروسامان اتنی بڑی گورنمنٹ کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ گویا پیل و پشہ کی جنگ تھی آخر اُس ملک کے لوگوں نے بعد جنگ شدید پیٹھ دی۔ اس وقت یہ لوگ بھی پیچھے ہٹے اور اپنی بستی اور قلعوں کو خالی کر دیا۔ سرکار انگریزی کا لشکر اُن بستیوں کو جلا پھونک کر اپنی عملداری میں واپس چلا آیا۔ وہ لوگ بھی بعد ہٹ آنے لشکر کے پھر اپنی جگہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ اس چند مہینے کی یہ ٹھائیں ٹھائیں اور کشت و خون اور بربادی روپیہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ افسوس ہماری عادل گورنمنٹ اگر اول ہی میں دور اندیشی کو راہ دیتی۔ اور اُن ملکی حاسدوں کے اغوا اور بھرّے میں نہ آتی تو یہ سب کچھ بھی نہ ہوتا۔ وہ تو صرف آزادی پسند لوگ ہیں کہ آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی عالی حوصلہ انسان ایسا بھی نہیں چاہتا۔ انگریزی شعراء کے کلام اس سے بھرے پڑے ہیں اور ان[1] لوگوں کو وہاں پہنچ کر بھی بجز یاد خدا کے اور کوئی مشغلہ نہیں۔ چنانچہ جب ان لوگوں

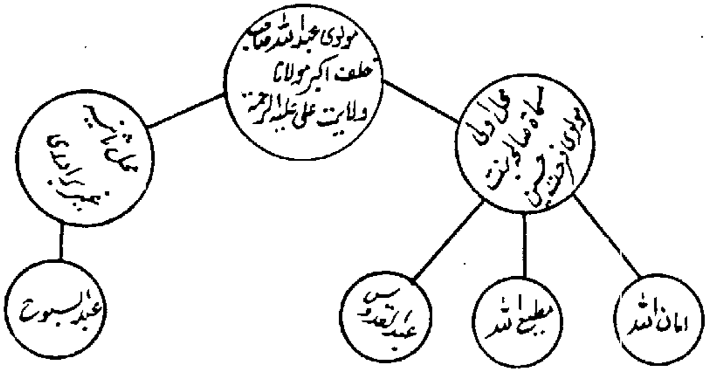
[1] اور مقام غور ہے کہ یہ لوگ آخر رہنے والے کہاں کے ہیں۔ مسکن قدیم مکہ معظمہ پھر مدینہ منورہ پھر ملک شام، پھر بخارہ کابل وغیرہ۔ افغانستان گھومتے گھامتے یہاں ہندوستان پہنچے پھر اگر یہ لوگ ہندوستان کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا کر بودوباش اختیار کریں تو کون تعجب کی بات ہے۔ دنیا میں یونہی ہوا کرتا ہے۔ آج یہاں تو کل وہاں پھر اس کو خواہی نخواہی محمول اوپر عداوت و بدخواہی گورنمنٹ کی کرنا سوائے زبردستی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے اور ان سے پیام و سلام رکھنا جرم قرار دیا جائے

کی امداد و اعانت کے جرم میں مولوی یحییٰ علی وغیرہ گرفتار ہوئے تھے۔ اس وقت سرکاری پولیس نے صدہا آدمیوں کو از پشاور تا بکلکتہ گرفتار کیا تھا۔ اس میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو اپنے وطن سے روانہ ہو کر پاس مولوی عبداللہ کے ملک افغانستان جا رہے تھے اور بعض وہ تھے جو وہاں سے مراجعت کر کے اپنے وطن کو آ رہے تھے۔ ان سب کا روبروئے عدالت بیان ہوا۔ (اور وہ لوگ بطور گواہ سرکاری کے مولوی یحییٰ علی پر لائے گئے) کہ ان لوگوں نے کبھی سرکار سے لڑائی کا ارادہ مولوی عبداللہ کا نہیں سنا تھا۔ بلکہ محض واسطے اکتساب علم دین کے وہاں گئے تھے۔ جب سرکاری لشکر ان لوگوں پر چڑھ آیا اس وقت ہم لوگ وہاں سے چلے آئے۔ چنانچہ معظم سردار ساکن بنگالہ جو دہلی میں گرفتار ہوا تھا، اس کا بھی یہی بیان ہوا کہ ہم وطن سے بشوق اکتساب علم دین پٹنہ میں مولوی یحییٰ علی کے پاس آئے اور یہاں چند مہینے رہ کر ملک افغانستان کو روانہ ہوئے اور اس درمیان میں کبھی لڑائی کا ذکر مذکور ساتھ سرکار کے نہیں سنا تھا۔ جب دہلی میں پہنچے تو سنا کہ افغانستان میں سرکار سے لڑائی ہے۔ اس وقت ہم نے مراجعت کی اور مقام کوئل میں پہنچ کر گرفتار ہوا اور اسی قسم کے بہت سے گواہوں نے بیان کیا اس بیان سے حضرات ناظرین اس مقدمہ کی اصلیت اور حکام گورنمنٹ کا غیظ وغضب اور جابرانہ کارروائی کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ الغرض بعد اس سانحہ کے پھر خبر و اخبار وہاں کا بالکل مسدود ہو گیا اور کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ لوگ کس حالت میں ہیں اور کون اُس میں سے زندہ ہے اور کون مردہ۔ لہٰذا اس دفتر کو ختم کرتا ہوں۔ واللہ معہم اینما کانوا۔ آپ نے غالباً ۲۷ شعبان ۱۳۲۰ھ کو رحلت فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضمیمہ تذکرہ جناب مولوی عبداللہ صاحب مرحوم خلف اکبر مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ

بعض انگریز مورخین نے مولوی عبداللہ صاحب کے انتظامی صلاحیت کی بڑی تعریف کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی صاحب موصوف فن حرب سے پورے طور پر واقفیت رکھتے تھے۔ حربی آلات بندوق وغیرہ اپنے یہاں بنا ڈالتے تھے۔ مولانا امجد علی صاحب مرحوم جو اس زمانہ میں وہاں (یعنی ملک افغانستان میں تھے) وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولوی

عبداللہ صاحب اور ان کی اہلیہ کے جیسا دیندار جوڑا میں نے کہیں نہیں دیکھا۔



مولوی ہدایت اللہ مرحوم

خلف اوسط حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ آپ کی پیدائش وغیرہ کا حال یعنی سوانح عمری حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ لکھا جا چکا ہے، اعادہ کی حاجت نہیں۔ آپ نے درسی کتابیں مختصرات تک متفرق طور پر پڑھیں۔ آخر میں مولوی لطافت حسین صاحب ساکن دیوان محلہ سے پڑھا، آپ نہایت نرم دل رقیق القلب کریم النفس تھے، غربا اور مساکین پر شل ابر باراں مہربان رہے۔ خصوصاً اگر کسی شریف کو دیکھتے کہ حالت عسرت و فقر و فاقہ میں ہے تو آپ کا دل سخت بےچین ہو جاتا۔ آپ نہایت سخی و منکسر المزاج، شجاع و بہادر تھے کسی سے رنجیدہ ہو جاتے نہ تھے، لوگوں کی رنجش اور برائیوں کا حسنات سے جواب دیتے تھے، لحاظ مراتب آپ کا خاص حصہ تھا، آپ کا رنگ گورا قد مائل بطول خوبصورت جوان تھے۔ آپکی شادی ساتھ مساۃ سارہ بنت مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ کے بڑے حضرت نے کرائی تھی۔ ان سے ایک لڑکی مساۃ سلمیٰ پیدا ہوئی۔ ڈھائی برس کی ہو کر گزر گئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر مولوی آیت اللہ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی عمر تخمیناً ۴۵ برس کی ہوئی ہوگی جو آپ نے ۱۲۶۹ھ بیعنہ میں رحلت فرمائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہٗ۔

تاریخ انتقال از نتیجۂ فکر مولانا محمد سعید رحمہ اللہ

زد خیمہ برون ہدایت اللہ ز آفاق
مشتاق بہ جنت و نعیش می زیست

شد خون دل اخوان و اقارب، ز فراق
تاریخ وفات شد بہ جنت مشتاق

۱۲۶۹ھ

ڈاکٹر آیت اللہ نے بعد انتقال اپنے والد کے زیر تعلیم اپنے چچا مولوی محمد حسن مرحوم کے تعلیم پائی عربی و فارسی اکثر مولوی عبدالحکیم صاحب سے پڑھی معقولات فقہ و ادب مولوی محمد حسن سے پڑھیں اور انگریزی اول پٹنہ سٹی اسکول میں پڑھی۔ بعد اس کے علیگڈھ جا کر اس کی تکمیل کی بعد اس کے ولایت گئے وہاں ایڈنبرا کالج میں آٹھ برس رہ کر ایم۔ بی۔ سی۔ ام کی ڈگری حاصل کی، اسی عرصہ میں انگریزی منطق و فلسفہ کی اکثر کتابیں مطالعہ کیں اور اس میں تمام ملکہ وعبور رکھتے ہیں، مگر افسوس بوجہ زیادہ ہو جانے عمر کے سرکاری ملازمت سے محروم ہے، اور بطور خود علاج و معالجہ لوگوں کا کرتے ہیں، ایک مدت سے کلکتہ میں مقیم ہیں، جناب کا کلام نہایت سنجیدہ اور صاف ہوتا ہے، گو آپ کی روش اور مضمون سے قدیم رنگ کی جھلک آتی ہے اردو و فارسی میں آپ کا کلام عمدہ ہوتا ہے بسمل تخلص ہے، نثر بھی آپ کی عمدہ ہے۔ اخباروں میں نامہ نگاری کا ایک عرصہ تک شوق تھا لیکن بالفعل بوجہ شغل علاج و معالجہ اس کو ترک کیا، آپ کی تشخیص و تجویز مرض و اسلوب علاج نہایت عمدہ ہے، آپ نہایت راستگو ہیں، رشوت سے سخت احتراز ہے، اپنی وضع کے نہایت پابند ہیں۔ آپ نے ایک انگلش لیہوڈن سے لندن میں شادی بھی کی ہے جس سے اب تک اولاد نہیں ہے اور نہ کوئی توقع ہے، آپ کی پہلی شادی مسودہ اوراق ہذا کی صبیہ مسماۃ زینب مرحومہ سے ہوئی تھی جس سے تین لڑکیاں مسماۃ عائشہ زوجۂ مولوی عبدالقدیم، مسماۃ قمریہ زوجۂ اول مولوی حامد حسن، مسماۃ شمیمہ مرحومہ پیدا ہوئیں۔

ضمیمہ تذکرہ جناب ڈاکٹر آیت اللہ صاحب خلف الرشید جناب مولوی ہدایت اللہ صاحب مرحوم

جناب ڈاکٹر آیت اللہ صاحب مرحوم ایڈنبرا یونیورسٹی میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے

ان کی پہلی بیوی بنت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم نے تین تین چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ کر انتقال کیا۔ ان کے انتقال کے بعد ولایت میں روزی نامی ایک یہودی لیڈی سے شادی کرلی۔ ان کے ہندوستان آنے کے کچھ روز بعد وہ انگلش زوجہ کلکتہ پہنچیں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کلکتہ میں پریکٹس کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی رہائش کا کل طریقہ انگریزی ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی بہت سی باتوں میں خاندانی روایات کے پابند تھے۔ مزاج اپنے والد صاحب مرحوم کی جیسی پائی تھی۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم ناجائز آمدنی سے قطعی طور پر پرہیز کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک راجہ کا منیجر ان کے پاس پہنچا اور ایک شخص کے لئے جھوٹی سرٹیفکٹ کا طالب ہوا اور اس کے عوض میں کثیر رقم دینے پر تیار تھا، لیکن ڈاکٹر صاحب مرحوم نے قطعی انکار کر دیا اور اس کثیر رقم کی لالچ میں نہیں آئے۔

اس واقعہ کے متعلق اس حقیر ناچیز (عبدالجبیر) نے خود ڈاکٹر صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ ایسا واقعہ آپ کے ساتھ گذرا ہے؟ ڈاکٹر صاحب موصوف نے جواب دیا کہ ہاں واقعہ تو ہوا، مگر یہ واقعہ ہوا کیسے؟ میرا حال کیا پوچھتے ہو، صورت بہیں حالت ہمہ میں، اتنی بڑی رقم کا واپس کر دینا ان بزرگوں کی صحبت کا نتیجہ ہے، جنکی گود میں میری پرورش ہوئی ہے۔

شمس العلما مولوی محمد حسن مرحوم ذبیح

ولد مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ از بطن مسماۃ جمیلۃ النساء بنت مولوی الٰہی بخش مرحوم، آپ ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے ابتدائی کتابیں جناب مولوی اشرف علی صاحب سے پڑھیں بعد اس کے آپ نے جناب حکیم مولوی عبدالحمید صاحب سے فراغ حاصل کیا اور طب بھی انہیں سے پڑھی و سند حدیث کی اپنے ماموں جناب مولانا یحییٰ علیؒ سے لی، آپ نہایت ذکی ذہین، وعقیل ولبیب تھے۔ مسائل فقہی واصولی وحدیث نہایت عمدہ جانتے تھے، آپ کی عمر پانچ برس کی تھی، جب آپ اپنے والد ماجد جناب مولانا ولایت علیؒ کے ہمراہ دہلی آئے

تھے۔ اس وقت شاہ ظفر بہادر شاہ دہلی نے جناب مولانا ولایت علیؒ کی دعوت کی تھی۔ جس کا ذکر ان کی سوانح عمری میں گذر چکا ہے۔ بادشاہ نے اُس وقت مولوی محمد حسن مرحوم کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور پوچھا کہ تم کیا پڑھتے ہو، آپ نے جواب دیا کہ قرآن شریف بامعنی پڑھتا ہوں، بادشاہ کو نہایت تعجب ہوا کہ اتنا چھوٹا لڑکا قرآن شریف بامعنی پڑھتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کچھ سناؤ، اس وقت ہزارہا آدمی کا مجمع تھا، آپ نے فی البدیہہ بے خوف و رعب ایک رکوع سورہ بقر کا پڑھا اور اس کا ترجمہ نہایت عمدگی و شائستگی سے سنایا۔ بادشاہ کو نہایت تعجب ہوا، غرض آپ اپنے والد کے ہمراہ ملک سوات افغانستان کو گئے، عمر آپ کی آٹھ برس کی ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد اس جہاں دنیا کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئے، اس کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائی جناب مولوی عبداللہ مرحوم کی نگرانی میں تعلیم پائی اور ان کے ساتھ ہندوستان آئے اور اپنے چھوٹے چچا جناب مولانا فرحت حسینؒ کے زیر کفالت تعلیم پاتے رہے، بعد انتقال چھوٹے چچا کے زیر کفالت فقیر عبدالرحیم مؤلف اوراق ہذا کے تعلیم پائی ۱۲۸۱ھ میں جب مقدمہ بغاوت اس فقیر پر قائم کیا گیا و گرفتار ہو کر جیل خانہ بھیجا گیا اس وقت آپ کی عمر تخمیناً سترہ برس کی تھی، اس وقت تک یا تو آپ پڑھنے لکھنے میں مشغول رہتے تھے یا کھیل کود میں، جو تقاضائے عمر طفولیت ہے، اسوقت تک اس خاندان کا عروج جو سلطنت مغلیہ سے برابر چلا آتا تھا، ختم ہوا اور یہ خاندان بالکل تباہ ہو گیا۔ جائداد ضبط ہو گئی، مکانات توڑ دیئے گئے، اسباب چھین لئے گئے، گھر کے بزرگ اور والی وارث شور بھیج دیئے گئے۔ الغرض یہ فقیر عبدالرحیم جب گرفتار ہوا، میں نے کہا کہ اب میں جاتا ہوں، لو اب گھر بار کی تم خبرگیری کرو۔ یہ سن کر مولوی محمد حسن مرحوم کا رنگ ہی دوسرا ہو گیا۔ نطاق ہمت اور فکر کو چست باندھا، اور وہ وہ کارروائیاں کر دکھائیں جو پچاس کی عمر والے اور تجربہ کار شخصوں سے بھی ظہور میں آنا مشکل ہے۔ سترہ برس کی عمر اور ان جانفشانیوں کو دیکھئے مقدمہ کورٹ انبالہ پنجاب میں دائر تھا اور مدعا علیہم پٹنہ کے رہنے والے، پٹنہ کی ہائیکورٹ کلکتہ میں تھی، الغرض چند برسوں تک مرحوم مغفور نے اس مقدمہ کی پیروی میں اس طور پر گذرا کہ آج انبالہ میں ہیں تو کل پٹنہ میں اور پرسوں کلکتہ میں

اور ولایت سے، بیرسٹروں اور کونسلوں کو بلوانا اور مقدمہ بھی ایسا نازک اور خطرناک جس میں خود سرکار ساختہ اس کے خاندان کے کل چھوٹوں بڑوں کی خبرگیری کرنی جو بالکل بے خانماں ہو گئے تھے، وہ جن کے رہنے کی کوئی جگہ تک نہ تھی اور نہ کھانے کی کوئی چیز، ایسی حالت میں آپ نے نہایت ہوش و گوش سے کل کارروائی کی کہ بڑے بڑے دانشمند اور تجربہ کار لوگ ان باتوں کو سنکر حیران رہ جاتے ہیں، باوجود خبرگیری معاش و جمیع خاندان و خبرگیری مقدمہ و تکمیل تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ مطب وغیرہ آپ نے جناب حکیم مولوی عبدالمجید صاحب سے کی و فراغ حاصل کیا، کل امور خانہ داری و خبرگیری مقدمہ اس تدبر سے ایسی خوبی و ہوشیاری سے انجام دیئے کہ اس سے حیرت ہوتی ہے۔ اور باوجود کثرت مشاغل کے شغل درس و تدریس بھی جاری رکھا اور بطور خود کتب بینی بھی ہمیشہ کی اور تصانیف قاضی شوکانی و شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے آپ کو خاصتاً دلچسپی تھی اور علوم معقول میں آپ کو نہایت عمدہ دخل تھا، بڑی مشکل اور ادق سوال کا جواب فی الفور دیتے اور مسائل مختلف فیہ میں نہایت عمدہ قول فیصل فرماتے علم تاریخ اور سیر میں بھی آپ کو کمال مذاق تھا، علم ادب میں مہارت تام رکھتے تھے۔ ریاضی سے خاص دلچسپی تھی، الغرض جتنے علوم مشرقی مسلمانوں میں جاری ہیں، ان میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے، اگرچہ انگریزی زبان میں مہارت نہ تھی مگر علوم مغربی سے بھی بہت شوق تھا، جو کتابیں علوم مغربی کی اردو میں ترجمہ ہوگئی ہیں، ان کا مطالعہ کیا کرتے، جب آپ کو مقدمہ اور تحصیل علوم سے فرصت ہوئی، تمام مسلمانوں اور خاصتہً اپنے خاندان کی ترقی کی طرف متوجہ ہوئے اس وقت آپ کو دو مشکلوں سے سامنا پڑا، ایک تو گورنمنٹ کی بدظنی تمام مسلمانوں سے عموماً اور اس خاندان سے خصوصاً اور دوسرے اس باقی ماندہ لوگوں کے تمام فرقہ اہل حدیث کے متعصبانہ حالات۔ اس لئے مولوی صاحب مرحوم نے یکم مارچ ۱۸۹۱ء ایک اسکول محمڈن اینگلو عربک کے نام سے جس میں انگریزی، عربی اور دینیات دونوں کی تعلیم دی جائے، قائم کیا، تاکہ مسلمان علوم مغربیہ سے اپنے دماغوں کو روشن کریں اور ان کے متعصبانہ خیالات دفع ہوں اور علوم دینیہ سے اپنے مذہبی امور کی پابندی میں مستحکم رہیں جو ان کے لئے ایک ناگزیر اور ضروری چیز ہے اور مولوی صاحب مرحوم نے

جولائی ۱۸۸۳ء میں ایک اخبار پٹنہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ جاری کیا تاکہ گورنمنٹ کو اپنے اغراض سے آگاہ کیا کریں، اور اس کے مفید آرٹیکلوں سے لوگوں کے خیالات کی تہذیب و درستگی کریں، اسکول مذکور گورنمنٹ میں اس قدر مقبول ہوا کہ اس نے علاوہ میونسپلٹی کی امداد سو روپیہ ماہانہ کے اور سو روپیہ ماہواری سے مدد کی اور وہابی فنڈ سے پندرہ ہزار روپے دیئے ان پانچ ہزار تعمیر مکان کے لئے علٰحدہ رکھے، اور مسٹر اسپورٹ بیلی صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر بنگالہ ایک بار ۱۸۸۷ء میں اسکول کے لڑکوں کو اپنے ہاتھ سے انعام کتابیں تقسیم کیں، مولوی صاحب کا قصد تھا کہ اس اسکول کو ترقی دے کر کالج تک پہنچائیں اور اس کے متعلق ایک وسیع اور آسائش دار المقامہ بنوائیں، مگر افسوس کہ موت نے ان کی کل آرزؤں کو خاک میں ملا دیا، جی کی بات جی ہی میں رہی۔ دو ہفتہ تپ محرقہ و لرزہ میں مبتلا رہ کر تاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۰۷ھ مطابق دوسری نومبر ۱۸۸۹ء روز شنبہ کو راہگرائے ملک بقا ہوئے، ہزاروں آدمیوں نے جن میں بہت سے حضرات اہل تشیع بھی تھے مگر جنازہ کی نماز ادا کی، دو ہزار آدمی جن میں اکثر روسائے اہل سنت اور مذہب امامیہ پٹنہ و بانکی پور شامل تھے۔ جنازہ کے ساتھ صادق پور سے نوہبہ تک پیادہ پا ڈیڑھ میل کی مسافت طے کر کے گئے۔ ہمراہان جنازہ کی یہ کثرت تھی کہ اس مسافت کی نصف راہ اُن سے بھری ہوئی تھی، پٹنہ کے بوڑھے سے بوڑھے شخص کہتے ہیں کہ ہم نے شہر کے کسی رئیس یا عالم کے جنازے کے ساتھ خلقت کا یہ انبوہ کبھی نہیں دیکھا، گورنمنٹ نے ان کی خدمات کا قدر کر کے ان کے صلہ میں ۱۸۸۵ء میں آپ کو خطاب شمس العلماء مع خلعت کے عطا فرمایا اور علاوہ پبلک کاموں کے آپ نے اپنے خاص خاندان کو جس کے لوگ بالکل فقیر و محتاج ہو گئے تھے ایسی ترقی بخشی کہ اتنے دنوں میں ایک کارخانہ تجارت کا کلکتہ میں قائم کیا کہ جس کا سرمایہ تخمیناً پچاس ہزار روپیہ تھا اور دو لڑکوں کو ایک اپنے خلف اکبر محمود حسن اور دوسرے اپنے بھتیجے آیت اللہ کو لندن پڑھنے کے لئے بھیجا جس میں چالیس پچاس ہزار روپے سے کم خرچ نہیں ہوا ہوگا۔ آپ نے مولوی محمد یوسف جعفری اور مولوی محمد سبین کو تعلیم دلانے کی غرض سے گورنمنٹ سے انگلینڈ جانے کی منظوری دلائی تھی، اگر نویداجل نے

فرصت نہ دی۔ حلم اور خوش خلقی اُن میں اس درجہ کی تھی کہ بدی کا بدلہ بھی ہمیشہ نیکی سے دیتے
ترجمہ حدیث مرویہ بخاری، شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے اس شعر پر آپ کا پورا اعمال تھا۔ شعر

بدی را بدی سہل باشد جزا ۔۔۔ اگر مردی احسن الی من اسا

برادر پروری و غریب نوازی و صلہ رحمی میں تو خاص اُن کا حصہ تھا، آپ کے تمام اوقات عامہ مسلمانوں کی خیر خواہی میں صرف ہوتی۔ شہر میں مجالس درس قرآن و حدیث اور انجمن قائم کرنے کی ترغیب دی۔ خود وعظ بہت کم بیان فرماتے اور وہ بھی مختصر۔ اور اس کام کو آپ اپنا بہت بڑا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ اپنے خاندان کے سردار و سرپرست سمجھے جاتے تھے۔ آپ کے خاندان کے وہ لوگ جو آپ سے سن میں بڑے تھے۔ آپ کو اپنا بزرگ و سردار سمجھتے اور ان کی اطاعت بدل و جان کرتے۔ گویا یہ اپنے خاندان کی گاڑی کے انجن تھے۔ علاوہ خاندان والوں کے تمام چھوٹے بڑے شہر کے لوگ انہیں اپنا سچا دوست و خیر خواہ جانتے۔ گورنمنٹ مسلمانوں کے معاملات و امور اہم میں آپ سے مشورہ لیتی، آپ خاص و عام سے بکشادہ پیشانی ملتے۔ رؤسائے شہر اپنے اور مشکلوں کے حل کے لئے آپ کے پاس اکثر پہنچا کرتے، آپ دعا فرماتے۔ نماز عصر، مغرب، صبح میں آپ عوام کے لئے مسجد میں مخصوص اوقات تھے۔ عنفوان شباب میں شعر و شاعری کا بھی کچھ شوق ہوا تھا۔ تخلص ذبیح کرتے تھے۔ مگر اُسی زمانے سے سربراہ کاری مقدمات و خبر گیری اہل خاندان کا بار عظیم آپ کے سر پڑا کہ اس کی طرف توغل اور انہماک کا موقع ہی نہ ملا۔ آپ کی شادی مسماۃ سعیدہ بنت مولانا نزہت حسین صاحب قدس سرہٗ سے ہوئی۔ جو ہمشیرہ عینیہ مسود اس اوراق کی ہیں۔ آپ نے اسی ایک شادی پر اکتفا کی اور دوسری شادی نہیں کی۔ اُن سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ اول مسٹر محمود حسن ہیں، جن کی تاریخ ولادت جناب اخی مولوی احمد کبیر صاحب پھلواروی نے یہ فرمائی ہے۔ ع اولاد

چو محمد حسن سپہر علوم خواست حیرت کہ سال میلادش ہاتفش گفت از سر الطاف	یافت فرزند رشک شمس و سما شود از دل دعائیہ پیدا نیر اعظم ادب بادا ۱۲۸۰ھ

بہ بعد تحصیل علوم عربی و فارسی و انگریزی کے ولایت لندن گئے اور وہاں چار برس رہ کر بیرسٹری پاس کر کے آئے اور اب اس وقت سرکار کی طرف سے بعہدۂ سب جج مامور ہیں۔ فی الحال رخصت طویل پر ہیں۔ بعد ازاں پنشن لینے کا قصد ہے۔ آدمی نہایت خوش اخلاق نیک سیرت صاحب مروّت و حمیّت۔ اپنے والد کے فرزند رشید ہیں۔ اللہ ان کی عمر کو دراز کرے۔ اُن کی شادی اول ساتھ مسماۃ میمونہ بنت مولوی عبدالرؤف صاحب کے ہوئی۔ اُن کے انتقال کے بعد ان کی دوسری شادی سیوان میں ہوئی۔ وہ بھی لاولد رحلت کر گئیں۔ دوسرے حامد حسن جو اس وقت ہیں۔ تیسرے شاہد حسن چار پانچ برس کے ہو کر داخل خلد بریں ہوئے۔ چوتھی مسماۃ کبریٰ ڈمراؤں اسٹیٹ میں سب منیجر ہیں جن کی شادی سید عبدالحکیم ساکن سورج گڈھا ابن میر توصل حسین صاحب برادر حقیقی مولانا سید نذیر حسین صاحب مرحوم محدث دہلوی سے ہوئی تھی، مگر یہ لڑکی بعد شادی قریب دو برس کے زندہ رہ کر بتاریخ ۱۵ ارشعبان ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۸۹۹ء داخل جنت فردوس ہوئی۔ دوسری بیٹی مسماۃ صغریٰ جن کی شادی ساتھ محمد قاسم بن مولوی محمد اسحاق مرحوم بن مولوی محمد ذکی مرحوم بن شاہ ابوالحسن مرحوم ساکن محلہ نونہیہ سے ہوئی۔ لوگوں کے اصلاح حال اُن کے مشاغل اور تعلیم کے لئے غایت جہد فرمائی۔ پھر بغرض تعلیم انگریزی اسکول کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی صحبت میں مقناطیسی اثر تھا۔ کتب بینی کے ذریعہ زبان انگریزی میں بھی آپ نے معرفت حاصل کر لی تھی۔ نہایت کریم النفس تھے۔ اب میں اس دفتر کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ضمیمہ تذکرہ شمس العلما مولوی محمد حسن صاحب فصیح مرحوم ولد مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ

انگریزی حکومت ہندوستان میں مستحکم ہو چکی تھی۔ سرکاری زبان اور دفاتر کی زبان جو پہلے سے فارسی میں تھی۔ انگریزی حکومت نے اس کو بدل کر انگریزی زبان میں کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے بہت سے مسلمان بے روزگار ہو گئے تھے۔ اہل صادق پور کی جائداد و املاک کو حکومت نے مقدمہ چلا کر ضبط کر لیا تھا۔ مسلمان عموماً بظاہر بے رزق ہو چکے تھے اور اہل صادقپور

اپنی جائداد کی ضبطی کی وجہ سے ذرائع آمدنی سے محروم ہو چکے تھے۔ ان خیالات و حالات نے مولانا محمد حسن صاحب مرحوم کو انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ کیا اور اسی کے پیش نظر انہوں نے محمڈن انگلو عربک اسکول قائم کیا اور اسکول کے نصاب کے ساتھ مذہبی تعلیم کا بھی بندوبست کیا۔ مذہبی تعلیم دینے کے لئے خاص طور پر اساتذہ مقرر کئے تھے۔ اس کا ذکر اصل تذکرہ میں آ چکا ہے کہ آپ نے کلکتہ میں چمڑے کی آڑھت کھولی، پٹنہ میں محمڈن اسکول کی بنیاد ڈالی اور پریس خرید کر انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام سے ایک اخبار جاری کیا۔ اپنے خاندان کے لوگوں میں سے اور دیگر ملاقاتیوں میں سے جن کو جس لائق سمجھا اس میں جگہ دیا، کچھ لوگوں کو آڑھت کے کام میں لگایا اور کچھ کو اسکول میں [illegible] بعض کو اخبار کے کام میں اور بعض لوگوں کو دوکانداری و تجارت میں لگایا اور ان کے کام کرنے میں مدد دیتے رہے۔ جو لوگ فن طب سے واقف تھے ان کو ترغیب دے کر چھوٹے چھوٹے پیمانے پر دواخانہ کھلوایا اور دواخانوں کے چلانے میں بھی مدد دیتے رہے۔ خاندان کے چھوٹوں کی تربیت کی طرف بہت ہی خیال رکھتے [illegible] ڈپٹ کرنے کی تو ان کو عادت نہ تھی لیکن سمجھا بجھا کر ان کی چال چلن کو درست کر دیتے تھے اور چھوٹے چھوٹے لوگ ان کا کہنا مانتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جس کے راوی جناب مولانا سید کفایت حسین صاحب مرحوم و مغفور مدرس اول مدرسہ اصلاح المسلمین پٹنہ ہیں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ سلطان گنج میں [illegible] ے چھوٹے تامی رہتے تھے۔ اس خاندان میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ وہاں کے تمام کاروبار [illegible] اور وثائق انہی کے ہاتھ میں رہتے تھے۔ مرحوم کے انتقال کے بعد تمام کاغذات اور وثائق مرحوم کے پسماندگان کو مل گئے۔ صرف ایک وثیقہ کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم سے اس وثیقہ کے نہیں ملنے کا حال لوگوں نے بیان کیا تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ کل میں آپ کے یہاں آؤں گا۔ چنانچہ اپنے وعدہ کے مطابق دوسرے روز ان کے مکان پر پہنچے اور فرمایا کہ مرحوم کی قبر کے پاس مجھ کو لے چلو۔ لوگوں کے ساتھ قبرستان پہنچے۔ لوگوں نے مرحوم کی قبر بتلائی کہ یہی ہے۔ مولانا موصوف قبر کے پاس سر جھکا کر تھوڑی دیر بیٹھے اور

اس کے بعد فرمایا کہ آپ کے مکان کے فلاں جانب کا جو کمرہ ہے، اس کمرے کے فلاں جانب کے محراب پر دہ وثیقہ رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ لوگ گھر آئے۔ مولانا بھی ان کے گھر گئے۔ مولانا کی نشاندہی کے مطابق محراب پر دہ وثیقہ پایا گیا۔

(۲) ایم، اے، او کالج علی گڑھ کے پرنسپل مسٹر بک صاحب پٹنہ آئے اور مولانا محمد حسن صاحب مرحوم کے مکان میں بطور مہمان قیام کیا، ان کے ساتھ ڈاکٹر آیت اللہ صاحب اور مولوی محمد موسیٰ صاحب بھی (جو اس وقت اس کالج کے طالب العلم تھے) مہمانداری کے فرائض کو انجام دینے کے لیے آئے۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحب زادہ مولوی حامد صاحب مرحوم کی عمر اس وقت تقریباً ۹، ۱۰ سال کی ہوگی۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے مولوی حامد صاحب کو زنانہ مکان میں رکھا اور عورتوں سے تاکید کر دیا کہ یہ باہر نہ آنے پائیں۔ ایک روز شام کے وقت مسٹر بک صاحب ڈاکٹر آیت اللہ صاحب اور مولوی محمد موسیٰ صاحب کمرہ سے باہر میدان میں چہل قدمی کر رہے تھے، کہ مولوی حامد صاحب مرحوم عورتوں کی نظر بچا کر زنانہ مکان کے دروازہ سے نکل کر اس جگہ پہنچ گئے، جہاں یہ لوگ ٹہل رہے تھے اور آئے بھی تو اس حالت میں کہ لکڑی کے گھوڑے پر سوار اور ہاتھ میں لکڑی کا کوڑا، کمر میں رسی کا کمربند اور اسی کمربند سے ایک لکڑی تلوار کی جگہ لٹکی ہوئی تھی۔ مسٹر بک صاحب کے سامنے جب یہ آگئے تو مسٹر بک صاحب نے پوچھا کہ یہ کن کے صاحب زادہ ہیں، ان کو بتلایا گیا کہ یہ مولانا محمد حسن صاحب کے چھوٹے صاحب زادہ ہیں۔ مسٹر بک صاحب نے آگے بڑھ کر ان کو گود میں اٹھا لیا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرا گھوڑا ہے۔ ہاتھ کی لکڑی کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا ہے، جواب دیا کہ یہ میرا کوڑا ہے۔ کمر کی رسی کے متعلق بولے کہ کمربند ہے۔ کمربند سے جو لکڑی لٹک رہی تھی اس کے متعلق سوال کیا کہ یہ کیا ہے تو جواب دیا کہ یہ میری تلوار ہے۔ مسٹر بک صاحب نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں جواب دیا کہ دانا پور۔ مسٹر بک صاحب نے کہا کہ دانا پور کس لئے جا رہے ہیں، جواب دیا کہ جہاد کرنے کے لئے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ مجھ کو گود سے اتار دیجئے۔ آپ کی آنکھیں عجیب طرح کی ہیں مسٹر بک صاحب نے

ان کو گود سے اُتار دیا اور ہنس کر بولے کہ جہاد کا مضمون لڑکوں کے دل و دماغ میں بھی ہے۔

(۳) مولانا محمد حسن صاحب مرحوم کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم پٹنہ تشریف لائے۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادہ مسٹر محمود الحسن صاحب بیرسٹر نے مولانا آروی مرحوم کی دعوت کی دسترخوان پر ہر قسم کے کھانے پلاؤ، زردہ، قورمی، قلیہ، قورمہ وغیرہ سب چیزیں موجود تھیں۔ مولانا آروی مرحوم نے جب کھانا تناول فرمانا شروع کیا تو فرمانے لگے کہ مولانا محمد حسن صاحب کے وقت میں اسی مکان میں ایک مرتبہ کچھ رات گئے میرا اتفاقیہ آنا ہو گیا تھا، گھر کے سب لوگ کھانا کھا چکے تھے جو چاول (بھات) بچ گیا وہ پانی میں ڈال دیا گیا تھا۔ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم مجھ سے ملاقات کے بعد زنانہ مکان میں چلے گئے اور پانی دیئے ہوئے چاول (بھات) کو چھان کر دال ترکاری لے کر باہر آئے اور فرمایا کہ اس وقت یہی حاضر ہے، میں نے اس کو کھایا لیکن جو مزہ اس پانی دیئے ہوئے بھات دال ترکاری میں تھا وہ مزہ آپ کے اس پلاؤ قورمہ وغیرہ میں نہیں ہے۔ یہ فرما کر مولانا آروی مرحوم آبدیدہ ہو گئے۔

(۴) مولانا محمد حسن صاحب مرحوم اپنے ذاتی آرام کے لئے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے۔ موصوف اگر شام کو کسی جگہ چلے جاتے اور نو دس بجے رات کو واپس آتے تو اپنے کھانے کے نکلوانے کے لئے نہ اپنی اہلیہ کو اور نہ کسی دائی کو اُٹھاتے، بلکہ ان کے فرمان کے مطابق ان کا کھانا ایک چھوٹے سے نعمت خانہ میں رکھ دیا جاتا اور نعمت خانہ کے اوپر صراحی میں پانی اور گلاس رکھ دیا جاتا۔ وہ جب باہر سے آتے تو اپنا کھانا خود نکال کر کھا لیتے اور خالی برتن نعمت خانہ میں رکھ کر بند کر دیتے اور اپنے بستر پر تشریف لے جاتے، لیکن کسی کو اُٹھاتے نہیں۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہ والحقہ باباۂ الصالحین۔

تاریخ انتقال از نتیجۂ فکر مولوی محمد حبیب صاحب قیس مدرس مدرسۃ المسلمین پٹنہ

ملا خاک میں آخرش جسم خاکی
جو آیا تھا روتا چلا جان کھوتا
گئے جب عدم کو حبیب خدا تک
محمد حسن عالم باعمل تھے
مفسر محدث محقق مدقق
ادق مسئلوں کو تھے حل کرتے دم میں
کہاں اتنی طاقت زبان قلم میں
حدیث اور قرآں پہ اُن کا عمل تھا
رفاہِ خلائق سے تھا کام ان کو
بھلا دوسروں کا کسی طرح سے ہو
بدی کا بھی بدلہ تھے نیکی سے دیتے
کسی کی نہ غیبت کبھی آپ کرتے
تصنع تورع سے تھے دُور رہتے
بہت درد تھا ان کو اسلامیوں کا
زر و وقت و آرام دعوت و ہمت
یہ پٹنہ گزٹ جس کو تم پڑھ رہے ہو
ہے ام اے اسکول جو آج قائم
ہے مشکل بہت دوسروں کو ملے پھر
بہت حوصلے دل میں مرحوم کے تھے
یہ غم کیسا آج اہل پٹنہ پہ گذرا
نہ کی قدر اُن کی وہ زندہ تھے جبتک

رہی اب ہے عبرت جو تھی ابتدا کی
یہ دعوت عداوت ہوئی اس سرا کی
تو اُمید کیا پھر کسی کی بقا کی
لکھوں کیا میں تعریف اس پارسا کی
مسائل میں تحقیق تھی انتہا کی
انہوں نے طبیعت تھی پائی بلا کی
لکھے مدح جو اُن کے ذہن رسا کی
نہ پروا تھی ہرگز انہیں ماسوا کی
ہزاروں کی لاکھوں کی حاجت روا کی
یہی اُن کی تھی فکر صبح و مسا کی
تھی خو اُن کی احسن اِلیٰ من اسا کی
شکایت اگر کی تو بس بد ملا کی
نہ مطلق تھی بو ان میں رو دریا کی
سدا ان کی حالت پہ رہتے تھے باکی
غرض قوم پر اپنی سب کچھ فدا کی
نشانی ہے اُس مخلص باصفا کی
اسی کی ہے ذات اصل تھی اس بنا کی
انہوں نے جو راہِ ترقی تھی تا کی
مگر زندگی نے نہ اُن سے وفا کی
کہ جس کے سبب ہر کہ و مہ ہے باکی
بہت ہم نے افسوس اس میں خطا کی

رسولِ کریم نے فرما دیا ہے	سلام اُن پہ ہو اور رحمت خدا کی
کہ چالیس مومن نے مل کر کے جس پر	نمازِ جنازہ پڑھی اور دعا کی
تو سمجھو کہ لاریب بخشا گیا وہ	سدا اُس پہ نازل ہو رحمت خدا کی
ہزاروں نے مل کر محمد حسن پر	نمازِ جنازہ بخوبی ادا کی
بقولِ نبی ان پہ رحمت ہو نازل	خدایا اجابت ہو میری دعا کی
تھی بیماری معمولی تپ اور لرزہ	کسی کو نہ مطلق تھا خوفِ بلا کی
یہ تدبر سے تھا نہ کوئی بھی غافل	کسی نے دعا کی کسی نے دوا کی
[illegible]	نہ چلتی ہے پھر کچھ دوا اور دعا کی
ہوا حادثہ سخت اسلام میں یہ	مگر قلیں یوں ہی تھی مرضی خدا کی
ہمیشہ تو راضی رہ اس کی رضا پر	مشیّت سے اُس کی کبھی ہو نہ شاکی
ہوئی فکر تاریخ رحلت جو مجھ کو	تو علیے نے سرِ تخریریں سے ندا کی
ہوا حادثہ ہائے کیسا یہ مشکل	جناب محمد حسن نے قضا کی

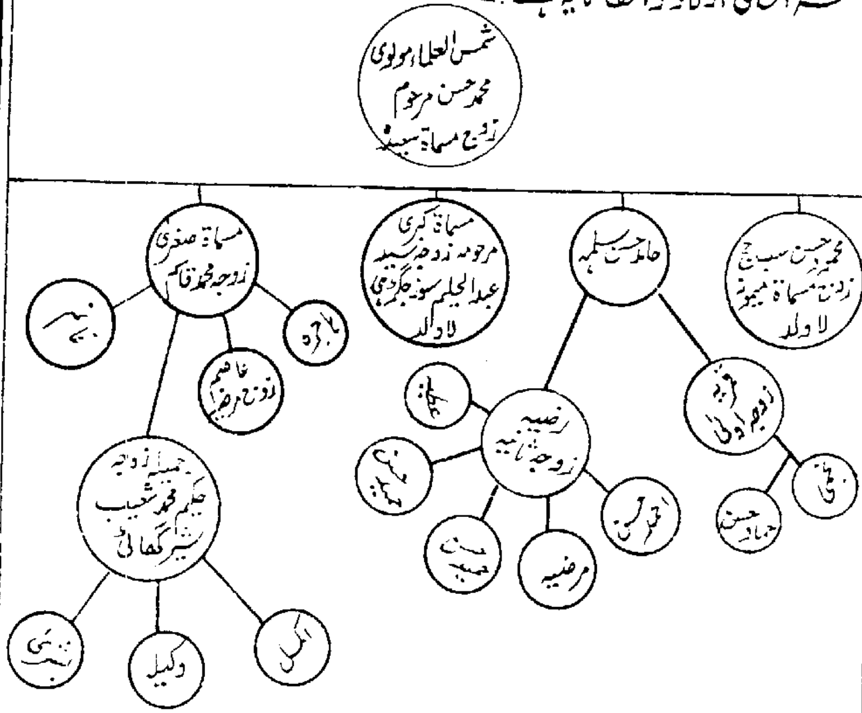
۱۸۸۹ء

ریختۂ کلکِ گوہر سلک جناب مولوی سیّد زین العابدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ محمڈن اینگلو عربک سکول پٹنہ

قد مات من له من صحابه عویل	وهو الذی هدا هم متجر جلیل
شمس العلے مجید بدر الدجی مجید	بحر العطا مفید بل ماله عدیل
لهفی علے جلیل ما ان له مثیل	قد کان لی خلیل حزینت له نحول
قلبی به کسیر و بفوته حسیر	عیش الدنی عسیر اذ فات من جمیل
قد ناد باصوات مصرع حول فوت	اها لفات حبر متهجد نبیل

۱۳۰۷

نقشہ اُن کی اولاد و احفاد کا یہ ہے :۔

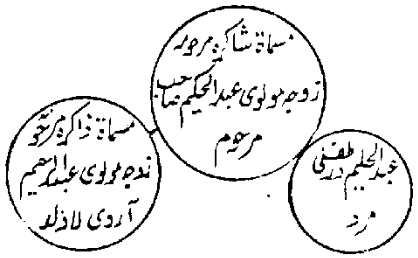


لہ وبتاریخ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ عقد ثانی محمود حسن مذکرہ کا با مسماۃ عائشہ صبیہ جناب حکیم محمد احسن صاحب ساکن سیوان سے ہوا مگر انہوں نے بھی دو تین برس کے بعد لاولد انتقال کیا ۱۲

مسماۃ شاکرہ مرحومہ

بنت مولانا ولایت علی قدس سرۂ زوجہ مولوی حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم یہ لڑکی نہایت پاکیزہ صفت صاحب خلق عظیم ذی مروّت عفیفہ حلیمہ سلیمہ تھی۔ اپنے پدر بزرگوار کی خو بو اس کے اندر پوری تھی۔ نہایت نیک بخت، دیندار۔ مگر افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی، عین عنفوان جوانی اکیس بائیس برس کی عمر میں اس دار رنج و محن کو چھوڑ کر داخل فردوس بریں ہوئی۔ اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا والحقھا بابائہ الصالحین - آپ غایت انشا پسند عورت تھیں۔ جناب میں خشیۃ اللہ کا مضمون از بس تھا۔ ایک مرتبہ جناب کے

زیورات کا بکس چوری ہو گیا۔ سارقہ گھر کی ایک دائی تھی۔ اس نے اس بکس کو اپنے بیٹے کے حوالہ کیا تھا۔ مگر بلطائف الحیل سے قریب قریب کل زیورات وصول ہو گئے۔ اس لئے فتنے کے سانحہ آپ نے کل زیورات داخل بیت المال کیا۔ ان کے صرف دو اولاد ہوئی۔ ایک عبدالحلیم جو ڈھائی برس کا ہو کر گذر گیا اور ایک مسماۃ ذاکرہ مرحومہ کہ جس کی شادی ساتھ مولوی عبدالرحیم آروی بن ناظر زکی الدین مرحوم کے ہوئی ہے۔ نقشہ اسکا یہ ہے

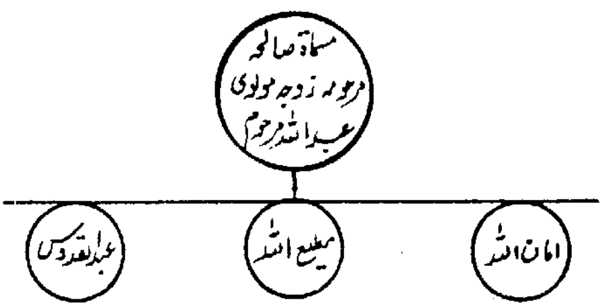


مسماۃ صالحہ مرحومہ

بنت مولانا محمد حسین قدس سرہٗ از محل اولیٰ مسماۃ محمودہ مرحومہ زوجہ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم بن مولانا ولایت علی قدس سرہٗ آپ کی پیدائش غالباً ۱۲۷۴ھ سنہ ہجری میں ہوئی آپ اپنے خاندان کی عورتوں میں نہایت ذی عقل و فہم و فراست صاحب مروت و سخاوت و علم و تقویٰ اور مدبرہ تھیں اور فن سپہ گری میں بھی خوب ماہر تھیں۔ گھوڑے کی سواری نہایت عمدہ جانتی تھیں، بندوق لگانا تلوار چلانا بھی بخوبی آپ کو معلوم تھا۔ آپ نے اس ملک افغانستان میں رہ کر یہ باتیں سیکھی تھیں۔ آپ کی شادی بارہ برس کی عمر میں ہوئی۔ اس وقت سے آپ برابر ہر سفر میں اپنے زوج مولوی عبداللہ صاحب کے ساتھ رہیں۔ گویا تمام عمر آپ کی سفر ہی میں طے ہوئی۔ آپ کے اوصاف حمیدہ و شمائل ستودہ بہت کچھ ہیں، مختصراً عرض کیا۔ آپ کی اولاد تخمیناً دس بارہ ہوئیں اور سب حالت طفلی ہی میں فوت ہو گئیں کہ جس کی مسودہ الاتفاق ہذا کو بسبب ان کے سفر میں رہنے کی اطلاع نہ ہوئی، مگر تین لڑکے جوان ہوئے، ان کی شادی و بیاہ بھی ہو گیا، ان کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں۔ امان اللہ مرحوم جو پٹنہ میں پیدا ہوئے اور آپ ان کو لے کر مع اپنے زوج مولوی عبداللہ صاحب کے ہمراہ جناب مولانا

ولایت علی قدس سرہٗ کے ملک افغانستان کو گئیں اور تخمیناً سات برس وہاں رہیں اور وہیں پسر دومی مطیع اللہ پیدا ہوئے۔ ان کو دو برس کی عمر کا لے کر ہمراہ اپنے زوج کے بعد وفات مولانا ولایت علی قدس سرہٗ کے پھر یہاں پٹنہ تشریف لائیں۔ اور یہاں چند برس رہ کے بمعیت اپنے زوج کے ان دونوں لڑکوں کو لے کر ملک سوات افغانستان کو گئیں۔ اور وہاں پسر سومی عبدالقدوس پیدا ہوئے۔ ان کے بعد آپ اس نفس عنصری کو چھوڑ کر داخل علیین ہوئیں۔ اس سے زیادہ تفصیلی حالات مجھ کو معلوم نہیں۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا والحقھا مع المھاجرات اللاتی ھاجرن مع نبیک محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔

نقشہ اُن کی اولاد کا یہ ہے :۔



جناب مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بن جناب مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ از بطن محل اولیٰ مسماۃ محمودہ غفر اللہ لہا۔ یہ فقیر بتاریخ چودھویں شعبان ۱۲۵۱ھ از پردہ کتم لباس ہستی پہن کر وجود میں آیا اور چار برس کی عمر میں اوّل جناب مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم مغفور ساکن بہار سے، جو کہ از خلفائے عظام بڑے حضرت قدس سرہٗ کے تھے، پڑھنے کو بٹھایا گیا اور قرآن متین بتمامہ ان سے ختم کیا۔ جب وہ بمعیت بڑے حضرت سفر افغانستان کو روانہ ہوئے۔ تب جناب مولوی محمد اظہر صاحب ساکن سورج گڈھ سے سبق رجوع کیا۔ چنانچہ قرآن کا ترجمہ بتمامہ اور بلوغ المرام اور بعض رسائل فارسی کے اُن سے پڑھے۔ جب وہ بھی بیمار ہو کر راہی وطن خود

ہوئے۔ تب مولوی میزان الرحمٰن صاحب ساکن ڈھاکہ جو شاگرد جناب مولوی زین العابدین صاحب حیدرآبادی کے تھے ان سے تیسیر الوصول من حدیث الرسول الی جامع الاصول من اولہ الی آخرہ پڑھی۔ جب وہ بھی راہگرائے وطن مالوف خود ہوئے تب تھوڑے عرصہ تک خود حضرت والد ماجد غفر اللہ لہ سے سبق ہوا۔ اس طور پر کہ بعد نماز ظہر آپ اپنے کمرے میں درس دیتے۔ صدہا آدمی اس میں جمع ہوتے۔ تفسیر جلالین اور مشکوٰۃ شریف کو میں پڑھتا۔ اور آپ اُس کی تفسیر و شرح نہایت تفصیل سے بیان فرماتے۔ دوسرے لوگ صرف سماعت سے فائدہ اُٹھاتے۔ مگر بہت افسوس کہ یہ مشغلہ بہت تھوڑے دن رہا۔ آپ کے آشوب چشم و ضعف دماغ و دیگر عوارض کے ہجوم کی وجہ سے یہ درس موقوف ہو گیا اور چند عرصے تک لہو و لعب میں میں نے اپنی عمر عزیز کو بیکار صرف کیا۔ اسی مابین ۱۲۷۰ھ میں جناب حضرت والدہ ماجدہ مسماۃ محمودہ مرحومہ نے رحلت فرمائی۔ اس وقت عمر میری تخمیناً اٹھارہ برس کی ہوگی۔ بعد اس کے ایک بزرگ کی نصیحت سے خواب غفلت سے میں چونکا اور بیدار ہوا، تب جناب اخی حکیم مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم سے سبق رجوع کیا۔ صرف و نحو اور فارسی ان سے پڑھتا رہا۔ جب ہدایت النحو و فصول اکبری تک پہنچا، تب جناب ممدوح بشوق تحصیل و تکمیل علوم روانہ لکھنؤ ہوئے، تب میں نے جناب والد ماجد غفر اللہ لہ سے باصرار تمام عرض کر کے اپنا سبق جناب حضرت مولانا احمد اللہ و جناب حکیم ارادت حسین صاحب غفر اللہ لہما سے رجوع کیا۔ جس کا ذکر اوپر تحریر پا چکا ہے۔

اسی مابین میں فقیر کی شادی ساتھ مسماۃ جمیلۃ النساء بنت حضرت شاہ حبیب الحسنین مرحوم ساکن موضع دیورہ پرگنہ اردل ضلع گیا سے ہوئی، جس کا نسب نامہ حسب تفصیل ذیل ہے۔ عمر میری اس وقت اکیس برس کی تھی۔ مسماۃ جمیلۃ النساء بنت شاہ حبیب الحسنین بن شاہ غلام غوث بن شاہ غلام اشرف بن شاہ امام الدین بن شاہ تاج الدین بن شاہ نصر اللہ بن شاہ عبدالحمید بن حضرت مولانا شاہ بازمحمد دیوروی ثم بھاگلپوری، پورا نسب نامہ آپ کا فصل پنجم میں آوے گا، وہاں دیکھنا چاہیے۔ بعد ڈھائی برس کے جب جناب مولانا فیاض علی صاحب غفر اللہ لہ ملک افغانستان سے تشریف واپس لائے۔ اسوقت

حسب الارشاد جناب مولانا احمد اللہ غفر اللہ لہٗ کے ان سے سبق کیلئے رجوع ہوا۔ یہ فقیر وجناب مولوی اشرف علی صاحب مرحوم و مولوی محمد یقین صاحب مرحوم ایک ساتھ سامع وقاری ہوکر پڑھتے۔ مختصر المعانی و نور الانوار آپ ہی سے پڑھا۔ مگر چونکہ آپ کو تجرد و گوشہ نشینی بہت پسند تھی۔ ذکر اللہ و دعا روغیرہ میں بیشتر آپ اپنی عمر عزیز کو صرف کرنا چاہتے تھے۔ لہذا جبکہ جناب حضرت اخی و استاذی حکیم مولوی عبد الحمید صاحب مرحوم لکھنؤ سے تشریف واپس لائے، پھر سبق آپ سے رجوع ہوا۔ کچھ عرصے تک پڑھتا رہا۔ مگر جبکہ جناب حضرت والد ماجد مرحوم غفر اللہ لہٗ کا سنہ ۱۲۷۷ھ ہجری میں انتقال ہوگیا اور جناب حضرت اخینا الاعظم مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم بھی اپنے گھر کو خیر باد کہہ کر مع اہل وعیال روانہ ملک افغانستان ہوگئے۔ اس وقت تمام گھر کا بوجھ اور خبرگیری معاش ومقدمات وغیرہ اس فقیر کے سر پر پڑا۔ ناچار شغل درس وتدریس کو چھوڑنا پڑا۔ اسی اثنا میں بتاریخ ۲۸ رمضان سنہ ۱۲۷۷ھ ہجری میں نور چشمی مسماۃ رحمت زوجہ حکیم مولوی عبد الحکیم صاحب مرحوم پیدا ہوئیں اس کے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام کلثوم رکھا گیا، وہ پانچ چھ مہینے کی ہوکر گزر گئی۔ بعد اس کے مسماۃ زینب مرحومہ اہلیہ عزیزی ڈاکٹر آیت اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ تاریخ ۲۳ رجب سنہ ۱۲۷۸ھ ہجری پیدا ہوئیں (اور بتاریخ ۱۰ شوال سنہ ۱۳۱۲ھ ہجری بعمر ۳۴ سال وفات پائی) اور تخمیناً دو برس کی ہوگی اور نور چشم پارہ فوادی عبد الفتاح مدعمرہ فی طاعتہ فالق الاصباح شکم مادر میں تھے، کہ یہ فقیر بجرم اعانت باغیان سرکار بتاریخ چودہویں شعبان سنہ ۱۲۸۰ھ ہجری اپنے مکان صادق پور سے گرفتار ہوکر جیل پٹنہ میں بھیجا گیا۔ جس کا ذکر کچھ اوپر سوانح عمری میں جناب حضرت مولانا یحییٰ علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گذر گیا ہے۔ ادھر بتاریخ ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۰ھ ہجری عبد الفتاح مدعمرہ فی طاعتہ اللہ پیدا ہوئے۔ نام تاریخی محمد غمیر الحق ہے۔ الغرض پٹنہ سے بتاریخ ستائیسویں رمضان شریف سنہ ۱۲۸۰ھ ۱۲۸۱ مع دوسرے چند شخصوں کے انبالہ روانہ کیا گیا۔ وہاں قریب ڈیڑھ دو برس کے قیام رہا جسکے تفصیلی حالات اوپر گذر چکے ہیں اور کیفیت مقدمہ ومصائب وآلام وہاں کے بیان ہو چکے ہیں، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں سے روانہ زندان لاہور ہوا۔ وہاں بھی تخمیناً ایک

برس آٹھ مہینے قیام رہا۔ علاوہ مصائب جیل کے ضیق تنفس کی بھی نہایت زور و شور کے ساتھ ان دونوں مجلسوں میں گلوگیر رہا۔ اس پر طرہ یہ کہ سپرنٹنڈنٹ و ڈاکٹر جیل لاہور ایک نہایت سخت متعصب آدمی تھا۔ شب و روز ہماری تکلیف دہی کی فکر میں رہتا۔ اور میں ان ابیات کو حسب حال اپنے پڑھتا ؎

قصد ظالم بسوئے کشتن ماست		دل مظلوم ما بسوئے خداست	
او دریں فکر تا بما چہ کند		من دریں فکر تا خدا چہ کند	

اے حضرات ناظرین میں وہاں کی تکالیف و مصائب کو کیا بیان کروں۔ ایک تو وہ مقام بذاتہ مخزن آلام ہے، دوسرے خاص عناد و عداوت حکام بالادست اس باب میں زبان و خامہ اشہب تیز گام محض قاصر ہے۔ بہرکیف لاہور سے روانہ ہو کر بسواری ریل ملتان پہنچا دیا گیا۔ وہاں تخمیناً ایک ماہ قیام رہا۔ اس عرصے میں ضیق تنفس کا کچھ زور کم رہا اور حاکم بھی رحم دل تھا۔ مگر وقت روانگی وہاں کے تنفس نے پھر شدت پکڑی۔ ڈاکٹر صاحب کا خدا بھلا کرے کہ جب انہوں نے ملاحظہ فرمایا فی الفور حکم دیا کہ طوق اور بیڑی وغیرہ جو قریب ایک من کے مجموعہ بوجھ تھا، اُتار اور کاٹ دیا جائے۔ چنانچہ صرف ایک کڑا آہنی پاؤں میں ڈال دیا گیا کہ قیدی کی علامت باقی رہے۔ پھر ملتان سے بسواری جہاز دخانی سندھ کے دریا ہو کر بعرصہ ایک ہفتہ شہر روڑی پہنچا۔ یہ شہر لب دریا ہے اور اُس کی دوسری جانب سکھر کا شہر ہے اور بیچ دریا میں بطور جزیرہ کے بھکر کا قلعہ ہے۔ وہاں ایک شبانہ روز جہاز ٹھہرا رہا۔ وہاں سے چل کر ایک ہفتہ میں کوٹری کو پہنچا۔ یہ نہایت آباد شہر لب دریائے سندھ واقع ہے۔ وہاں جہاز سے اُتر کر بسواری ریل کراچی بندر کو پہنچایا گیا۔ یہ جیل تمام جیلوں سے آرام کا ہے۔ وہاں بھی تخمیناً ایک مہینہ مقیم رہا۔ وہاں سے بسواری مرکب دخانی براہ سمندر بمبئی بھیجا گیا اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر بمقام تھانہ (جو ایک شہر کا نام ہے بفاصلہ بارہ کوس بمبئی سے۔ وہاں ایک قلعہ ہے مرہٹوں کا بنایا ہوا نہایت مستحکم، جو اب جیل کا کام دیتا ہے۔ اور تمام احاطہ بمبئی و پنجاب کے قیدی دائم الحبس اور بڑی بڑی میعاد والے اس جیل میں بھیج دیئے جاتے ہیں) میں آپہنچا اور تخمیناً نو دس مہینے وہاں رہا۔

یہ زندان تمام قید خانوں سے جن کا ذکر اُوپر گذرا سخت تر نظر آیا۔ اس کے اہل کا رشداد غلاظ کے پُورے مصداق پائے گئے۔ ان قید خانوں کی کیفیت مفصل منشی محمد جعفر صاحب نے تواریخ عجیب میں لکھی ہے۔ شائقین وہاں دیکھ لیں۔ یہ رسالہ چونکہ اس کا موضوع نہیں ہے۔ لہذا عنان قلم کو اُدھر سے پھیر کر اصل مطلب بیان کرتا ہوں۔ میں جب تک وہاں رہا ضیق النفس سے بالکل رہائی رہی۔ تین برس کامل ابتدائے قید سے یہاں کے پہنچنے تک شب و روز نہایت سخت تنفس میں مبتلا رہا تھا۔ علاوہ شدائد قید کے یہ ایک تکلیف ایسی سخت جانگداز تھی۔ کہ اعاذنا اللہ منہا۔ پس اس جیل میں آکر جو مجھ کو رستگاری ضیق تنفس سے ہوئی تو باوجود وہاں کے شدائد و تکلیف کے بہت راحت و آرام حاصل ہوا۔ الغرض نو دس مہینے کے بعد وہاں سے ۸ قیدیوں کا چالان بمبئی کو روانہ کیا گیا میں بھی اس میں روانہ ہوا اور وہاں سے بسواری جہاز بادبانی بحراست بحری دستہ حربیہ روانہ پورٹ بلیر انڈمان ہوا۔ یہ راستہ اکثر جہاز بیس یا بائیس ۲۲ دنوں میں طے کرلیا کرتا ہے۔ مگر جب میرا جہاز سیلون کے سمندر میں پہنچا۔ نہایت سخت طوفان کا سامنا ہوا۔ جملہ قیدی جہاز کے نیچے تونک میں ایک کٹھگھرہ بناکر مانند تجرہ شیر کے تھا۔ نہایت بے رحمی کے ساتھ بند کردیئے گئے۔ ہر ایک کو دوران سر و دست و قے جاری تھا۔ یہ غلاظت اور پاخانہ و پیشاب مل کر ایک تالاب کی سی کیفیت اُس تونک کی ہوگئی تھی، اس میں شب و روز رہنا پڑتا تھا۔ میں اپنی نماز پنجوقتی اس نجس حالت میں بلا وضو و تیمم کسی طور پر ادا کرلیتا تھا۔ اسی حالت میں تھا کہ تائید غیبی متوجہ حال اس خستہ حال کے ہوئی، وہ یہ کہ ایک خلاصی جہاز کا سخت بیمار ہوا، کہ جینے مرنے کا مہمان سمجھا گیا۔ ایسی حالت میں کپتان جہاز نے شیخ قاسم جمعدار پلٹن کو جو ہم لوگوں کے محافظ تھے بلاکر کہا کہ دوائیں انگریزی میرے پاس موجود ہیں، مگر میں ڈاکٹر نہیں کہ جو اس کا استعمال کراسکوں۔ پس اگر تمہارے پاس کوئی ڈاکٹر ہو تو لے آؤ، کہ اس مریض کا علاج کرے۔ چونکہ ان کی پلٹن میں کوئی ڈاکٹر نہ تھا اور مجھ کو اکثر اوقات زبانی تلاوت قرآن و اشعار حافظ وغیرہ پڑھتے سُنا تھا، لہذا مجھ کو خواندہ شخص سمجھ کر وہ میرے پاس آئے اور کیفیت بیان کی۔ اوّل تو میں نے کچھ عذر کیا کہ میں حکیم اور ڈاکٹر نہیں ہوں کہ علاج کروں

اور خاصکر ادویہ انگریزی کو تو بالکل جانتا ہی نہیں، لیکن ان کے اصرار پر اس کو لطیفہ غیبی سمجھ کر متوکلاً علی اللہ قبول کر لیا۔ انہوں نے فی الفور اس کو ٹھڑی کا تالا کھول کر اس میں سے مجھ کو نکال کر کپتان کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا، اس وقت مجھ کو یہ شعر شیخ سعدی کا حسب حال اپنے یاد آ گیا۔ شعر

الا لا تحزن آخ البلیہ — وللرحمن الطاف خفیہ

کپتان نے پوچھا کہ تم ڈاکٹر ہو قبل اس کے کہ میں کچھ بولوں جمعدار صاحب نے جواب دیا کہ صاحب بہت اچھا ڈاکٹر ہے، کپتان فی الفور مجھ کو مریض کے پاس لے گیا میں نے جو دیکھا تو وہ غشی کی حالت میں تھا پیٹ نہایت پھولا مشک کی سی کیفیت اور منہ سے کف جاری، پیشاب پاخانہ بند۔ آخری حالت اس کی نظر آئی، مگر نبض میں انتظام پایا۔ توکل علی اللہ میں نے کپتان سے پوچھا کہ دوائیں کہاں ہیں۔ وہ مجھ کو اپنے کمرے میں لے گیا اور ایک الماری کھول دی، اس میں دواؤں کی شیشیاں بکثرت موجود تھیں اور سب پر چٹ لگی ہوئی تھی میں انگریزی جانتا نہیں۔ ناچار ہر ایک شیشی کو کھول کر دیکھنا شروع کیا بہت جلد مجھ کو ایک شیشی روغن بیدانجیر کی مل گئی اور اس کے بعد ایک شیشی روغن بادیان اور روغن نودنج کی بھی مل گئی میں ان تینوں دواؤں کو لے کر مریض کے پاس آیا، چونکہ اس کا دانت بالکل بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے کپتان سے کہا وہ فی الفور ایک آلہ آہنی لے آیا اور منہ اس کا کھولا۔ میں نے ایک تولہ روغن بیدانجیر میں دو تین قطرہ روغن بادیان و پپرمنٹ ڈال کر مریض کے منہ میں چھوڑ دیا اور اوپر سے تھوڑا گرم پانی دیدیا کہ دوا نرم ہو جائے تھوڑے عرصے کے بعد اس کو ایک دست نہایت عفن اور کثیر المقدار آیا کہ جس سے مریض کا نفخ شکم کم ہوا اور آنکھیں کھول دیں اور افاقہ شروع ہو گیا۔ بمشاہدہ اس حال کے کپتان نہایت خوش ہوا۔ جمعدار شیخ قاسم صاحب نے سفارش کی کہ یہ قیدی اس کٹھکھرہ سے نکال کر باہر رکھا جائے جمعدار صاحب کے کمرے کے پاس، کپتان نے منظور کیا۔ میں اس وقت سے وہیں رہنے لگا۔ کھانا بھی مطبخ جمعدار سے ملنے لگا۔ تمام دن رات پلٹن کے سپاہی گھیرے رہتے، میں قرآن پڑھ کر ان کو سنایا کرتا۔ شدت طوفان سے یہ حالت ہوئی کہ جہاز راستے

سے ہلاک ہو گیا، ہر ایک کو زندگی سے مایوسی ہوئی۔ کپتان نے بھی مایوس ہو کر آخر تدبیر یہ کی کہ مستول وغیرہ کاٹ کر گرا دیا اور جہاز کو تختہ بند کر کے مانند پیپے اور صندوق کے سمندر میں چھوڑ دیا کہ جدھر چاہے جائے۔ سترہ دن یہ کیفیت رہی کہ خلاصیوں کو بھی ہوش نہ رہا۔ کھانے پینے کا کس کو ہوش تھا۔ بعد اس کے کہ جب طوفان کم ہوا تو تنگ کا تختہ اوپر کا کھولا گیا۔ جہاز مرمت کیا گیا۔ راستہ پر لایا گیا۔ پانی میٹھا اور چاول دال وغیرہ قریب اختتام پہنچ چکا تھا۔ ایک ہفتہ کی دیر اگر اور ہوتی تو سب لوگ گرسنہ و تشنہ ہلاک ہو جاتے۔ الغرض وہ بائیس تئیس دن کا راستہ ایک مہینے اکیس دن میں طے کر کے پورٹ بلیر انڈمان میں پہنچا۔ جناب مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ قیدیوں کی خبر آمد سن کر وہاں گھاٹ پر موجود تھے۔ قیدی لوگ بذریعہ کشتی کے جب جہاز سے اُتارے جانے لگے، آپ نے ان سے مل کر میرا حال پوچھا۔ اتنے میں میں بھی ایک کشتی میں وہاں پہنچ گیا۔ آپ نے بآواز بلند پکارا اس کشتی میں مولوی عبدالرحیم جی ہیں۔ میں نے لبیک کہی، اور فی الفور کشتی سے کود کر آپ کے بغلگیر ہو گیا۔ یہ پورے چار برس کے بعد جو آپ سے ملاقات حاصل ہوئی، اس کی کیفیت تحریر کے لائق نہیں۔ آپ کو اس حالت میں دیکھنے کا غم اور شرف ملاقات کی خوشی کچھ عجب دو رنگی کیفیت تھی۔ ایسی تضاد کیفیت کو بیان کرنا کچھ ابو دلامہ کے سے قلم فرسا کا کام ہے ۔

عینای واحدۃ تری مسرورۃ	بامیرھا جزلی واخری تذرف
تبکی وتضحک تارۃ ولیسوءھا	ما انکرت ویسرھا ما تعرف

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں کہ جو ان کی تصویر کھینچ کر ہدیۂ ناظرین کر سکوں۔ بعد اُس کے جناب جناب مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ و سید تا میاں عبدالغفار صاحب و دیگر رفقا بھی آتے گئے اور ملتے گئے۔ منشی محمد جعفر صاحب اُس وقت ایک دوسرے ٹاپو میں سرکار کی طرف سے مامور تھے۔ اُن سے اس وقت ملاقات نہ ہوئی، دو چار روز میں وہ بھی ہماری خبر سُن کر آئے اور ملاقات ہوئی۔ دو روز تک میں داخل ہسپتال رہا۔ کیونکہ بسبب تکان راہ کے بیمار ہو گیا تھا۔ جب وہ جہاز جس پر ہم لوگ آئے تھے وہاں سے روانہ ہو گیا، اور منجملہ قیدی کالے

ہمراہی ڈویژنوں میں منتشر طور پر بھرتی ہو گئے۔ میں بھی ڈویژن نمبر ۲ میں بھرتی ہو گیا، مگر جناب منشی سید اکبر زماں صاحب ہیڈ منشی چیف کمشنر بہادر و جناب حافظ مولوی جمال احمد صاحب کورٹ منشی ڈپٹی کمشنر بہادر نے میرا بستر جمعدار سے کہہ کر اٹھوا لیا اور جناب حافظ صاحب موصوف کے مکان میں جو صرف چند قدم کے فاصلہ پر مکان سکونتی مولانا احمد اللہ و مولانا یحییٰ علی علیہ الرحمۃ والغفران سے تھا، کر دیا۔ میں روزانہ علی الصباح اپنے ڈویژن میں چلا آتا اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ پریڈ پر کھڑا ہو جاتا۔ جمعدار اس ڈویژن کا ہندو تھا۔ مگر ہم پر مہربانی کر کے کسی آسان کام میں دے دیا کرتا۔ اسی طرح پر دو مہینے گذرے تھے کہ ایک جگہ محرری کی گھاٹ پر خالی ہوئی۔ جناب چیف کمشنر صاحب نے حسب معمول وقانون وہاں کے حکم دیدیا کہ جتنے قیدی پڑھے لکھے ہیں اور وہ ہنوز مشقت میں ہیں کسی تحریری کام میں نہیں ہیں، ان کی فہرست بنا کر دو۔ چنانچہ جب ہیڈ منشی صاحب نے ایک فہرست ایسے لوگوں کی تیار کی کہ جس میں چودہ آدمی کے نام تھے۔ نمبر وار، چونکہ میں از بسکہ نو وارد تھا، لہٰذا میرا نام سب کے آخر میں اس فہرست کے درج کیا گیا۔ صاحب بہادر نے حکم دیا کہ یہ چودہ آدمی واسطے ملاحظہ کے بلائے جائیں۔ چنانچہ اس کا پروانہ ہر ڈویژن کے جمعدار کے پاس بھیجا گیا، کہ وہ جمعدار اس قیدی کو لے کر فلاں وقت ہمارے بنگلہ پر حاضر ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سب قیدی نمبر وار کھڑے کر دیئے گئے، یعنی جو قیدی کہ اول اس جزیرہ میں پہنچا تھا، اس کا نمبر اول تھا اور اس کے بعد آیا تھا۔ اس کا اس کے بعد علیٰ ہذا سب کے اخیر میں تھا۔ ہیڈ منشی صاحب فہرست لے کر کھڑے ہو گئے اور صاحب بہادر نے ایک سرے سے ملاحظہ شروع کیا۔ اس فہرست میں ہر ایک کا نام و نمبر و ولدیت و سکونت اصلی و مقدمہ و تاریخ فیصل مقدمہ و جرم و تاریخ وصول انڈمان وغیرہ درج تھا۔ صاحب بہادر ہر شخص کے پاس آ کر کھڑے ہوتے اور ہیڈ منشی کل کیفیت مندرجہ فہرست پڑھ کر سنا دیتا اور بڑے بڑے عملے ہیڈ کلارک و جمعدار وغیرہ ساکت کھڑے تھے، کسی کی مجال نہ تھی کہ ایک حرف بھی سفارش کا کسی کی نسبت کر سکے۔ ایسی حالت میں جملہ چودہ آدمی اپنا اپنا دھیان اس قادر مطلق و فعال برحق کی طرف لگائے ہوئے کھڑے تھے، کہ

پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ چونکہ معمول تھا کہ پرانے نمبر کا آدمی مقرر کیا جاتا تھا۔ لہذا میں مایوسی کی حالت میں سب کے اخیر میں کھڑا تھا کہ صاحب بہادر ہر ایک کو ملاحظہ کرتے ہوئے میرے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور ہیڈ منشی کو اشارہ منظوری کا کیا۔ منشی صاحب نے فی الفور منظوری کا لفظ ہمارے نام کے محاذی اُس فہرست میں لکھ کر پیش کیا۔ صاحب نے اُسی جگہ کھڑے دستخط کیا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں منشی ہو گیا۔ چھ روپیہ ماہواری مقرر ہو گیا۔ منشیوں کا لباس پہننے لگا اور گھاٹ پر محرری کا کام کرنے لگا ساڑھے تین سو قیدی اس ڈویژن میں بھرتی تھے اور ایک جمعدار جس کو وہاں کی اصطلاح میں ڈویژن کہتے تھے اور ایک سب ڈویژن کہتے تھے اور ایک سب ڈویژن اور دو محرر مقرر تھے۔ اُس گھاٹ پر ہمیشہ دو محرر مقرر رہتے تھے۔ یہ دونوں باری باری وہاں کام کرتے، یعنی ایک ضرور حاضر رہتا۔ ایک آتا، تب دوسرا اپنے حوائج ضروری کو جاتا۔ کپتان ڈارونٹ صاحب ہاربر ماسٹر ہمارے افسر تھے۔ نہایت رحم دل اور نیک مزاج آدمی تھے۔ میرے ساتھی سید انشاء اللہ صاحب ساکن باندہ جو ایک نہایت عمر رسیدہ آدمی بمقدمہ بغاوت وہاں گئے تھے۔ ہم اور وہ دونوں آپس میں محبت و اتفاق کے ساتھ رہنے لگے۔ کام یہ تھا کہ جتنی کشتیاں روز باہر سے آویں یا اُس ٹاپو سے باہر کو جاویں سب کی تلاشی لینا کہ کوئی شے ناجائز یا کوئی قیدی بلا حصول پاس آمد و رفت نہ کرے اور ہر ایک کشتی کی آمد و رفت کا وقت و تعداد و مسافر و اسباب وغیرہ درج کتاب ہو اور سرکاری پروانجات و خطوط وغیرہ بھی دوسرے ٹاپوؤں کو روانہ کیے جاتے اور جو دوسرے ٹاپو سے آتے وہ ہر ایک صاحب کے بنگلے پر بھیج دیے جاتے، اسی طرح تین برس کامل میں اس گھاٹ پر محرر رہا۔ چونکہ میں اُس وقت جوان تھا اور میرے ساتھی سید انشاء اللہ صاحب بوڑھے تھے۔ لہذا جب کبھی دوسرے ٹاپوؤں کی کمان ہوتی۔ یعنی دوسرے ٹاپوؤں میں جاکر کام کرنا پڑتا تو میں ہی جاتا۔ القصہ تین برس میں اسی کام میں رہا۔ پھر وہاں سے کمسریٹ ڈپارٹمنٹ میں تبدیل کر دیا گیا۔ ایک برس وہاں کام کیا۔ پھر سٹلمنٹ ڈیپارٹمنٹ میں تبدیل ہوا۔ اور ماتحت مسٹر کرامس صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے

کام کرتا رہا اور نیز کچھ شغل تجارت بشراکت ایک فری دوکان دار کے کرتا رہا۔ چنانچہ جب میں ہڈو ڈاپو کو تبدیل ہوا جس کا ذکر آئندہ آوے گا۔ اس وقت اس کاروبار کو اٹھا کر قریب چار سو روپیہ کے جو بطور نفع کے بچا تھا مع صندوق کتاب وغیرہ ایک دوست دوکاندار کے پاس رکھ دیا۔ اسی اثناء میں شیر علی خان حجام افغانی وحشیانہ حرکت یہ کی لارڈ میو صاحب کو مار ڈالا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور حکام پورٹ بلیر جملہ قیدیوں کی طرف سے بدظن ہو گئے۔ خصوصاً مسلمانوں کی طرف سے۔ کیونکہ وہ قاتل بھی تو مسلمان ہی تھا۔ لہذا جملہ قیدی عہدہ دار مسلمان جو اس مدر ڈاپو اس آئیلینڈ میں مقیم تھی مفصل کے ٹاپوؤں میں تبدیل کر دیئے گئے اور وہاں سے ہندو بلا کر اس جگہ معمور کئے گئے۔ چنانچہ فقیر بھی ہڈو میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں تبدیل کر دیا گیا۔ وہاں ماتحت مسٹر جارڈن صاحب اپاتھی کیری کے مقرر ہوا۔ صاحب موصوف ازبسکہ غصہ ور اور تند مزاج مشہور و معروف تھے۔ جو محرر یا جمعدار ان کے ماتحت مقرر کیا جاتا۔ اس کو وہ خود بھی خوب مارپیٹ کرتے اور کورٹ میں بھیج کر سزا دلا کر جیل بھجوا دیا کرتے اور سخت کلامی اور گالی گلوچ تو ایک ادنی بات تھی۔ لہذا مجھ کو اور میرے تمام احباب کو اس تبدیلی کا ازبسکہ رنج والم ہوا۔ لیکن کرتا کیا تھا مجبوراً جانا پڑا۔ جب میں وہاں پہنچا۔ کام اس ہسپتال کا اور کتابیں رجسٹر اور رپورٹ وغیرہ وہاں کی نہایت ابتر پائیں۔ کیونکہ کوئی محرر ایک مہینہ بھی مستقل طور پر وہاں کام کرنے نہیں پایا تھا کہ سزایاب ہو جاتا تھا۔ میں نے متوکلاً علی اللہ نہایت خوف کی حالت میں آپاتھی کیری صاحب سے کہا کہ صاحب یہاں کے دفتر کی حالت نہایت ابتر ہے۔ نہ مرضی کا کوئی رجسٹر مرتب ہے اور نہ رپورٹ کی کوئی کتاب ہے۔ میں اس کام کے کرنے سے مجبور ہوں۔ جب تک کہ مجھ کو کتابیں نہ ملیں اور دو مہینے کی مہلت ملے تاکہ میں ساری کتابوں کو مرتب کروں، چنانچہ صاحب ممدوح نے منظور کیا اور فی الفور چھ عدد کتابیں سادی کمسریٹ سے انڈنٹ کر کے منگا دیں۔ ہڈو ہسپتال، جملہ ہسپتال ہائے، پورٹ بلیر سے بڑا تھا۔ وہاں چھ قسم کے ہسپتال تھے۔ دو مردوں کے واسطے۔ اور ایک عورتوں کے واسطے۔ ان تینوں میں ہر قسم کے مریض داخل ہوتے اور دو پاگلوں کے ہسپتال تھے۔ ایک نیم پاگل کے واسطے اور ایک پورے پاگل

کے واسطے اور ایک جذامی اور کوڑھیوں کے واسطے یہ کام ایسا سخت تھا کہ ایک آدمی اس کو ہرگز نہیں کر سکتا اور اس پر طرہ یہ کہ حاکم مافوق ایسا تند مزاج کہ ایک بات اس سے دریافت کرنا متعسر بلکہ محال اور میں ایک نیا آدمی کہ کچھ بھی ان کاموں سے واقف نہیں۔ بہرحال اللہ پر توکل کر کے میں نے کتابوں کو درست کرنا شروع کر دیا اور جتنی کتابیں انگریزی میں دہاں تھیں ہر ایک کا ہیڈنگ یعنی سرنامہ انگریزی رائٹر سے دریافت کر کے اپنی کتابوں کو اسکے موافق درست کر ڈالا۔ ایک مہینے میں ساری کتابیں مرتب کر کے دوسرے مہینے کے شروع میں اپاتھی کیری صاحب کو ہر ہر سوال کا جواب دینا شروع کر دیا، اور جو کچھ وہ دریافت کرتے وہ میں بنا دیتا اور خود اول رپورٹ تیار کر کے اس کا ترجمہ اپاتھی کیری صاحب کو کرا دیتا، تب تو صاحب موصوف نہایت خوش ہوئے اور فی الجملہ عنایت کرنے لگے۔ اور دوسرے مہینے میں تو میں نے اپاتھی کیری صاحب کو ایسی آسانی دی کہ ان کو کوئی رپورٹ وحساب مہینے کے اختتام پر خود نہ بنانا پڑا، بلکہ میں نے اول تیار کر لیا اور ان کو صرف ترجمہ اس کا کرا دیا۔ جب انہوں نے اس حساب کو صحیح اور موافق انگریزی کے پایا تو زیادہ تر خوش ہوئے۔ اسی درمیان میں خانساماں نے اپاتھی کیری صاحب کو دیکھا کہ اُن کے بدن پر تمام دنیا کے داغ سیاہ بکثرت موجود ہیں۔ اس خانساماں نے صاحب سے ذکر کیا کہ آپ کے منشی کے پاس اس کی دوا نہایت عمدہ موجود ہے جس سے بہت لوگ شفا پا چکے ہیں۔ اپاتھی کیری صاحب چونکہ عرصہ دراز سے اس مرض تکلیف دہ میں مبتلا تھے اور بہت کچھ ڈاکٹری دوا کر چکے تھے، لہذا جب وہ ہسپتال میں آئے۔ مجھ سے دریافت کیا اور اپنا بدن کھول کر دکھلا دیا۔ اس گورے بدن پر بیسیوں داغ سیاہ ابھرے ہوئے نظر آئے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ تھوڑا لبان منگوا دیجئے تو میں ایک ہی دن میں اس کی دوا تیار کئے دیتا ہوں۔ صاحب نے فی الفور دو پونڈ لبان کا آرڈر کمسریٹ کو بھیجا۔ وہاں سے دو روز میں وہ لبان پہنچا۔ میں نے گلی ہانڈی میں بطور تیل بھپکا کے ایک شیشی میں کھینچ کر صاحب کو دیا۔ دو چار ہی روز کے لگانے میں بہت کچھ فائدہ اس کا معلوم ہوا۔ نہایت خوش ہوئے اور ہسپتال میں جب آئے، مجھ سے ذکر کیا۔ میں نے کہا کہ جب تک اس جگہ کا مزا دفات

ہو کر اصلی رنگ نہ پیدا کرے، آپ برابر لگاتے چلے جائیے۔ چنانچہ بمنہ وکرمہٖ تعالیٰ عرصہ ہفتہ عشرہ میں وہ بالکل صاف ہو گیا، تب تو از حد خوشی ہوئی اور ڈاکٹر ریڈ صاحب جنرل ڈاکٹر جو ہفتہ میں ایک بار واسطے ملاحظہ ہسپتال کے تشریف لایا کرتے تھے۔ اُن سے ذکر کیا اور اپنا بدن کھول کر دکھلایا۔ اور ساری کیفیت اس کی بیان کی اور کہا کہ اس ہسپتال میں بہت لوگ اس عارضہ میں مبتلا ہیں۔ اگر آپ حکم دیں۔ اس دوا کا استعمال ان لوگوں کو کرایا جائے۔ جنرل ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ بغیر منظوری گورنمنٹ کوئی دوا ہسپتال میں نہیں لائی جا سکتی اور منظوری گورنمنٹ کے واسطے ضرور ہے کہ لکھا جائے۔ کہ یہ دوا کیونکر اور کہاں سے ہاتھ لگی۔ اس وقت مجھ کو اپنی رپورٹ میں لکھنا پڑیگا۔ کہ یہ دوا ایک ہندوستانی قیدی سے مجھ کو معلوم ہوئی اور یہ نہایت شرم کی بات ہے کہ ہندوستانی قیدی کا نام اشتہارات ولایت میں چھپے اور ملکہ کے حضور تک پہنچے۔ لہٰذا میں اسکو اس ہسپتال میں استعمال کرانے کا حکم نہیں دیسکتا۔ اپاتھی کیری صاحب ساکت ہو گئے اور تخمیناً دو برس میں اُنکے ماتحت اس ہسپتال میں نہایت راحت و آرام کے ساتھ کام کرتا رہا۔ بعد اُسکے جب صاحب کی بدلی مدراس کو ہوئی، روغن لُبان اُتارنے کی ترکیب صاحب نے مجھ سے سیکھ لی، اور دو سیر لُبان منگوا کر اس کا روغن مجھ سے اُتروا کر اپنے ہمراہ ایک بوتل میں لے لیا اور ایک سارٹیفکیٹ نیک چلنی کی دی۔ اور جنرل ڈاکٹر صاحب سے زبانی بھی بہت کچھ سفارش کی۔ بعد اُس کے ان کی جگہ پر نلب صاحب اپاتھی کیری آئے۔ وہ نہایت خوش اخلاق و نرم مزاج آدمی تھے۔ ہم سب لوگوں کو ان کے آنے کی خوشی ہوئی۔ لیکن کچھ عجب قدرت خدا کی، اُن کے آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد برخلاف توقع و اُمید اُن سے تکلیف پہنچی۔ اور انہوں نے ہماری شکایتیں جنرل ڈاکٹر صاحب سے کر دیں، مگر چونکہ ڈاکٹر صاحب ممدوح ہمارے حال سے واقف تھے، انہوں نے اس پر کچھ کان نہ رکھا۔ جب زیادہ تر نلب صاحب کو میں نے اپنے سے برہم پایا۔ ڈاکٹر صاحب سے عرض کر کے میں چاتھم ہسپتال کو تبدیل ہو گیا۔ وہاں ایک برس رہا۔ چونکہ حسب قانون مجریہ پورٹ بلیر میں اب دوکانداری کا پیشہ کرنے کا مستحق ہو گیا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ اس سرکاری ملازمت میں جناب حضرت

ترک ملازمت

مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ کی خدمت سے محروم رہتا ہوں اور وہ نہایت کمزور و ضعیف ہو گئے ہیں اور محتاج بخدمت۔ بہتر یہ ہو کہ میں لیسنس پیشہ وری کا لے لوں، اور مولانا کو بھی اپنے ہمراہ کر لوں۔ تا ہم دونوں ایک جا رہ کر اپنا غم غلط کریں۔ اور میں مولانا کی خدمت گذاری سے بھی شرف حاصل کروں۔ اور وہ چار سو روپیہ جو بوقت تبدیلی راس آئیلینڈ سے ہندو کو ایک دوکاندار کے پاس رکھ دیا تھا۔ اسی روپیہ سے دوکان کر لوں گا۔ چنانچہ میں نے درخواست حصول لیسنس پیشہ وری بحضور ڈسٹرکٹ افسر کے کر دی۔ بعد بہت گفت وشنود کے عرصہ دراز میں وہ درخواست منظور ہوئی۔ اور میں ہسپتال کے کام سے مستعفی ہو کر موضع ابرا ڈین کو تبدیل ہو گیا، کیونکہ وہ جنوبی ضلع کا صدر تھا۔ اور وہاں پولیس اور پلٹن بکثرت موجود تھے۔ جب میں چاتھم سے چلا، اس وقت

تجارت

صرف تیس روپیہ میرے پاس موجود تھا۔ جب ابرا ڈین پہنچا، اس وقت ایک مکان سرکاری جو عین موقع دوکانداری پر تھا۔ نیلام ہو رہا تھا۔ میں نے فی الفور اس کو اسی تیس۲۰ روپیہ میں خرید لیا۔ اب بجز چند آنوں کے میرے پاس اور کچھ نہ رہا۔ خیر میں نے اس مکان کو خرید کر اس میں اپنا اسباب وغیرہ رکھ کر دوسرے روز راس آئیلینڈ کو گیا اور چاہا کہ اپنے رکھے ہوئے روپیہ کو لے کر اسباب دوکانداری اور نیز خورد و نوش کے واسطے چاول دال لے آؤں۔ جب وہاں گیا اور اپنے دوست سے ملاقات کی، اُس کا حال نہایت ابتر و مفلس پایا۔ معلوم ہوا کہ اس کا مکان دوکان و کل اسباب جل کر خاک و خاکستر ہو گیا۔ اب اُس کے پاس کیا تھا جو ایک کوڑی بھی ملے۔ اُس وقت کی کیفیت غم و اندوہ کی ایسی نہیں جو احاطۂ تحریر میں آئے۔ کیونکہ کل دارو مدار ہمارے کام کا اسی روپیہ پر تھا۔ اُسی کے بھروسے پر یہ لیسنس حاصل کیا تھا۔ اب اگر پھر رجعت قہقری کروں اور سرکار سے اُسی عہدہ قدیم کے ملنے کی درخواست کروں تو ہرگز قرین اجابت نہ ہو گی، بلکہ سزایاب ہونے کا خوف ہے۔ کیونکہ وہ جیل خانہ ہے، وہاں ہر کام اپنے اختیار سے کرنا متصور محال۔ الغرض میں نہایت متفکر غم و اندوہ سے بھرا ہوا ایک دوسرے دوکاندار کی دوکان پر جو وہ بھی ہمارے دوستوں میں سے تھے، جا بیٹھا۔ وہ نہایت خوش ہوئے اور آنے کا سبب پوچھا۔

میں نے اپنے لیسنس لینے کا حال اور ایراڈین میں دوکان خریدنے کا حال ان سے بیان کیا۔ مگر روپیہ کی بربادی کا حال ان پر ظاہر نہ کیا۔ انہوں نے باصرار تمام مجھ سے کہا کہ آپ کو جس قدر اسباب کی ضرورت ہو، مجھ سے لیجئے۔ چونکہ میرے پاس روپیہ نہ تھا، اس بات کو ٹال دیا لیکن جب اُن کا اصرار حد سے زیادہ ہوا تو کہنا پڑا۔ جب انہوں نے روپیہ تلف ہونے کا حال سُنا، بہت افسوس کیا اور پہلے سے زیادہ اصرار مال لینے پر شروع کیا، بلکہ بلا درخواست ہماری تخمیناً پانسو روپیہ کا اسباب جو وہاں کی دوکانداری کے واسطے ضروری ہوتا ہے۔ کپڑا اور ظروف، برنجی و مسی وغیرہ علیحدہ کرکے اور اس کی فہرست تیار کرکے ایک مزدور بلا کر میرے ہمراہ کر دیا۔ میں نے اس کو اپنے ہمراہ لاکر دوکان میں رکھ دیا اور بیچنا شروع کر دیا اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بعض احباب جو ملازم سرکاری تھے۔ اور وہ بارک میں رہا کرتے تھے۔ وہ کچھ روپیہ ہمارے پاس امانتاً رکھنے کو لائے۔ میں نے انکار کیا کہ میرا گھر ٹٹی کا ہے مبادا کوئی چور آکر صندوق توڑ کر لے جاوے تو میں اس کے تاوان کا متحمل نہیں ہو سکتا ہوں۔ جب اُنہوں نے بہت کچھ اصرار شروع کیا، میں نے کہا کہ ایک شرط پر لے سکتا ہوں کہ اس روپئے سے میں اپنا کاروبار دوکانداری کروں، اور جب آپ کو اپنا روپیہ جزءاً یا کلاً واپس لینا ہو تو پندرہ دن قبل مجھ کو مطلع کیجئے میں روپیہ بہم پہنچا کر آپ کو دیدوں گا چنانچہ انہوں نے اس شرط کو منظور کیا۔ میں نے روپیہ لے کر کلکتہ جہاز پر روانہ کر دیا۔

فروغ اور کشادگی

وہاں سے مال منگا کر بیچنا شروع کیا۔ پھر تو اسی طور پر اور بہت سے لوگ روپیہ لاتے گئے۔ اور بہ شرط مذکورہ بالا پر روپیہ لیتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ دس بارہ ہزار روپیہ میرے پاس جمع ہو گیا۔ میں نے پٹنہ سے مولوی محمد یقین صاحب کو بلا کر کلکتہ میں اپنا ایجنٹ مقرر کیا۔ اور اُن کا فی صدی پانچ روپیہ کمیشن مقرر کرکے مال منگانا شروع کیا۔ اب تو بعون اللہ وقدرتہٖ میرا ہاتھ خوب کشادہ ہو گیا، اور قریب سو روپیہ ماہواری کے خالص منافع ملنے لگا اور دوسرے دوکانداروں کو بھی جو کلکتہ سے مال منگایا کرتے تھے۔ مولوی محمد یقین صاحب مرحوم کی طرف رجوع کرا دیا، اور اس روپیہ کا ضامن میں خود ہوا۔ پھر تو مولوی صاحب مرحوم کو بھی تخمیناً سو روپیہ ماہواری ملنے لگا۔

پس اے حضرات ناظرین اس جگہ ایک بات لائق غور و فکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب میں راس آئیلینڈ سے پڈو کو تبدیل ہوا۔ باعث تندمزاجی مسٹر چاڈن صاحب اپالٹی کیری وہاں کے میں اپنی جان پر نہایت خائف و ترساں تھا۔ اور اپنی اس تبدیلی سے نہایت ناخوش و تنگدل حتیٰ کہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا۔ اس وقت رب رحیم و کریم نے اس حاکم کو مہربان بنا دیا۔ اور پھر جب ان کی تبدیلی ہوئی اور قلب صاحب اپالٹی کیری آئے جو نہایت خوش خلق اور نیک مزاج تھے اور میں ان کے آنے سے نہایت خوش تھا۔ اس وقت اس مصرف القلوب نے ان کے دل کو ہماری طرف سے پھیر دیا۔ اور ہم نے تکلیف اٹھائی۔ اسی طور سے میں نے باعتماد اُس چارسو روپیہ کے جو پس انداز تھے۔ سرکاری ملازمت چھوڑ کر دوکانداری اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان روپیہ کو تلف کرا دیا۔ پھر جب میں نہایت پریشان غم و ہم کے گرداب میں مبتلا ہوا۔ اس قادر مطلق نے محض اپنے فضل عمیم سے دستگیری کی، اور ہزار ہا روپیہ بلا منت و احسان احدی جمع کرا دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار لعلکم تتقون۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ہرگز ہرگز اسباب و سامان ظاہری پر تکیہ اور بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔ اور ہر وقت و ہر آن اُس فعال مطلق پر توکل کرنا چاہیئے اور اس سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے۔ اس کے اسباب ظاہری کو منقطع کر دیتا ہے۔ تا اُس کے دل کو علاقہ مع اللہ و توکل علی اللہ پیدا ہو، اور جس سے خداوند کریم ناراض ہوتا ہے، اس کو اسی سامان ظاہری میں ڈھیل دے کر غافل کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ کہنے لگتا ہے۔ انما اوتیتہ علٰے علم۔ نعوذ باللہ منہا۔ الغرض میں نے سات برس یہ دوکانداری کی اور بہت کچھ چاہا کہ مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے پاس لا کر رکھوں، لیکن تقدیر ایزدی نے محروم رکھا۔ جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اسی درمیان میں میں نے سرکار میں درخواست دی واسطے حصول اجازت بلانے اپنے فرزند عبدالفتاح کے۔ چنانچہ وہ درخواست منظور ہوئی اور عبدالفتاح کو میں نے بلا لیا اور تخمیناً پندرہ سولہ مہینے وہ وہاں رہے۔ اس درمیان میں میں برابر ان کے پڑھانے لکھانے میں سعی بلیغ و کوشش بلیغ کرتا رہا۔ اور

اور دوکانداری کا فن بھی بتایا گیا۔ مگر افسوس کہ وہاں کی آب و ہوا اس کے مزاج کے موافق نہ ہوئی اور وہ سخت بیمار ہو گیا۔ وجع المفاصل و ورم طحال وغیرہ میں مبتلا ہو گیا ہر چند علاج ڈاکٹری وہاں کرتا رہا، مگر جب کچھ فائدہ نہ دیکھا، ناچار ارادہ ہوا کہ اس کو مکان کو واپس کر دوں۔ اس وقت خیال ناقص میں اس ظلوم و جہول کے یہ بات گذری کہ مجھ پر مقدمہ کا ثبوت بہت کم ہے، اور نیز جان لارنس صاحب گورنر جنرل کے پاس ہم لوگوں کی درخواست اپیل گذر رہی تھی، اس پر انہوں نے حکم دوام حبس کو منسوخ کر کے تاصدور حکم ثانی قید و عبور دریائے شور کا حکم دیا تھا۔ لہذا خیال میں یہ بات گذری کہ اس وقت لارڈ رپن صاحب گورنر جنرل ہیں جو نہایت رحم دل اور نیک مزاج مشہور ہیں۔ اور ہم لوگوں کی قید کو بھی قریب انیس برس کے گذر گیا۔ اس صدور حکم ثانی کا وقت بھی پہنچ گیا ہے۔ اگر اس وقت میں کوئی تحریک رہائی کی جائے تو غالباً مفید پڑے گی اور گوہر مراد ہاتھ میں آوے گا۔ چنانچہ منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری جو ہمارے ساتھ قید ہوئے تھے، انہوں نے ایک مسودہ عرضی کا تیار کیا اور وہ مسودہ عبد الفتاح کے ساتھ کر کے پٹنہ کو روانہ کر دیا۔ عبد الفتاح نے پٹنہ پہنچ کر مسودہ برادرم عزیزی شمس العلماء مولوی محمد حسن مرحوم و مغفور کو دیا۔ انہوں نے اس مسودہ کو ہماری اہلیہ کی طرف سے بصلاح چند وکلاء مرتب و مکمل کر کے اور چھپوا کر بحضور لارڈ رپن صاحب وائسرائے و گورنر جنرل ہند بذریعہ ڈاک بھیج دیا۔ گورنر جنرل بہادر نے اس عرضی کے پہنچنے پر کل کاغذات متعلق اس مقدمے کے ضلع سے طلب کر کے خوب چھان بین اس مقدمہ کی کی۔ اوّل بڑے بڑے افسر مثل لفٹنٹ گورنر پنجاب و بنگال و ممالک مغربی و شمالی و کمشنر وغیرہ سے مشورہ لے کر دس مہینے کامل اس کی تحقیقات کر کے عدل نوشیروانی کو کام میں لا کر حکم رہائی جملہ ہمارے اہل مقدمہ کا صادر فرمایا۔ چنانچہ اس وقت صرف چھ آدمی اس مقدمہ کے باقی رہ گئے تھے۔ ان کل کے کل نے رہائی پائی۔ نام ان کے یہ ہیں۔ (۱) عبد الرحیم مسود اوراق ہذا۔ (۲) میاں عبد الغفار صاحب ساکن پٹنہ۔ میاں تبارک علی صاحب ساکن پٹنہ۔ منشی محمد جعفر صاحب تھانیسری ثم انبالوی۔ مولوی

امیر الدین صاحب ساکن ضلع مالدہ، مسعود خاں صاحب ساکن بگوڑا۔ الغرض یہ فقیر جزیرہ انڈمان سے مع دیگر ہمراہیان رہائی پاکر لارڈ صاحب ممدوح کے حق میں دعائے خیر کرتا ہوا بتاریخ یکم جمادی الاول سنہ ۱۳۰۰ھ میں پٹنہ پہنچا۔ تاریخ رہائی نتیجہ فکر سے جناب حضرت عمی شمس العلماء مولانا محمد سعید قدس سرہٗ العزیز ساکن محلہ مغلپورہ منحلات شہر پٹنہ کے ہوئے:

قطعہ تاریخ

تنے چند از عظیم آباد پٹنہ	کہ بودند اہل علم و فضل باہر
براں شاں با عبور بحر پر شور	چو شد حکم دوام حبس صادر
انڈمانیاں چند کس مردند در قید	رہا گشتند باقی ماندہ آخر
بحکم ویسرائے قیصر ہند	کہ دادند بہ دعایا رحم وافر
یکے زاں مولوی عبد الرحیم ست	کہ وصف او نہ گنجد در دفاتر
چو کردم فکر تاریخ رہائی	مرا بیتے خوشی آمد بخاطر
نیاطش کم تو اندیافت آں کس	کہ باشد در فن تاریخ ماہر
پس از طول زمن الحمد للہ ۱۳۰۰ھ	رہا گشتند اسیران جزائر ۱۸۸۳ء
حروف صدیاں سال ہجری ۱۳۰۰	سنین عیسوی از شعر ظاہر ۱۸۸۳ء

ہم لوگ کلکتہ سے بحراست پولیس پٹنہ پہنچائے گئے۔ بانکی پور اسٹیشن سے اتر کر اول سپرنٹنڈنٹ پولیس کے بنگلے پر ہم لوگ گئے۔ وہاں ایک اقرار نامہ پر دستخط لیا گیا کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ صاحب کی کچہری میں آکر حاضری دیا کریں اور بغیر اجازت صاحب موصوف کے شہر سے باہر نہ جائیں۔ جب کہیں جانا ہو تو اپنے مکان کے متصلہ چوکی یا تھانہ پر اطلاع بھیجدیں اور بعد مراجعت پھر اطلاع تھانہ کو بھیجدیا کریں۔ چنانچہ بہ حکم قریب سات برس کے عمل میں آتا رہا۔ لیکن بعد کو حاضری ماہواری و اطلاع دہی تھانہ وغیرہ بھی اٹھالی گئی۔ مگر اس وقت تک یہ حکم البتہ باقی ہے کہ بغیر اطلاع

گورنمنٹ کسی غیر ملک کو نہیں جا سکتے۔ مثلاً مکہ معظمہ جانا ہو تو گورنمنٹ میں اطلاع دے کر اور اجازت لے کر جانا ہو گا۔ بہرکیف میں سپرنٹنڈنٹ صاحب کے بنگلے سے رخصت ہو کر محلہ تمو ہیبہ میں پہنچا۔ جہاں کہ میرے اہل دعیال مقیم تھے۔ اس کی صبح ہو کے معاد قبولہ گیا تو وہاں دیکھا کہ ہم لوگوں کے مکانات کل منہدم کر کے کف دست میدان بنا دیا گیا ہے، اور اس پر بازار اور میونسپلٹی کے مکانات بنا دیئے گئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اپنے خاندانی مقبرہ کو کہ جہاں چودہ پشت سے ہمارے آبا و اجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے، جا کر دیکھوں، اور خصوصاً اپنے والدین ماجدین غفر اللہ لہما کے مزار کی زیارت کروں، اور اس پر دعائے مغفرت اور فاتحہ پڑھوں۔ مگر ہرچند کہ کوشش کی، پتہ نہ ملا۔ بعد تجسس و تفحص بسیار غور و فکر کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ حضرت والدین ماجدین کی قبریں کھود کر اس پر بنائے عمارت میونسپلٹی بنا دی گئی ہے۔

یا منزلا لعب الزمان باھلہ	ان الذین عھدتھم بك مرۃ
اصبحت تفزع من راك وطالما	واللہ در القائل۔ فابادھم بتفرق لا یجمع
کان الزمان بھم یضر و ینفع	کنا الیك من المھاول تفزع
ذھب الذین نعاش فی اکنافھم	بقی الذین حیاتھم لا تنفع

اے حضرات ناظرین! اس وقت اس حرکت کا جو ہمارے اموات کے ساتھ کی گئی جو صدمہ دل پر گذرا وہ بیرون از حیطۂ تحریر و تقریر ہے۔ اس وقت تک اس کی یاد سے بدن کے رونگٹے تک کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے جرم میں ہمارے اموات و آباء و اجداد کی قبریں کیونکر کھودی گئیں اور وہ مقبرہ کیوں معرض ضبطی میں آیا۔ ہماری عادل گورنمنٹ نے کیوں یہ کام کیا۔ بہرکیف، میں نے ایک جگہ کھڑے ہو کر کہ جہاں ان کی قبر میرے خیال میں آئی، دعائے مغفرت کر لی، اور آج تک بھی ایسا ہی کر لیا کرتا ہوں۔ یہ ساڑھے تین مہینے کم پورے بیس برس پر میں اپنے گھر آیا تو دیکھا کہ رنگ ڈھنگ چال چلن، لباس و پوشاک و کل طرز معاشرت تمام شہر کا بدلا ہوا ہے جو لوگ اس وقت میں عمر رسیدہ تھے وہ تو پیوند زمین ہو گئے اور جو لڑکے تھے، وہ

والپس

وہ بوڑھے ہو گئے اور جو ملک عدم میں تھے وہ لباس ہستی پہن کر جوان ہو گئے اور ایک نئی روشنی اور نئے اعتقادات اور نئے خیالات کے لوگ ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ اس وقت بے اختیار حضرت عزیر علیہ السلام کا قول جو بیت المقدس کو ویران دیکھ کر آپ نے فرمایا ہے اور اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں اس کو حکایۃً نقل کیا ہے۔ یاد آگیا وہ یہ ہے قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا۔

خصوصًا اہل صادق پور کے مرد و عورت ہر ایک میں تغیر عظیم پایا کہ جس کا سخت رنج و گزند قلب پر گذرا۔ اس وقت مجھ کو اپنی رہائی پر اس قدر افسوس ہوا کہ کاش میں بھی اسی جزیرہ کا پیوند زمین ہو جاتا تو بہ در سرپے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ محشور ہوتا اور نیز ان مکروہات کے معائنہ سے محفوظ رہتا۔ یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیًا منسیًا۔

چونکہ جس وقت مجھ کو خبر رہائی پورٹ بلیر میں گوش زد ہوئی اسی وقت میں نے نیت کر لی تھی کہ اگر کچھ روپیہ مجھ کو دوکان و اسباب وغیرہ بیچ کر اور لوگوں کا روپیہ ادا کر دینے کے بعد بچ جائے گا تو میں اس سے حج کروں گا اور دو سال مکہ معظمہ میں رہ کر ایک سال اپنا حج اور دوسرے سال طرف سے حضرت والد ماجدم غفر اللہ لہٗ کے کروں گا۔ پس اب میں نے تہیہ سفر حج کا کیا اور چاہا کہ گورنمنٹ میں درخواست دوں اور اجازت حاصل کروں۔ مگر میرے برادرم عزیز مولوی محمد حسن مرحوم اور بعض احباب نے مجھ کو روکا کہ اس قدر جلد ارادہ حج کا مت کرو کہ مبادا گورنمنٹ درخواست نامنظور کرے۔ دو ایک برس صبر کرو۔ خیر مجبورًا میں نے ان کی صلاح کو قبول کیا۔ بعد عرصہ دس مہینے کے میرے گھر میں ولادت ہوئی اور بتاریخ چہارم ربیع الاول ۱۳۰۱ھ تیرہ سو ایک ہجری نبوی میں قرۃ العین پارہ فوادی نور الہدیٰ مرحوم پیدا ہوئے۔ چنانچہ اس کی تہنیت میں مع قطعہ تاریخ ولادت جناب حضرت عمی شمس العلماء مولانا سعید رحمۃ اللہ علیہ نے جو خط بھیجا ہے وہ بجنسہ نقل کرتا ہوں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ ذوی الفضل العظیم۔ عزیز دل و جان سلمہ المنان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ از مولوی عبد القیوم صاحب خبر بشاشت از تولد فرزند

از جمت بخانہ آں عزیز شنیدہ بغایت مسرور شدم ہمانا کہ حصول ایں نعمت بعد مراجعت از کربت غربت از جناب باری فضل بالائے فضل است حسب ایمائے مولویصاحب ممدوح کہ مراضی شریف نام تاریخی گفتہ بودند یکے نام تاریخی بہم رسانیدہ قطعہ آں درست کردہ بخدمت شان فرستادہ بودم غالباً بمطالعہ ساطعہ در آمدہ باشد دراں یک شعر زیادہ کردہ ویک قطعہ تاریخ دیگر گفتہ دریں قرطاس می نگارم اللہ تعالیٰ درعمرو اقبال ایں پسر برکت دہاد۔ قطعہ

بوالاقدر عالی خاندانے	بعلم واتقا مست از قرآں	کہ نام نامیش عبدالرحیم است
خدا بخشید فرزندے بہ از جاں	دوشنبہ وقت عصر چار دہ بود	زشہر مولد شاہ رسولاں
شود تا سال میلادش آشکارا	بہم نامش محمد فضل رحمان ۱۳۰۱	دیگر۔ دل عبدالرحیم شاد کرد بلیہ
زمیلاد پسر سرتا پا خوب	چو آمد ایں پسر مرغوب جانہا	شدش سال ولادت ابن مرغوب ۱۳۰۱ھ

محمد سعید عفی عنہ ۹ اربیع الاول شریف روز سہ شنبہ ۱۳۰۱ھ فضل الرحیم محمدی بھی نام تاریخی اُس کا ہے۔ بہرکیف دوسرے سال چار مہینے قبل از رمضان شریف میں نے ایک درخواست لوکل گورنمنٹ میں واسطے حصول اجازت سفر حج کے بھیجدی اور خیال یہ تھا کہ ماہ رجب میں یہاں سے روانہ ہوجاؤں اور اوائل شعبان تک مکہ معظمہ پہنچ جاؤں۔ تا رمضان شریف کا مہینہ تمام وکمال مکہ معظمہ میں گذرے۔ لیکن قسمت کی خوبی کہ درخواست بعد رگڑے جھگڑے اور قیل وقال بسیار کے منظور ہوکر بتاریخ بارہویں شعبان ۱۳۰۱ھ ہجری میرے پاس پہنچی۔ اس میں صرف آٹھ مہینے کے لئے اجازت دی گئی تھی۔ میں اس کی صبح کو یعنی تیرہویں شعبان کو چٹھی منظوری کی لئے ہوئے کچہری صاحب مجسٹریٹ بہادر کی حاضر ہوا واسطے حصول پاس پورٹ کے چنانچہ بڑی سعی وکوشش سے اسی روز پاس پورٹ میں نے حاصل کیا اور صاحب نے زبانی حکم دیا کہ بمبئی میں پہنچ کر تم کو سپرنڈنٹ پولیس کے پاس اپنی حاضری دینی ہوگی۔ چنانچہ چودہویں تاریخ علے الصباح تن تنہا بغیر کسی ساتھی اور نوکر وغیرہ ڈاک گاڑی پر سوار ہوگیا اور دو روز میں بمبئی پہنچا۔ بھنڈی بازار اسمٰعیل سیٹھ کے مسافرخانہ سفر

میں گیا۔ وہاں کثرت مسافر و غلاظت وغیرہ کے سبب سے طبیعت کو نفرت ہوئی میں نے چاہا کہ کوئی دوسرا مکان یا مسافر خانہ ملے تو وہاں اپنا قیام کروں۔ الغرض اس کے قریب ہی ایک دوسرا مسافر خانہ تھا میں وہاں چلا گیا، دیکھا تو مکان نہایت وسیع اور خالی پڑا ہوا ہے۔ صرف دو چار مسافر اس میں تھے۔ اس مسافر خانہ والوں نے بڑے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا۔ میں ایک کوٹھری کرایہ لے کر اپنا اسباب وہاں رکھ کر فی الفور صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کی کچہری میں حاضر ہوا اس وقت عبد العلی خاں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے۔ اُن سے جا کر ملا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں تمہاری نسبت پٹنہ سے تار آیا ہے۔ میں تمہارے منتظر تھا۔ میں نے کہا کہ پرسوں ڈاک کا جہاز عدن کو جانے والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی پر سوار ہو جاؤں کہ وہ ایک ہفتہ میں عدن پہنچے گا۔ اور وہاں سے خدیوی مصری ڈاک کے جہاز پر سوار ہو کر ایک ہفتہ میں جدّہ پہنچوں گا۔ اور اس طرح پہلی دوسری رمضان تک میں داخل مکہ معظمہ ہو جاؤں گا۔ اور رمضان شریف بخوبی مجھ کو حرم محترم میں گذرے گا کیونکہ رمضان میں عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔ مگر افسوس کہ ہماری بدقسمتی نے یہاں بھی ہم کو روکا۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ نے فرمایا کہ مجھ کو حکم ملا ہے کہ تم کو حاجیوں کے جہاز پر سوار کر دوں اور دوسرے کسی جہاز پر تم کو سوار ہونے کی اجازت نہیں، ناچار تہر درویش بر جان درویش۔ مجھ کو وہاں حاجیوں کے جہاز کے انتظار میں بائیس روز تک ٹھہرنا پڑا۔ آخر دسویں رمضان شریف ۱۳۰۱ھ ہجری میں کلیبا جہاز پر میں سوار ہوا۔ کہ جس پر ساڑھے تیرہ سو حاجی سوار تھے۔ میں تن تنہا فرسٹ کلاس کی ایک کوٹھری میں جا بیٹھا نہ میرے پاس کوئی نوکر اور نہ کوئی میرا ہم وطن اس جہاز میں تھا۔ میں نے کھانا پکانے کی تکلیف سے بچنے کے لئے کچھ روٹی اور بسکٹ اور شیرینی وغیرہ لے لی اور احتیاطاً کچھ چاول دال بھی خرید کر رکھ لیا کہ جہاں کہیں موقع ہوگا پکا لوں گا۔ جہاز پر گودی میں سوار ہوا، دو روز تک تو جہاز اچھی طور پر چلا۔ تیسرے روز جب سقوطرہ کے درمیان میں پہنچا۔ سخت تلاطم و تموج سے سامنا ہوا۔ کیونکہ جولائی کا مہینہ تھا۔ اور جون و جولائی و اگست ان تینوں مہینوں میں بحر ہند میں طوفان شدید رہا کرتا ہے۔ خصوصاً بحر سقوطرہ میں ایسا طوفان و

تلاطم و تموج رہتا ہے کہ ہر سال کوئی نہ کوئی جہاز غرق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میرے جہاز کو بھی شدید ترین طوفان سے سامنا ہوا۔ انجن کا پہیہ ٹوٹ گیا۔ مستول جہاز کا ٹوٹ کر گرا کہ جس سے چھتری پر کے چند مسافر ہلاک ہوئے۔ تینوں دنوں تک جملہ مسافروں کو اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی تھی۔ جہاز تین روز تک کھڑا موجوں کے تھپیڑے میں ادھر سے ادھر ڈانواں ڈول پھرتا رہا۔ الغرض ایک ہفتہ کا راستہ دو ہفتوں میں طے کر کے وہ جہاز عدن میں پہنچا۔ روٹی اور شیرینی وغیرہ جو کھانے کی چیزیں میں نے اپنے ہمراہ لے لی تھیں، وہ کل دو ہی روز میں شور ہوا کے باعث سڑ گئیں اور دریا میں پھینکی گئیں۔ میں بارہ تیرہ دن صرف ایک گھونٹ پانی پر گذارا کرتا رہا۔ جب جہاز عدن کو پہنچا، چاہا کہ شہر میں جا کر کچھ چیزیں لے کر کھاؤں اور شہر کو بھی دیکھوں۔ مگر کپتان جہاز سے معلوم ہوا کہ یہ جہاز صرف ایک گھنٹہ یہاں ٹھہرے گا۔ ڈاکٹر آکر جہاز کا ملاحظہ کرے گا۔ اور حکم دے گا تو جہاز چلایا جائے گا۔ ناچار اسی جہاز پر رہا اور ہوڈبون پر جو لوگ روٹی اور پھل وغیرہ لائے تھے، خرید کر کھایا اور ایک خط لکھ کر کپتان کے حوالہ کر دیا کہ وہ بذریعہ ڈاک ہندوستان کو روانہ کر دے۔

وہاں سے جہاز روانہ ہوا اور پانچ چھ روز میں بمقام قمران پہنچا۔ وہاں ہم سب حاجی لوگ جہاز سے اتار کر ایک میدان ریگستان میں کہ جہاں حسی کی بارکیں بکثرت بنی ہوئی تھیں رکھے گئے اور ہم لوگوں کو سنایا کہ دس روز کا قرنطینا کرنا ہوگا۔ اگر اس دس روز میں کوئی مرض متعدی اُن مسافروں میں پایا نہیں جائے گا تو اسی دس روز میں چھٹی ہو جائے گی۔ ورنہ میعاد بڑھا دی جائے گی اور وہاں کے اہل کاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ مسافر حجاج کے واسطے یہاں بارہ کیمپ بنے ہوئے ہیں اور ہر کیمپ میں اٹھارہ بیس مکان اس قدر وسیع بنے ہوئے ہیں کہ ہر ایک میں سو آدمی کی گنجائش بخوبی ہو سکتی ہے، اور ہر ایک کیمپ دوسرے سے اس قدر فاصلے پر ہے کہ ایک کیمپ والا دوسرے کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور سلطانی فوج اس کے پہرے اور نگرانی کے واسطے ہر چہار طرف موجود ہے کہ مسافر اپنے کیمپ سے باہر نہ جاوے اور ہر ایک کیمپ میں ایک ترکی افسر اور اس کے ماتحت عربی بدو واسطے صفائی اور انتظام پہرے اور چوکی کے ہمہ وقت موجود تھے۔ چاول، دال،

آٹا اور گوشت ذبیحہ کی دوکان وہاں موجود ہے۔ جس کا جی چاہے خرید کر کھائے۔ صرف لکڑی اور پانی ہر شخص کو ناپ کر مفت دیا جاتا تھا۔ ہر روز ایک ڈاکٹر فرانسیسی ملازم سلطانی اس پارک میں آیا کرتا اور جملہ مسافروں کی پریڈ لے کر معائنہ کرتا کہ کوئی شخص مرض متعدی میں بیمار تو نہیں۔ اگر پاتا اٹھا کر لے جاتا، اور ایک علیحدہ مکان میں وہ مسافر رکھا جاتا اور دوسرے قسم کے امراض والوں کو اسی مکان میں رہنے دیتا، جہاں وہ تھا اور دوا وغیرہ دیدیا کرتا۔ اور تمام پارک میں دوا چھینٹی جاتی اور دھوئی دی جاتی۔ الغرض میں نے جہاز سے اُتر کر ایک ایسے پارک میں ڈیرا کیا۔ جو ترکی افسر کے مکان سے نہایت نزدیک تھا۔ میں اکثر اس کے پاس جایا کرتا اور عربی زبان میں اس سے باتیں کیا کرتا۔ اس کا نام اسمٰعیل آفندی تھا۔ نہایت خوش اخلاق، کریم النفس آدمی تھا۔ ہمارے ساتھ کے جہازیوں کو نہایت آرام سے اس نے رکھا۔ پانی اور لکڑی علاوہ معمولی کے بھی اگر کوئی مانگتا تو برابر دیتا۔ کسی حاجی کو کچھ تکلیف وہاں نہ ہوئی۔ دس دن میں وہاں رہا۔ اس عرصے میں برٹش گورنمنٹ کا وکیل بھی دو مرتبہ ہم لوگوں کے دیکھنے کو آیا۔ وہ ایک ہندو بنگالی تھا۔ کیمپ سے علیٰحدہ آکر کھڑا رہتا، اور دور سے سب لوگوں کو بلا کر پوچھتا کہ کسی کو کچھ تکلیف تو نہیں۔ سب لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ کوئی تکلیف نہیں۔ جب دس روز ہمارے تمام ہوئے، ہم لوگوں کو جہاز پر سوار ہونے کا حکم ملا۔ ہر شخص مستطیع سے دس روپیہ خرچ قرنطینا لیا گیا۔ غربا اور مساکین سے کچھ بھی نہ لیا گیا۔ افندی صاحب نے مجھ سے اپنی خواہش ظاہر کی کہ ایک سرٹیفکیٹ میں ان کو دوں، اس مضمون کا کہ مجھ کو یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں نے فی الفور ایک سرٹیفکیٹ تیار کیا اور جو بڑے بڑے لوگ اس کیمپ میں تھے جیسے مولوی افضل الدین صاحب و قاضی محمد اشرف صاحب حیدرآبادی و منشی مولوی عبدالمجید صاحب بخاری وغیرہ سے قریب ایک سو کے اس پر دستخط کرالئے، ان سبھوں نے بطیب خاطر اس پر دستخط کر دیے۔ میں نے سرٹیفکیٹ لے جا کر افندی صاحب کے حوالہ کیا۔ وہ نہایت مرتبہ میں محظوظ و مشکور ہوئے۔ اس کیمپ سے باہر ایک مزار تھا شیخ حسین عراقی کا، اور چند درخت وغیرہ

کے وہاں کئے۔ اس کا درخت بہت مشابہ تاڑی کے درخت سے تھا۔ اُس میں پھل نہیں ہوتا ہے۔ صرف اس کی پتی سے بڑی بڑی چٹائیاں بنی جاتی ہیں اور وہاں ایک گڑھے میں کچھ پانی بارش کا جمع تھا۔ میں افندی صاحب سے اجازت لے کر وہاں گیا اور دو چار احباب بھی ہمارے ساتھ ہو گئے۔ میں وہاں گیا تو اول قبر پر جا کر دعائے مغفرت پڑھی۔ وہاں دو چار بدو اور بدوانیاں بھی بطور مجاور کے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ ہم لوگوں نے کچھ کچھ دیا۔ اس کے بعد میں نے وہیں غسل کیا اسی پانی مجتمعہ سے۔ اور وہیں احرام باندھا اور دو رکعت نماز تحیۃ الاحرام پڑھی اور لبیک پکاری۔ اور وہاں سے اپنے ڈیرے کو آیا تو دیکھا کہ تمام مسافر جہاز پر سوار ہو گئے۔ صرف میں اور ہمارے دو چار ہمراہی باقی رہ گئے ہیں، اور افندی صاحب ہم لوگوں کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ وہاں بدو حمال موجود تھے۔ ان سبھوں پر ہم لوگ اپنا اسباب اٹھوا کر گھاٹ پر آئے اور آفندی صاحب بھی ہم لوگوں کے ساتھ ساتھ گھاٹ تک تشریف لائے۔ ہم لوگ ایک کشتی پر سوار ہو کر کلمبیا آگ بوٹ پر آئے۔ وہ ہم لوگوں کے انتظار میں کھڑا تھا۔ آتے ہی اس نے لنگر اٹھایا اور روانہ ہوا۔ ہم پانچ سات آدمی برابر وہیں سے لبیک پکارتے رہے۔ دو روز کے بعد تیسرے دن جب جہاز محاذی یلم یلم پہاڑ کے پہنچا، جو میقات ہے اہل یمن کا۔ سب مسافروں نے غسل کیا اور احرام کے کپڑے پہنے اور لبیک پکاری۔ وہاں سے تیسرے دن جدہ پہنچا۔ جہاز سے اتر کر کشتی پر سوار ہو کر گھاٹ پر اترا اور درمیان راہ میں کشتی والوں نے فی کس آٹھ آنہ کرایہ لیا۔ گھاٹ پر کشتی ایسی جگہ لگائی گئی کہ جہاں ترکی آفس موجود تھا، اور دونوں طرف بڑے بڑے لمبے پانی میں کٹہرے ہوئے تھے اور پہرا چوکی چاروں طرف تھا کہ کوئی مسافر کسی طرف سے باہر جا نہ سکے۔ کشتی سے اترنے کے ساتھ ہی سب سے اول ایک انگریزی ملازم ہم کو ملا۔ اُس نے ہم لوگوں سے پاسپورٹ یعنی سارٹیفکٹ مانگا، جو ہم لوگوں کو بمبئی سے ملا تھا۔ ہم لوگوں نے دیدیا۔ وہاں اور بہت سے ترکی افسر و سپاہی وغیرہ بھی کھڑے تھے۔ ہم لوگ وہاں سے آفس میں آئے۔ وہاں ایک روپیہ دو آنہ فی کس لیا گیا اور رسید

دی گئی۔ اُس رسید کو لے کر ہم لوگ ایک دروازہ پر آئے۔ وہاں ایک ترکی کھڑا تھا۔ اُس نے ہم لوگوں سے رسید لی اور پوچھا کہ تمہارا مطوف کون ہے۔ میں نے کہا سید ہاشم۔ دروازے کے اُس پار تمام مطوفوں کے وکلا، کھڑے تھے۔ سید ہاشم کا نام سنتے ہی انکے وکیل عبدالرحیم بخش نے آواز دی کہ میں ان کا وکیل موجود ہوں۔ اُس ترکی نے مجھ کو دروازے سے باہر کر کے اُن کے سپرد کر دیا جو لوگ اپنے مطوف کا نام نہ بتا سکے وہ لوگ وہاں کھڑے رہے۔ وکلاء جو وہاں موجود تھے، انہوں نے ان مسافروں کو آپس میں تقسیم کر کے لے لیا۔ وہاں سے میں اپنے وکیل کے ہمراہ وکیل کے مکان پر آیا۔ راستے میں ایک جگہ تلاشی لی گئی، جن لوگوں کے پاس تنباکو یا کوئی شئے تجارتی پائی گئی۔ ان سے محصول لیا گیا اور باقی لوگ بلا محصول چلے آئے۔ جدہ میں میں نے دو روز قیام کیا۔ میرے جہاز والے اکثر علی الصباح وہاں سے روانہ ہو گئے۔ چونکہ مجھ کو بمبئی سے چلتے وقت سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہہ دیا تھا کہ جدہ میں پہنچ کر قنصل انگریزی سے ملاقات کرنا۔ لہٰذا میں پوچھتا ہوا قنصل کے مکان تک پہنچا، وہاں ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب نائب قنصل سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں بمبئی سے میرے پاس تمہاری بابت لکھا ہوا آیا ہے یورپین قنصل اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔ دو مہینے کی رخصت پر گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اُس کا بھی کام دیکھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نہایت شریف النفس و خوش اخلاق آدمی تھے۔ ہمہ تن ان کی ہمت تھی کہ جہاں تک ممکن ہو مسافر حجاج کو آرام ملے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کو بوجہ غیر مقلد ہونے کے مکہ معظمہ میں کچھ تکلیف پہنچی تھی۔ اگر تم کو بھی کچھ تکلیف پہنچے تو فی الفور مجھ کو خبر دینا۔ تاریخ یکم ذی الحجہ کو میں بھی مکہ معظمہ پہنچوں گا، اور تا ایام حج واسطے خبر گیری حجاج ہند کے وہیں رہوں گا۔ میں ان سے رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر آیا، اور دوسرے روز وہاں سے بسواری اونٹ روانہ ہوا۔ اور بتاریخ دسویں شوال ۱۳۰۱ھ مکہ معظمہ میں پہنچا۔ ایک مکان بکرایہ لے کر سید ہاشم مطوف کے یہاں رہنے لگا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد جناب قاضی سید نور صاحب صدر اعلیٰ ساکن شہر گھاٹی مع اہل و عیال و برادرم

حافظ ابو محمد مرحوم اور ایک بہت بڑا قافلہ بہاریوں کا وہاں پہنچا۔ برادر مرحوم تو میرے ساتھ آ کر میرے ہی مکان رہنے لگے، اور باقی لوگوں میں جس کو جہاں موقع ملا ٹھہرا۔ اس وقت ایک قافلۂ زائرین مدینہ منورہ کا روانہ ہونے لگا۔ میں نے چاہا کہ اس میں روانہ ہوں۔ لیکن بباعث بدمزگی طبیعت نہ جا سکا۔ پھر تو متواتر قوافل حجاج پہنچنے لگے۔ ہر روز ہزاروں آدمی پہنچتے تھے۔ آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کو جب منا کی طرف روانہ ہوئے ساڑھے تین سو آدمی صرف بہاری زیر نگرانی سید ہاشم صاحب مرحوم معلّم کے تھے۔ اور باقی کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ صرف ہندوستانیوں کا تخمینہ اس سال چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان لوگ کرتے تھے۔ اور جملہ حجاج کا تخمینہ آٹھ نو لاکھ ہو سکتا ہے۔ بلا مبالغہ اس سال حج بمنہ وکرمہ تعالیٰ نہایت امن وامان کے ساتھ ہوا۔ کسی طرح کی بدمزگی نہیں ہوئی۔ بعد فراغت حج اب مدینہ منورہ کے سفر کی تیاری ہونے لگی۔ بیسویں ذی الحجہ کے قریب روانہ ہو گئے۔ بہاریوں کا قافلہ بھی بتاریخ ستائیس ذی الحجہ وہاں سے روانہ ہوا۔ سید ہاشم مرحوم بھی ہم لوگوں کے ساتھ ہوئے۔ یہ بہت بڑا قافلہ تھا۔ چھ ہزار اونٹ اس قافلہ کے ساتھ تھے اور جملہ مسافرین کی تعداد پیادہ و سوار ملا کر پندرہ سولہ ہزار تھی۔ علاوہ اس کے فوج سلطانی جو ملک شام سے واسطے نگرانی حجاج کے مکہ معظمہ کو آئی تھی، وہ بھی مراجعت کئے ہوئے مع توپ تھانہ وغیرہ ہم لوگوں کے ساتھ جاتی تھی۔ باوجود اس کے جب رابغ کے قریب پہنچے جو ایک بندر ہے سمندر کے کنارے اور وہاں قلعہ ہے اور سلطانی فوج بھی ہے۔ بدوؤں نے آ کر گھیرا قریب ایک ہزار کے بدو تلوار اور بندوق لئے ہوئے آ پہنچے، اور ادھر سے ہمارے قافلے کے اونٹوں کے جمال جو تخمیناً آٹھ سو ہوں گے۔ بندوق اور تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے اُن کے مقابلے کے واسطے مستعد و بیکار ہو گئے اور سلطانی فوج نے بھی حسب حالی توپوں کو ان کے دھمکانے کے واسطے سر کرنا شروع کر دیا۔ جب ان بدوؤں نے دیکھا کہ حاجیوں کی طرف جماعت کثیر ہے پس پا ہوئے اور دھمکایا کہ وقت مراجعت مدینہ منورہ سے جبکہ تمہارے ساتھ سلطانی فوج نہ ہوگی، اور تمہاری جماعت تھوڑی ہوگی، تب

ہم سمجھیں گے۔ بہرکیف ہم لوگ وہاں سے بخیریت گزر گئے اور بارہویں روز مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ اور دس روز وہاں قیام رہا۔ اور اماکن متبرکہ کی زیارت کی۔ اس دس روز میں نماز پنجوقتی بالالتزام مسجد نبوی میں پڑھتا رہا۔ فللہ الحمد علیٰ ذالک۔

گیارہویں روز وہاں سے روانہ ہوا۔ اب تو قافلہ تخمیناً پانچ چھ ہزار کا تھا جب سفرا وادی میں پہنچے۔ معلوم ہوا کہ وہی بدو جو وقت جانے کے مزاحم ہوئے تھے۔ بجماعت کثیر آمادہ غارتگری ہیں۔ دو روز وہاں قیام رہا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی قبر وہاں سے بہت نزدیک تھی۔ اس کی زیارت کی۔ اس دو روز میں سید ہاشم مرحوم اور دوسرے معلموں نے مل کر بہت کچھ سعی و کوشش کی۔ اور ان کے شیخ کے پاس آدمی بھیجا کہ جس میں ہم لوگ لوٹ مار سے محفوظ رکھے جائیں۔ لیکن سب کوشش بیکار گئی۔ ناچار سید صاحب مرحوم موصوف نے جو نہایت عقیل اور مدبر آدمی تھے۔ سب جمالوں کو بلا کر حکم دیا۔ کہ تم لوگ بوقت شب یہاں سے کوچ کرو۔ اور مکہ معظمہ کا راستہ چھوڑ کر ینبوعہ کی طرف چلو۔ اور اونٹوں کو تیز ہانکو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ وہ بدو لوگ تو مکہ معظمہ کے راستہ پر کمینگاہوں میں چھپے رہے۔ لوٹنے کے خیال سے۔ ادھر ہم لوگ راتوں رات وہاں سے چل دیئے۔ اور اونٹ اس قدر تیز ہانکے گئے کہ صبح ہوتے ہوتے ہم لوگ ان کی سرحد سے باہر ہو گئے۔ اور ہم لوگ بعافیت تمام چوتھے دن ینبوعہ میں پہنچے۔ وہاں صرف ایک آگ بوٹ مصری ملا۔ وہ بھی بہت چھوٹا اور دو چار بغلے ملے۔ تب سید ہاشم مرحوم نے اس کپتان جہاز کے پاس جا کر کرایہ کی بات چیت کی۔ اپنے تین سو بہاری حاجیوں کے واسطے یکدم ٹکٹ خرید لیا۔ فی کس پندرہ روپیہ کے حساب سے۔ بعد اس کے اور معلوف لوگ بھی پہنچتے گئے اور ٹکٹ خریدتے گئے۔ پانچ چھ ہزار آدمی میں سے صرف چودہ سو آدمی اس پر سوار ہو سکے اور کچھ لوگ بغلوں پر سوار ہوئے۔ اور باقی لوگوں کے واسطے حاکم ینبوعہ نے جو سلطان کی طرف سے تھا جدہ کو تار دیا اور آگ بوٹ اور جہاز وغیرہ منگوانے کا بندوبست کیا۔ اور ہم لوگ تو سید ہاشم صاحب کی چستی و چالاکی و دانائی کی بدولت دوسرے ہی دن

ینبوعہ سے روانہ ہوگئے اور ایک شب راستے میں کٹی اور دوسرے دن جدے میں پہنچے۔
وہاں پہنچ کر بہت سے لوگ بعزم روانگی ہندوستان وہیں ٹھہر گئے۔ میں اور برادرم حافظ
ابو محمد مرحوم و قاضی نور صاحب وغیرہ تھوڑے سے لوگ مکہ معظمہ کو چلے آئے عشرہ اول
صفر تھا جو ہم لوگ مکہ معظمہ میں پہنچے اور صفر اور ربیع الاوّل میں نے وہاں قیام کیا۔ چونکہ مجھ کو
صرف آٹھ مہینے کی رخصت یہاں گورنمنٹ کی طرف سے ملی تھی، جی تو نہیں چاہتا تھا کہ
ایسی متبرک جگہ کو چھوڑ کر اس ظلمت کفرستان میں آؤں۔ مگر نا چاری اوائل ماہ ربیع الثانی واپسی
میں مکہ معظمہ سے باسینہ بریاں و چشم گریاں حسرت کی نگاہوں سے خانہ کعبہ کو دیکھتا ہوا!
وہاں سے رخصت ہو۔ جناب قاضی نور صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے۔ اور سید ہاشم
مرحوم کے ہمراہ لوگ جدہ پہنچے۔ جہاز کی تلاش ہونے لگی۔ دو روز کے بعد ایک نمادی
آگ بوٹ پہنچا، جو ملک چین کو جاتا تھا۔ یہ آگ بوٹ نیا اور بہت بڑا اور نہایت عمدہ
تھا اور بالکل خالی تھا۔ دو ہزار مسافر اس پر بخوبی سوار ہو سکتے تھے۔ مگر اس نے صرف
دو سو کے چڑھانے کا اقرار کیا۔ سید ہاشم مرحوم نے نہایت چالاکی اور مستعدی سے اور
اور اپنی دانائی سے یہاں بھی کام لیا کہ اپنے علاقے کے کل بہاری مسافروں کے ٹکٹ فی
کس پچیس روپیہ کے حساب سے خرید لئے، باقی جو بچے وہ اور لوگوں نے لے لئے۔
فرسٹ کلاس کا درجہ اس میں مسافروں کے واسطے نہ تھا۔ نا چار ہم لوگ چھتری پر سے
صرف دو کوٹھری انجینئر و معلم کی ہم لوگوں کو ملی، کہ جس میں ایک چار پائی کی جگہ پندرہ روپیہ
اور دیگر علاوہ اس پچیس کے میں نے لے لی۔ یہ جہاز نہایت عمدہ نیا بنا ہوا تھا۔ اور
خوب تیز رفتار۔ جدہ سے روانہ ہو کر دسویں روز ہم لوگ بمبئی پہنچے۔ عدن میں صرف ایک
گھنٹے کے واسطے کھڑا ہوا اور ڈاک وغیرہ دے کر ضروری امور سے فارغ ہو کر روانہ
ہوگیا اور ہوا بھی نہایت موافق تھی۔ راستہ نہایت آرام سے کٹا۔ جب جہاز بحر سقوط
میں پہنچا تو دو روز کچھ ترشح اور تھوڑا تموج کا سامنا ہوا۔ بمبئی پہنچ کر میں نے پٹنہ کو تار
بھیجدیا کہ میں بعافیت یہاں پہنچا اور پولیس میں چلا گیا۔ عبد العلی خاں سپرنٹنڈنٹ سے
ملاقات کی اور حاضری لکھوا دی اور دوسرے روز علی الصباح ڈاک گاڑی پر سوار ہوگیا

دو روز میں پٹنہ پہنچا۔ تاریخ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ ہجری تھی جس دن میں یہاں پہنچا۔ دوسرے روز صاحب سپرنٹنڈنٹ پٹنہ کے پاس حاضری دی۔ اب عبدالفتاح کی شادی کی تیاری میں لگا۔ جو ہماری رہائی کے پہلے سے بمقام آرہ مسماۃ فاطمہ صبیہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب وکیل عدالت سے منسوب ہو چکی تھی چنانچہ بتاریخ سولہویں جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ ہجری بروز جمعہ میں برات لے کر آرہ روانہ ہوا اور بخیر و خوبی انجام عقد کر کے عروسہ کو لے کر دوسرے روز واپس آیا اور طعام ولیمہ کیا۔ بعد اس کے تاریخ گیارھویں جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ کو اہلیہ عبدالفتاح مدعوہ فرزند تولد ہوا۔ نام اس کا محمد صالح رکھا۔ اور نام تاریخی اس کا غلام کبیر۔ بعد اس کے تاریخ ۲۷ رمضان شریف ۱۳۰۴ھ کو ہمارے گھر میں نور چشمی حفصہ ہوئی اور ایک برس ایک ماہ کی ہو کر تاریخ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ کو راہی ملک عدم ہوئی۔ چونکہ میری نیت بوقت رہائی کے دو حج کی ہو چکی تھی اور مجھ کو دوسرے حج کا موقع نہ ملا۔ لہذا دل میں خیال رہا کہ اس نیت کی ایفا کرنی چاہیے چنانچہ اس کے نو برس کے بعد ۱۳۱۱ھ میں میں نے قصد حج کا کیا اور رمضان سے چھ مہینہ پیشتر درخواست گورنمنٹ میں واسطے حصول اجازت کے بھیجدی اور خیال رہا کہ تین چار مہینے میں یہ مرحلہ طے ہو جائے گا اور اوائل رجب میں میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ اور راہ میں قسطنطنیہ وغیرہ طے کرتا ہوا اور آخر شعبان تک قریب مکہ میں داخل ہو جاؤں گا اور تمام رمضان مجھ کو مکہ معظمہ میں گزرے گا۔ لیکن قسمت کی خوبی کہ اس مرتبہ بھی قیل و قال و نکتہ چینی ایسی شروع ہوئی کہ بار اول بھی زیادہ۔ اور چند بار بذریعہ مجسٹریٹ پٹنہ چند باتوں کا مجھ سے استفسار ہوا۔ اور اس میں توقف اس قدر ہوا کہ بعد نصف شعبان حکم منظوری مجھ کو ملا۔ چونکہ رمضان شریف سر پر پہنچ گیا تھا، میں ٹھہر گیا، کہ بعد ایام صیام عید کر کے روانہ ہو جاؤں گا۔ اس مابین میں خواہر عزیزہ ام مسماۃ سعیدہ زوجہ مولوی محمد حسن مرحوم نے بھی قصد حج کیا اور بالحاح تمام میرا دامن پکڑا کہ مجھ کو اپنے ہمراہ لے چلو، تاکہ میں بھی ادائے اس فریضہ کے سبکدوش ہوں۔ بناچاری میں نے قبول کیا۔ اس کے بعد خواہر عزیزہ ام مسماۃ فاطمہ اہلیہ مولوی یحییٰ علی علیہ الرحمہ نے بھی قصد حج کا کیا۔ اگرچہ وہ ایک بار قبل اس کے

ہمعیت برادر عزیزم مولوی عبدالرؤف صاحب مرحوم کے حج کرآئی تھیں۔ اب تو اس خبر کے مشہور ہونے سے بہت سے احباب مرد اور عورتوں نے ہمراہی کا قصد کیا۔ چنانچہ بتاریخ پانچویں شوال سنہ ۱۳۱۰ھ مطابق بائیسویں اپریل سنہ ۱۸۹۳ء میں جملہ اٹھارہ آدمیوں کے ساتھ کہ جن میں نو مرد اور نو عورتیں تھیں، پٹنہ سے روانہ ہوگیا۔ آدھی گاڑی سکنڈ کلاس کی دو سو روپیوں میں کرایہ ہوئی تاکہ بمبئی تک برابر اسی پر سوار چلے جائیں۔ راستے میں کہیں بدلنے کی نوبت نہ آئے، اس میں صرف پانچ آدمی کی جگہ تھی، ایک میں اور چار عورتیں اس پر سوار ہوئیں، وہ گاڑی نہایت آرام کی تھی۔ پائخانہ غسلخانہ سب اس میں موجود تھا اور باقی لوگ تھرڈ کلاس میں سوار ہوئے۔ تین شبانہ روز میں بمبئی جاکر پہنچے اور بھنڈی بازار میں جاکر ایک مکان بکرایہ لے کر ٹھہرے۔ اور حسب ہدایت گورنمنٹ پولیس افسر بمبئی سے جاکر ملاقات کی اور بتاریخ ۱۳ شوال مطابق ۳۰ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء حسینی آگ بوٹ پر بمبئی سے روانہ ہوا اور تاریخ ۲۲ شوال بمقام قران پہنچا اور وہاں دس روز قرنطینے میں رہ کر روانہ ہوا اور تاریخ ۵ ذیقعدہ کو جدہ میں پہنچا۔ خواہر عزیزہ ام مسماۃ سعیدہ بمبئی میں پہنچتے ہی بیمار ہوئیں اور جدہ میں پہنچنے تک تو وہ ذی فراش ہوگئیں۔ بیچش سخت و بخار و چند عوارض لاحق ہوگئے، اور چونکہ جہاز میں گرمی سخت برداشت کرنی پڑی ہم بھی سخت بیمار ہوگیا۔ خون کے دست دن بھر میں سینکڑوں آتے تھے۔ ناچار اپنی خواہر عزیزہ کے واسطے تخت رواں جو دو اونٹوں کے درمیان بطور پالکی کے رہتا ہے، ایک سو روپیہ میں مکہ شریف تک کرایہ کیا۔ اور اس میں اپنی دونوں بہنوں مسماۃ سعیدہ اور فاطمہ کو بٹھایا۔ اس کے اندر پائخانہ و پیشاب کی جگہ بنی ہوئی تھی کہ راستہ چلتے ہوئے آدمی قضائے حاجت کرسکے۔ سواری سے نیچے اترنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اور میں شغدف میں سوار ہوا۔ ایک اونٹ پر دو شغدف دو طرف کسے جاتے ہیں۔ فی اونٹ بارہ روپیہ کرایہ مکہ تک ٹھہرا۔ اور باقی ہمراہی بھی کوئی شغدف اور کوئی شبری پر سوار ہوکر تاریخ نویں ذیقعدہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اب تو میں اور میری بہن مسماۃ سعیدہ از حد بیمار ہوئے۔ گرمی وہاں سخت پڑتی تھی۔ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ جب میں واسطے حج کے منا کو روانہ ہونے لگا۔ اس وقت

مجھ کو کچھ حواس نہ تھے مجھ کو اور میری بہن مسماۃ سعیدؔ کو دو شبری میں لٹا کر چار بدوؤں کے کاندھے پر اُٹھا کر غشی کی حالت میں سید ہاشم مرحوم نے طواف کعبہ کرایا اور اسی حالت غشی میں شغدف پر سوار کر کے منا کو روانہ ہوئے اور وہاں سے دوسرے روز عرفات کو اور پھر دسویں تاریخ منا میں قربانی و رمی جمرات وغیرہ اسی غشی کی حالت میں لوگوں نے کرا دی۔ لوگ ہماری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ بخار سخت اور ہیضہ اور خون کا دست جاری تھا۔ منیٰ میں پہنچنے کے بعد گیارھویں تاریخ ذی الحجہ کو فی الجملہ ہوش آیا۔ معلوم ہوا کہ فصلی عارضہ ہیضہ بکثرت پھیلا ہوا ہے۔ ہزارہا آدمی ملک عدم کو روانہ ہو چکے ہیں اور کل حجاج گیارھویں ہی تاریخ منیٰ چھوڑ کر بھاگے جا رہے ہیں۔ میرا بھی قافلہ وہاں سے اسی روز روانہ ہوا اور مکہ شریف میں پہنچا۔ سید ہاشم صاحب کہ جو ہمارے معلم اور از حد رحیم و شفیق ہمارے حال پر تھے، اور دن میں چند بار باوجود کثرت کام میرے پاس عیادت کو آیا کرتے۔ جب میں نے نہیں دیکھا ان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ وہ بھی سخت بیمار رہیں۔ آخر کار تپ محرقہ میں تاریخ بیسویں ذی الحجہ روز چہارشنبہ ۱۳۱۱ھ میں وہ اس سجن دنیا کو چھوڑ کے گویا داخل خلد بریں ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللّٰھم آجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ وارفقہ عن آبائہ الصالحین الطاہرین۔ سید صاحب مرحوم کے اوصاف حمیدہ و خصائل ستودہ اس قدر ہیں کہ احاطہ اس کا متعسر۔ ادنیٰ بات یہ تھی کہ آپ کسی حاجی سے اپنے علاقہ کے کچھ مانگتے نہ تھے جس نے جو دیا سو لے لیا۔ امیر و غریب اور دینے والا اور نہ دینے والا سب کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھتے تھے۔ غریب مسکین کا بھی ویسا ہی کار خدمت کرتے تھے۔ جیسے امیروں کا۔ افسوس ایسا احمد شخص جو ہماریوں کو معلمی کے واسطے ملا تھا ہاتھ سے گیا۔ اب اُن کے دو اور بھائی سید علی صاحب و سید محمد صاحب اُن کے جانشیں موجود ہیں۔ اگرچہ ان کے رتبہ و خلق کو نہیں پاتے۔ مگر پھر بھی دوسرے معلموں سے بدرجہا بہتر۔ وہاں کے معلموں کی کیفیت ناگفتہ بہ ہے۔ تمام ماہ ذی الحجہ میں سخت علیل رہا۔ محرم میں کچھ افاقہ شروع ہوا۔ مگر میری خواہر عزیزہ کی علالت بڑھتی گئی۔ اور حاجی اکبر علی صاحب ساکن محلہ

سنگی مسجد جو ہمراہ تھے، اُن کی والدہ بھی سخت تر علیل ہوئیں، اور اِن دونوں عورتوں کی علالت نے طول پکڑا۔ اب جو حکیم و ڈاکٹر علاج کے واسطے بلایا جاتا ہے۔ وہ یہی صلاح دیتا ہے کہ تم لوگ جلد یہاں سے ہندوستان روانہ ہو جاؤ۔ چونکہ میں اب کی مرتبہ گورنمنٹ سے ڈیڑھ برس کی رخصت لے کر حج کو روانہ ہوا تھا اور قصد یہ تھا کہ ایک برس کامل مکہ معظمہ میں رہوں گا۔ اور ایک سال حج طرف سے حضرت والد ماجد اور دوسرے سال والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے کروں گا اور چھ مہینہ مدینہ منورہ میں رہوں گا۔ اور اسی درمیان میں بیت المقدس کی زیارت سے بھی فراغت کروں گا۔ لہٰذا میں روانگی ہندوستان پر ہرگز راضی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اپنی خواہر عزیزہ کے اصرار پر اُن کی بیقراری اور بے تابی و تکلیف جانگداز اور حکیموں اور ڈاکٹر کی تجویز و تقاضا سے مجبور ہو کر بلا زیارت مدینہ منورہ قصد ہندوستان کا کیا اور بتاریخ ۲۹ محرم ۱۳۱۱ھ روز شنبہ کو ہم لوگ سب مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور یکم صفر کو جدہ پہنچے اور تاریخ چودھویں صفر کو تیجور جہاز پر سوار ہوئے۔ دو روز کے بعد سترہویں صفر کو والدہ حاجی علی اکبر صاحب نے انتقال کیا اور ہماری خواہر عزیزہ کی بھی حالت خطرناک ہو رہی تھی۔ میں خود بھی علیل تھا۔ مگر جب جہاز ہم لوگوں کا بحر احمر سے نکل کر بحر عرب میں پہنچا۔ افاقہ ہم لوگوں کو شروع ہوا۔ چھبیسویں صفر روز جمعہ کو بارہ بجے ہم داخل بمبئی ہوئے۔ اور مکو سیٹھ کے مسافر خانہ میں جو نہایت وسیع عین برلب بحر شور نہایت پر فضا جگہ میں واقع ہے فرود ہوئے۔ اور بالاخانہ پر ایک کمرے میں ہم لوگ اترے۔ وہاں کے مہتمم جناب مولوی محمد شاہ صاحب سے جو ایک نہایت ہی خوش اخلاق آدمی تھے۔ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہر طرح پر ہماری راحت و آرام میں سعی و کوشش کی۔ میں نے فی الفور پٹنہ کو تار بھیج دیا، اور وہاں سے بتاریخ ۲۸ صفر ریل پر سوار ہوا اور بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۳۱۱ھ وقت شام پٹنہ پہنچا۔ اور بتاریخ دسویں شوال ۱۳۱۲ھ صبیہ خورد تر مسماۃ زینب بعمر چھتیس ۳۶ سال راہی خلد بریں ہوئی۔ اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا۔ اور بتاریخ چھٹی ذیقعدہ سنہ صدر نور دیدہ پارہ فوادی محمد صالح پسر عبد الفتاح بعمر نو برس چار ماہ آغوش مادر کو چھوڑ کر مسکن گزین علیین ہوا۔ انا

للہ وانا الیہ راجعون اور بعد ایک برس کے بتاریخ بارہویں ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ اہلیہ فقیر مسماۃ جمیلۃ النساء نے اس نفس عنصری کو چھوڑ کر جنت الماویٰ میں جگہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا اللھم ما کان منھا من حسنۃ فتقبل منھا و ما کان منھا من سیئۃ فتجاوز عنھا۔ اور باعث توالی غموم و ہموم و ضیق النفس نوبت یہ پہنچی ہے کہ ہاتھوں میں رعشا اور بصارت میں کمی فصور و فتور واقع ہو گیا ہے کہ لکھنے سے مجبور رہوں۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ایک کاتب کو بٹھا کر لکھایا ہے اور نظر ثانی کرنے سے بھی مجبور رہوں پس جو کچھ اس کے اندر حضرات ناظرین سہو و غلطی پاویں، عیب پوشی کو کام میں لا کے قلم اصلاح سے مزین فرماویں۔ شعر

متاب اے پارسا روی از گنہگار	بہ بخشایندگی در وے نظر کن
اگر من ناجوان مردم بکردار	تو بر من چوں جوان مرداں گذر کن

اب میں اس دفتر کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی و ان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک و انی من المسلمین۔ بتاریخ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ نور الہدیٰ مرحوم با مسماۃ محب النساء عرف ناجو صبیہ سید علی کریم صاحب ساکن سورج گڈھ ضلع مونگیر جفت ہوئی۔ شمولیت سلسلہ پسر نور الہدیٰ مرحوم کا عقد بتاریخ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ بمسماۃ عائشہ صبیہ مولوی سید عبد الحفیظ موضع رجہت گیا سے ہوا۔ اللھم ارزقہ اولاداً صالحاً آمین

ضمیمہ تذکرہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب صادقپوری علیہ الرحمہ

آپ کا انتقال ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء مغرب کے قریب ہوا تھا۔ انتقال کی خبر مشہور ہوتے ہی بہت سے احباب تو آپ کے مکان واقع نموہیاں پر جمع ہو گئے تھے۔ لیکن بات یہ طے پائی کہ آج ۱۰ ذی الحجہ عید قرباں کا پہلا دن ہے۔ گورکن کے ملنے میں دقت ہو گی۔ اس لئے تدفین کا کام کل یعنی ۱۱ ذی الحجہ کو انجام دیا جائے۔ جو لوگ مغرب تک آپ کے مکان پر جمع ہو چکے تھے، ان میں سے

بعض لوگوں نے کہا کہ کل مولانا کو سپرد خاک کرنے کے قبل آپ کے جانشین (مولانا) عبدالجبار صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلینی چاہیئے۔ جو لوگ وہاں پر موجود تھے، ان میں جناب مولوی حامد حسن صاحب مرحوم صادقپوری بھی تھے۔ انہوں نے (مولانا) عبدالجبار (صاحب) سے کہا، ایسے موقع پر بیعت کا لینا ٹھیک نہیں کسی اور موقع پر بیعت کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ کل جس وقت جنازہ دفن ہوگا۔ ایسے موقع پر سی آئی، ڈی والوں کی خاصی تعداد یقینی موجود رہے گی۔ چنانچہ ان کے مشورہ کے مطابق بیعت کو ملتوی کر دیا گیا۔ صلوٰۃ جنازہ مولانا عبدالقیوم صاحب مرحوم صادقپوری نے پڑھائی۔ صلوٰۃ جنازہ پڑھانے کے وقت ان کا دل بہت ہی مغموم و متاثر تھا۔ نماز جنازہ انہوں نے لمبی پڑھائی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دعائے جنازہ کے بعض بعض جملوں کو بار بار نہایت تضرع و زاری کے ساتھ دہرا رہے تھے۔ دفن کے بعد جب دعا تثبیت پڑھنے لگے تو اس میں بھی کافی دیر کی۔ دعا بہت ہی پرکیف تھی۔ قبر کے آرام کا سوال، جنت کے دروازوں کے کھلنے، جنت کے لباس کے پہنانے، جنت کے فرش کو بچھوانے کی التجا تو دعا میں تھی ہی۔ مگر اسوقت ایک جملہ آپ کا یہ بھی تھا کہ اب تم ایسی جگہ پہنچ گئے ہو، جہاں سے اب تمہیں کوئی شخص جزیرہ انڈمان نہیں بھیج سکتا۔ دنیا کی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کا اچھا بدلہ اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں نصیب فرمائے۔ بعد کو معلوم ہوا کہ ان کے صلوٰۃ جنازہ سے لے کر دعا تثبیت تک خصوصاً آخری جملہ کو سی، آئی، ڈی والوں نے آئی جی کے آفس میں پہنچایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت روز تک اس کی تفتیش رہی کہ ان کا جانشین اور ان کے کام کو سنبھالنے والا اب کون ہے۔ ان کی زندگی میں حکومت کی طرف سے ان پر بہت کڑی نگرانی رہتی تھی۔

مشتے نمونہ از خروارے دو نمونے پیش کئے جاتے ہیں:۔

ایک واقعہ یہ ہے کہ موسم سرما میں مولانا مرحوم کو سوئے تنفس کا دورہ اکثر رہا کرتا تھا اس دوران میں آپ اکثر زنانہ مکان میں پلنگ پر رہا کرتے تھے۔ باہر نکلنا دشوار ہوتا تھا اسی موقع پر رحمت خاں انسپکٹر آپ کے دروازہ پر پہنچے اور آواز دی۔ دائی باہر

آئی تو رحمت خاں انسپکٹر نے کہا کہ ہم مولانا عبدالرحیم صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ دائی نے اندر جاکر مولانا کو خبر دی کہ ایک شخص آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مولانا نے رحمت خاں انسپکٹر کو اندر ہی بلوالیا، ایک پلنگ پر تو خود مولانا لیٹے ہوئے تھے، دوسرا پلنگ جو اس کے بغل میں تھا، اس پر انسپکٹر صاحب کو بیٹھنے کو فرمایا، اور پوچھا کہ فرمایئے "آپ کیا چاہتے ہیں؟ انسپکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کی طرف سے مجاہدین کے لئے چندہ جمع ہوتا ہے" اس کے متعلق آپ کا کیا جواب ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ کیفیت تو خود حکومت نے پیدا کر دی ہے کہ میری طرف سے لوگ جعلی چندہ وصول کرتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں، ایسی خبر تو ہمیں بھی کبھی کبھی ملی ہے مگر یہ تو میری قدرت سے باہر ہے کہ ایسے جعل ساز لوگوں کی جعل سازی کو میں روک سکوں، اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ حکومت اگر چاہتی ہے کہ دوبارہ مجھے جزیرہ انڈمان بھیجدے تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ رحمت خاں انسپکٹر نے کہا کہ ہم آپ سے اس تکلیف دہی کی معافی چاہتے ہیں۔ ہم ایک ملازم آدمی ہیں۔ ہمارے افسر نے دریافت حال کے لئے ہم کو آپ کے پاس بھیجا ہے، ورنہ ہم خود آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے ہیں۔

دوسرا واقعہ اور آپ کی مردم شناسی

ایک شخص جس کی ظاہر شکل و صورت اور اس کے ظاہری اعمال و افعال کو دیکھ کر جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم اس کو دیندار قابل اعتماد اور قابل اعتبار سمجھنے لگے۔ آپ نے ایک خط لکھ کر مولانا عبدالرحیم صاحب کے پاس ان کو بھیجا۔ جب وہ شخص مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ کے پاس پہنچا اور مولانا آروی مرحوم کا خط پیش کیا۔ خط میں مضمون یہ تھا کہ برندہ رقعہ بڑا قابل اعتماد آدمی ہیں۔ میں ان کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں امید ہے کہ کام چلے گا۔ اس شخص نے مولانا ابراہیم صاحب آروی کے خط کے ساتھ کچھ رقم بھی پیش کی۔ لیکن مولانا عبدالرحیم صاحب نے سمجھ لیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ہاتھ بکا ہوا سی، آئی، ڈی کا آدمی ہے۔ مولانا عبدالرحیم صاحب نے اس شخص سے فرمایا کہ اس رقم کو لے کر مدرسہ اصلاح المسلمین محلہ پتھر کی مسجد پٹنہ چلے جاؤ اور مولانا

سید کفایت حسین صاحب کے حوالہ کر کے ان سے مدرسہ کی رسید لے لو۔ وہ شخص مولانا عبدالرحیم صاحب کے پاس سے روانہ تو ہو گیا، لیکن مدرسہ میں نہیں پہنچا، کیونکہ اس سے تو اس کی غرض پوری نہیں ہوتی تھی۔ کچھ روز کے بعد مولانا محمد ابراہیم صاحب نے مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کے پاس ایک دوسرا خط لکھا، کہ ہم نے فلاں شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا امید ہے کہ کام چلا ہوگا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم نے مولانا آروی مرحوم کو جواباً تحریر فرمایا کہ آپ کے بھیجے ہوئے آدمی تو ہمارے پاس آئے تھے۔ لیکن میں نے ان سے یہ کہا کہ انتم اعلم بھذا بیت کم تفوحون۔ مولانا آروی مرحوم کو جب یہ خط ملا تو ان کو بہت ہی تعجب ہوا کہ ایسے ایسے آدمیوں پر بھی مولانا موصوف اعتماد نہیں فرماتے ہیں۔ کچھ روز بعد مولانا آروی مرحوم پٹنہ تشریف لائے اور مولانا عبدالرحیم صاحب سے ملاقات کی، اور اپنے متعجب ہونے کا حال بیان کیا اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بعد کو ہم پر بھی اس شخص کے سی۔ آئی۔ ڈی ہونے کا حال کھل گیا اور یہ بھی فرمایا کہ آپ کی فراست اور مردم شناسی کو ہم نہیں پہنچ سکتے، جو کچھ آپ نے کیا بالکل ٹھیک درست ہے۔

ایک دعوت کا واقعہ ـــ پٹنہ کے سلطان گنج تھانہ کے علاقہ میں ایک خوشحال شخص کے یہاں غالباً طعام ولیمہ کی دعوت تھی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ بھی وہاں مدعو تھے۔ جب آپ وہاں شرکت دعوت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں دیکھا کہ دسترخوان دو جگہ بچھے ہوئے ہیں، ایک جگہ تو خوشحال اور رؤساؤں کو کھانا کھلایا جا رہا تھا، اور دوسری جگہ غرباء کو ان ہی غرباء کے ساتھ مولانا کفایت حسین صاحب مرحوم مدرس اول مدرسہ اصلاح المسلمین بھی بیٹھے تھے۔ وہاں کے منتظمین نے مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کو اس دسترخوان پر لے جانا چاہا، جہاں رؤسا کو کھلایا جا رہا تھا، لیکن آپ نے اس کو منظور نہیں فرمایا اور جہاں غرباء کو کھانا کھلایا جا رہا تھا، وہاں پہنچ کر مولانا سید کفایت حسین صاحب کے نزدیک بیٹھ گئے اور ان ہی غرباؤں کے ساتھ کھانا کھا لیا اور اس کے بعد صاحب خانہ سے ملے اور ان سے رخصت ہو کر اپنے مکان تشریف لے آئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دو دسترخوان پر الگ الگ کھانا کھلایا جانا آپ کو پسند نہیں ہوا، اسلئے

آپ نے ایسا کیا۔

اقتباس از نوٹ مولانا عبدالغفار صاحب مرحوم صادقپوری

اعتراف وصاف گوئی ۔۔۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمہ نہایت افسوس حسرت اور ندامت سے فرماتے تھے کہ مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ جب ہندوستان سے رخصت ہونے لگے تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس حقیر کو بھی لے جانے کا ارادہ فرمایا اور مجھ سے فرمایا کہ تم بھی ہمرکاب ہو لو۔ میری کمسنی تھی۔ شاید پندرہ سولہ برس کی عمر ہوگی۔ طبیعت کی کمزوری نے وسوسہ پیدا کیا اور حیلہ جوئی کی طرف مائل کر دیا اور عم محترم سے بطور بہانہ کہہ دیا کہ مجھے سہل (پیچش) آرہے ہیں۔ رخت سفر درست ہو چکا تھا، انتظار کا موقع نہ تھا اور نہ اصرار کا۔ حضرت عم بزرگوار روانہ ہو گئے۔ کاش وسوسۂ شیطانی حائل نہ ہوتا تو مکارہ فتن سے بچ جاتے اور ثمرہ عقبیٰ کی امید ہوتی۔

محب اقربا ۔۔۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کو ضیق النفس کی تکلیف برابر رہا کرتی تھی، آپ سواری یا کھٹولی پر عزیزوں کو دیکھنے کے لئے صادق پور تشریف لاتے تو مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب مرحومین کے یہاں بھی تشریف فرما ہوتے۔ تمام عزیزوں حتیٰ کہ بہوؤں سے بھی ملتے اور خیریت دریافت فرماتے اور حسب موقع پند ونصائح فرماتے، سانس پھولتی رہتی، چلنا اور بولنا دشوار ہو جاتا، لیکن ضروری کاموں کو نہیں چھوڑتے، جن اعزہ کی رغبت کار دین کی طرف زیادہ ہوتی، ان سے محبت ورغبت زیادہ کرتے۔

فن تعمیر ۔۔۔ فن تعمیر اور باغبانی سے طبیعت کو خاص مناسبت وقوف اور مہارت تھی۔ فن تعمیر، فن حرب کا ایک جزو لاینفک کہا جا سکتا ہے۔ لیکن فن باغبانی کا موقع ہی کب ملا، اور آپ نے اس کو کہاں برتا، کیونکہ ساری عمر تو رنج ومحن میں گذری۔

سنہ ۱۲۸۰ھ میں وہابی کیس کے نام سے انگریزی حکومت نے ہندوستان کے مختلف مقامات سے مختلف لوگوں پر مقدمات دائر کئے۔ ان مقدمات میں مولانا

محمد حسن صاحب صادق پوری نے جن کی عمر اس وقت کل سولہ سال کی تھی۔ تمام مقدمات کی پیروی کی اور مقدمات کی پیروی کی وجہ سے کلکتے سے لیکر انبالہ تک بار بار ان کی دوڑ دھوپ ہوتی رہی۔ جب مقدمات ختم ہوئے اور حکومت نے تمام ماخوذین کو جزیرۂ انڈمان بھیجدیا تو ان ہی میں صادق پور سے چار اصحاب مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم، مولانا یحییٰ علی صاحب مرحوم، مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم اور عبدالغفار صاحب مرحوم جزیرہ انڈمان بھیج دیئے گئے۔ ان مقدمات کے بعد دینی اور قومی کاموں کا سارا بوجھ مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے اٹھا لیا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم جب ۱۳۰۰ھ میں بیس سال کے [illegible] جزیرہ انڈمان سے واپس آئے تو لوگوں کی فرمائش ہوئی، یہاں تک کہ مولانا عبداللہ صاحب پسر [illegible] ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ نے بھی مولانا عبدالرحیم صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ دینی اور قومی کاموں کو آپ اپنے ہاتھ میں لے لیں لیکن مولانا عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ برادر محمد حسن جس صورت سے کام کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں، ہم ان کے کاموں میں مدد دیتے رہیں گے۔ لیکن جب مولانا محمد حسن صاحب مرحوم نے ۱۳۰۷ھ ہجری میں انتقال فرمایا تو اس وقت سے کل کاموں کی ذمہ داری پھر مولانا عبدالرحیم صاحب نے اپنے ہاتھ میں لی۔

شجاعت — جناب کی طبیعت نہایت جری اور بہادر واقع ہوئی تھی، اسپ سواری اور اسپہ گری میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے، گویا امیر الجیش کی استعداد جناب میں تھی۔ نقشۂ جنگ خوب سمجھتے اور اس پر صحیح تنقید فرماتے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں آپ برابر تبصرہ فرماتے رہے اور نقشہ پر کھینچ کر بتایا کرتے، اور وہ بات بعد کو واقعہ کے مطابق ثابت ہوئی۔ مصائب اور تکالیف سے آپ کبھی ہراساں نہیں ہوئے، اور نہ کسی بالا دست سے خائف ہوئے اور نہایت ہی متواضع، منکسر المزاج خوش خلق تھے۔ لیکن آپ غیظ و غضب کے عالم میں ہوتے تو شیر ببر کا نظارہ سامنے ہوتا، جوش انتقام سے پُر نظر آتے، مگر درحقیقت جناب خیرخواہ ملت و دردمند قوم اور غایت درجہ مردم شناس تھے۔ دوست و دشمن کو خوب پہچانتے تھے۔ کسی بد باطن کی دال گلنے نہیں

باقی تھی۔ گوشہ عزلت میں اقرباء، احباب اور افراد ملت سب کا خیال فرماتے، اور ملفوظات گہربار سے لوگوں کے ایمان کی تازگی اور اصلاح باطنی فرماتے۔ جناب کی تقریر نہایت ہی پُرمغز اور وعظ پُراثر ہوتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ کاروبارِ سلف محض آپ ہی کی علو ہمت، سیاست اور تدبر کے باعث قائم رہا۔ لیکن آپ تقلید اسلاف میں متشدد اور نجش میں منتقم تھے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ باوجودیکہ آپ پہلی جنگ عظیم پر عزیزوں، دوستوں اور احبابوں کے سامنے تبصرہ کردیتے تھے، لیکن آپ اپنے اس مضمون کو کبھی کسی اخبار میں نہیں دیتے۔ مسٹر قلی سکریٹری بورڈ آف اگزامینیشن پہلی جنگ عظیم کے زمانہ میں پٹنہ آئے اور مولانا عبدالرحیم صاحب سے ان کے مکان پر جاکر ملاقات بھی کی، لیکن جب مسٹر قلی نے مولانا سے جنگ پر تبصرہ کرنے کی فرمائش کی تو جواب میں مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہم بوریا نشین جنگ پر کیا تبصرہ کرسکتے ہیں، ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ پہلے اس بھاؤ کا تھا اور اب اس بھاؤ کا ہے۔ غلہ کا نرخ بہت بڑھ گیا ہے۔ ہم اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اس گرانی سے ہم لوگوں کو تکلیف ہے۔ جنگ پر تبصرہ فرمانے سے مسٹر قلی کے سامنے گریز فرمایا اور تذکرہ صادقہ کی ایک جلد مسٹر قلی کے سامنے ہدیۃً پیش فرمایا۔

استحفاظ مسلک اسلاف ۔ جن رسوم کی اسلاف نے اصلاح فرمائی تھی جناب مولانا عبدالرحیم صاحب نے پورے احترام کے ساتھ تادم زیست ان کا نہایت مستعدی کے ساتھ لحاظ فرمایا۔ اپنے خاندان کے جن گھروں میں جناب کو اقتدار حاصل تھا، مہر عقد پانچ سو درہم یا پانچ سو سکہ رائج الوقت قائم رکھا اور فرمایا کرتے، کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اندر بڑی مصلحت اور برکت رکھی ہے۔ دُلہن کے جوڑے وغیرہ میں بھی تکلف اور خرچ کثیر کو ناپسند فرماتے۔ سادگی کی برابر نصیحت فرماتے۔ رسم نوید خلعت مانجھا جو اقرباء کی طرف سے آتے ہیں، اور صاحب تقریب بھی اس کا معاوضہ نہایت پابندی سے کرتے ہیں۔ یہ سب آپ کی کوشش سے موقوف ہوچکے تھے۔ منسوبہ کا مانجھا بیٹھانا اور مہینوں قبل ہی سے گیت دہنگ ہونے کو نہایت ناپسند فرماتے۔ اگرچہ گیت

جو فحش و مناکیر سے محفوظ ہوں وہ جائز رکھتے۔

اپنے مشن کے کام سے اس گوشہ نشینی میں کبھی غافل نہیں ہوئے، جو آدمی آپ سے ملاقات کے لئے آتے، آپ ان کے سامنے قرآن مجید و احادیث شریف کھول کر رکھ دیتے عام اس سے کہ وہ مسلک کی پابندی سے دور ہی کیوں نہ ہوں۔

ابتدائے زمانہ ـــ یعنی بعد واپسی از جزیرہ انڈمان بقیۃ السلف مریدان مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمہ، مولانا فرحت حسین صاحب علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ محمد حسین صاحب علیہ الرحمہ نمو میاں، مولانا یحییٰ علیہ الرحمہ صاحب کے صحبت یافتوں کا وجود کافی باقی تھا۔ باد مغربی نے ان کی اولاد کی روحوں کو تونسا اور جھلسا دیا۔ مولانا سید کفایت حسین صاحب آپ کے فدائی معاون تھے، اور مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی آپ کے خیال و عمل کے مددگار رہے۔ دوسرے اہل علم کو ترغیب و تحریص فرماتے چنانچہ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم رحیم آبادی پُرجوش معاون بن گئے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب اپنے تذکرہ صادقہ میں لکھتے ہیں کہ ساڑھے تین مہینہ کم بیس برس کے بعد جب میں اپنے گھر واپس آیا تو دیکھا کہ رنگ ڈھنگ، چال چلن، لباس و پوشاک اور کل طرز معاشرت تمام شہر کا بدلا ہوا ہے۔ جو لوگ اس وقت (یعنی آپ کے جزیرہ انڈمان جاتے وقت) میں عمر رسیدہ تھے وہ تو پیوند زمین ہو گئے اور جو لڑکے تھے وہ بوڑھے ہو گئے، اور جو ملک عدم میں تھے وہ لباس ہستی پہن کر جوان ہو گئے۔ اور اب نئی روشنی، نئے اعتقادات اور نئے خیالات کے لوگ ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً اہل صادق پور کے عورت و مرد ہر ایک میں تغیر عظیم پایا، کہ جس کا سخت رنج دگر نقلب پر گذرا، اس وقت مجھ کو اپنی رہائی پر از بسکہ افسوس ہوا کہ کاش میں بھی اسی جزیرہ کا پیوند زمین ہو جاتا تو روز حشر اپنے دونوں ساتھیوں (مولانا احمد اللہ صاحب و مولانا یحییٰ علی صاحب) کے ساتھ محشور ہوتا اور نیز ان مکروہات کے معائنہ سے محفوظ رہتا۔

متذکرہ بالا مضمون کے الفاظ خود مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کے ہیں، جن کو

دیکھ کر مولانا موصوف کی یہ تمنا ظاہر ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جزیرہ انڈمان ہی میں دفن ہوتے تو بہتر ہوتا اور ہندوستان واپس نہ آتے تو یہاں کی بدلی ہوئی صورت کے معائنہ و مشاہدہ سے بچ جاتے۔ بیس برس کے بعد جو آپ نے تغیرات ہوتے دیکھا، اس سے ان کا دل بے چین ہو گیا، لیکن آگے کے حالات و مشاہدات بتلاتے ہیں کہ مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم رحیم آبادی، مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم صادق پوری اور مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم اسیر فرنگ بالخصوص جب تک دنیا میں موجود رہے بہت سے فسادات اور برائیاں رکی رہیں، گویا ان تینوں بزرگوں کی ذات بالخصوص مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کی ذات فسادات اور برائیوں کے سیلاب کے روکنے میں بند کا کام دے رہی تھی۔ پہلے مولانا عبدالعزیز صاحب مرحوم رحیم آبادی اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کے بعد مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم صادق پوری نے رخت سفر باندھا۔ ان دونوں بزرگوں کے انتقال کے بعد آخر میں جناب مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان اسلاف کرام کے انتقال پُرملال کے بعد ایسا معلوم ہونے لگا کہ خرابیوں کا روکنے والا بند ٹوٹ گیا اور ان خرابیوں کا سیلاب نہ صرف اُمڈا بلکہ گھر گھر پہنچ گیا۔ بہت کم خدا کے بندے ایسے بچے جو ان برائیوں کے سیلاب سے متاثر نہیں ہوئے۔

ان تینوں بزرگوں کی موجودگی میں بالخصوص مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کی زندگی میں بہت سے ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو خود متشرع تو نہیں تھے، لیکن صرف ان کی موجودگی کی وجہ سے بہت سے کاموں میں بالخصوص شادی بیاہ کے موقع پر شرع کی پابندی کرتے تھے۔ اب آپ کے انتقال کے بعد وہ پابندی بھی نہیں رہی۔

اوپر یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم سنہ ۱۳۰۱ہجری میں انڈمان سے ہندوستان آ چکے تھے اور اس وقت تو می کشتی کا کام مولانا محمد حسن صاحب مرحوم کے ہاتھ میں تھا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم مدد معاون رہے، لیکن جب مولانا محمد حسن صاحب سنہ ۱۳۱۱ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت سے مولانا

عبدالرحیم صاحب مرحوم کے ہاتھوں میں قومی مشن کا کل کام آگیا اور اس مشن کے لوگوں میں بنگال سے لے کر پنجاب تک بلکہ سرحد کے پار لوگوں میں ان کی قیادت مانی جانے لگی۔ ان کے معاونین کے چند سربرآوردہ لوگوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم، مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی مرحوم۔ مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب صادقپوری مرحوم یہ سب تو بہاری ہیں، باقی جگہوں میں دوسرے لوگ معاون تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم تو بہت پہلے دنیا سے رخصت ہوئے، ان کے بعد مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کا انتقال ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں مولانا حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم صادقپوری نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان تینوں کے بزرگوں کے بعد ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء میں مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم سب سے آخر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم۔

متذکرہ بالا تینوں بزرگوں میں کوئی ایک بھی اگر مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کے بعد زندہ رہتے تو قرینہ یہ ہے کہ جماعتی کاموں کا حال دوسرا ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم نے اپنی آخری زندگی میں اپنی جانشینی کے طور پر مجھ ناچیز عبدالخبیر صادق پوری کو منتخب کیا اور اپنے بعد جماعت کے کاموں کی ذمہ داری باوجود عذر داری کے اسی ذرۂ ناچیز کے سپرد کیا۔ باوجودیکہ ان ذمہ داریوں کے سنبھالنے کا بوجھ اس حقیر ناچیز نے ناپسندیدگی کے ساتھ بادل ناخواستہ قبول کیا تھا۔ پھر بھی حتی الامکان اخلاص کے ساتھ کاموں کے سنبھالنے کی فکر میں لگ گیا اور اس وقت کے سب سے بڑے سربرآوردہ عالم جناب مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ۱۹۲۶ء میں بمقام چھپرہ اظہار خیال کے طور پر جو ارشاد فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد ثناء اللہ صاحب مرحوم بھی مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کی قیادت اور ان کے بعد کے قائم مقام (یعنی اس ناچیز) کی نامزدگی کو تسلیم فرماتے تھے لیکن پھر بھی بہت سے لوگوں نے اس سے اختلاف کیا۔ جو لوگ اس ناچیز عبدالخبیر کی نامزدگی تسلیم کرتے تھے اور اپنی اپنی جگہوں میں جماعتی کام بھی کر رہے تھے۔ ان میں بھی اکثر لوگ ایسے تھے جنہوں نے جماعتی کاموں کے

چلانے میں اس ناچیز عبدالخبیر کے مشوروں کو قبول نہیں کیا۔ ان کے خود اختیاری کاموں کی وجہ سے جماعت اور جماعتی کاموں کو نقصان پہنچتا رہا اور انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جماعتی کاموں کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے زمانہ کا ایک واقعہ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ یہ جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے ڈسپلن یا تربیت کا نتیجہ تھا کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک مسلمانوں کے اندر ڈسپلن قائم رہی اور مسلمانوں کا حال اچھا رہا۔ یہی حال یہاں بھی ہے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کے وقت تک جو ڈسپلن جماعت کے لوگوں کے اندر تھی، ان کے رخصت ہونے کے بعد باقی نہ رہی اور اگر رہی بھی تو چند گنتی کے لوگوں کے اندر۔

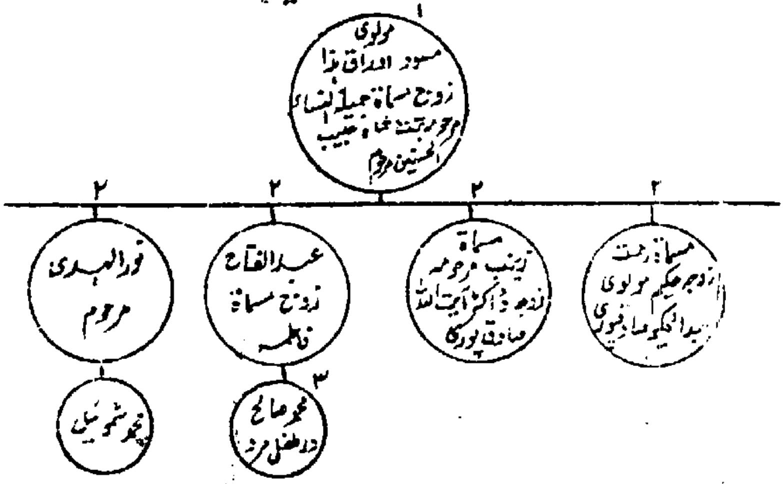
نوٹ: جناب نے ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ قبل مغرب بانوے برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مرقدہٗ۔

تاریخ وفات مصنفؒ از نتیجۂ فکر جناب حکیم محمد شریف فخر عظیم آبادی

ازیں کارِ مجازی شد بجنت	امیرم مولوی عبدالرحیم آہ
چو شد ہشتاد و نہ از عمر باکش	وصال از مرگ آں فرمود ناگاہ
بود آں مشعل بیت ہدایت	ز انوارش گرفتے راہ گمراہ
بہ بحر رحمت و غفران غفار	شدہ کشتی عمرش غرق ناگاہ
دم نزع نبودہ بر زبانش	بجز نام خدا اللہ اللہ
مرا کردہ اسیر بندہ ماتم	بزود در جنت الفردوس خرگاہ
ز فخر پیر ملہم گفت سالش	امام پاک دان تشریف بردآہ
	۱۳۴۶ھ

نقشہ اولاد و احفاد کا یہ ہے :-

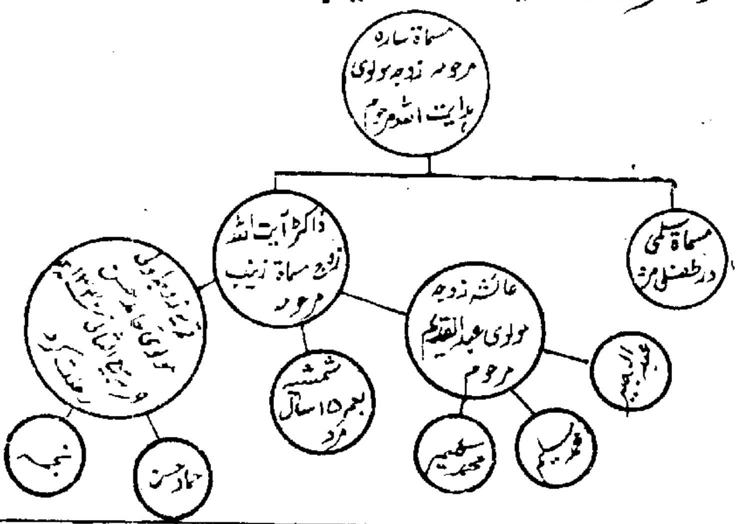


مسماۃ سارہ مرحومہ

بنت مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ زوجہ مولوی ہدایت اللہ مرحوم۔ ان کی پیدائش غالباً ۱۲۵۵ھ میں ہوئی ہوگی۔ انہوں نے قرآن باترجمہ پڑھ لیا تھا اور اُردو کتاب پڑھنے پر بخوبی قادر تھیں۔ ان کی دس برس کی عمر تھی کہ جناب مولانا ولایت علی قدس سرہٗ نے اپنے صاحبزادۂ اوسط مولوی ہدایت اللہ مرحوم سے شادی کردی تھی۔ اور بعد اس کے ان کو اپنے ہمراہ ملک افغانستان کو لے گئے۔ جو آخری سفر آپ کا ملک سوات کو ہوا۔ وہاں تخمیناً تین برس یہ ہمراہ بڑے حضرت قدس سرہٗ کے رہیں۔ اس کے بعد چار برس اور منجھلے حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ قیام کا اتفاق ہوا۔ جملہ سات برس ان کا وہاں قیام رہا۔ اس اثنا میں گھوڑے کی سواری و قواعد وغیرہ فنون حرب سے بھی واقف ہوگئی تھیں۔

مگر جب اُن کے زوج مولوی ہدایت اللہ مرحوم کا دل وہاں سے برداشتہ ہوا اور وہ روانہ پٹنہ ہوئے۔ یہ بھی ان کے ہمراہ آئیں۔ اس وقت سے برابر صادق پور میں رہیں۔ یہاں آکر ایک لڑکی مسماۃ سلمیٰ پیدا ہوئی اور وہ دو اڈھائی برس کی ہوکر گزر گئی۔ اُسکے بعد ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ میں ڈاکٹر آیت اللہ عمرہٗ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پھر کوئی اولاد ان کے نہ ہوئی۔ بعد اس کے ۱۲۹۰ھ میں ان کے زوج مولوی ہدایت اللہ صاحب

کا انتقال ہوا اس غم سے ان کی آنکھوں کی بصارت بالکل جاتی رہی۔ آدمی نہایت کم سخن و صاحب علم و مروت تھیں۔ بڑے حضرت علیہ الرحمۃ کی صحبت و تعلیم کا اثر ان کے اندر نہایت اچھا تھا۔ اس زمانہ میں ان کی ذات ستودہ صفات مغتنمات میں سے تھی۔ اور نہایت سنجیدہ اور صاحب فہم و فراست تھیں۔ باوجود آنکھوں کی روشنی کے چلے جانے کے خیاطت پر بخوبی قادر تھیں۔ اپنا اور اپنی پوتیوں کا کپڑا خود سی لیا کرتی تھیں، جناب مضمون شاعری کے سمجھنے میں بھی قاصر نہ تھیں۔ برابر بچوں کو پڑھاتیں۔ یہ شغل بصارت زائل ہونے کے بعد بھی برابر جاری رہا۔ مسماۃ حلیمہ صبیہ کلاں حکیم امداد حسین صاحب نے قرآن آپ ہی سے پڑھا تھا۔ بچوں کے علاج اور تشخیص امراض میں جناب کو خوب دخل تھا۔ تخمیناً ساٹھ برس کی عمر میں بتاریخ چھٹی ربیع الثانی روز دوشنبہ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے اس جہان فانی کو چھوڑا اور اپنے آبائے صالحین سے جاملیں اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا ونور مرقدھا نقشہ اولاد احفاد کا یہ ہے۔



مسماۃ فاطمہ مرحومہ

بنت مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ ان کی پیدائش تخمیناً ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ قرآن شریف مع ترجمہ خود فقیر نے ان کو پڑھایا ہے۔ اردو خوانی پر بخوبی قادر تھیں۔ ان کی شادی ساتھ مولوی

عبدالرحمن مرحوم بسر چہارمی حضرت مولانا ولایت علی قدس سرہٗ کے حضرت والد ماجد مولانا فرحت حسین علیہ الرحمہ نے اپنی آخر عمر میں کردی۔ مولوی عبدالرحمن مرحوم تخمیناً ڈیڑھ برس زندہ رہکر لاولد سنہ ۱۲۷۵ھ میں اس جہان فانی کو چھوڑکر داخل خلد بریں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر له وارحمهٗ۔ بعد دو اڑھائی برس کے ان کا نکاح ساتھ مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فقیر نے کردیا۔ اُن سے ایک لڑکا مولوی محمد یوسف مرحوم پیدا ہوئے وہ تخمیناً نو برس مہینے کے تھے کہ جناب مولانا مرحوم قید ہوکر جزیرۂ انڈمان کو بھیجے گئے۔ اور وہاں جاکر سنہ ۱۲۸۴ھ میں انتقال کیا۔ آپ نے دو بار حج کیا اول مرتبہ بمعیت اپنے برادر خرد مولوی عبدالرؤف صاحب کے سنہ ۱۲۸۹ھ میں اور بار دوم ہمراہ فقیر مؤلف ہذا سنہ ۱۳۰۱ھ میں۔ عزیزی مولوی محمد یوسف جعفری کی شادی ساتھ مسماۃ عظیم النساء بنت حکیم ظہور الحسن مرحوم آروی سے ہوئی جس کی تفصیل ونقشہ اولاد واحفاد کا اُن کی سوانح عمری میں گزرچکا۔ انہوں نے بمقام کلکتہ بتاریخ ۸ اگست سنہ ۱۹۱۷ء بعمر ۷۷ انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفر لها وارحمها۔

مسماۃ سعیدہ مرحومہ

بنت حضرت مولانا فرحت حسین صاحب قدس سرہٗ زوجہ مولوی محمد حسن مرحوم۔ یہ تخمیناً دو برس کی ہوں گی کہ جناب والدہ ماجدہ مسماۃ محمودہ غفر اللہ لہا نے انتقال فرمایا اور تخمیناً آٹھ نو برس کی ہوں گی کہ جناب حضرت والد ماجد مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی۔ اس وقت سے اُن کی کفالت و پرورش یہ فقیر مؤلف اوراق ہذا کرتا رہا تخمیناً چودہ برس کی ہوں گی کہ یہ فقیر بھی سنہ ۱۲۸۰ھ میں قید کرکے جزائر انڈمان کو بھیجا گیا۔ اس کے بعد ان کی شادی ساتھ شمس العلماء مولوی محمد حسن مرحوم کے ہوئی۔ نقشہ ان کی اولاد واحفاد کا اوپر گزرچکا ہے۔ ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ میں انتقال کیا۔ اللھم اغفر لها وارحمها۔

شمس العلماء برادرم عزیز مولوی عبدالرؤف صاحب مرحوم فکر

ابن مولوی فرحت حسین رحمۃ اللہ علیہ آپ کی والدہ مسماۃ نجیبن بنت قاضی اسد علی صاحب مرحوم ساکن موضع دولت پور ضلع گیا تھیں۔ ان کا پورا نسب نامہ صفحہ ۲۴۹ میں مرقوم ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ آپ دو برس چند مہینوں کے تھے کہ والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ اس وقت سے آپ برابر زیر پرورش و تعلیم و تادیب اس مسودہ اوراق ہذا کے رہے۔ چار برس کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے۔ مولوی سید عبدالوحید صاحب ساکن موضع یحییٰ پور آپ کے پڑھانے کے لیے مقرر کیے گئے۔ آپ ساڑھے نو برس کی عمر کو پہنچے ہوں گے کہ یہ فقیر بھی اُن کے سر پر سے علیحدہ کر لیا گیا جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ بعد اُس کے کچھ دنوں مولوی رحمت اللہ مرحوم سے پڑھتے رہے۔ پھر آپ زیر تعلیم شمس العلماء مولوی محمد حسن مرحوم کے رہے۔ اور انہیں سے اکثر کتابیں درسی عربی و فارسی کی پڑھیں۔ آخر میں جا کر کچھ تھوڑا جناب مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم سے پڑھا۔ آپ کو شعر و شاعری کا بھی مذاق حاصل ہے۔ فکر تخلص کرتے ہیں۔ بعمر پانزدہ سالگی شادی آپ کی مسماۃ خدیجہ بنت جناب مولانا احمد اللہ رحمۃ اللہ سے ۱۲۸۶ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ مع اپنی والدہ و اہلیہ و طفل شیرخوارہ مسماۃ فاطمہ ہمشیرہ خرد ۱۲۸۸ھ ہجری میں حج کو تشریف فرما ہوئے اور وہاں سے مراجعت کے تھوڑے دنوں کے بعد آپ کی اہلیہ مسماۃ خدیجہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور علیین کو رخصت ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا۔ اس کے بعد آپ نے مسماۃ قیمن بنت سید مہت علی ابن میر سلامت علی شاہو پوری ضلع گیا ابن میر برکت علی ساکن موضع تھبایاں مخدوم پور زنگر ضلع گیا سے نکاح کیا۔ ان سے ایک فرزند دلبند محمد زکریا مد عمرہ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ پیدا ہوئے۔ یہ اہلیہ بھی آپ کی قریب تین برس بعد شادی بقید حیات رہ کر داخل خلد بریں ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا۔ اُس کے بعد تیسری شادی آپ کی ساتھ مسماۃ بنت الفاطمہ بنت شیخ عبدالمجید صاحب مرحوم بن شیخ محمد حسن بن مولوی اظہر علی بن مولوی وارث علی آروی سے ہوئی۔ ان سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہوا مسماۃ میمونہ

زوجہ مسٹر محمود حسن سلمہ اللہ تعالیٰ اور محمد الیاس مرحوم و مساۃ نجیدہ مرحومہ پیدا ہوئے۔ یہ اہلیہ بھی چودہ برس بعد شادی اس زندگانی فانی سے بہرہ ور ہو کر اس دنیائے دینہ کو خیرباد کہتی ہوئی داخل فردوس ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا۔ تب آپ نے چوتھی شادی ایک بیوہ عورت مساۃ رقیہ بنت مولوی نجات احمد مرحوم گرہنسوی یعنی خواہرزادی جناب مولوی شمس الحق صاحب دامت برکاتہ۔ ساکن موضع ڈیانواں سے سے کی۔ آپ بعد انتقال شمس العلماء مولوی محمد حسن مرحوم محمڈن اینگلو عربک اسکول کے سکریٹری ۱۳۰۷ھ میں ہوئے۔ اس وقت سے اس کام کو نہایت عمدگی و حسن لیاقت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ چنانچہ اس کے صلے میں گورنمنٹ نے خلعت و خطاب شمس العلماء کا عطا ہوا۔ اور آپ ہمیشہ جلسۂ وائسرائے میں مدعو ہوتے۔ اور آپ ہی کے زمانہ نظم میں لفٹنٹ گورنر نے محلہ گزری میں سنگ بنیاد عمارت محمڈن اسکول کی رکھا اور بہت کچھ خوشنودی اپنی آپ کی نسبت ظاہر کی۔ افسوس کہ آپ کے صاحبزادۂ کلاں محمد ایوب مرحوم نے بعد حصول علم عربی و فارسی و انگریزی عین حالت شباب اکیس ۲۱ برس کی عمر میں بتاریخ ۲ جمادی الآخر ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۹۳ء روز جمعہ اس دنیائے بیوفا کو چھوڑ کر جنت نعیم کو روانہ ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منہا۔ یہ لڑکا نہایت ذہین و ذکی و فطین تھا اور از بسکہ حلیم و سلیم و لبیب مگر افسوس کہ اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور اس کے جوہر ابھرنے نہ پائے۔

این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد

اور تاریخ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۰۱ھ ہجری مطابق ۲۵ اپریل ۱۸۸۴ عیسوی روز جمعہ کو آپ کی والدہ ماجدہ مساۃ نجیبن مرحومہ نے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا اور اسی تاریخ کی شب کو مساۃ میمونہ مرحومہ آپ کو شعر و سخن میں ذوق تھا۔ آپ کے اشعار عموماً دردناک ہوتے۔ آپ کی لڑکی پیدا ہوئی۔ ع

کہ دنیا میں تو ام ہیں شادی و غم

آپ نے روز شنبہ ۸ شعبان ۱۳۱۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۰۰ء بعارضہ طاعون رحلت کیا۔

قائم مقام

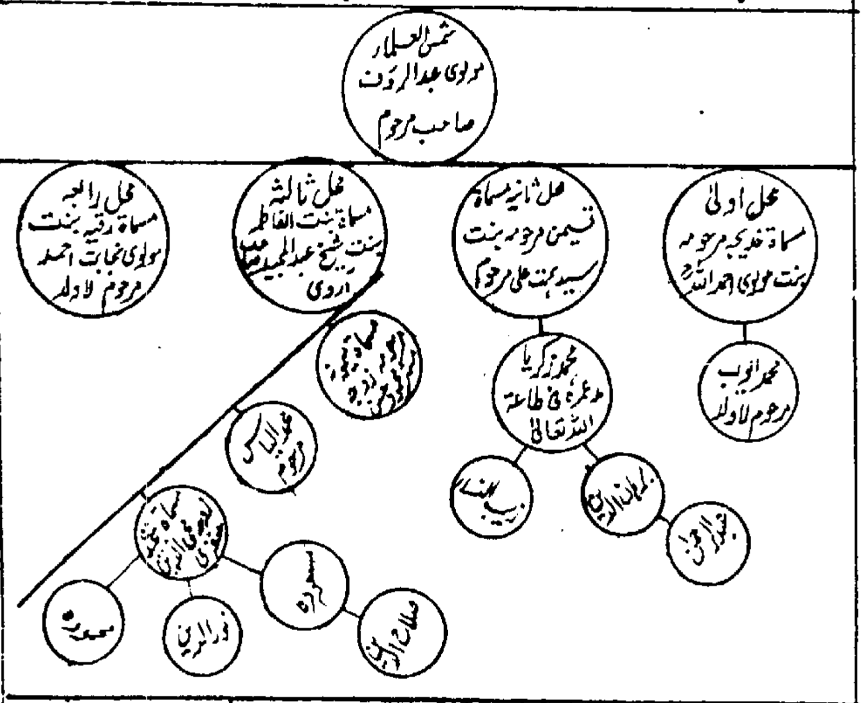
ذکر اولاد

انا للہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔ تاریخ رحلت ہ

ہوئی تاریخ رحلت عیسوی میں غروب آفتاب عالماں ہائے
۱۹۱۰ء

نقشہ آپ کی ازواج و اولاد کا یہ ہے:-

بتاریخ ۳۰ شعبان ۱۳۲۲ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۰۴ء نورچشمی میمونہ نے بعمر ۳۱ سال بعارضہ طاعون قضا کیا۔ غفر اللہ لہا۔ وبتاریخ ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ روز دوشنبہ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۵ء بعمر ۱۸ سالہ محمد الیاس نے رحلت کیا۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔ مولوی زکریا کی شادی موضع پورہ مسماۃ حفیظن صبیہ مولوی ظہیر الدین سے ہوئی۔ نورچشمی مسماۃ سنجیدہ مرحومہ کی شادی ساختہ محی الدین انسپکٹر پولیس بن قاضی فرخ حسین جعفری ساکن شہداتواں بتاریخ ۱۱ شعبان ۱۳۲۲ھ ہوئی۔



مولوی بشارت علی مرحوم

بن مولوی وارث علی مغفور بن ملا محمد سعید قدس سرہٗ آپ کی شادی مسماۃ نجیبن بنت حضرت شاہ

عقد اولاد

محمد جعفر رحمت اللہ علیہ ساکن محلہ نوہیہ سے ہوئی، آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئیں۔ مولوی عسکری علی مرحوم و مولوی باقر علی شہید و مسماۃ واجدہ مرحومہ۔ آپ ان تینوں اولاد کو صغیر سن چھوڑ کر چوبیس پچیس برس کی عمر میں رحلت فرمائے دار بقا ہوئے۔ آپ کے صاحبزادہ کلاں مولوی عسکری علی مرحوم کی شادی بینا پکھولی محلہ شاہ آباد میں ہوئی، مگر کوئی اولاد آپ کو نہیں ہوئی۔ ایک کپتان صاحب کمپ دانا پور میں رہتے تھے۔ جب اُن کی پلٹن دانا پور سے کابل کو جانے لگی، اس وقت گورنمنٹ کی طرف سے فوج واسطے لڑائی دوست محمد خاں کے جاتی تھی۔ آپ کو اس کپتان سے بہت کچھ ربط و ضبط تھا۔ آپ بھی ان کے ہمراہ ہوئے اور کابل روانہ ہوگئے

داد ربنا حسرتا الیاس در عہد شباب		داغ بر دلہائے ما بنہاد و زیر خاک خفت
چوں پے تاریخ رحلت کردم اے رنجور فکر		رفت ازیں دنیا بہ یست الیاس "رضوانم" گفت

اور تین برس کابل وہاں رہے۔ اور برٹش گورنمنٹ کی نوکری بااحسن وجوہ انجام دیتے رہے پھر جب کابل میں فساد ہوا اور فوج سرکاری وہاں سے واپس آئی آپ بھی وہاں سے واپس آئے لیکن گھر کو تشریف نہ لائے، دلی و میرٹھ کی طرف رہے۔ آخر میں اٹاوہ میں دو تین برس قیام کرکے ۱۲۷۰ھ ہجری میں آپ نے وہیں انتقال فرمایا۔ اور آپ کی اہلیہ نے چار پانچ برس قبل اس کے اسی پٹنہ میں انتقال کیا۔

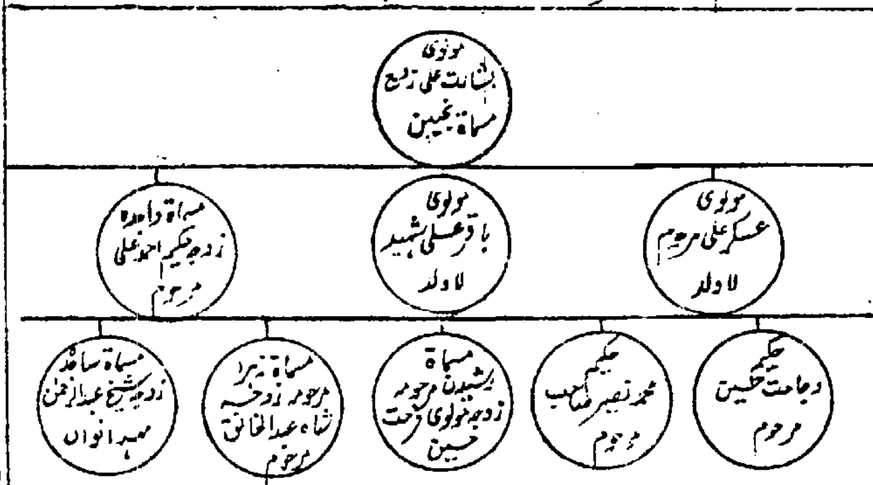
ذکر مولوی باقر علی

مولوی باقر علی صاحب کی شادی نہیں ہوئی۔ وہ اٹھارہ بیس برس کی عمر میں یہاں سے بمعیت حضرت جناب امیرالمومنین سید احمد صاحب کے روانہ ہوئے۔ جیسا کہ سوانح عمری میں حضرت جناب مولانا ولایت علی صاحب علیہ الرحمۃ والغفران کے ذکر ہو چکا ہے۔ وہ یہاں سے جناب سید احمد صاحب کے ہمراہ ملک افغانستان کو تشریف لے گئے۔ اور وہاں دوسری تاریخ جمادی الاول ۱۲۴۲ھ ہجری مطابق ۱۲ دسمبر ۱۸۲۶ء میں جو جنگ سردار بدھ سنگھ سپہ سالار رنجیت سنگھ کے ساتھ بمقام اکوڑہ کے ہوئی اس میں آپ شہید ہوئے۔ منشی محمد جعفر صاحب انبالوی نے اپنی تاریخ سوانح احمدی میں اس جنگ کے حالات میں لکھا ہے کہ مولوی باقر علی صاحب عظیم آبادی سب سے اول شربت

شہادت

شہادت نوش کرکے زمین پر گر پڑے۔ آپ اور طالب علی صاحب مرحوم آپ کے برادر

عموی جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہ دونوں ہم عمر تھے اور آپس میں باعث ہم عمری کے کمال محبت رکھتے تھے اور جناب حضرت سید صاحب کی خدمت خاص میں یہ دونوں وہاں رہا کرتے تھے خاص پہرہ بھی دونوں بارا باری دیا کرتے تھے۔ مساۃ صابرہ۔ عابدہ شاکرہ واجدہ نہایت صاحب خلق تھیں اور مساۃ واجدہ کی شادی ساتھ حکیم مولوی احمد علی مرحوم بن رضی الدین حسین خاں بن رفیع الدین حسین خاں ساکن مغلپورہ کے ہوئی۔ اور آپ کا انتقال تاریخ ۲۷ جمادی الاول سنہ ۱۳ھ ہجری میں ہوا اور آپ نے اسی برس کی عمر پائی۔ اللہم اغفرلہا وارحمہا۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ جناب حکیم مولوی وجاہت حسین مرحوم مغفور و جناب حکیم مولوی محمد نصیر صاحب مرحوم اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ مساۃ رشیدن مرحومہ زوجہ ثانیہ جناب حضرت مولانا فرحت حسین قدس سرہ و مساۃ زہرا زوجہ شاہ عبدالخالق مرحوم بن جناب حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہ محلہ تموہیہ و مساۃ ساجدہ مرحومہ زوجہ شیخ عبدالرحمن مرحوم بن قاضی قمر علی مغفور ساکن موضع مہدانواں، جس کا نقشہ یہ ہے:۔



فصل سوم۔ نسب نامہ ابو الامام جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران

نمبر۱	مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی و مولانا فرحت حسین قدس اسراہم فرزندان	نمبر۲	مساۃ زہرن بنت
		نمبر۳	رفیع الدین حسین خاں

نمبر۴ شیخ فتح اللہ معروف بہ روح الدین حسین حقانی
نمبر۵ شیخ ہدایت اللہ
نمبر۶ شیخ دوست محمد
نمبر۷ شیخ غلام رسول
نمبر۸ عبداللہ
نمبر۹ محمد
نمبر۱۰ عون
نمبر۱۱ حسین
نمبر۱۲ قاسم
نمبر۱۴ بھی تغیر علی ۱۵ محمد علی ۱۶ - عبیداللہ ۱۷
نمبر قاسم ۱۸ عبیداللہ - حماد ۱۹ - احمد ۲۰ - محمد ۲۱
نمبر تغیر - جعفر الجوزی - عبیداللہ

نمبر قاسم ۲۶ - محمد ۲۷
نمبر عبیدالرحمن ۲۸
نمبر قاسم ۲۹
نمبر حضرت محمد ۳۰
نمبر حضرت ابوبکر صدیق رض ۳۱
نمبر عثمان رض ۳۲
نمبر عامر ۳۳
نمبر عمرو ۳۴
نمبر کعب ۳۵
نمبر سعید
نمبر تیمیم

سوانح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی سوانح عمری وا اولاد واحفاد کی تفصیل تحقیق کے بیان میں صدہا کتابیں سلف وخلف کی تصنیف ہوتی چلی آئی ہیں۔ جو آپ مستغنی عن البیان ہیں لیکن تھوڑا سا تیمناً و تبرکاً اس جگہ لکھتا ہوں۔ آپ کے اسم شریف میں بہت کچھ اختلاف ہے لیکن راجح و محقق یہ ہے کہ آپ کا نام عبداللہ تھا اور ابن ابی قحافہ بھی بولا کرتے تھے۔ اور آپ کے والد کی کنیت ابی قحافہ اور نام عثمان تھا۔ وہ بیٹے عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب التیمی القرشی کے تھے۔ آپ کا نسب سات پشتوں کے بعد مرۃ بن کعب میں جا کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور آپکی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن سعد بن تیم بن مرۃ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام عبدرب الکعبہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رکھا تھا۔ اور آپکا نام عتیق بھی تھا جو رسول اللہ صلعم نے رکھا تھا۔ آپ اول المسلمین ہیں۔ جوان اور آزاد مرد لوگوں میں سب کے اول

آپ ہی ایمان لائے۔ آپ عام الفیل کے دو برس اور چار مہینے بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا رنگ گورا اور چہرہ ہلکا تھا۔ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری میں آپ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقرر ہوئے۔ آپ کے محامد و مناقب بہت کچھ ہیں۔ اس جگہ تھوڑا سا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نقل کرتا ہوں۔ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ لما بلغہ وفاۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ جاء مسرعا باکیا وقال رحمک اللہ یا ابا بکر واللہ لقد کنت اول القوم اسلاماً واخلصہم ایماناً واشدھم یقیناً واخوفہم باللہ واحوطہم علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واحسنہم صحبۃ وافضلہم مناقباً واکرمہم سوابقاً واقربہم من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واشبہھم بہ ھدیا وخلقا وسمتہ وفضلا واکرمہم علیہ واوثقہم عندہ فضلا وفخرا فجزاک اللہ عن الاسلام خیرا صدقت رسول اللہ صلعم حین کذب بہ الناس فسماک اللہ فی کتابہ العزیز صدیقا وقال والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون واسیتہ حین تخلفوا وقمت معہ حین قعدوا وصحبتہ فی الشدۃ اکرم صحبۃ ثانی اثنین فی الغار والمنزل علیہ السکینۃ ورفیقہ فی الھجرۃ والمواطن المکرمۃ نفوبت حین ضعف اصحابک وبرزت حین استکانوا ونھضت حین وھنوا وقمت حین کسلوا ومضیت بقوۃ اللہ عزوجل حین وقفوا بہ کنت اطولہم صمتا واشغلہم قلبا واشدھم یقیناً واحسنہم عملا فحملت اثقال ما عنہ ضعفوا وحفظت ما اضاعوا ورعیت ما اھملوا وعلوت اذا طلعوا وصبرت اذا جزعوا وکنت کالجبل لا تحرکہ العواصف کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم انہ ضعیف فی بدنہ قوی فی امر دینہ متواضع فی نفسہ عظیم عند اللہ محبوب الی اھل الارض والسموات فجزاک اللہ عنا وعن الاسلام خیرا۔

شیخ صبغۃ اللہ عرف روح الدین حسین خان

آپ کا اصل مکان موضع الاول پور تھا غالباً اولیاء اللہ پور اصل نام ہے جو قریب نگرنہسہ واقع

ہے، پھر آپ منگلپورہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کے والد شیخ ہدایت اللہ مرحوم راجہ رام نرائن سنگھ محلہ مہاراج گھاٹ کے آپ ٹھیکہ دار تھے محل اولیٰ سے شیخ سکندر ہوئے اور محل ثانیہ سے آپ پیدا ہوئے اور آپ میر شیر زماں خاں صاحب کے نواسہ تھے۔ جب آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ آپ صغیر سن تھے۔ آپ کے برادر علاتی نے تمام املاک موروثی پر قبضہ کرلیا اور آپ کو گھر سے نکال دیا۔ آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہیں تحصیل علم کیا۔ بعد فراغ آپ واپس آئے اور نہایت پریشانی کی حالت میں کسب معاش کی فکر میں حیران و سرگرداں پھرتے تھے۔ اسی مابین شاہ عالم بادشاہ سنہ ۱۷۶۶ء دہلی رونق افروز بلدۂ عظیم آباد پٹنہ ہوئے۔ اس وقت بیگم عبدالرحمٰن خاں حاکم پورنیہ آرہی تھیں۔ اثنائے راہ میں ان سے ملاقات عہدہ
ہوئی۔ سبب پریشانی کا ان کی پوچھا۔ آپ نے بدسلوکی اپنے برادر کی بیان فرمائی بیگم ممدوحہ نے آپ کو ہمراہ لیا اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئیں۔ اور کہا میرا فرزند ہے امیدوار مراحم بادشاہی کی ہوں۔ بادشاہ کی طرف سے اسی وقت نائب ناظم صوبہ بہار کا عہدہ مرحمت ہوا۔ اور خطاب روح الدین حسین خاں کا عطا ہوا۔ اور ایک بہت بڑی جاگیر آپ کو عنایت ہوئی جس کے بعض مواضعات اس وقت تک ہم لوگوں کے قبض و دخل میں ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آوے گی۔ آپ اس وقت سے برابر نائب ناظم صوبہ بہار کے عہدے پر مقرر رہے جبکہ نواب مظفر جنگ ساکن مرشد آباد باعانت کمپنی انگریز بہادر صوبہ بہار پر حکمراں ہوئے۔ انہوں نے بھی آپ کو اسی عہدہ پر قائم رکھا۔ بعد اس کے جب کمپنی بہادر نے نواب دلاور جنگ ولد نواب مظفر جنگ نواب مرشد آباد کی تنخواہ کردی۔ اور خود بالاستقلال صوبہ بہار پر حکمراں ہوگئے۔ اس وقت کمپنی کی طرف سے بھی آپ اسی عہدہ پر مقرر رہے۔ آپ کو انگریزی کمپنی کی طرف سے سنہ ۱۱۸۰ فصلی مطابق فدوی ۱۷۷۳ء میں بصلہ استحقاق مسٹر ایلس بہ تمانہ کمل عام نواب معین الملک امین الدولہ بہادر ناصر جنگ عامل صوبہ بہار کا خطاب ملا۔ سنہ ۱۱۹۳ فصلی میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے رفیع الدین حسین خاں اس عہدے پر مقرر ہوئے۔ (بعد تسلط تام انگریزی کمپنی یہ عہدہ موقوف کردیا گیا) جناب کو جو مواضعات شاہ عالم بادشاہ دہلی کی طرف سے جاگیر میں مرحمت

ہوئے تھے۔ وہ کثیر تھے۔ جن پر مجھ کو اطلاع نہیں ہو سکی۔ اکثر مواضعات بوقت بندوبست انگریزی سرکار ضبط کر لیے گئے، ان میں سے جو ان کے بعض اخلاف کے تصرف میں ہیں وہ یہ ہیں جیا۔ امریلہ۔ کلو بحر۔ کرند پور۔ رتولی۔ (یہ کل مواضعات ضلع مظفر پور و دربھنگہ میں ہیں) منصور پور دانیال پور، سعد اللہ پور، منی چک عرف بہادر چک۔ سید پورہ۔ افضل پور، سرورت قطعہ اکبر۔ ہا از رقبہ مان سنگھ پور (یہ کل ضلع پٹنہ، حوالی نگرنہسہ میں واقع ہیں) آپ کی شادی غالباً مسماۃ آفتابن دختر شاہ ابو الخیر محمد انور بن مخدوم مولانا شاہ ابو تراب محمد منور سجادہ نشین محلہ تنوبہ منجملات شہر پٹنہ سے ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے ایک بھائی مفتی مسیح اللہ تھے ساکن مغلپورہ جو ۔ سا جو یا ہے۔ ان کے ایک بیٹا مفتی اہل اللہ ہوئے ان کے دو بیٹے مفتی عباس علی خاں صدر الصدوری محمد علی عرف مولوی آغا علی۔ انہوں نے مذہب امامیہ اختیار کر لیا تھا۔ یہ لوگ مقبرہ خاص عالم گنج میں مدفون ہیں واللہ اعلم۔

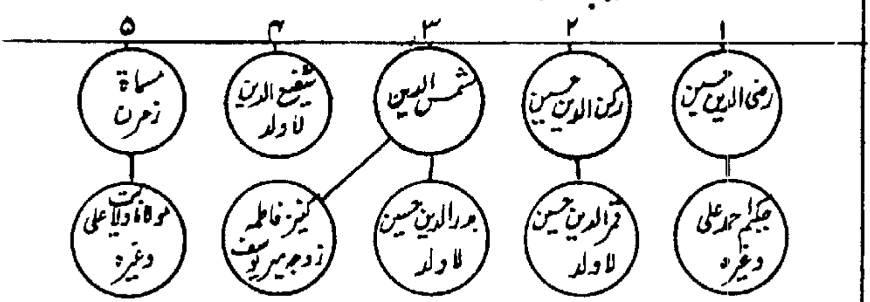
نام واہب	عزیز الدین عالمگیر ثانی بن معز الدین جہاندار شاہ سنہ ۱۱۷۱ھ مطابق سنہ ۱۷۵۷ء۔
تاریخ فرمان	مرقومہ پانزدہم ربیع الاول سنہ ۱۱۷۳ھ
تاریخ عطا معاش	ایضاً
خطاب	
موہوب لہ	شیخ صبغۃ اللہ
خطاب	روح الدین حبیب ۔ ۔ ۔ سپہدار جنگ
عہدہ	منصب داری
پروانہ دوم	شمس الدین علی خاں مرقومہ ۴ شوال سنہ ۱۱۷۵ھ
پروانہ دیگر	ولی عہد جوان بخت بہادر بن شاہ عالم مرقومہ ۲۶ شعبان سنہ ۱۱۷۷ھ
سند اول	وزیر الممالک آصف خاں نظام الملک مرقومہ ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۳ھ
سند دوم	راجہ دلیر سنگھ روشن رائے دیوان مرقومہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۳ھ
سند سوم	مرزا اکبر شاہ لقب وزیر الممالک مرقومہ ۱۲ محرم سنہ ۱۱۷۹ھ
پروانہ سوم	مہاراجہ شتاب رائے مرقومہ ۲۹ جمادی الثانی سنہ ۱۱۸۵ھ

سند چہارم   وزیر الممالک شجاع الدولہ بہادر مرقومہ ۹ ر رجب سنہ ۱۱۸۴ھ

رفیع الدّین حسین بن روح الدّین حسین

جناب کو بھی خطاب حاصل تھا۔ آپ کی شادی ساتھ مسماۃ بی بی شاکرن بنت حضرت شاہ محمد عزیز عرف شاہ درگاہی قدس سرہٗ ساکن محلہ تموہیہ کے ہوئی۔ جناب کا عظیم الشان مکان مغلپورہ میں واقع تھا۔ جناب کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ رضی الدین حسین خاں رکن الدین حسین خاں عرف شیخ بہاری۔ شمس الدین حسین خاں، شفیع الدین حسین خاں۔ ان دونوں کی شادی غیر برادری میں ہوئی۔ مسماۃ زمرن زوجہ مولوی فتح علی مرحوم صادقپوری نقشہ آپ کی اولاد کا یہ ہے :-

رفیع الدین حسین زوج مسماۃ شکرن

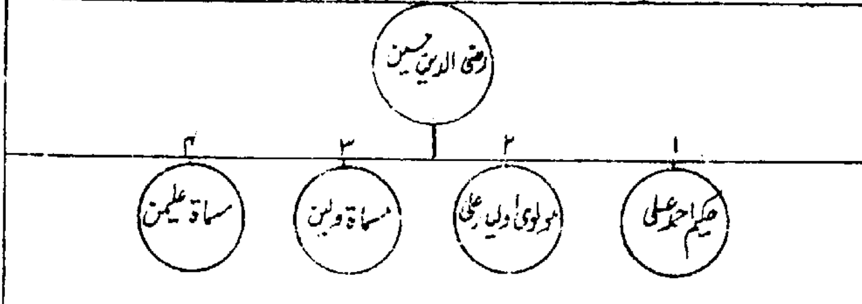


شیخ رضی الدین حسین بن رفیع الدّین حسین

ساکن محلہ مغلپورہ ثم صادق پور ملکی ٹولہ۔ آپ کی شادی ساتھ مسماۃ ظہورن بنت حضرت شاہ محمد معز۔ ساکن محلہ تموہیہ کے ہوئی۔ آپ غایت صابر۔ قانع و متوکل درویش صفت تھے۔ آپ کے بھائیوں نے اپنی مرضی سے جس قدر قلیل جائداد آپ کو عطا کر دی اسی پر قانع رہے مگر بوجہ صحبت ناپسندیدہ و نزاع برادران بہ تحریک اپنی زوجہ مکرمہ صادقپور میں سکونت پذیر ہوئے اور اپنا موروثی مکان واقع محلہ مغلپورہ بھائیوں کے لئے چھوڑ دیا۔ جناب کی والدہ ماجدہ نے بوقت روانگی مبلغ آٹھ سو روپے بطور مخفی دیئے تھے۔ جو خریداری مکان

وابستہ خاندانی میں کام آسکے۔ اولاد۔ جناب حکیم مولوی احمد علی مرحوم۔ جناب مولوی اولیاء علی مرحوم۔ مسماۃ دلہن زوجہ شیخ ریاض الحق ساکن سالارپور۔ مسماۃ علیمن زوجہ بخشی راحت حسین ساکن حبیب پور ڈمری۔

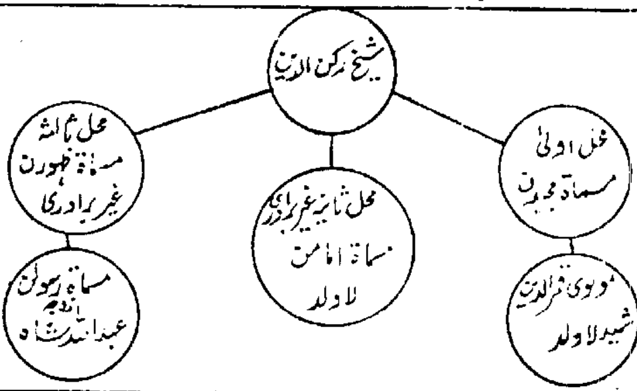
نقشہ آپ کی اولاد واحفاد کا یہ ہے:-



شیخ رکن الدین بن رفیع الدین

عرف شیخ بہاری ساکن محلہ مغلپورہ۔ آپ کی شادی مسماۃ مجیدن بنت شیخ رستم علی ساکن مغلپورہ سے ہوئی۔ اس محل سے صرف ایک بیٹا مولوی قمرالدین حسین پیدا ہوئے۔ جن کی شادی ساتھ مسماۃ جمیلۃ النساء بنت مولوی الٰہی بخش صاحب صادق پوری کے ہوئی تھی۔ قمرالدین حسین آپ کا عنفوان شباب تھا۔ عام رؤسا کے بچوں کی طرح عیش و عشرت میں سرشار رہتے۔ حسن تقدیر سے سید احمد صاحب رح کے ورود عظیم آباد کے موقع پر مولانا ولایت علی نے اپنے خالہ زاد بھائی کی حالت اپنے مرشد سے عرض کی۔ سید صاحب مکان کے جلسہ میں جانے کے لئے مستعد ہوگئے۔ اتفاقاً مولوی قمرالدین شہید کی نظر آپ سے دوچار ہوگئی اور وہ ایسے متاثر ہوئے کہ اسی وقت آپ کا دامن مضبوط پکڑ لیا اور اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر بیتابانہ جام شہادت وسعادت کے اشتیاق میں مولوی سید مظہر علی شہید ساکن لودی کٹرہ کے ہمراہ سید صاحب کی خدمت میں ملک افغانستان پہنچے اور پشاور میں دونوں شخص نے ساتھ جام شہادت نوش کیے۔ شیخ صاحب نے دو عقد غیر برادری میں کئے تھے۔ مسماۃ امامن محل ثانیہ نے لاولد انتقال کیا۔ محل ثالثہ

مسماۃ ظہورن سے ایک بیٹی مسماۃ رسولن پیدا ہوئی۔ جن کی شادی عبداللہ شاہ ساکن یہاں سے ہوئی۔ جن کا نقشہ یہ ہے:-



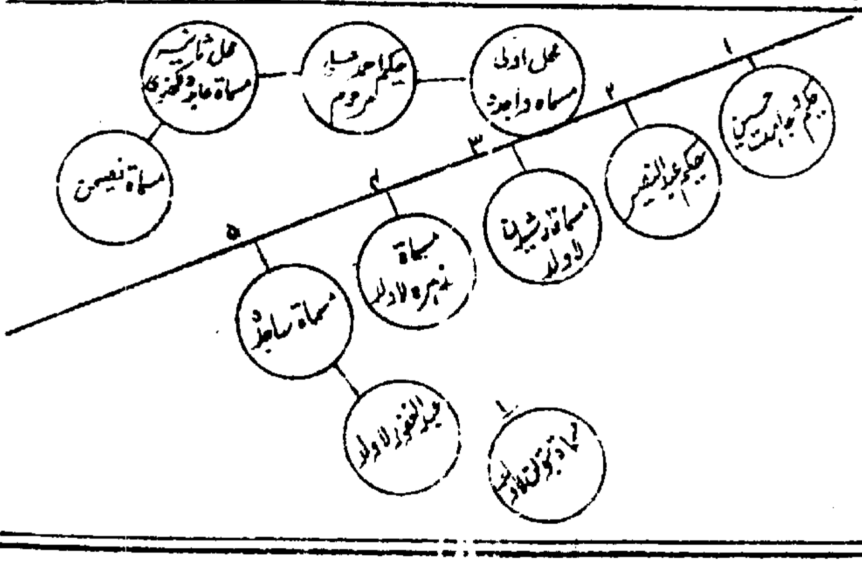
شمس الدین حسین

ساکن مغلپورہ آپ نے غیر برادری میں دو نکاح کیے۔ محل اولیٰ مسماۃ کریم النساء نے لاولد انتقال کیا۔ محل ثانیہ مسماۃ عمدۃ النساء ان سے ایک دختر مسماۃ کنیز فاطمہ اور ایک بیٹا شیخ بدرالدین حسین پیدا ہوئے اور لاولد انتقال کیا۔ اور مسماۃ کنیز فاطمہ کی شادی میر یوسف حسین پسر میر عابد حسین ساکن بخشی محلہ سے ہوئی۔ ان سے تین بیٹے اور پانچ دختر پیدا ہوئی محمد حسین۔ فرحت حسین۔ رضا حسین۔ مسماۃ زہرہ زوجہ میر نہال حسین ساکن مولانگر ضلع مونگیر۔ مسماۃ لطیفن۔ مسماۃ امتن۔ مسماۃ وجیہن۔ مسماۃ میرن۔ مسماۃ زہرہ زوجہ میر نہال حسین مذکور کے ایک بیٹا میر وحید الحق اور ایک بیٹی مسماۃ عزیزن ہوئے۔

جناب حکیم مولوی احمد علی بن شیخ رضی الدین

آپ نے درسیات بکمال غالباً اپنے خالو جناب مولوی الٰہی بخش صاحب سے پڑھیں۔ جناب مولوی صاحب آپ کو از بس عزیز رکھتے تھے اور آپ کے کل انتظام معاش وغیرہ کی نگرانی خود یا مولوی احمد اللہ صاحب فرماتے۔ بعد فراغ درسیات جناب کے خالو مولوی صاحب نے اہل سنت میں قلت اطباء حاذق محسوس فرما کر بغرض تحصیل فن طب آپ کو

لکھنؤ روانہ کیا۔ وہاں آپ نے شاہی طبیب جناب مرزا غضنفر علی خاں صاحب سے تلمذ حاصل کیا اور تقریباً چودہ برس مسلسل استاد کی خدمت میں حاضر رہے۔ صوبہ بہار و بنگال میں مہارت و حذاقت فن میں کوئی شخص آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ آپ کا مطب چشم زدن میں چمک اُٹھا۔ تمام نوابان و راجگان صوبہ آپ کے ازبس معتقد ہو گئے۔ مگر افسوس تقریباً دس برس کی قلیل مدت کے بعد ہی آپ کا جام حیات لبریز ہو گیا اور آپ نے ہیضہ میں انتقال کیا۔ انا للہ اللہم اغفرلہ وارحمہ۔ ازواج و اولاد۔ آپ کی اول شادی مسماۃ واجدہ بنت مولوی بشارت علی مرحوم سے ہوئی۔ اُن سے دو بیٹے حکیم وجاہت حسین مرحوم و حکیم عبدالنصیر مرحوم اور تین بیٹیاں مسماۃ رشیدن زوجۂ ثانیہ مولانا فرحت حسین صاحب (نے بعد شادی ایک برس زندہ رہ کر لاولد انتقال کیا) مسماۃ زہرہ زوجہ شاہ عبدالخالق بن شاہ محمد حسین صاحب ساکن نموہیہ (نے بھی لاولد انتقال کیا)۔ مسماۃ ساجدہ کی شادی ساتھ شیخ عبدالرحمٰن خلف قاضی قمر علی ساکن موضع مہدانواں سے ہوئی۔ ان کی ایک بیٹی مسماۃ بتولن جن کی شادی داروغہ وحیدالدین ساکن چھپرہ سے ہوئی اور وہ لاولد رخصت ہوئیں، اور ایک بیٹا عبدالغفور بعمر سترہ سال لاولد رخصت ہوئے۔ حکیم صاحب نے ایک عقد لکھنؤ میں کیا تھا ان سے ایک بیٹی مسماۃ نفیسن پیدا ہوئیں جن کی شادی ساتھ حکیم ارادت حسین مرحوم کے ہوئی۔



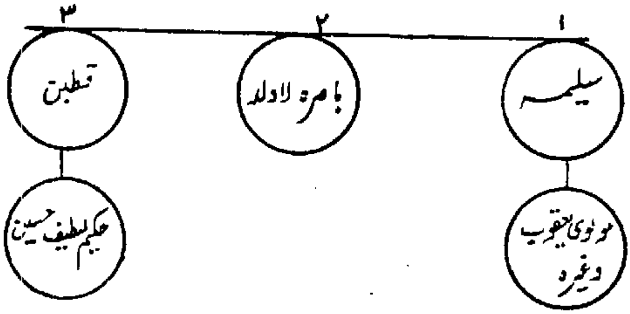
جناب مولوی اولیا علی بن شیخ رضی الدین

جناب نہایت صاف دل پاک باطن بزرگ تھے۔ اگرچہ مزاج نہایت تند واقع ہوا تھا۔ اخلاص ومحبت کے تمثال تھے۔ تمام اقربا کی خاطرداری ازبس ملحوظ رہتی۔ ان کی خدمت گزاری میں کوئی امر مانع نہیں ہوتا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں حکیم وجاہت حسین صاحب بلا وجہ ماخوذ ہو گئے تھے، مگر نواب مولا بخش صاحب (آپ سے لکھنؤ کے زمانہ قیام کی ملاقات تھی اور یہاں آفس میں آفیسر تھے) کی سعی سے پھانسی کا حکم مسترد کر دیا گیا اور اس کے عوض پچیس ۲۵ ہزار کی ضمانت طلب کی گئی۔ مولوی صاحب نے اپنی کل جائداد ضمانت میں دیدی۔ مولوی صاحب اپنے خالو مولوی الٰہی بخش صاحب کے یہاں بچپن سے رہتے تھے۔ اور غالباً تلمذ بھی جناب ہی سے حاصل تھا۔ ازواج و اولاد۔ آپ کی پہلی شادی مسماۃ سعیدہ بنت مولوی محمد مبین بن مفتی افضل بن مولوی مرحوم بن ملا امان اللہ جعفری ساکن پھلواری سے ہوئی اُن سے صرف ایک بیٹا حکیم مولوی ارادت حسین مرحوم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد آپ کی اہلیہ نے انتقال کیا۔ تب آپ کی دوسری شادی مسماۃ وجیہۃ النسا بنت جناب مولوی الٰہی بخش مرحوم سے ہوئی لیکن اس محل سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی۔

مسماۃ ولین مرحومہ

بنت رضی الدین حسین ساکن صادق پور۔ زوجہ شیخ ریاض الحق صاحب ساکن سالا پور ضلع پٹنہ۔ ان کی صرف تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ مسماۃ سلیمہ زوجہ اولی حکیم ارادت حسین مرحوم۔ مسماۃ باصرہ زوجہ شیخ غلام نبی مرحوم ساکن موضع پھلواری۔ مسماۃ قطین زوجہ مولوی ابراہیم حسین صاحب مرحوم ساکن محلہ دیوان۔ شہر پٹنہ۔

مسماۃ ولین زوجہ شیخ ریاض الحق مرحوم



مسماۃ علیمن مرحومہ

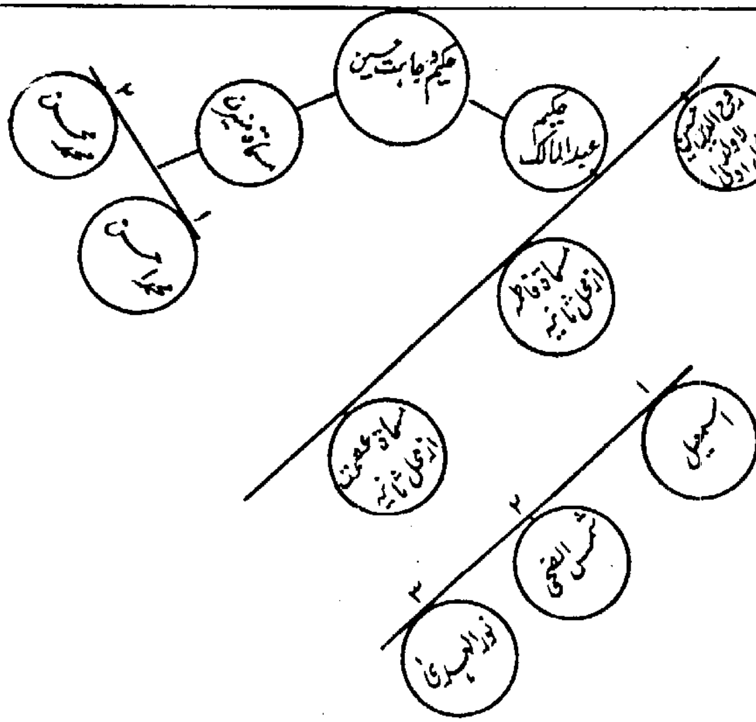
بنت شیخ رضی الدین حسین و زوجہ بخشی راحت حسین مرحوم ساکن حبیب پور ڈمری ضلع پٹنہ۔ آپ کی صرف ایک بیٹی مسماۃ صبیحۃ النساء پیدا ہوئیں۔ جن کی شادی ساتھ وجاہت حسین صاحب کے ہوئی۔ اُن سے ایک بیٹا حکیم عبدالمالک اور ایک بیٹی مسماۃ منیرن زوجہ شیخ عبدالحی ساکن نونہیہ پیدا ہوئے۔

جناب حکیم وجاہت حسین بن حکیم احمد علی

آپ نے درسیات جناب مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور جناب مولوی الٰہی بخش صاحبؒ نے بغرض تحصیل علم طب آپ کو لکھنؤ روانہ کیا اور آپ کے اخراجات کا انتظام فرما دیا۔ وہاں جاکر جناب مولوی واجد علی صاحب فرنگی محل سے بعض درسیات پڑھائیں اور طب جناب حکیم احمد علی خاں تلمیذ حکیم مرزا محمد علی خاں لکھنوی جو کہ اطبائے شاہی تھے، پڑھی اور استاد کی خدمت میں آٹھ برس رہے۔ آپ کو نظم و نثر دونوں میں وافی قدرت تھی۔ آپ طبیب حاذق تھے۔ علاج اور تشخیص مرض میں آپ کو خوب دخل تھا۔ آپ کی شادی ساتھ مسماۃ صبیحۃ النساء بنت بخشی راحت حسین ساکن حبیب پور سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹا عبدالمالک اور ایک بیٹی مسماۃ منیرن زوجہ شیخ عبدالحی بن مولوی عبدالعزیز مرحوم ساکن محلہ نونہیہ شہر پٹنہ۔ آپ کا انتقال ۱۲۸۵ھ میں ہوا۔

گفت غلماں کہ آں مسیح زماں بسما نبض جو رمی چیند

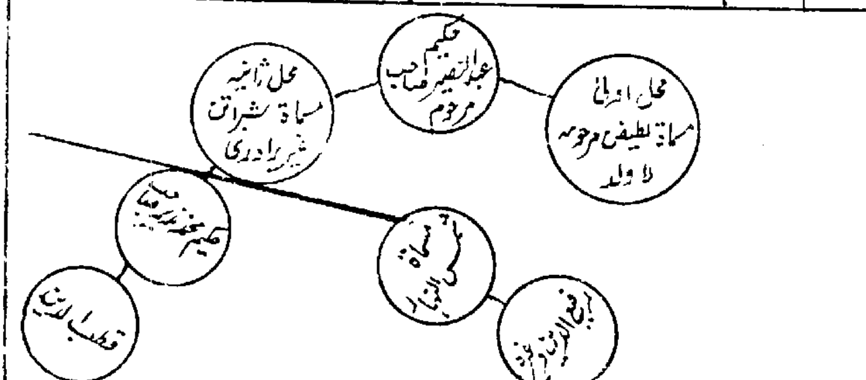
حکیم عبدالمالک مرحوم کی اول شادی ساتھ مسماۃ رحیمن بنت شیخ تفضل حسین ساکن موضع کوپا سنگھرا کے ہوئی، جن سے صرف ایک بیٹا روح الدین حسین پیدا ہوئے اسکے بعد مسماۃ رحیمن نے انتقال کیا۔ اس کے بعد آپ کا ازدواج صبیّہ قاضی فرخ حسین ساکن پھلواری سے ہوا، ان سے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ۱ مسماۃ فاطمہ زوجہ غلام محمد بن حکیم فضل حسین بن قاضی فرخ حسین۔ ۲ مسماۃ عصمت زوجہ ڈاکٹر ابراہیم بن یعقوب بن مولوی امداد حسین چھپرہ۔ آپ کا انتقال روز یکشنبہ ۱۳ صفر ۱۳۰۳ھ کو ہوا۔



جناب حکیم عبدالنصیر بن حکیم احمد علی

آپ کی پیدائش ۱۲۵۲ھ میں ہوئی تھی۔ آپ کے صغر سنی میں آپ کے والد ماجد حکیم احمد علی صاحب کا انتقال ہو گیا، آپ کے برادر عم زاد جناب حکیم ولادت حسین مرحوم نے آپ کی تعلیم کی۔ مختصرات آپ نے

حکیم صاحب سے پڑھیں اور علم طب اپنے برادر حقیقی حکیم وجاہت حسین صاحب سے پڑھا۔ فقہ واصول وغیرہ میں جناب مولوی محمد عظیم صاحب سے اور معقولات میں جناب مولوی اصغر حسین صاحب پیش امام امامیہ مذہب سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ کو علم طب میں عمدہ مہارت تھی۔ آپ خوش اخلاق صاحب مروت تھے۔ آپ کی اول شادی مسماۃ لطیفن بنت قطب الدین صاحب ساکن موضع حبیب پور رڈمری سے ہوئی، مگر افسوس کہ آپکی اہلیہ بعد شادی صرف ایک برس بقید حیات رہ کر لاولد انتقال کیا۔ بعد عرصہ دراز باقتضائے ضروریات دنیوی آپ نے غیر برادری میں نکاح کیا۔ اس محل سے آپ کو ایک بیٹی مسماۃ شمس النہار زوجہ حکیم رفعت حسین ساکن محلہ عالم گنج اور ایک بیٹا محمد بشیر بعمر دوازدہ سالہ انتقال کیا۔ دوسرے بیٹا حکیم محمد نذیر مدعمرہ اس وقت آپ کے خلف الرشید ہیں جن کی شادی ساتھ صبیہ مولوی محمد عمر صاحب بمقام بہار ہوئی اور جناب نے بوقت عمر ۱۵ ر مارچ ۱۹۱۹ء رحلت فرمایا۔



ترجمہ حکیم ارادت حسین خلف الصدق مولوی اولیاء علی

حلیہ۔ قدمیانہ۔ رنگ گورا۔ چہرہ پر چیچک کا داغ بکثرت اور نحیف الجثہ۔ طفولیت۔ آپ کی والدہ ماجدہ مسماۃ سعیدہ بنت مفتی محمد مبین بن مفتی محمد افضل جعفری ساکن قصبہ پھلواری تھیں۔ آپ ستواسہ پیدا ہوئے تھے۔ اسلئے ایسے کمزور تھے کہ ماں کا دودھ نہیں پی سکتے تھے۔ صرف روئی کا پھاہا دودھ میں تر کرکے آپ کے منھ میں دیدیا جاتا۔ چند ماہ کے بعد اس لائق ہوئے کہ ماں کا دودھ پی سکیں۔ مگر بوجہ آپ کی والدہ کے انتقال کے آپ کی خالہ اور ممانی صاحبان نے

آپ کی رضاعت کی۔ یہ خلقی کمزوری تمام عمر آپ کے دامنگیر رہی۔ آخر عمر میں قریب بیس برس کے آپ ضیق النفس میں مبتلا رہے لیکن محض اپنی ہمت اور استقلال طبیعت سے یوم وفات تک امور عظام انجام دیتے رہے۔ آپ مولوی فیاض علی صاحب کے ہمعمر اور ہمدم ہوتے تھے۔ آپ بچپن سے نہایت متقی و پرہیزگار، دیندار صوفی صافی تھے۔ آپ نے کبھی ایام جوانی میں اپنے عمر عزیز کو لہو و لعب میں ضائع نہ کیا۔ بچپن میں ایک مرتبہ خرابی طعام کی شکایت آپ زبان پر لائے تھے کہ ہوشیار ماں نے سلیم فرزند کو یوں جواب دیا: "ابھی تمہارے کھانے کا وقت تو آیا نہیں ہے"۔ اسکے بعد سے تمام عمر آپ تلخ و ترش کی شکایت زبان پر نہیں لائے۔

تعلیم۔ آپ نے درسیات از اوّل تا آخر جناب مولوی احمد اللہ صاحب رح سے پڑھی اور سند حدیث و تفسیر جناب مولانا ولایت علی رح سے حاصل کی اور فیض باطنی بھی جناب مولانا ممدوح سے علی وجہ الکمال حاصل کیا۔ آپ مولانا رح کے خلفاء عظام سے تھے اور آپ کے مجلس شوریٰ کے ایک رکن بھی تھے۔ وعظ و ہدایت اور تلقین کا کام بھی انجام دیتے۔ آپ نے علم طب اپنے عم مکرم حکیم احمد علی صاحب سے حاصل کیا تھا۔

مطب۔ حکیم احمد علی صاحب کے انتقال کے بعد دیگر اساتذہ فن طب سے استفادہ کی غرض سے آپ کا قصد لکھنؤ جانے کا تھا۔ کیونکہ ایک دو کتابیں طب کی باقی رہ گئی تھیں اور صحبت اساتذہ کا بھی موقع آپ کو کم ملا تھا۔ مگر آپ کے مرشد مولانا ولایت علی رح کو اس ارادہ کی خبر مل گئی۔ مرشد نے آپ سے فرمایا کہ صحت دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ علم و تجربہ پر موقوف نہیں ہے۔ ہاں علم دوست کبھی بھی علم و تجربے سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے بھروسہ پر اپنے استاد اور چچا کے مطب پر بیٹھ جاؤ اور اللہ سے اعانت و فضل کی دعا کرتے رہو۔ مولانا رح نے اپنے مریدوں اور قرابت مندوں کو بھی آپ سے علاج رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے بات کی بات میں آپ کے مطب کو عجیب حیرت انگیز رونق بخشی۔ شروع میں بعض کہنہ مشق اطباء نے آپ کی نوجوانی کی بنا پر مضحکے، طعنے اور مخالفت سے کام لئے (آپ کے استاد مرحوم کے ساتھ ہمعصروں کا انداز اس سے بھی بدرجہا سخت رہ چکا تھا)۔ آپ نے ہمیشہ صبر و علم اور احسن الی من اساء پر عامل رہ کر مخالفوں کو تحمل و شرمندہ کیا

اور اپنی جودۃ و فطانت طبع سے مہارت و حذاقت فن کا جوہر کمال ثابت کر دیا۔

تشخیص مرض اور اسلوب علاج آپ کا نہایت عمدہ تھا۔ دست شفا تو اللہ نے ایسی دی تھی کہ لوگ اس کو کرامات سمجھتے تھے۔ ہزاروں مایوس العلاج نے آپ کے ہاتھوں سے صحت پائی۔ تمام ہندو مسلمان شیعہ سنی آپ کے نسخوں کو تبرک سمجھ کر نہایت عقیدت سے لے کر استعمال کرتے۔ روزانہ پانچ چھ سو نسخوں سے کم نہیں آپ کے مطب سے تقسیم پاتے تھے آپ کا ایک ہاتھ نبض پر ہوتا اور دوسرا نسخہ پر اور مریض اپنے احوال کہتے جاتے اور اللہ کے اذن سے لوگ شفا پاتے۔ تمام اہل برادری، کیا امیر کیا غریب سب کو بلا فیس دیکھتے اور بلا قیمت دوا دیتے۔ آپ کا روزانہ معمول تھا کہ علی الصباح چار و ناچار مریضوں کو دیکھتے ہوئے مطب پہنچتے اور وہاں بیٹھ کر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نسخہ تحریر فرماتے۔ یہ آپ کے قوت حافظہ و ممیزہ کی غایت نادر (مگر سچی) مثال ہے۔ اسکے علاوہ طلبا، غربا و مساکین بھی چالیس پچاس روز آپ کے مطب سے مفت دوائیں لے جاتے۔ البتہ اہل استطاعت خصوصًا امراء و رؤساء سے فیس اور قیمت دوا آپ لیا کرتے تھے۔ تو خذ من اغنیائھم و ترد علٰی فقرائھم کا مضمون تھا۔ آپ کے مطب میں ہر قسم کی ادویہ مفردہ و مرکبہ۔ معاجین و حبوب۔ سفوف و شربت و عرق وغیرہ نہایت عمدہ موجود رہتے تھے۔ جتنے مستعلجین آپ سے نسخہ لکھواتے، دوا بھی آپ ہی کے مطب سے لیتے۔ ایسا ہجوم مستعلجین کسی طبیب کے دروازہ پر دیکھا نہ سنا۔

اکتساب۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے مطب کی آمدنی میں بڑی برکت دے رکھی تھی۔ آپ نے اپنی اہلیہ کا مہر گراں ادا فرمایا اور کئی مواضعات بھی خرید کئے۔ علاوہ مشاغل طبابت اور زمینداری کے آپ ذوق تجارت بھی رکھتے تھے۔ ادویات مفردہ کشتیوں پر منگا کر فروخت کرتے۔ کلکتہ سے معدنیات۔ سونا، چاندی، لوہا وغیرہ منگا کر رکھتے۔ اگرچہ مشغلہ تجارت میں آپ کو نمایاں کامیابی نہیں ہوئی۔

تدریس۔ باوجود غایت عدیم الفرصتی کے بھی آپ مشغلہ درس و تدریس جاری رکھتے اس فقیر کو بھی آپ کے شاگردی کا شرف حاصل ہے صحاح ستہ وغیرہ جناب ہی سے پڑھی ہے

آپ نہایت ذہین و ذکی تھے۔ علم معقول و منقول دونوں میں آپ کو مہارت تھی۔ مکہ معظمہ کے تیرہ برس کے عرصہ قیام میں آپ کے درس قرآن و حدیث میں بڑے بڑے علماء و فضلاء عرب وغیرہ وغیرہ آتے، اور آپ کے حسن بیانی، قرآن فہمی اور حدیث دانی کی داد دیتے۔ بعض عرب آپ کے شاگرد بھی تھے۔

مناسخہ و مناظرہ ۔ علم حساب و ریاضی میں آپ کو کمال دخل تھا۔ بڑے بڑے طویل الذیل مناسخے آپ کے بائیں ہاتھ کے کھیل تھے۔ ان کو اس قدر جلد لگاتے کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ کچھ اسی پر منحصر نہیں، بلکہ آپ ہر کام کو بحسن و خوبی نہایت سرعت کے ساتھ انجام دیتے۔ اللہ نے قوت برق گویا آپ کو عطا کی تھی۔ جناب مولانا محمد فصیح صاحب غازی پوری قدس سرہٗ سے اس صادق پور میں جب مناظرہ ہوا تھا، اس وقت آپ بھی بمعیت جناب مولانا نیاز علی مناظر تھے اور مقامات مبحوث عنہا کتابیں کھول کر دکھاتے جاتے تھے۔

رفاہ عام ۔ بار دوم جب آپ ۱۲۸۱ھ میں مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور تیرہ برس وہاں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ نے بہت سے امور عظام خیر انجام دیے۔ بطور نمونہ کے دو ایک ان میں سے لکھتا ہوں۔

(۱) نہر معروصہ سے بند تھی۔ آپ نے حجاج اور عرب و عجم سے چندہ فراہم کر کے اس کو صاف کرایا۔ (۲) منیٰ میں رمی جمرات کے پاس سڑک نہایت تنگ تھی۔ رمی جمرات کیوقت لاکھوں آدمیوں کا گذر اس راستہ سے ہوتا اور اس کے آگے سڑک نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رجعت قہقری کرنی پڑتی۔ اکثر حادثہ خون ہونا اور ضعیف وغیرہ پامال ہوا کرتے۔ آپ نے اس کے لئے بھی چندہ فراہم کر کے شریف مکہ و پاشا کی مدد سے پہاڑ کھدا کر نہایت وسیع سڑک تیار کرا دی اور جمرات کی پشت پر سے ایک دوسری سڑک نکالدی کہ جس سے لوگ ایک طرف سے آویں اور رمی کرتے ہوئے دوسری طرف سے نکل جاویں۔ مراجعت کی زحمت نہ پڑے۔ اس انتظام سے لوگوں کو ایسا آرام ملا کہ جن لوگوں نے پہلے اس مقام کی تنگی اور اژدحام کی کیفیت دیکھی ہے وہ اس کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔

(۳) پانی کی منیٰ میں از حد تکلیف تھی، کیونکہ نہر جو مکہ معظمہ سے آئی ہے وہ منیٰ کی پشت

پر سے گذری ہے اس کے بیچ میں ایک پہاڑ حائل تھا۔ فجر کو آدمی مشک لے کر پہاڑ پر چڑھتا تو قریب دوپہر کے وہاں سے مراجعت کرتا۔ تمام دن میں ایک آدمی دو کھیپ سے زیادہ نہیں کرسکتا تھا۔ آپ نے چندہ کرکے اس پہاڑ کو بھی کٹوا دیا اور منیٰ کے شہر سے نہر تک ایک صاف نہایت عمدہ سڑک بنوا دی کہ جس سے صرف ایک گھنٹہ کی مسافت باقی رہ گئی۔ سابق میں جہاں روپیہ دو روپیہ فی مشک پانی فروخت ہوتا تھا۔ اب فی قربہ دو آنے چار آنے فروخت ہونے لگا۔ اور غربا خود جا کر لے آنے لگے جزاہم اللہ خیرا۔ (۴) مسجد خیف واقع منیٰ کا دروازہ صرف ایک تھا اور وہ بھی چھوٹا اور عین دروازہ پر سلطانی لشکر کا پڑاؤ ہوتا تھا۔ اس سے زائرین مسجد کو سخت تکلیف تھی۔ راہ کی تنگی اور پھر گھوڑوں کی رسیاں۔ لوگ الجھ کر گرتے اور جان تلف ہوتی۔ آپ نے پاشا، افسر، فوج سے ملاقات کرکے فوج کے پڑاؤ کے لئے ہمیشہ کے واسطے جگہ بدلوا دی اور اس مسجد کے احاطہ میں ایک بہت وسیع دروازہ بجانب مقابل تعمیر کرا دیا تاکہ ایک طرف سے زائرین مسجد کے اندر آ دیں اور دوسری طرف نکل جائیں۔ ان کے علاوہ تیرہ برس کے عرصہ میں آپ نے جو جو کام انجام دیئے ان کا احاطہ واحصا مشکل ہے۔ ان کاموں کی قدر اہل مکہ ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ جب تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، گھر سے منگا کر اپنا خرچ کرتے رہے۔ وہاں عربوں اور حاجیوں کا علاج مفت کرتے ہرگز کبھی ان سے نہ لیتے۔ آپ کے خوش اخلاقی کے وہ لوگ ایسے والا و شیفتہ تھے کہ آپ کا ذکر آتے ہی وہ لوگ آبدیدہ ہو جاتے۔ اس فقیر کو خود بارہا اس کا معائنہ ہوا ہے۔ شریف پاشا اور امرا جو کچھ آپ کو بخوشی نظر کرتے، اس کو وہیں غربا اور مساکین کو دیدیتے۔ اپنی ذات میں کچھ صرف نہ کرتے اور فرماتے میں یہاں دنیا کمانے کو نہیں آیا ہوں۔

احتراز ملازمت شاہی — شریف مکہ نے سلطان قسطنطنیہ کے پاس آپ کے تبحر علمی اور حذاقت فن کی تعریف لکھ بھیجا۔ وہاں سے چار ہزار ریال ماہوار پر ایک جگہ پیش کی گئی۔ مگر آپ نے نہایت اصرار کے ساتھ اس عہدۂ جلیلہ سے معافی چاہی۔

تلاوت — آپ نے بعد فراغ تحصیل درسیات بزمانہ مطب قرآن مجید حفظ فرمایا تھا۔

آپ کو تلاوت قرآن سے خاص شغف تھا۔ ہمہ وقت قرآن ورد زبان رہتا۔ صرف ضروری باتیں کرتے۔ آپ ہمیشہ سے کم سخن تھے ہی۔ آپ کی تقریر و گفتگو قلّ و دلّ ہوتی۔

ریاضت۔ آپ کے لباس اور خورد و نوش نہایت سادہ اور کم قیمت ہوتے۔ آپ اپنے کپڑے اپنے ایک عطار صاحب کے حوالہ فرماتے اور ان کی اہلیہ فن خیاطی سے عدم واقفیت کے باعث موٹا جھوٹا تیار کر دیتیں اور آپ اُسے خوشی خوشی زیب تن فرماتے۔ سادہ لوحی اور اعلیٰ خیالی آپ کے اصول زندگی سے تھی۔ البتہ انفاق فی سبیل اللہ کا خوب شوق تھا۔ جمع دولت و مال کا ذوق نہ تھا۔ ۱۲۷۹؁ھ میں جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو وہاں بھی نہایت فراخدلی کے ساتھ خیر و صدقات کیے۔

عفو۔ ایک مرتبہ ایک عرب مریض کو آپ نے مسافر نوازی کے خیال سے مطب میں جگہ دی، عافیت رسانی کے کل سامان کر دیئے اور برابر اس کی ضرورتوں کا خیال رکھتے مگر وہ ایک قیمتی نادر اور مستعار کتاب مطب سے غائب کر کے فروخت کرایا۔ کتاب بعد تلاش دستیاب ہوئی لیکن آپ نے اس سے کچھ بھی تعارض نہیں کیا اور ویسے ہی سلوک جاری رکھا۔ آخرش خود وہ خجل و شرمندہ ہو کر روانہ ہو گیا۔

زُہد۔ ایک بار آپ کے مطب سے زیورات کا بکس جس میں اغیار کے اور اپنے گھر کے زیورات و جواہر تھے کسی دانستہ شخص نے وہاں سے پار کر دیا۔ اس میں آٹھ ہزار سے کم کی مالیت نہ تھی، لوگوں نے باصرار آپ سے اس شخص کی گرفتاری کے لئے کہا، مگر آپ یہی جواب دیتے رہے "میں بغیر رویت کے کچھ نہیں کرنا چاہتا ہوں، اپنا ایمان روپیہ کے عوض بیچنا نہیں چاہتا" اور آپ نے اپنے جیب خاص سے ان کی قیمت لوگوں کو ادا کر دی۔ جزاہ اللہ خیرا۔

خلق۔ آپ کا خلق عظیم تھا۔ آپ مرضیٰ و اقربا کی تیمارداری تک کرتے۔ اس فقیر کی علالت میں بھائی صاحب خود دوا چھانکر پلاتے اور دوا مالش بھی کرتے۔ باوجود عدیم الفرصتی کے عام چیزوں کی خریداری آپ کے سپرد رہتی۔ تمام برادری کے زیورات وغیرہ آپ کی معرفت تیار ہوتے۔ مہمان نوازی تو آپ کی خاص شان تھی۔ آپ کا دل محبت کا خزانہ تھا۔ عزیزی

محمد یوسف جعفری ایام طفلی میں جب اپنی ماں کے ساتھ مکہ معظمہ گئے تھے تو حکیم صاحب اور لوگوں کا تو خیال کرتے ہی تھے اس بچہ کو بالالتزام اپنے ساتھ کھلاتے اور اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتے۔ آپ حلیم، کریم، متین، منکسر، کاظم اور خوش مزاج از بس تھے۔ امور تمدن و ریاست میں بھی آپ کی فہم بلیغ تھی۔

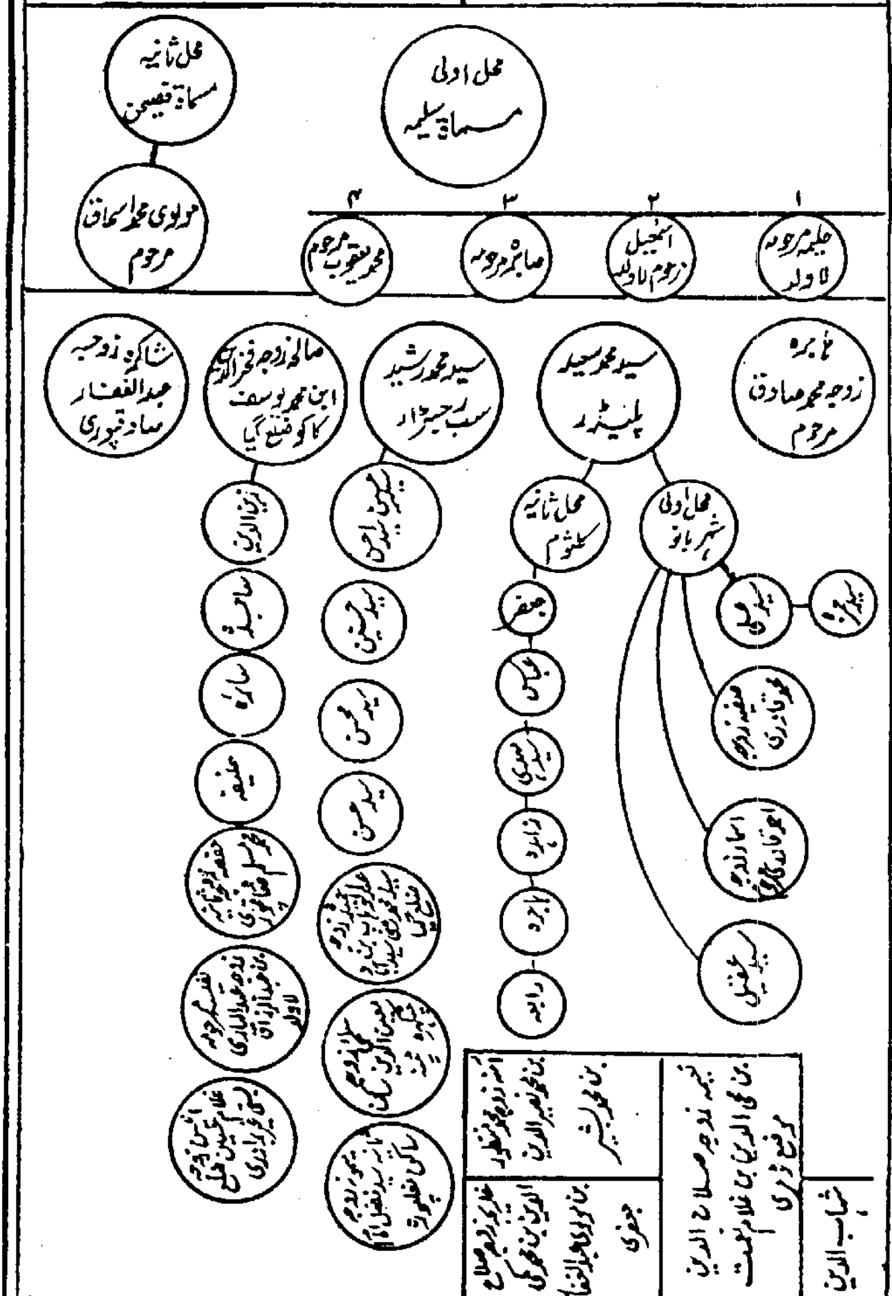
وفات — آپ کا انتقال مکہ معظمہ میں بعمر چھپن برس ہوا۔ آپ کی قبر جنت المعلّی میں مزار جناب حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے دائیں جانب واقع ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ والحقہ بالمھاجرین الذین ھاجروا وجاھدوا مع نبیک صلعم قطعہ تاریخ رحلت از نتیجہ فکر مولانا محمد سعید حسین صاحب قدس سرہ

عالم و متقی و ماہر طب ٭ متمسک بکتاب و سنت ۔ نام او بود امداد حسین کرد از ہند بہ مکہ ہجرت بود مشغول عبادت شب و روز ٭ بخت برست چو آمد رحلت گفت تاریخ ملک وقت رحیل ٭ رفت از مکہ بسوئے جنت ٭ دوسرے قطعہ میں آپ کی تاریخ وفات مشتاق جنت ہوئی ہے۔
۱۲۹۴ھ ۱۲۹۴ھ

اولاد و احفاد — آپ کی اول شادی مسماۃ سلیمہ بنت شیخ ریاض الحق صاحب سالارپوری سے ہوئی، ان سے کئی اولاد ہوئیں (۱) مساۃ حلیمہ زوجہ ثانیہ حکیم مولوی عبدالحمید مرحوم۔ یہ لاولد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ آپ نہایت سلیقہ مند، صابرہ، ضابطہ، عقیلہ، عفیفہ، عابدہ اور کریم النفس تھیں۔ شوہر کی خوشنودی اور احترام کا ازبس خیال رکھتیں۔ ترجمہ قرآن سے آگاہ تھیں اور تلاوت قرآن کا التزام رکھتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ برادری میں اپنی مثال آپ تھیں۔ (۲) مولوی اسمٰعیل سفر حجاز میں آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں پہنچکر چند برس کے بعد اٹھارہ برس کی عمر میں لاولد رحلت کی۔ مساۃ صابرہ زوجہ سید وحیدالدین مختار بن سید صمصام الدین وکیل بن سید سلطان علی صدر امین بن سید فضل اللہ رئیس قصبہ منیر۔ آپ بھی سلیقہ مند، ہوشمند، عابدہ اور مخیرہ تھیں (۴) مولوی محمد یعقوب مرحوم ان کی شادی مساۃ فاطمہ بنت جناب حکیم امیرحسن مرحوم ساکن کرائی کہنہ ضلع پٹنہ سے ہوئی (۵) محمد داؤد اس نے بعمر شش سالہ انتقال کیا۔ آپ کی دوسری شادی آپ کے مرشد مولانا ولایت علی نے بنظر ترویج سنت مساۃ نصیبن بنت جناب حکیم احمد علی مرحوم سے کر دی تھی۔ اس محل سے صرف دو بیٹے ہوئے (۱) محمد ابراہیم جس نے دو برس بعد زندہ رہکر قضا کیا۔ (۲) مولوی محمد اسحاق مرحوم اس عزیز کی شادی ساتھ زبیدہ خاتون بنت شیخ

خیرات علی مرحوم ساکن موضع بانک سے ہوئی ۔

نقشہ اولاد حکیم ارادت حسین مرحوم



مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم بن حکیم ارادت حسین صاحب مرحوم

جناب حکیم صاحب کے چوتھے فرزند تھے۔ جناب کی پیدائش غالباً سنہ ۱۲۷۰ھ میں ہوئی ہوگی جناب کے والد ماجد آپ کو سنہ ۱۲۸۰ھ میں دو سالہ چھوڑ کر عازم مکہ ہوئے اور آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد رہی۔

بچپن ۔ زمانہ طفلی کی کوئی حرکت ناز یبا یا چلبلا پن کی سُنی نہیں گئی۔ انہایت نیک تھے۔ مکتب کے فاضل اوقات میں ماں کی خدمت میں حاضر رہتے یا برادر شاہ والدہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم یا مولوی محمد یقین صاحب مرحوم کی خدمات میں حاضر ہوتے اور ان کی معیت میں دُور دُور تک سیر کو جاتے اور نصائح کیمیا اثر سے فیضیاب ہوتے۔ مگر جناب کو زیادہ صحبت مولوی محمد یقین صاحب کی رہی اور انہیں کے رنگ میں رنگے جزاہ اللہ حسنا جناب کے تخیلات میں کبھی نرمی گرمی نہیں پیدا ہوئی۔ یکساں یکسانگی تھی۔ خاندان صادقپوری قدیم رنگ تھا۔

تعلیم جناب کی تعلیم کے لئے غالباً جیسے معلم دستیاب نہ ہو سکا، جیسا کہ مولوی صاحب مرحوم کی گفتگو سے مترشح تھا۔ بہرکیف جناب نے مکان ہی پر زیر نگرانی والدہ ماجدہ تعلیم پائی اور مختصرات سے فارغ ہو کر بعض کتابیں مولوی محمد حسن صاحب مرحوم و نیز حکیم مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم سے شروع کی تھیں کہ جناب سخت علیل ہوئے اور بعد صحت آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنی جدی قرابت میں آپ کی شادی کرا دی اور انتظام زمینداری بعد تقسیم جائداد سپرد کر دیا۔ اسی مصروفیت نے تکمیل درسیات و مشاغل علمی سے باز رکھا۔

عام زندگی۔ زمانہ شباب میں بھی زہد و اتقا جناب میں از بس تھا۔ نیک صحبتوں کا شوق تھا۔ تاہم ملبوسات اور رہائش میں قدرے طبیعت دادی کھی۔ چمن و اسپ سواری کا بھی برابر شوق تھا، مگر یہ بھی حد اعتدال سے کبھی نہ گذرا۔ حقہ کا خاص اہتمام تھا۔ کچھ عرصہ اہل صادقپور کے نوجوانوں کے اخلاق ڈھیلے پڑ گئے تھے، تو جائے اجتماع محلہ بھر میں صرف آپ کا مکان تھا۔ تاہم جناب متاثر نہیں ہوئے۔ کبھی اسراف نہیں کیا۔ خانہ داری یا

زمینداری اپنی والدہ اور نسبتی بھائی مولوی سید وحید الدین صاحب مرحوم کے مشورے سے کرتے، سال میں تین چار ماہ مواضعات پر جاتے۔

اخلاق — جناب کے مزاج میں شیخی شان اور امارت نہ تھی۔ ہر کس و ناکس سے ملنے۔ اس کے یہاں جاتے۔ اس کی خوشی غمی میں شریک ہوتے۔ کبھی اپنی تعریف بڑائی نہیں چاہتے بلکہ بعض وقت اس سے ناراض ہو جاتے۔ انکساری کا یہ حال تھا کہ ہر جگہ ماتحت رہنا۔ امارت سے احتراز رکھنا پسند کرتے۔ ملاہی ونزاعات و دیگر لغویات سے علیحدہ رہتے۔ والذین ہم عن اللغو معرضون اپنے بیگانوں کو قرض دیتے اور اس کی وصولی نرمی سے کرتے یا معاف کرتے۔ مہمان نوازی اپنے نانا شیخ ریاض الحق صاحب مرحوم سے ترکہ میں پائی تھی۔ اس کبرسنی میں بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور انتظار سے تکلیف اٹھاتے لیکن اپنے لڑکوں پر بھی اس کام کو نہ چھوڑتے من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ ۱۲ بخاری کبھی کھانے میں تکلیف کو راہ نہ دیتے۔ جناب کی ایسی مہمان نواز طبیعت کا خاندان میں شاید کوئی دوسرا ہو۔ دوسروں کے مہمان آپ کے مہمان بنتے اور بلا تعارف لوگ آپ کے مہمان ہوتے۔

عجیب واقعہ — ایک اجنبی مہمان آپ کے یہاں ہفتہ عشرہ مقیم ہوئے۔ وقت پر آپ کے شامل کھانا کھاتے۔ شب کو آرام کرتے اور دن بھر اپنی ضروریات سے باہر رہتے۔ دس روز کے بعد آپ نے مولوی حبیب اللہ صاحب و مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کو ان نئے مہمان سے کچھ تعارف ہے؟ جواب نفی میں ملا۔ پھر بھی کشادہ پیشانی مہمان نوازی جاری رہی اور دو ایک روز بعد بلا تعارف عجیب مہمان رخصت ہو گئے۔

اعزا و احباب کی ملاقات کا خاص اہتمام تھا۔ تقریبات و عیادت کے علاوہ وہ اکثر تمام جگہ تشریف لے جاتے اور تفصیلی ملاقات فرماتے۔ جب تک ہر بچہ کو اپنی نظر سے نہ دیکھ لیتے تسکین نہ ہوتی۔ تقریبات عیادت، تعزیت کے لئے قریبی اور دشوار گذار مقامات کا سفر کرتے۔ آپ کے اخلاق مجسم و پاکبازی کی وجہ سے لوگ اپنے عزیزوں کو آپ کے حضور رکھتے تھے۔ آپ کے ایسے بھی احباب تھے، جن سے محض اللہ کے لئے

محبت تھی اگرچہ ان سے لقا نہ تھی۔ در حلال تھا باقی اللہ۔ ہنود سے بھی مراسم اخلاق قائم رکھتے۔ مسافر نوازی کے لئے آپ کی ذات مخصوص تھی۔ آپ کی دعوت بھاری ہوتی۔ خاص وعام یکساں ہوتے یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔

اطاعت — خلاف شرع یا غیر منصفانہ امور میں آپ کسی کی نہیں سنتے۔ ورنہ اپنے ہر بزرگ کی فرمانبرداری اور ادب کرتے۔ اپنی بڑی بہنوں کا نہایت ادب و لحاظ رکھتے اور لطف عتاب اٹھاتے۔ جناب کی والدہ کا مزاج سخت واقع ہوا تھا۔ محض ادنیٰ امور پر سخت گرفت فرماتیں، اور آپ دست بستہ ایک پاؤں پر گھنٹوں اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ صفائی طبیعت کے متعلق آپ کو کافی اطمینان نہ ہو لیتا۔ یہ واقعات پوشیدہ طور پر پیش نہ آتے تھے۔ بلکہ اعلانیہ یہ سلسلہ شرف ناہوش والدہ ماجدہ مرحومہ قائم رہا۔ آپ صاحب اولاد کیا صاحب داماد ہو چکے تھے، مگر جناب نے نہ کبھی اُف کیا اور نہ حرف شکایت زبان پر لائے۔ وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا، اما یبلغن عندك الكبر احدھما او كلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا كریما ہ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما كما ربیانی صغیرا۔ السمع والطاعۃ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اور یہی آپ کے فرخندہ حالی واطمینان زندگی کا موجب تھا۔

قرابت — قرابت اور رشتہ کا لحاظ جناب کو از بس تھا۔ مہما امکن پورا پورا حق صلہ رحم ادا کرتے اور قرابت کے ہر جوڑ بند سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ اور مردہ رشتہ مندیوں کو جگاتے، مگر کبھی کسی کے خانگی نزاع میں نہ پڑتے۔ نہ کسی کی جانبداری کرتے نہ رنج خریدتے۔

اخلاص و محبت — آپ مجسم محبت تھے۔ آپ جس سے ملتے بے ریا اور بے غرض ملتے۔ نہایت فراخدلی اور اشتیاق سے ملتے اس کے لئے سفر فرماتے لطف برادری آپ کی ذات سے قائم تھی۔ آج اس پیکر محبت کے لئے لوگوں کے دل چٹکیاں لے رہے ہیں۔ مریض کے لئے لطف عیادت غمگین کے لئے لطف تعزیت، تقریبات کی رونق افزائی

عنقا ہوگئی۔ معاوضہ اور بدلے کا مطلق خیال نہ تھا کسی کے متعلق حرفِ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ اس لذت سے وہی نفوس واقف ہیں، جو محظوظ ہو چکے ہیں۔

عفو۔ آپ کسی سے زیادہ دیر تک رنج نہیں رکھتے۔ اکثر فراموش فرماتے۔ التجا پر جلد معاف فرماتے اگر کرہ سنت پڑجاتی تو اللہ سے اُمید عفو کا زبان پر لانا دل کو بیتاب کر دیتے اور صفائی قلب کے لئے اکسیر کا کام کرتا ایک شخص کے مستقل بے عنوانیوں سے جناب کے دل میں ناعور پڑگئے تھے۔ آخرش مصائب نے اس کی اصلاح کی اور معافی کے لئے سفارش بھیجا کسی طرح جناب کی طبیعت نرم نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بھی مزاج سے واقف تھا۔ آخرش اس کے یہ الفاظ جناب جب اللہ کی مخلوق کے قصور کو دل سے بھولنا نہیں چاہتے تو اس غفار سے اپنے متعلق کیونکر توقع رکھتے ہیں؟ (الا تحبون ان یغفر اللہ لکم) کہنا تھا کہ خاص کیفیت طاری ہوئی اور آنکھیں دیر تک اشک بار رہیں، پھر حرفِ شکایت زبان پر بھی نہ لائے

عبادت — عبادت کا جناب کو بچپن سے شوق تھا (شاب نشاء فی عبادۃ اللہ ورجل قلبہ معلق فی المساجد۔ قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خشعون۔ صلوٰۃ پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا فرماتے۔ نوافل تہجد۔ جمعہ کی سختی سے پابندی کرتے۔ عرصہ علالت میں اسی کی حسرت تھی۔ تنہائی میں فرمایا کرتے" شامت آئی کہ موتیا بند قدح کرائی۔ دیکھئے کتنے جمعے ناغہ ہوتے ہیں۔ رات کی نماز چھوٹ گئی۔ مسجد کی حاضری گئی۔ حالانکہ جب کبھی صلاحیت پاتے، سواری پر یا پاپیادہ پاجمعہ اور پنجگانہ میں مسجد جاتے رہے۔ اقربا۔ احباب سب کے لئے نہایت لجاجت اور بے چینی سے اخیر شب میں دعا مانگا کرتے (اور جل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ) حج کا جناب کو نہایت شوق تھا۔ تین حج کر چکے تھے، لیکن کبھی سیری نہیں ہوئی۔ دیار یار کا ہر وقت تذکرہ کرتے۔ شاید ہر بار شوق کو اور تازیانہ ہوتا تھا۔ ع

ھو المسک ما کررتہ یتضوع

دنیا حکیم ارادت حسین صاحب سے آپ کے ترکہ میں آئی تھی۔ پہلے حج کے بعد ہی آپ کی طبیعت میں نہایت پختگی آگئی۔ ہر قسم کی طبیعت داری لباس۔ چمن کی آرائش۔ تمباکو

کا ذوق۔ دفعۃً رخصت ہو گئے۔ اب جتنا ذوق تھا، اس میں نفس کا حصہ کم تھا۔ آپ کی غایت سادگی اور پوشیدہ صدقات کے باعث اکثر احباب و اقربا، آپ سے بے جا حسن ظنی۔ و کفایت شعاری اور انتظام کی شکایت رکھتے تھے۔ ورجل تصدق بصدق فاخفاها حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه" مگر اس راز سے مخصوصین واقف تھے اور بعد رحلت تو ایسا راز منکشف ہی ہو جاتا ہے۔

صدقات — ادائے صدقات میں مراتب منازل کا خاص لحاظ تھا، اگرچہ جناب غایت اخفا رکھتے پھر بھی کوئی شعبہ جناب سے غالباً چھوٹنے نہیں پایا۔ ذوی القربی۔ ابن السبیل فی سبیل اللہ۔ مساجد۔ مدارس وغیرہ کا خاص خیال رکھتے (وآت ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا) اخراجات سالانہ سے جو کچھ باقی بچتا وہ اللہ کی راہ میں دیتے۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ کی تحصیل کے درجہ کے ذوق میں بہترین معاش فروخت کر دی۔ وقف کرنے کے سخت خلاف تھے۔ فرماتے خیرات میں لوگوں کی نیتوں کو خراب کرنا اور بار دینا دانشمندی کی بات نہیں، اس لئے آپ نے کسی امر کی وصیت نہ کی۔

حقوق — میں مراتب کا لحاظ ازبس تھا۔ عدل و قسط کی پوری نگرانی رہتی تھی۔ اولاد کی عافیت کا خیال تا دم مرگ رہا اور برتاؤ ہر کے ساتھ مساوی رہا لین دین میں جزئیات پر نگاہ رکھتے۔ قدیم ملازمین سے [illegible] خاص الفت رکھتے۔ غرض آپ کی خالصتاً للہ زندگی تھی۔ آپ نے اپنی اہلیہ مرحومہ (جن کی کیفیت آپ سے غالباً کم نہ تھی) کے انتقال سے چھ ماہ پیشتر اپنی کل جائداد اولاد پر تقسیم کر دی اور کامل عدل کا لحاظ رکھا۔ بعد انتقال اپنی اہلیہ غفر لہا کے آپ نے اپنی چھوٹی بھابی کے (جن کو آپ کی چھوٹی ہمشیرہ نے آپ کے سپرد کیا تھا اور جو آپ کی بڑی بہو ہیں) کل انتظام سپرد فرمایا۔ بچوں کی مذہبی تعلیم کا ازبس خیال تھا اور اپنے حوصلہ اور مذاق کے مطابق کافی صرف فرماتے رہے، اور بفضلہ آپ کے منجھلے صاحبزادے مولوی حکیم عبدالوہاب سلمہ نے دینیات اختتام کو پہنچا لی ہے اور ماشاء اللہ مولود مرلا یہ کی امید

وابستہ ہے۔

مرض وفات ۔ جناب کے چشم راست میں نزول الماء کی شکایت تھی اسکی اصلاح قدح کے قبل جب قارورہ کا امتحان کیا گیا تو قارورہ غایت زلالی تھا یعنی رطوبت ثائیہ جسے اصطلاح ڈاکٹری میں البومن کہتے ہیں مملو تھا۔ دس روز کے توقف کے بعد موتیا بند کا قدح ہوا اور اس میں حاذق کامیابی نظر آئی۔ لیکن ایک ماہ کے بعد عام صحت میں مدوجزر ہوا۔ قبض۔ غذا سے نفرت۔ اضمحلال، اعضا شکنی کی تکلیف رہی۔ رحلت سے ایک ہفتہ قبل اشتدادِ بیتیّن پیدا ہوا۔ ایڑی میں درد بلغم لزج کے ساتھ خون آنا۔ اعضا شکنی اور کرب۔ غذا اور دوا سے نفور۔ چنانچہ بروز چہارشنبہ بوقت ۴ بجے صبح آپ نے فرمایا، آج بہ جسم خوب دباؤ کل بآرام سوؤں گا۔ جو بوقت مغرب ظہور پذیر ہوا۔ تقریباً ایک گھنٹہ افاقۃ الموت رہا۔ بعد استنجا نماز کا وقت دریافت کیا اور تیمم کیا۔ بیٹھ کر ادائے صلوٰۃ سے معذوری ظاہر کی۔ لیٹ کر نماز کے لئے تحریمہ باندھ کر کچھ پڑھنا شروع کیا کہ دو چار خفیف سی ہچکیاں آئیں اور روح قفسِ عنصری سے جدا ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمو ہیہ مقبرہ خاص نشینی غربی زیر دیوار جنوبی حصہ میں جو تقریباً دو سال قبل مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم کے لئے کھودی گئی تھی مدفون ہوئے۔ وقت رحلت مغرب ۲۸ رجمادی الآخر ۱۳۳۹ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۲۱ء شب پنجشنبہ بعمر ۶۹ سال وفات پائی۔

قطعہ تاریخ رحلت از نتیجہ فکر جناب مولوی حکیم محمد شریف صاحب فخر دہلوی ثم عظیم آبادی

مولوی یعقوب مقبول اِلٰہ	تزدلب در حالت طاعت برفت
گشت در تحریمہ کز حکم قضا	زیں مکان در منزل رحمت برفت
درحقیقت رو نورد خلد شد	ظاہر اگرچہ سوئے تربت برفت
چوں بگویم اندر شد آں مخفی دریغ	از تنم جاں باعث راحت برفت
سال رحلت از من بیمار آہ	فخر غمگیں گفت در جنت برفت
	۱۳۳۹ھ

خواب — مولوی محمد یوسف صاحب جعفری فرماتے تھے کہ میں مرحوم و مغفور کی علالت سے آگاہ نہ تھا۔ ایک روز بوقت صبح میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں چند شخصوں کے ساتھ نماز مغرب کی امامت کر رہا ہوں۔ تحریمہ باندھنے کے ساتھ سامنے سے بادل صاف ہو کر آفتاب نمایاں ہو گیا۔ اس لئے لوگ وقت کے انتظار میں اسی جگہ کھڑے رہے اور تھوڑی دیر میں غروب ہو گیا۔ میں نے پھر امامت کی۔ خواب سے بیداری کے ساتھ دل نے تعبیر یہ بتایا کہ ہم میں سے کسی اہل اللہ کی طلبی ہے۔ دوسرے یا تیسرے دن خبر انتقال پُرملال ملی۔

خلاصہ — غایت صلح پسند۔ فتنہ سے دور رہنے والے عابد۔ خائف باللہ۔ مخلص، پیکر محبت، وضع و خیال کے پختہ۔ اللہ کی راہ میں انفاق کے لئے بے چین ہو جانے والے۔ مہمان نواز۔ قرابت کے کھینچنے والے۔ عالم انساب خاندان بے نفس و بے ریا ہر شخص کو اپنے سے افضل سمجھنے والے اور اپنی کیفیت باطنی سے لوگوں پر اثر ڈالکر جماعت صلوٰۃ و اجتماع قائم رکھنے والے۔ جناب مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے خبر وفات سُن کر بے ساختہ بصد حسرت فرمایا کہ آج ہمارے خاندان اور محلہ کا قطب رخصت ہو گیا۔ إنا لله وانا اليه راجعون۔

اولاد و احفاد — مساۃ شہربانو مرحومہ اس لڑکی کی تعلیم مولوی حکیم سید محمد حسین صاحب صوفی کے زنانہ مکتب میں ہوئی تھی۔ یہ دینیات سے کافی واقفیت رکھتی تھی۔ نیک صابرہ اور ذی شعور و ہنرمند تھی۔ ۲۸ برس کی عمر میں ۹ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ کو انتقال کیا۔ اللهم اغفر لها وارحمها۔ اس کی شادی عزیزی سید محمد سعید پلیندر سے ہوئی تھی۔ عزیزی عبدالغفار ان کی شادی مساۃ شاکرہ بنت سید وحیدالدین مختار بن سید صمصام الدین وکیل ساکن قصبہ منیر سے ہوئی ہے۔ عزیزی مولوی حکیم عبدالوہاب ان کو درسیات نظامی میں مولوی عبدالسلام صاحب مبارک پوری اور مولوی اشرف علی صاحب صادق پوری اور عزیزی مولوی حکیم لطیف حسین مرحوم سے تلمذ حاصل ہے اور فن طب میں مولوی عبدالسلام صاحب (شاگرد حکیم عبدالولی لکھنوی) اور حکیم لطیف حسین مرحوم کے شاگرد رشید ہیں۔ اُن کی شادی بھی عزیزی مذکورالصدر کی نبیرہ کلانی مساۃ قمرالنساء

سے ہوئی ہے۔ عزیزی عبدالستار ان کی پہلی شادی مولوی شمس الحق مرحوم موضع ڈیانواں ضلع پٹنہ کی صبیہ کلانی مسماۃ رفیدہ مرحومہ سے ہوئی تھی۔ دوسری شادی مسماۃ شہربانو بنت منشی شیخ ظہیرالدین سالارپوری اسٹیشن مسوڑھی سے ہوئی ہے۔ مسماۃ کلثوم اس لڑکی کی شادی بھی عزیزی سید محمد سعید بلیڈر ابن سید وحیدالدین مختار مرحوم سے ہوئی ہے۔ مسماۃ مریم اس لڑکی کی شادی عزیزی محمد ایوب مرحوم بن مولوی شمس الحق موضع ڈیانواں سے ہوئی ہے

ضمیمہ تذکرہ مولوی محمد یعقوب صاحب و حکیم ارادت حسین صاحب صاحبان قیوری رحمۃ اللہ علیہ

فیض و فیاضی — مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم نے اپنی اولاد کی تعلیم میں دریا دلی سے اخراجات کیا۔ پہلے تینوں اولاد ذکور مولوی عبدالغفار، مولوی عبدالوہاب اور مولوی عبدالستار کو مدرسہ احمدیہ آرہ بھیجا اور دارالاقامہ میں داخل کرایا۔ دو تین سالوں کے بعد مبارک پور ضلع اعظم گڈھ جاکر پہلے مولانا عبدالرحمن صاحب شارح ترمذی شریف (تحفۃ الاحوذی) کو لانے کی کوشش کی۔ مولانا مرحوم کی معذرت اور ان کے مشورہ سے مولانا عبدالسلام صاحب مبارک پوری کو لائے۔ مولانا عبدالسلام صاحب کے ہمراہ چند طلبہ بھی تھے، ان کے بھی قیام کا سامان کیا۔ پھر مولانا موصوف کے برادر خرد مولوی احمد علی اور نیز آگے مولوی عبدالعزیز کے قیام و طعام کے متحمل ہوئے پھر مولانا موصوف کے برادر زادہ مولوی محمد عمر کے قیام و طعام کو بھی برداشت کیا۔ علاوہ ازیں بغرض حصول تعلیم چند طلبہ اہل برادری و غیر برادری کے بھی رہتے تھے۔ جن کے قیام و طعام کے بھی آپ ہی کفیل تھے۔ مولانا عبدالسلام صاحب کے قیام کے زمانہ میں بعض احباب کے لڑکے اور ساکنان اہل قریہ کے بچے آپ کے مکان میں قیام فرماتے اور تعلیم حاصل کرتے اور دیگر اہل شہر بھی مستفیض ہوتے۔

مولانا موصوف کے دیگر چند خاص تلامذہ کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں سے چند کا نام درج ذیل ہے:۔

۱۔ حکیم عبدالرزاق صاحب بن مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم صادق پوری۔

۲۔ مولوی محمد مسلم صاحب پروفیسر ہزاری باغ کالج۔ ۳۔ مسعود بن سعید اندرسیر ساکن بجرا پٹنہ ۴۔ سید محمد سعید بن سید وحید الحق موہن پور ثم بازید پور ۵۔ مولوی سید عبد الغفور صاحب ساکن قدم رسول ثم دانا پور، پٹنہ ۶۔ مولوی مجیب اللہ صاحب محلہ ڈنکہ املی پٹنہ ۷۔ مولوی لاڈلے صاحب محلہ لودی کٹرہ پٹنہ ۸۔ مولوی عبد الحکیم خاں بن نتھے خاں مرحوم مرشت پوری ضلع مظفر پوری وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بعض اہل برادری حسب ذوق اسکول میں تعلیم پاتے تھے۔ مثلاً ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مرحوم عال مقیم بہیرا سرائے دربھنگہ ایسے متعلقین کے قیام و طعام کے بھی آپ ہی متکفل تھے۔ جزاہ اللہ تعالٰے خیر الجزاء۔

مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم کی دعاؤں کی کیفیت — آپ کی دعاؤں کی ایک خاص کیفیت تھی۔ آپ کی دعا نہایت ہی پر کیف، پر مغز و پر اثر ہوتی تھی جو حکیم امداد حسین صاحب مرحوم صادق پوری سے آپ کے ترکہ میں آئی تھی۔ جن لوگوں نے حکیم صاحب موصوف علیہ الرحمۃ کی دعا دیکھی یا سنی تھی۔ وہ لوگ تو صرف انداز دعا ہی سے سمجھ جاتے کہ یہ ان کے فرزند دلبند ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اہل صادق پور اور ان کے بزرگوں سے تعلیم پائے ہوئے اور ان کی صحبت یافتہ لوگ دعا میں خاص خصوصیت رکھتے تھے۔ دعا کا مضمون قرآن و احادیث کے ادعیہ کا خلاصہ ہوتا اور اس کے ساتھ عجیب بے تابی و اضطرابی خشوع و خضوع ہوتا۔ ان پڑھ بھی دوسرے بہتر سے علماء سے بہتر دعا کرتے۔

مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم کی مسجد صادق پوری کی خدمات

(مضمون ہذا مولوی عبد الغفار صاحب مرحوم صادق پوری کے تحریر کردہ نوٹ سے اخذ کیا گیا ہے۔

خسرہ نمبر ۱ مسجد صادق پور واقع ماکھن پور ٹولہ (صادق پور کا سابق یا دوسرا نام) سرکل نمبر ۹۱ ہولڈنگ نمبر ۱۲۵ وارڈ نمبر ۱۹ شیٹ نمبر ۱۷۳)

جناب محمد موسیٰ صاحب صادق پوری ابن مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ اور مسٹر

محمود الحسن صاحب صادق پوری صدر اعلیٰ ابن مولانا محمد حسن صاحب ساد قپوری کا بیان ہے کہ یہ ایک نہایت قدیم سہ گنبد دار مسجد تھی، جس میں ایک غسل خانہ اور قدم رسول بھی تھا۔ مسجد اس قدر خستہ اور مخدوش ہوگئی تھی کہ برسات کے موسم میں اس میں نماز کی ادائیگی ترک کر دی گئی تھی۔ مولانا محمد حسن صاحب کے مکان میں نماز جمعہ ہوتی آخرش یہ منہدم ہوگئی۔ اس کی دوسری عمارت نہایت سادہ معمولی کھپرہ پوش اگلے حصہ میں کر دی گئی اور دوسرا حصہ بغیر سقف زیر آسمان کھلا رہا۔ آخرش مسماۃ حلیمہ مرحومہ بنت حکیم ارادت حسین علیہ الرحمہ نے اس کے پختہ کرنے اور امام کو پہنچانے کی رقم دے کر اپنے بھائی محمد یعقوب صاحب مرحوم کو وصیت کی اور جناب حکیم مولوی لطیف حسین صاحب کے خالہ زاد برادر نے اپنی نگرانی و انتظام میں اس کام کو انجام دیا اللہم اغفر لھم وارحمھم۔

مولوی محمد یعقوب صاحب مسجد کی خدمت میں برابر دلچسپی لیتے ہوئے پائے گئے اس کے اخراجات کے کفیل ظاہراً وہی معلوم ہوتے تھے۔ حسن اتفاق یہ کہ جناب کو قاضی عبد الحمید صاحب ساکن بودی کڑھ سے ننہیالی رشتہ مندی تھی۔ اور متصل کی زمین پورب جانب جناب قاضی صاحب کے خاندان کی مقبرہ خاص تھی۔ اس کا اور اس کے متروکہ کا نظم جناب قاضی صاحب نے برادر مولوی محمد یعقوب صاحب کے سپرد ایک عرصہ کے لئے کر دیا تھا۔ پھر تمام کاغذات متعلق متروکہ واپس منگوا کر کچھ دنوں تک خود انتظام دیکھتے رہے، پھر بالکل خاموش ہو رہے۔ اس زمانۂ خاموشی کو جب مدت گزر گئی تو مولوی یعقوب صاحب اشجار واقع مقبرہ مثلاً کھرنی وا ملی وغیرہ کو بندوبست کر دیتے اور اس کی آمدنی کو مسجد کی ضرورتوں میں صرف کرتے، جس پر نہ تو قاضی صاحب اور نہ ان کے صاحب زادہ جناب قاضی عبد الوحید صاحب کبھی معترض ہوئے۔ لیکن عجب اتفاق کہ پٹنہ کے بعض مساجد (مثلاً سلطان گنج وغیرہ) کے درمیان حنفی و اہل حدیث کا نزاع برپا ہوا تو بعض متشددین احناف نے جناب قاضی عبد الوحید صاحب کو نہ صرف اعانت بلکہ اظہار پر آمادہ کر دیا، گر حق پسند طبیعت نے یہی کہا کہ

شروع سے مسجد کی خدمت مولوی یعقوب صاحب کے سپرد رہی ہے۔ ہم لوگوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ لیکن مقبرہ خاص ہم لوگوں کا ہے، اس سے مولوی صاحب موصوف کو کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے آپ کو اس سے علیحدہ رہنا چاہئے۔

بہرکیف مولوی صاحب مذکور کی مستقل وابستگی اس مسجد سے ایسی رہی کہ عوام و خواص مولوی صاحب کو متولی تصور کرتے اور بغیر کسی کوشش و سعی کے (بلکہ عدم واقفیت و علم کے) آپ کا اسم گرامی پٹنہ میونسپلٹی میں ایک لامعلوم وصہ سے بحیثیت متولی مندرج رہا۔ پھر جناب کی رحلت کے بعد بمشورہ جمیع اراکین اہل صادق پور آپ کے پسر کلاں مولانا عبدالغفار صاحب اور ان کے بھائی حکیم مولوی عبدالوہاب صاحب کا نام بھی تولیت مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ حادثہ فاجعہ زلزلہ جنوری ۱۹۳۴ء میں اس مسجد کا خاص کر جنوبی حصہ منہدم ہوگیا۔ اس وقت جناب حکیم مولوی عبدالجبیر صاحب نے اہل قرابت و ارادت کو آمادہ کر کے پوری مرمت کرا دی اور مسجد کا احاطہ جو فاصل مقبرہ ہے عرصہ سے منہدم تھا، دوبارہ تعمیر کرا دیا اور خود کافی رقم کے چندہ کے ساتھ شریک و سہیم ہوئے۔ اس کے بعد اکثر جناب کی تحریک و تائید سے اس مسجد کی مرمت ہوتی رہی۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء ع

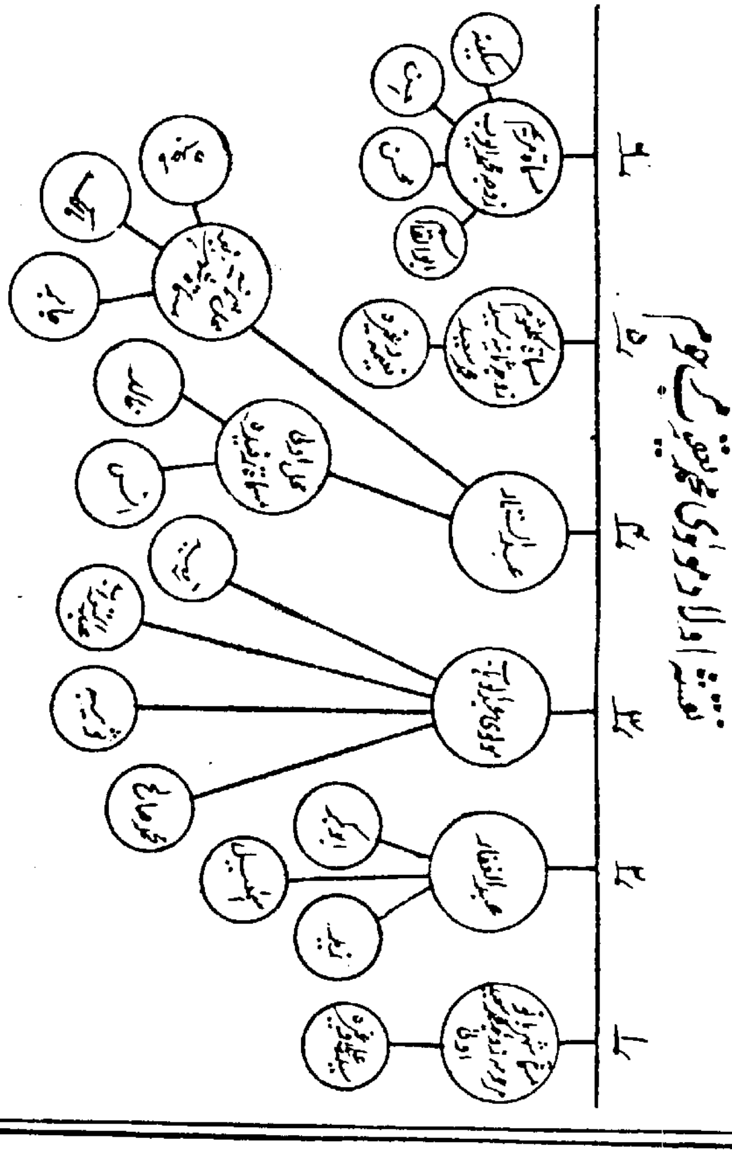
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

مگر اللہ تعالیٰ نے طبعی صلاح کی وجہ سے قبل ہی سے امیر جماعت اہلحدیث منتخب فرما دیا تھا۔

بہرکیف جب آخر میونسپل سروے ہوا تو بغیر کسی تحریک کے موافق قبضہ (تصرف) و خدمت کے جدا جدا متولی قرار دے کر جدا جدا A. B. پلوٹ مسجد و مقبرہ کا درج نقش و مندرجہ دفتر میونسپلٹی کیا گیا جو بتاریخ ۱۳۵ ۱۹۳۵ء ماہ جولائی تھا۔

مساۃ بی بی لطیفہ بنت امام بخش زوجہ مولوی امین الحق صاحب ساکن بخشی محلہ شہر پٹنہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان مولوی اکرام الحق و مولوی واعظ الحق کو انصرام شعار مسجد خانہ واقع محلہ بخشی و مسجد و مقبرہ واقع صادق پور کے متولی گردانا تھا، اور متفرق کی آمدنی کے مختلف اخراجات بتا کر بقیہ آمدنی کے تصرف کا ان کو مجاز فرمایا

مرقومہ ۷ رشعبان ۱۳۵۱ھ مطابق ۹ نومبر ۱۹۳۵ء جس پر منجملہ گواہان کے شیخ ریاض الحق ساکن سالارپور ضلع پٹنہ بھی ہیں۔ مقبرہ ہذا میں زمانہ تک رشتہ مندان قاضی عبدالحمید صاحب مرحوم مدفون ہوتے رہے۔ چنانچہ قاضی صاحب کی اہلیہ محترمہ زیر درخت کھرنی مدفین ہیں مسماۃ لطیفہ مرحومہ قاضی ریاض الحق ساکن سالارپور ضلع پٹنہ کی ہم جد ہیں۔ قاضی ریاض الحق مرحوم مذکور (مولوی محمد یعقوب صاحب کے حقیقی نانا بزرگوار تھے۔



ترجمہ مولوی محمد اسحاق مرحوم بن حکیم ارادت حسین صاحب مرحوم

آپ مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم سے عمر میں ڈھائی تین برس بڑے تھے۔ آپ اپنی ماں کے اکلوتے فرزند تھے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب کی والدہ نے بھی آپ کی رضاعت کی تھی۔

بچپن۔ آپ بھی لڑکپن سے از بس نیک تھے۔ آپ مکتب کے ناصل اوقات اپنی والدہ محترمہ یا مولوی محمد حسن صاحب و مولوی عبدالحکیم صاحب کے خدمات میں رہتے۔ سن شعور کے زمانہ سے مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کی مستقل صحبت اختیار کی اور ان کے خیالات سے مستفیض و متاثر ہوا کئے۔

تعلیم۔ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی تعلیم مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم کے سپرد فرمائی تھی۔ آپ نے تقریباً کل کتابیں مولوی صاحب ہی سے پڑھیں۔ بوجہ عدم موجودگی سرپرست و بار خانہ داری کے جناب کی درسیات اختتام کو نہ پہنچ سکیں۔ جناب کی طبیعت فن ریاضی سے بہت مناسبت رکھتی تھی۔ آپ نے ذاتی مطالعہ و محنت سے اس میں کافی مہارت بہم پہنچائی تھی اور پیچیدہ و مشکل سوالات نہایت سہولت سے حل فرماتے۔ شہر اور صوبہ کے مشکل اور طویل الذیل مناسخ خصوصیت کے ساتھ آپ کے سپرد ہوتے۔ یہ جناب کا خاص فیض تھا۔ آپ کے اس فن میں شاگرد بھی ہیں۔

اخلاق۔ نہایت خوش مزاج اور متکسر تھے۔ حق قرابت و احباب کی ادائیگی کا خیال از بس تھا۔ بر ابوالدیہ سے ممتاز تھے۔ چونکہ آپ کو نسبت زیادہ دینداروں سے تھی و رجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیہ وتفرقا علیہ اس [illegible] کا لحاظ اہل قرابت سے زیادہ رکھتے۔ لوگوں کے عتاب بدل شکر نوش فرماتے۔ [illegible] بدلہ لینے کا خیال کرتے نہ ارتباط میں فرق ڈالتے۔ غیبت سے بہت پرہیز کرتے۔ ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا الآیہ۔ لوگوں کا ذکر خیر کے ساتھ کرتے۔ ہر شخص سے حسن ظنی رکھتے ظن المومنین خیرا۔ نہایت کم سخن تھے من صمت نجا۔ صابر و شاکر اور حلیم تھے انما یوفی الصابرون

عہ منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر

اجرھم بغیر حساب۔ فراخ نیک مزاج اور صلح پسند طبیعت رکھتے عفو کے لئے ہر وقت تیار۔ غربا کی صحبت پسند رکھتے اور کسی کی خدمت سے عار نہ کرتے۔ اپنی والدہ اور اپنے بزرگوں کے آپ بڑے فرمانبردار رہتے۔ بزرگوں کے لطف عتاب سے محظوظ ہونے میں بڑے مشتاق۔ جس سے ملتے فرحاں وشاداں آپ پیکر محبت تھے۔ غربا سے آپ کو خاص اُنس تھا۔ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ جناب کسی دولت مند گھر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی تقریبات خوشی وغمی میں انجام کار کے لئے کمربستہ رہتے معلوم نہیں دل کی افتاد اور چاہ کیا تھی کہ آخرش آپ بھی اُسی زمرہ میں ہو گئے۔ وہ شخص جو خوشحالی میں پلا ہو۔ ناز و نعم سے جس کے کئی پشت آشنا ہوں، وہ اپنی بے زبانی۔ مروت۔ حسن ظن۔ ازحد اعتماد کا شکار ہوتے اپنی ساری دولت کھو دی، مگر اپنی تکلیفوں کو نہ کسی غمگسار اور مخلص سے بھی زبان پر لائے نہ کبھی اُس کی حرکت و اشارہ سے بے صبری ظاہر ہو۔ وہ اپنے مالک کا زبان وعمل سے ہر وقت شکر ظاہر کرے اور اس کی رحمت وفضل کا شدائد و آلام میں بھی اُمیدوار رہے، بلکہ دوسروں کے اظہار بے صبری سے نہایت بیزار ہوتے، قرض سے دل چور چور ہے، مگر دماغ مطمئن بیوی اور اولاد تک کو اندازِ مصائب نہ ہونے دیا۔ عسرت کا شکار ہو مگر کسی حبیب و قریب کو حالت سے خبر نہ ہو۔ لوگوں کی بدزبانی وگرج محض خاموشی کے ساتھ سر جھکائے سنتے رہتے، جواب نہ دیتے۔ لوگوں نے فریب، غصب، نیس زنی، بدخلقی ہر عنوان سے تکلیف پہنچائی (جس کی تفصیل ایک دفتر ہے) مگر زبان پر اُف نہ لائے، بلکہ فراخ دلی اور عفو کے ساتھ ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہر فتنہ وفساد سے دور رہتے، بلکہ دوسروں کے نزاع کو اپنے تذلل وانکساری اور لجاجت کے ذریعہ رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔

زہد و اتقا۔ باوجود شہرت کے کبھی اپنے مطبع میں جعلی رسید۔ خلاف ملت رسائل اور اشتہار طبع نہ کی۔ ہر تقریب کو رسومات سے پاک اور سادگی سے انجام دیا۔

عبادت ۔ جناب کو تلاوت قرآن اور اس پر تدبر سے نہایت ذوق شوق تھا فہم بھی خوب تھی۔ باوجود کثرت مشاغل و تفکرات کے اکثر حصہ قرآن کا حفظ فرمایا تھا۔

تہجد و نوافل کی پوری پابندی تھی۔ آپ رقیق القلب بہت تھے۔ اکثر زیارت کو بغرض بیان فرماتے تھے۔ برابر کیفیت میں ترقی ہوتی گئی۔ شاب نشاء فی عبادة اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد۔ ورجل ذکر اللہ خالیا۔ ففاضت عیناہ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔ رمضان میں دس یوم اعتکاف کا خاص اہتمام کرتے۔

اعتصام و احیائے سنت۔ جناب کی طبیعت میں مذہبی جوش و رغبت بہت تھی احیائے سنت میں لومۃ لائم کی مطلق پروا نہ کرتے۔ مردہ سنتوں کو خوب برتتے۔ ہر امر کی نہایت تحقیق کرتے۔ بعض مسائل میں آپ کی رائے منفرد تھی۔ تاہم کسی مسئلہ کے لئے بحث و مباحثہ ناپسند کرتے، صرف اپنی مثال سے کام لیتے، مگر اس میں غایت سخت ہوتے۔ آپ کی کوئی صحبت وعظ و پند سے خالی نہ ہوتی (تاہم وعظ رواج کے مطابق آپ نہ فرماتے) علماء اور صلحاء کی صحبت و خدمت کی آرزو رکھتے۔ یہ باتیں آپ میں ابتدائے شعور سے تھیں۔

تفرد مسائل ۔ صلوٰۃ باجماعت میں الزاق ساقین و منکبین کی پابندی کی بنا پر یہ کہتے کہ اخیر جلسہ میں جو تورک آیا ہے وہ امام یا منفرد کے لئے ہے۔ نہ صف میں صلوٰۃ ادا کرنے والے مقتدیوں کے لئے کیونکہ بصورت الزاق کعب و منکب اتنی گنجائش صف میں صلوٰۃ ادا کرنے والوں کو نہیں مل سکتی کہ ہر ایک مصلی تورک کر سکے (۲) قرآن پڑھنے میں ہر آیت پر وقف کرتے (اگرچہ آیت کے خاتمہ پر لا لکھا ہو) اور بیچ بیچ میں (جہاں ط۔ ج وغیرہ لکھا ہو) وقف نہ کرنے کی سختی سے پابندی کرتے۔ اخیر عمر میں قرأت قرآن کو اسی سنت کے موافق مشق کر ڈالا تھا۔ بسا اوقات زبان قدیم مشاقی کی بنا پر چل جاتی تو کبیدہ خاطر ہوتے اور یہ شعر سناتے ؎

رہ مسنون شدہ زائل بایجاد سجادہ نشیناں زمانہ سنت شد بگذشت برای دایہ باقی

(۳) محروم الارث ابن الابن کی توریث کا مسئلہ چھیڑ کر اس پر اکثر بحث کرتے۔ میلان آپ کا توریث کی جانب تھا۔ فرماتے کہ محروم الارث ابن الابن کو دیکھ کر مجھے بڑا رنج ہوتا ہے

ؑ قال رسول اللہ صلعم من احیی سنتہ من سنتی قد امیتت بعدی فان لہ من الاجر مثل اجور من عمل بہا من غیر ان ینقص من اجورہم شیئا۔ رواہ الترمذی

مزاج زندگی — آپ کے مزاج میں ملبوسات وطرحداری کا ذوق نہ تھا بلکہ ابتدا سے اسباب عروج اہل اسلام وقرب وقت عروج کے ہمہ وقت متلاشی رہتے اور اسی کیفیت میں نہایت مدو جزر، جوش و پژمردگی رہا کرتی اور کچھ عرصہ پر تغیر پذیر انداز رہتا۔ یاران طریقت آپ کی کیفیت کو اور شورخ کرتے اور ایک عرصہ تک اس کیفیت میں مستغرق رہتے، جس کے ساتھ عقیدت ہوتی عجیب فدائیت رہتی۔ آپ کو نہ صحبت احباب کے ایسا حظ تھا، نہ عیش وراحت کی چنداں پرواہ۔ غایت بامروت، بے زبان، سادہ مزاج مگر اپنے احوال کو غایت مخفی رکھتے اور اس پر اصرار کے عادی۔ نہایت جفاکش اور حوصلہ مند کبھی نا اُمید نہ ہونے والے۔

سلیقہ تفہیم — جناب تعزیت اور مصائب کے مواقع پر کچھ ایسے عنوان سے سمجھاتے کہ فوراً صبر و شکر پیدا ہو کر دل کو سکون وراحت مل جاتی۔ نہایت نرم اور پختہ اصول پر آپ تفہیم کرتے۔ کسی کو اس سے رنج نہ ہوتا اور نہ اعتراض کا موقع ملتا۔

مشاغل — جناب کو تجارت کی جانب عنفوان شباب سے ذوق تھا مختلف کاروبار آڑھت دوکانیں۔ ٹھیکے۔ لوگوں کے کاروبار میں شرکت کے اخبار چلائے لیکن اپنی مروت وبے زبانی۔ ازحد اعتماد۔ سادہ مزاجی۔ علالت۔ اخفائے راز۔ سچے ہمدرد کی کمی اور شوری سے احتراز نے جناب کی ساری ثروت کو خاک کر دیا۔ آپ اپنے دنیاوی اُمور کو لوگوں سے نہایت مخفی رکھتے۔ استفسار پر بھی ظاہر نہ فرماتے اور معاملات میں غایت یکسوئی برتتے۔ اگرچہ جناب کے مشیر کار تھے بھی تو سچے دردمند (اور نقصان ونفع کے شریک) نہ تھے۔ نہ اہل قرابت تھے۔ جناب نے اخبار انسٹیٹیوٹ گزٹ جاری رکھا تھا جس کے ایک کالم میں اردو اور مقابل میں انگریزی تھی۔ یہ اخبار نہایت مقبول اور طلباء اسکول کے لئے غایت مفید ثابت ہوا تھا۔ جناب نے بغرض افادۂ مزید روزانہ اشاعت کر دی تھی، مگر لوگوں کی نادہندی نے جناب کو سخت نقصان اور صدمہ پہنچایا۔

آخر میں مطبع کی قلیل آمدنی کے ساتھ اپنی باقی عمر نہایت صبر و شکر کے ساتھ بسر کر دی

وفات — نوازل نے حرب الجعن اور ضعف بصر کی شکایت عرصہ سے پیدا کر دی

تھی، آخر میں چہرہ پر اعصابی درد پیدا ہوا اور اس سے دماغ ماؤف ہو کر کئی روز بے ہوشی رہی۔ ۸ر جنوری ۱۹۱۸ء بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسب وصیت آپ کے استاد مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم نے صلوٰۃ جنازہ و دعا تثبیت کی۔ اللھم اغفرلھما وعافھما آمین۔ مدفن جو لہہ بگہیا متصل صادق پور۔

اولاد و احفاد۔۔ مولوی حکیم عبدالرزاق مرحوم کی شادی مسماۃ معیزۃ النساء بنت سید وراثت حسین مرحوم سورج گڈی، سے ہوئی۔ حکیم عبدالخلاق آپ کی شادی مسماۃ مقبولن بنت سید ابراہیم سورج گڈی سے ہوئی۔ مسماۃ حمیرا مرحومہ نہایت نیک لڑکی تھیں، بعد عقد ایک سال سے کچھ زائد زندہ رہ کر لاولد انتقال کیا۔ اس کا عقد سید ابراہیم صاحب کلمتوی ضلع دربھنگہ سے ہوا تھا۔

ضمیمہ تذکرہ اہلیہ مولوی محمد اسحاق صاحب ابن حکیم ولادت حسین صاحب مرحوم

زبیدہ بنت خیرات علی (بانک) زوجہ مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم۔ آپ کی والدہ نہایت ہی سلیم الطبع، تعلیم یافتہ، فہیمہ، خوش خیال بزرگ تھیں۔ آپ کا عقد مولوی خیرات علی (بانک ضلع پٹنہ) سے ہوا تھا۔ مولوی صاحب کو بھی صادق پور سے ارشاد تھا اور آپ کو بھی۔ آپ کی کل اولاد عقد ثانی سے ہوئی۔ آپ کی تعلیم اول اپنی والدہ محترمہ سے ہوئی۔ پھر شوہر سے بھی دینیات سے بہرہ مند ملے، اس لئے آپ کی مذہبی سمجھ بہت اعلیٰ تھی۔ طبیعت بھی نیک اور ذہین واقع ہوئی تھی۔ دینداری اور اعتصام بالسنۃ کا آپ کو از بس شوق تھا۔ تلاوت اور حفظ قرآن کا شوق اسی ذوق کا نتیجہ تھا۔ آپ کو احیائے سنت کا خاص خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ عقد بیوگان کے سلسلہ میں آپ نے زبردست کارنامے انجام دیئے۔ اپنے چھوٹے بھائی منشی عبدالحمید صاحب کا عقد مسماۃ بی بی شریفن کے ساتھ آپ ہی کی سعی سے ہوا۔ اپنے ملاقاتی بھائی شیخ عبدالحق کی اہلیہ کا نکاح ثانی منشی ابراہیم صاحب حکیم رشید سے اور ان کی بہن کا عقد ثانی اپنے عمزاد

بھائی منشی معفد رسے کر دیا اور اپنے چھوٹے صاحب زادہ عبدالخلاق کا عقد ایک بیمۂ بیوہ سے کر دیا۔ ان کے علاوہ اکثر عورتوں کو اس کارِ خیر کی ترغیب دی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بلا خوف لومۃ لائم فرماتیں۔ سمجھانے کا آپ کو خاص سلیقہ تھا۔ لوگوں کے نزاع اور غلط فہمیوں کی گتھیوں کو سلجھانے میں بھی آپ کو خاص ملکہ تھا۔ طبیعت بلند حرص و طمع سے دور اور قانع واقع ہوئی تھی۔ آپ کو کسی کی خوشامد سے دلی نفرت تھی۔ آپ محبت و اخلاص کا مجسمہ، منکسر المزاج صادقہ اور خادمۂ خلق تھیں۔ ہر امیر و غریب اپنے پرائے کی خوشی و غمی میں شریک ہوتیں۔ کئی ماہ تک اپنی تیمارداری اور بچوں کو چھوڑ کر اہلیہ مولوی محمد یعقوب صاحب کی سخت تیمارداری کی۔

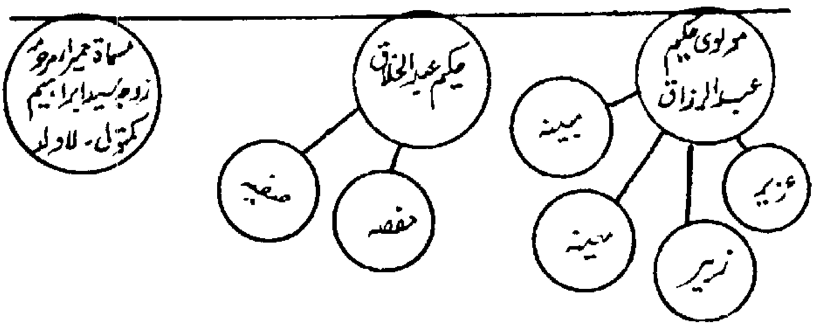
شوہر کی غربت اور مصائب و ہم خیالی میں اس خوبی سے ساتھ دیا کہ مصیبت مصیبت نہ رہی، غربت اور ناداری کی کبھی بھی شکایت نہیں کی۔ بارہا آپ کے مکان میں سرقہ ہوا۔ ایک مرتبہ تو چور نے چراغ لے کر جھاڑو پھیر دیا، لیکن آپ نے نہایت حوصلہ مندی اور صبر سے کام لیا۔ آپ کی چھوٹی نند (مسماۃ صابرہ) نے یہ خبر سن کر آپ کی خدمت میں سو روپے اپنے صاحب زادہ کی معرفت بھیجا، مگر آپ نے قبول نہ کیا، خدا کا شکر بجا لائیں۔ آپ زن و شوہر و صبر و ضبط کے پہاڑ تھے۔ ارشاد و ہدایت کا خاص خیال تھا۔ لوگوں کو کچھ نہ کچھ اللہ کی باتیں سنا دیتیں۔ آپ میں غصہ کا مادہ بھی خوب تھا۔ لیکن رفع الزام اس خوش اسلوبی سے فرماتیں کہ لوگ نادم و منفعل ہو جاتے۔ اب خاندان صادقپور ایسی فہمیدہ ہستیوں سے خالی ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوفہ نے مولوی عبدالغفار صاحب و مولوی عبدالستار صاحب کی بھی رضاعت کی۔

انتقال ۔ عرصہ سے مرض سل کی تکلیف تھی۔ دو ایک سال سے پیٹھ میں سوزش رہا کی، پھر ورم معدہ اور ورم جگر رہا۔ شب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ بوقت ساڑھے آٹھ بجے اس دار فانی سے رحلت فرمایا اور حلبی بیگھہ میں دفن ہوئیں۔

اللّٰھم اغفر لھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا۔

نقشہ اولاد مولوی محمد اسحاق مرحوم



مسماۃ زمرن مرحومہ

بنت رفیع الدین حسین خاں ساکن محلہ مغلپورہ زوجہ مولوی فتح علی مرحوم صادقپوری۔ آپ کے چھ بیٹے ہوئے، بیٹی کوئی نہیں۔ مولانا ولایت علی علیہ الرحمہ، مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ، مولوی طالب علی مرحوم آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی کہ قضا فرمایا۔ ابراہیم حسین، مہدی حسین یہ دونوں طفولیت میں رحلت کر گئے۔ مولانا فرحت حسین قدس سرہ والد ماجد مؤلف اوراق ہٰذا نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا مفصل فصل اول میں گزر چکا۔

مسماۃ سلیمہ مرحومہ

بنت شیخ ریاض الحق مرحوم ساکن موضع سالار پور زوجہ جناب حکیم امداد حسین مرحوم بن مولوی اولیا علی مغفور ساکن محلہ صادقپور۔ آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ مسماۃ حلیمہ زوجہ ثانیہ حکیم مولوی عبدالحمید صاحب۔ مولوی اسمٰعیل مرحوم نے قبل تزوج

(عہ از جانب پدر) شیخ ریاض الحق بن شیخ جمال الحق بن حسام الحق بن معز الدین محمد بن قاضی شیخ محمد حافظ شہید (از زوجہ مسماۃ صابرہ) بن شیخ محمد منور (شرافت پناہ) بن شیخ ناہر د (غفران پناہ) ایضاً از جانب مادر شیخ ریاض الحق بن مسماۃ حورن بنت منہاج الحق (زوجہ مسماۃ جمیلہ بنت سید سنگی) بن سراج الحق بن شیخ نور الہدیٰ (فقاہت خان غفران پناہ) بن شیخ محمد منور (شرافت پناہ) بن شیخ ناہر د (غفران پناہ)

انتقال کیا۔ مسماۃ صابرہ زوجہ سید وحید الدین بن سید صمصام الدین ساکن قدیم قصبہ میر حال متفاق محلہ سبزی باغ پٹنہ۔ مولوی محمد یعقوب مرحوم۔ محمد داؤد مرحوم جس نے بعمر ہفت سالہ رحلت کی، جبکہ اہل صادق پور مصیبت کے شکار بے خانماں ہو گئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اہل قرابت کے لئے آپ ہی کے مکان کو جائے امن قرار دیا تھا۔

مسماۃ ناصرہ مرحومہ

بنت شیخ ریاض الحق مرحوم ساکن موضع سالارپور ضلع پٹنہ و زوجہ منشی غلام نبی مرحوم ساکن پھلواری۔ ضلع پٹنہ۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور غالباً بچھتر برس کی عمر میں سنہ ۱۹۰۶ء میں آپ نے قضا کیا۔ انا للہ

مسماۃ قطبن مرحومہ

بنت شیخ ریاض الحق مرحوم ساکن موضع سالارپور ضلع پٹنہ و زوجہ مولوی ابراہیم حسین مرحوم، ساکن دیوان محلہ باغ یاتو۔ شہر پٹنہ۔ آپ نہایت خلیق اور ہوشمند بزرگ تھیں۔ جناب کے اکلوتے فرزند ... لطیف حسین مرحوم تھے۔

ترجمہ حکیم مولوی لطیف حسین مرحوم

نسب۔ حکیم مولوی لطیف حسین بن ابراہیم حسین بن حسین بخش بن رجب علی بن قطب الدین بن سعد اللہ بن نور الدین بن عبد السلام بن شہاب الدین ابی جعفر بن ابی طالب آپ کے خاندان کا کامل نسب نامہ بنو عم میں ضائع ہو گیا۔ غالباً یہ خاندان حضرت امام محمد تاج فقیہ کے ہمراہ قصبہ منیر آیا تھا، پھر موضع بیاپور۔ تلو پور۔ سکندرپور (جو منیر اور دانا پور کے وسط میں واقع ہیں) میں آکر آباد ہوا۔ مولوی قطب الدین صاحب بوجہ پیشہ وکالت دیوان محلہ (مضافات شہر پٹنہ) میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہ خاندان بھی علماء صوبہ بہار کا تھا۔

حلیہ۔ کتابی اور پُر رخسارہ، بلند پیشانی دبیج۔ بڑی آنکھیں عظیم الراس لانبی گردن اور

داڑھی رعب دار، چہرہ حسین صورت۔ گورا چٹا رنگ۔ چھریرا بدن۔ میانہ قد، سر میں زلف۔ سفید دوپلی ٹوپی لیس دار کلاہ۔ اچکن بغیر کالر۔ غرارہ دار پائجامہ۔ دلی وال جوتا۔ پوشاک میں کبھی کسی طرح کا تغیر نہیں پایا گیا۔

طفولیت ۔ آپ کی پیدائش ماہ جمادی الثانی روز جمعہ ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ پانچ یا سات برس کے ہوں گے کہ ظل عاطفت پدر آپ سے جدا ہو گیا اور آغوش مادر میں تربیت پائی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت ہوشمند بزرگ تھیں۔ آپ کے اخلاقی کمالات دراصل آپ کی والدہ کی عمدہ تربیت کے نتائج تھے۔ کان اشبهها خلقاً وخلقاً۔ اگرچہ آپ اپنی ماں کے اکلوتے فرزند تھے۔ تاہم جب کبھی کسی قسم کی لغزش پائی جاتی۔ ممدوحہ اپنے ملفوظات ذکیہ و اشارات لطیفہ کے ساتھ اس پر تنبیہ فرماتیں۔ مزاج میں چلبلا پن اور خوش طبعی بہت تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی فحش و غیر معروف مجالس سے اسی وقت سے طبعی نفور تھا۔ مکتب میں بیٹھنے کے بعد لہو و لعب سے بے رغبتی شروع ہو گئی۔ جب کبھی آپ کے بزرگ روپیہ وغیرہ دیتے، ان کو جمع کر کے مذاق کے مطابق کتابیں خریدتے۔ ایک مرتبہ اس ذہین طبیعت نے لہو شطرنج کی طرف میلان ظاہر کیا۔ ماں کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ ماں نے اپنی ناگواری ظاہر کی، پھر اس متنبہ نفس ذکیہ نے تا عمر اس جانب کبھی رخ نہیں کیا۔ اور اس کے بعد سے ہر کام باجازت کرتے، اگرچہ باصرار ہی سہی۔

تحصیل علم ـــــ ابتدائی درسیات مختلف معلمین سے پڑھیں۔ آپ کا حافظہ اور ذہن دونوں نہایت عمدہ تھے۔ قوت فکری سلیمہ اور نہایت ذکی تھے۔ آپ کو اسباق کے یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جب بارہ تیرہ برس کے ہوئے تو حاجی خیرالحق صاحب (پدر محمد سلیمان سلمہٗ) کے مشورہ سے جناب شاہ امین اللہ صاحب ساکن دولی بازار کے مدرسہ میں جس کے مدرس اول مولوی محمد کمال صاحب علی پوری تھے، داخل کئے گئے۔ چونکہ ناظم مدرسہ آپ کے بزرگوں سے آگاہ تھے۔ اس لئے ابتدا ہی سے آپ کی تعلیم مدرس اوّل کے سپرد کی گئی۔ شرح ملا جامی سے لے کر کل درسیات کماحقہا انہیں سے

پڑھیں۔ آپ مدرسہ کے کل طلبا سے فائق رہتے۔ مدرسہ میں نیچے طلبا کے اسباق آپ کے سپرد تھے۔ آپ اس مدرسہ کے طرۂ فخر و امتیاز تھے۔ بعض مرتبہ طبیعت کی روانگی اور تیزی باوجود تہذیب و شائستگی کے اپنے سے اونچے اور معمر طلبا پر وار کرا دیتی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں بعد فراغ درسیات آپ کی دستار بندی کی گئی تھی۔ اس کے بعد آپ نے فن طب کی طرف رجوع کیا۔ شرح اسباب تک جناب حکیم مولوی علیم الدین صاحب نگرنہسوی سے اور قانون شیخ استاد الاطبا رجناب حکیم مولوی عبدالحمید صاحب سے پڑھی (آپ کا نصاب مختلف تھا) طب پڑھنے کی کیفیت خود آپ نے یہ بیان کی تھی "میں مطالعہ بخوبی کرلیتا اس کے بعد فہم مطالب میں اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس لئے حکیم علیم الدین صاحب کے سامنے صرف عبارت پڑھتا چلا جاتا۔ اس ترکیب نے حکیم صاحب کے دل میں شک پیدا کر دیا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے پوچھا تم نے شرح اسباب کے فلاں مقام کا مطلب کیا سمجھا ہے؟ جب میں نے کتاب بیچ کر اس بحث کی توضیح کردی تو وہ مطمئن ہو گئے اور فرمایا، اب تمہیں درسیات پڑھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ عبدالحمید صاحب مرحوم تدریس کے وقت شیخ پر اعتراض کرتے جاتے اور آپ شیخ کی تائید کرتے جاتے۔ پھر حکیم صاحب آپ کی داد دیتے۔

ہومیوپیتھک ــــ پٹنہ میں ڈاکٹر مہندر بابو بغرض ترویج فن اردو میں املا کرتے تھے۔ آپ کی علم دوست طبیعت اس کے تحصیل کی متقاضی ہوئی اور دیگر طلبا کے ساتھ درس میں شامل ہونے لگے۔ لیکن بنگلہ نما اردو سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے شمولیت درس موقوف کرکے مکان پر فرست بک قلیل عرصہ میں پڑھ کر پھر بابو صاحب کی خدمت اس فن کو انگریزی میں پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوئے۔ بابو صاحب آپ کے ذہانت و ادراک سے سخت متحیر ہوئے۔ آپ نے اس فن کو بھی استاد سے حقیقتاً محض نام کو پڑھا تھا۔ آپ خود امراضات دیکھ دیکھ کر مطالعہ کرتے جاتے اور اسی طرح عموماً تمام دیگر تصانیف کے مطالعہ سے تحصیل کرلی تھی۔ بابو صاحب کو بہت جلد آپ کی تشخیص

اور اسلوب علاج پر کامل اعتماد ہو گیا تھا اور اپنے عوض مریضوں کے یہاں آپ کو بھیجنے لگے تھے۔ ایلوپیتھک جب آپ کے برادر زادہ مسٹر علی احمد مرحوم مرض سل میں مبتلا ہوئے تو لوگوں کی رائے ڈاکٹری علاج کرانے کی ہوئی۔ مگر بوجہ عدم وقوف طریقۂ علاج ڈاکٹری مشاورت میں آپ کی تشفی نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ نے کلکتہ سے کتابیں منگا کر ان کا مطالعہ شروع کر دیا اور محض عرصہ قلیل میں (اسسٹنٹ سرجنوں (کے ساتھ اور سول سرجنوں کے مقابل میں) کامیابی کے ساتھ معالجہ شروع کر دی۔ انہیں طبی کتب و رسائل کے بالالتزام مطالعہ نے آپ کو زبان انگریزی پر مہارت پیدا کر دی تھی۔ بسہولت خط و کتابت اور گفتگو بھی کرتے اور انسائیکلوپیڈیا وغیرہ بخوبی مطالعہ کرتے۔ ریاضی بھی کسی استاد سے نہیں حاصل کی تھی۔ مدرسہ میں پاشاہ امین اللہ صاحب کے جلسوں میں ریاضی کے مسائل پیش ہوتے تو آپ توجہ نہ کرتے۔ شاہ صاحب نے آپ کا یہ انداز دیکھ کر ناز یا ناز کی ضرورت سمجھی اور آخر شاہ صاحب کے جملوں کا یہ اثر ہوا کہ آپ نے مسائل ریاضی میں کاوش شروع کر دی۔ پھر تو اس فن سے ایسی دلچسپی پیدا ہوئی کہ اقلیدس اسٹیٹکس ڈائنامکس کے مسائل آپ کے لئے معمولی ہو گئے۔ مسائل ریاضی عموماً زبانی حل کرتے۔ ایف۔ اے۔ بی۔ اے کے کورس ریاضی اپنے عزیزوں کو بتاتے اور جو مضمون نیا ہوتا اس کو ایک بار مطالعہ کرتے۔ اسکول سے وقوف کے بعد دوسروں کے لئے اسے پانی کر دیتے۔ علم ہیئت میں بصیرت تامہ تھی۔ چنانچہ پٹنہ کا لوکل ٹائم دریافت کرنے کے لئے ایک دھوپ گھڑی اور ایک جدول مطابق تاریخ کے لئے تیار کئے تھے۔ قاضی سید رضا حسین صاحب کے اثر صحبت سے عنفوان شباب میں رمل کی جانب بھی شوق ہو گیا تھا اور اس میں مہارت پیدا کی تھی جسے بعد کو ترک کیا۔ رجحان طبعی فلسفہ۔ ریاضی اور تفسیر کی جانب تھا۔ فلسفیانہ مسائل اور تفسیر آیات کے حل کے لئے اکثر اہل علم آپ سے مذاکرہ کرتے۔ اندر عنوان و اسلوب حل دریافت کرتے ذوق مطالعہ و ذکاوت فکر نے تحقیقات جدیدہ اور سائیکالوجی سے آپ کو واقف آگاہی بخشی تھی۔ عربی ادبیات سے بھی خاص ذوق تھا اور بصیرت و مہارت تامہ

تھی۔ اگرچہ کلام بغرض تنقید زمانہ مطالعہ کرتے۔ آپ اکثر کہا کرتے کہ درسیات نظامی نیز فنون کی کنجی ہے۔ اسی نصاب نے مجھ میں استعداد فکر و مطالعہ اور عمومیت ذوق پیدا کر دی ہے۔ کتب بینی اور ذوق ۔۔ نعم الرفیق الکتاب آپ کا پسندیدہ مقولہ تھا۔ جہاں تخلیہ ہوا کتاب آپ کی رفیق ہوئی اور دماغ مسائل علمیہ و سیاسی کی تحلیل میں مشغول ہوا۔ ایک عزیز کے زمانہ مسافرت میں اس کو لکھتے ہیں "تنہائی سے گھبرانا عبث ہے، کتاب اور اپنا دماغ دو بڑے سچے مونس ہیں ۵

انسان بجائے خود ہے اک محشر خیال	ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

آپ کے مستقل مطالعہ میں فنون و علوم کی منتخب اور مستند تصانیف رہیں۔ کبھی بے جوڑ فنون بھی مطالعہ میں آجاتے، بشرطیکہ وہ دماغ سوز ہوں۔ ناگہانی قانون کے کتابوں کا بھی مطالعہ کر لیتے اور کہتے کہ ہماری فقہ اور منطق سے زیادہ اس میں موشگافیاں کیا ہونگی۔ چنانچہ اپنے برادر معظم کے موضع لمرانت پور کے گنگ برار وگنگ شکست کا مقدمہ جب کلکتہ ہائیکورٹ میں پہنچا تو باوجود برادرزادہ مسٹر عبد الحکیم مرحوم نامی بیرسٹر کے آپ خود مقدمہ کے پیروی کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے۔ اس مقدمہ میں مولوی تفضل حسین صاحب کے وارثوں کی طرف سے مولوی شمس الھدیٰ صاحب وکیل مقرر ہوئے تھے۔ مگر ان کی شدید مشغولیت کاغذات کے ملاحظہ کی اجازت نہیں دے رہی تھی۔ آخرش وقت کی تنگی دیکھ کر آپ خود کاغذات کے مطالعہ اور تیاری نوٹ میں معروف ہوئے اور خود ساختہ نوٹ وکیل صاحب کے سامنے پیش کر دیا۔ جس سے وکیل صاحب نہایت خجل اور محو حیرت ہوئے اور صرف اسی نوٹ سے اور اجلاس پر کام لے کر ظفریاب ہوئے۔ مقام حیرت یہ ہے کہ آپ کچہری کے کاموں سے محض ناآشنا تھے۔ آپ کے مواصعات کی نگہداشت سید وحید الدین صاحب مرحوم یا اُن کے صاحبزادہ سید محمد سعید صاحب پلیڈر کرتے ہے۔ آپ کو کلام اساتذہ سے بھی ذوق تھا۔ حل مطالب اور نکتہ سنجی آپ کا خاص حصہ تھا۔ مگر کبھی شاعری نہیں کی۔ آپ کے دماغ کو ہر فن سے خاص مناسبت تھی۔ مختلف اطعمہ کی طباخی اور بندوق

کے شکار کا بھی شوق تھا۔ مگر جادۂ اعتدال سے کبھی نہیں گذرے۔ کہا کرتے کسی فرزدت کو عمدگی اور نفاست سے کرلینا اداے شوق کے لیے بس ہے۔

صحبت و مذاکرہ ۔ بزمانۂ تحصیل درسیات مدرسہ کے فاضل اوقات میں آپ مہتمم مدرسہ جناب شاہ امین اللہ صاحب کے مجالس میں حاضر رہتے۔ شاہ صاحب کی مجلسیں مختلف مذاق و طبائع کے لوگوں سے معمور رہیں۔ وہاں کبھی علمی مباحث ہوتے کبھی صنعت و طباعی کی آزمائشیں ہوتیں۔ خود شاہ صاحب طباخی اطعمہ میں خاص دستگاہ رکھتے تھے۔ اس صحبت نے آپ کو ہزاروں اسباق حکمت پڑھائیے اور ذوق میں عمومیت پیدا کردی۔ بعد فراغ درسیات بھی نہایت التزام کے ساتھ شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچتے اور صحبت کیمیا اثر سے مستفیض ہوتے۔ آپ اس صحبت کو اکثر یاد کرتے اور دوسری صحبتوں میں یہ لطف نہ پاکر یہ شعر پڑھتے ؎

میں نے سونگھی ہے گلے لگ کے گریباں کی بو	کسی کے خاطر میں سماتی ہے گلستاں کی بو

قاضی سید رضا حسین صاحب رئیس و مدیر پٹنہ شرکت مجالس شاہ صاحب کی وجہ سے آپ کی ذکاوت و سعادت طبع سے آگاہ تھے۔ شاہ صاحب کے انتقال کے بعد ہی قاضی صاحب نے اپنے یہاں آنے کی خواہش آپ سے ظاہر کی۔ قاضی صاحب کی مجلسیں مختلف خیال و مذاہب کی مجموعہ تھیں۔ سر سید پٹنہ میں آپ ہی کے یہاں فروکش ہوتے تھے۔ یہاں تطبیق مسائل سائنس با آیات قرآن۔ اعتراضات ملاحدہ اور سیاست و مرن رمل و جفر وغیرہ پر گفتگو رہتی اور ہفتہ وار مثنوی مولانا روم اور قرآن کے درس بھی ہوتے۔ اس عرصہ تک بیام قیاس کا اثر آپ میں تیز تھا۔ حسن اتفاق سے اسی زمانہ میں مولوی محمد حسن صاحب کی آمد و رفت قاضی صاحب کے یہاں بکثرت تھی۔ مولانا نے اپنے عزیز کو بلند خیال اور کار آمد پاکر آپ کی توجہ اپنی طرف کرلی اور آپ کو یہاں کچھ ایسی چاشنی ملی کہ اگلی صحبتوں کا ملال باقی نہ رہا اور اس وقت سے مولانا کے اکثر مشورہ طلب امور میں شریک رہتے۔ مولانا کے انتقال کے بعد چونکہ مولوی عبدالرؤف صاحب اپنے مسائل پیچیدہ آپ ہی سے حل کرتے۔ اس لئے

اکثر لطف مذاکرہ حاصل ہو جاتا۔ ایک زمانہ بعد حکیم مولوی عبد الباری صاحب نگرنہسوی کے طویل سلسلہ علاج نے مذاکرہ کا موقع پھر پیدا کر دیا۔ اکثر گھنٹوں بلاغت و معانی منطق و فلسفہ اور تفسیر کے متعلق آپ سے دقیق بحثیں رہتیں لیکن در حقیقت کل صحبتوں کا نعم البدل مولوی اشرف علی صاحب بحر العلوم کی اخیر صحبت تھی۔ آپ سے بھی ایک ایک مسئلہ پر ہفتوں گفتگو رہتی ہے اس مذاکرہ نے بزرگ و عزیز کے آپس میں عجیب لطف و الفت پیدا کر دی تھی۔ اس بزرگ کے انتقال پر ملال نے مذاکرہ علمیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ؎

بزم برہم خورد و مے باقی نماند ٭ آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

البتہ مولوی عبد العزیز صاحب رحیم آبادی اور مولوی شمس الحق صاحب محدث ڈیانوی کی ملاقاتیں آپ کے ذوق کے لئے مواقع پیدا کر دیتیں۔ مذاکرہ علمیہ آرہ کی صدارت ایک سال نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب نے فرمائی تھی۔ بغرض شرکت جلسہ آپ بھی تشریف لے گئے تھے۔ ایام جلسہ میں آپ سے برابر مضامین علمی (تفسیر آیات) و سیاسی پر گفتگو رہی، وہاں سے واپسی میں محض آپ کی دلچسپ صحبت کے لحاظ سے بانکی پور تک آپ کے خاتہ سکنڈ کلاس میں ساتھ ہو لئے اور مذاکرات سے محظوظ ہو کر اس قلت صحبت پر بار بار حسرت کی اور فرمایا۔ اس سفر میں ایسے عجیب پروردہ دماغ سے تبادلہ خیال کا موقع محض نعمت غیر مترقبہ ہے اور اس کے دوسرے روز انجمن اسلامیہ بانکی پور کی تقریر میں فرمایا۔ اب تک یہاں گوشۂ عزلت میں ایسے دماغ موجود ہیں جو دنیا کے خیال میں ہلچل پیدا کر سکیں۔ مولوی مفتی عبد اللطیف صاحب دار الافتاء حیدر آباد آپ کے عرصہ مرض الموت میں پہنچے۔ بپاس خاطر مہمان زمانہ مکان میں بلاکران کے مسائل کی مختلف آراء کی تصریح کے ساتھ تشفی کر دی۔ مفتی صاحب بار بار کہہ فرمانے لگے، ایسا متبحر اور اس قدر گوشہ گمنامی میں! کوئی تصنیف بھی نہیں چھوڑی، یہ استغنار!! کبھی کبھی غیر مذاہب کے علماء اور پنڈتوں سے بھی گفتگو کی نوبت آجاتی۔ آپ مخاطب کے مذاق و ادراک کے لحاظ سے گفتگو کرتے۔ غرض مذاکرات علمیہ آپ کی

غذاء روح تھی۔

تدریس ۔ تدریس کے وقت کتاب آپ کے سامنے ہوتی۔ مگر بوجہ کثرت مشغولیت کے درسیات کی قبل سے دیکھ لینے کی فرصت نہیں ملتی۔ لیکن غایت آزادی وسہولت کے ساتھ ہر فن (معقول ومنقول) پڑھاتے۔ ابتدائی درسیات یا غبی طلباء کے پڑھانے کی طرف مائل نہیں ہوتے، بلکہ مولانا اشرف علی صاحب کی اس خصوصیت کو تسلیم کرتے۔ آپ کے تلامذہ کثیر ہیں، جن میں قابل الذکر مولوی غنیمت حسین سلمہ ساکن موضع مخدوم چک ضلع مونگیر ہیں۔ انہوں نے شرح ملا جامی سے لے کر کل درسیات اور فن طب آپ ہی سے پڑھی ہیں۔ یہ اس وقت صوبہ بہار کے فائق اور منتخب علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

قرآن ۔ قاضی سید رضا حسین صاحب مرحوم نے آپ کے مبلغ علم و قرآن فہمی سے محظوظ ہو کر اپنے یہاں کا درس قرآن آپ کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ آراء المفسرین سے کام لیتے حتی الامکان اپنی ذاتی رائے سے احتراز کرتے اور بغیر تاویلات رکیکہ کے مسائل طبیعات اور نصوص سے بعنوان احسن تطبیق دیتے۔ پھر بعد عرصہ مدید جناب شاہ مہدی صاحب شاہ کی اہلیہ نے اپنے مکان پر سفنواد درس قرآن جاری کیا اور بعد مغرب آپ سے وقت مقرر کرایا۔ یہاں آپ کی تقریر عموماً عام فہم اور سادہ ہوتی۔ لیکن اگر جدید مذاق کے اصحاب پہنچ جاتے تو حکماء یورپ کے خیالات فاسدہ کا دندان شکن جواب دیتے۔ آپ کی تقریر قل و دل ہوتی۔

مطب و تشخیص بامشورہ معالجہ کرنا پسند کرتے۔ اطباء و ڈاکٹران تشخیص پیچیدہ ومشکلہ کے لئے اکثر آپ کو تکلیف دیتے اور اطباء حاذق و ڈاکٹران نامی آپ کے اسرار سے اتفاق پر مجبور ہوتے۔ آپ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص قلم نہیں اٹھاتا۔ اس فن لطیف میں استاد الاطباء جناب حکیم مولوی عبدالمجید صاحب کے بعد آپ ہی کا پایا تھا۔ دیگر اطباء بلاد و سول سرجنوں کے مقابل میں بارہا مایوس العلاج مریضوں کی تشخیص و علاج نہایت کامیابی کے ساتھ کئے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے

اکثر ڈاکٹران واطبار کو سلیقہ علاج و نسخہ نویسی تلقین کی۔ جس وقت آپ نے ڈاکٹری کی طرف اقدام کیا تو ڈاکٹر احمد علی خانصاحب نے امتحاناً ایک ڈاکٹری کتاب کا ترجمہ آپ کے سپرد کر دیا۔ آپ کے ترجمہ نے ڈاکٹر صاحب کے دل پر ایسا اثر کیا کہ تا حیات آپ کا دامن نہیں چھوڑا، اور آج تک آپ کی یاد باعث حزن و ملال ہوتی ہے۔ کتاب الکحل (مولفہ حکیم فضل حسین صاحب مظفر پور) کے فراہمی انتخاب مضامین اور اس کی نظر ثانی آپ ہی نے کی تھی۔ حکیم عبدالمجید صاحب نے آپ کی بارہا تعریف کی اور کامل اعتماد ظاہر فرمایا اور اپنے یہاں علاج کے لئے بلایا اور معالجات میں تشارک نہ کثرت ہوا کرتی۔ حکیم مولوی عبدالباری صاحب تلمیذ رشید مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی لکھنؤ آپ نے متبحر علمی کے سامنے کسی کو ہیچ شمار نہ سمجھتے اپنے علاج کے قبل آپ کا امتحان لیا، پھر ایسا لوہا مانا کہ کسی دوسرے کی طرف رجوع ہی نہیں کیا اور برابر کہتے کہ میں جس مرض کا اندازہ پانچ منٹ میں کر سکتا ہوں، آپ کے لئے ایک منٹ کافی اور بس ہے۔ جناب حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنؤ کی خدمت میں جب آپ کے تلامذہ بغرض استفادہ مزید پہنچے تو ان کی استعداد فہم سے حکیم صاحب اس قدر محظوظ ہوئے کہ اپنے خلف الصدق حکیم عبدالرشید صاحب کو دعوت ملاقات کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا اور مدرسہ تکمیل الطب کے ممتحن ہونے کی آرزو ظاہر کی۔ حکیم عبدالولی و حکیم عبدالحفیظ صاحبان لکھنؤ سے معالجات میں مختلف مقام شرکت کا اتفاق ہوا۔ آپ عموماً نسخہ کھلا لکھتے امراض و مرضی کی مناسبت سے نسخے کبھی یونانی اور کبھی ڈاکٹری لکھتے۔ بوجہ مروت و نرم دلی کے نظم عطارخانہ ادویات مرکبہ نہ تھا۔ لوگوں کی فرمائش پر ادویہ تیار کر دی جاتیں۔ بغرض رفاہ عام ہومیوپیتھک ادویات کا اسٹاک رہتا، جو مفت تقسیم ہوتیں۔ آپ کی تشخیص و جامعیت کی خاص شہرت تھی۔ دور دور صوبہ جات میں مدعو ہوتے۔

مزاج ــ آپ حلیم۔ ضابطہ۔ منکسر۔ فراخدل اور اعتدال پسند تھے۔ آپ کے

ـــــــــــــــــــــــــ

لہ آپ کا کسی کے متعلق رائے ظاہر کرنا رجسٹرڈ سارٹیفکٹ ہو ۱۲

کسی رائے میں جوش، شدت یا زیادتی نہیں پائی جاتی۔ لوگوں کے تقصیر، ابلہ فریبی اور شوخی سے چشم پوشی کرتے۔ اپنے آلام و مصائب کو نظر انداز کرتے۔ بزرگوں کی خفگی بھر سکوت سننا ایک معمولی بات تھی۔ ایک صاحب نے عین عید کے دن آپ کے ایک عزیز کی نادانی پر کلماتِ غلیظ لکھ بھیجے۔ آپ نے پڑھ کر خاموشی کے ساتھ اس عزیز کی طرف بڑھا دیا اور بس۔ ایک شخص آپ کے مطب سے بار بار سرقہ کرتا اور آپ درگذر کرتے۔ ایک طبیب نے اپنے عزیز کے علاج کے لئے آپ کو مدعو کیا اور خود نسخہ کی ہر دوا کو بوجوہ غیر معقول کاٹنے کے لئے ارشاد کیا۔ جب آپ بعد تعمیل ارشاد واپس آئے تو توہین کی گئی مگر آپ نے نہ رنج ظاہر کیا اور نہ ربط میں فرق کیا۔ تصنع اور صفائی قلب آپ کے ممتاز خصال سے تھے۔ بحث، اعتراض اور رنجش سے غایت احتراز کرتے ایسے مواقع میں دوسروں کو بھی تائید سے روکتے۔ متین اور مہذب تھے۔ لوگوں کے متعلق آرا نرمی کے ساتھ ظاہر کرتے۔ اساتذہ و مصنفین کا از بس ادب کرتے۔ ان کے آرا سے ادب کے ساتھ اختلاف کرتے۔ خلاف موقع گفتگو نہ کرتے۔ گفتگو بانداز تخاطب کرتے اور آواز کبھی بلند نہ ہوتی۔ کبھی خود ستائی نہیں کی۔ مزاج حوصلہ مند، مستغنی اور قانع تھا۔ کبھی جمع زر و مال کی فکر نہ کی۔ نہ زیادتی پریکٹس اور شہرت کی ہوس نہ کی۔ اور نہ معاش خریدی۔ ایک شخص نے اپنے وقف کردہ جائداد کا تولیت نامہ مع مشاہرہ پانچ صد روپے باصرار سپرد کرنا چاہا۔ مگر آپ نے بھی اصرار کے ساتھ مسترد کر دیا۔

وضع ۔ تمام احتیاط کا غایت لحاظ رکھتے۔ اپنے سوتیلے بھائی کے ساتھ ایسی خوش وضعی برتی کہ دونوں کی محبت ایک نظیر تھی۔ ہمشیر کے انتقال کے بعد حاجی عبدالحی صاحب سے لطف قدیم استوار ہی ہوتا گیا۔ حکیم عبدالباری صاحب کے ساتھ محض ہم پیشہ ہونے ہی کا لحاظ ایسا برتا کہ اس سے زیادہ نہ لائق بھائی اور نہ مخلص دوست کر سکتا تھا۔ ان کی طویل علالت میں ایک برس تک روزانہ جاتے۔ شب تار میں پہنچتے۔ علاوہ علاج کے مشورہ نیک اور خدمات گراں سے مرہون منت کرتے۔ شاہ مہدی صاحب اور ڈاکٹر اسحاق صاحب سے تادم مرگ اخلاص مزید ہوتا گیا اور

رہ لوگ اپنے مخلص بزرگ سے امور میں مشورہ لیتے رہے۔ شاگرد ہو یا استاد یا ہم پیشہ بعد ارتباط اس سے لطف قوی ہو جاتا اور خلوص بڑھتا جاتا۔ چندر بابو جب کسی مریض کے یہاں آپ کو بھیجتے تو آپ فیس استاد کے حوالہ کرتے۔ بابو صاحب آپ کو مثل فرزند کے مانتے تھے۔ ہم پیشوں کے مرجوعہ کا لحاظ، بلکہ کوشش کرتے آپ نے کبھی کسی کو نہ اپنا دشمن اور نہ بدخواہ تصور کیا۔ لوگوں کو قرض دیتے۔ متعلقین کے ساتھ مروت برتتے۔ اسی طرح لوگوں کے یہاں آپ کے ہزاروں روپے رہ گئے۔ مگر اپنی اشارہ ندرت کے وقت یہی سولئے نرم یاد دہانی کے کبھی شدت نہ برتی اور نہ شکوہ کی۔ لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالتے۔ غیبت سے احتراز رکھتے۔ کسی کی عیب جینی نہ کہتے۔ معالجات میں استعمال مسکرات سے پرہیز کرتے۔ زنِ عصمت فروش کے یہاں معالجہ سے اجتناب کرتے۔ اگر ناگہانی خود مطلب پڑ جاتی تو نسخہ لکھ کر حوالہ کرتے۔ باوجود محمڈن اسکول کے قدیم جوائنٹ سکریٹری ہونے کے آپ احکام سے نہیں ملے۔ حالانکہ آپ کے مخلصین بغرض تحصیل خطاب نہایت مصر تھے۔ مگر کسی طرح آپ راضی نہ ہوئے۔ ایک بار ایک شخص نے اپنی گٹھڑی آپ کو رکھنے کو دی۔ اس کے دوسرے تیسرے روز وہ غائب ہوگئی۔ اس کے بعد اس شخص نے آکر اس کا تقاضا کیا اور کہا کہ اس میں میری لڑکی کے سولہ سو روپے کے زیورات تھے۔ آپ نے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ ان کی قیمت حوالہ کر دی، حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوگیا تھا کہ ان کی لڑکی کے پاس زیورات موجود ہیں۔ اسی تدین اور امانتداری نے مہاجنان قواسی القلوب پر بھی ایسا اعتبار پیدا کیا تھا کہ آپ کی زبان پر بلا کسی کاغذ کے ہزاروں روپے سامنے رکھ دیتے، جسے لوگ برابر ادا کرتے رہتے۔

مذہب — آپ حنفی المذہب تھے، مگر روش ایک محقق کی تھی۔ آپ میں تعصب نہ تھا۔ حق کے طرفدار تھے۔ اکثر احناف بھی آپ کو اہل حدیث تصور کرتے اگر لوگ آپ کا مسلک دریافت کرتے تو ہنس کر ٹال دیتے اور یہ شعر پڑھتے۔

اپنے مذہب کو کیا تجھ سے بتاؤں اے شوخ	تو کہے گبر مجھے گبر مسلماں مجھ کو

عنفوانِ شباب سے ذوقِ عبادت تھا۔ شرکتِ تراویح کے لئے آ جناب مولانا محمد سعید صاحب مغل پورہ کی مسجد پر جاتے۔ تہجد اور تلاوتِ قرآن کا خاص التزام رکھتے۔ مریضوں کے یہاں آنے جانے میں پالکی پر تلاوت کرتے۔ تقریباً نصف حصہ قرآن آپ کو یاد ہوگا۔

فیضِ عام — ہر کسی کے فائدہ پہنچانے کا خیال رکھتے۔ اپنی ذمہ داری پر لوگوں کی مالی مشکلات وغیرہ حل کرتے۔ لوگ اپنی حل مشکلات و مشورہ کے لئے نصف شب کو پہنچتے۔ مطب سے روزانہ دوا مفت تقسیم ہوتی۔ غربا فیس اور قیمت سے مستغنی ہوتے۔ اہلِ قرابت و احباب کے زیورات و اسباب شادیات آپ کے ذریعہ تیار اور خریدے جاتے۔ قرابتمندان بلا دآپ کی نیما رداری سے شاید چھوٹے ہوں اس پر بھی غلط الزامات کی پرواہ نہ کرتے۔ اور احسن الی من اسا پر عامل رہ کر خیر سے باز نہ آتے۔ اقربا و احباب کے باعث اطمینان و تسکین تھے۔ اصحابِ حل و عقد کے لئے مخلص اور نیک مشیر تھے۔ لوگوں کے مشکلات کے کنجی تھے۔ آپ نے حسنِ تدبیر اور اثر احسان و مروت سے نہایت اہم اور لاینحل عقدے حل کر دیتے (واقعہ آرخصت مولوی عبدالرؤف صاحب اور زروانگی و تعلیم بیرسٹری مسٹر عبدالحکیم مرحوم) واقعی حسنِ تدبیر کے لئے عقل و مکارمِ اخلاق کا امتزاج ضروری ہے محمڈن اسکول کے کل مسائل پیچیدہ مولوی عبدالرؤف صاحب کے زمانہ سے تا دمِ مرگ آپ ہی کی قوتِ فکر یہ حل کرتی رہی۔

محبت — محبت میں فرقِ مراتب ضرور تھا، لیکن ہر عزیز و دوست یہی خیال کرتا کہ اسے زیادہ مانتے ہیں۔ قرابتمندوں اور دوستوں کی علالت میں فرطِ محبت اکثر معالج کے لائق نہیں رکھتی۔ خود دوسرے اطبا کو بلاتے۔ پندرہ پندرہ۔ مہینہ مہینہ دن ان کی نگاہ داشت اور علاج میں شہر میں رکھ کر مطب و مرجوعہ کو خیرباد کہتے۔ ان کی محبت میں مطب یاد نہیں رہتا۔ رشتہ داران مصاہرت کا بھی ایسے ہی لحاظ رکھتے۔ اپنی علالتوں میں بھی کمزوری کی پرواہ نہ کرتے۔ سیڑھیوں کو بیٹھ بیٹھ کر طے کرتے

اندر ٹپکتے ہوئے پہنچتے۔ جناب شاہ امین اللہ صاحب کے علالت میں ان کی تیمارداری کی اور شدت مرض میں از خود رفتہ ہوگئے۔ سماور سے گرم پانی تکمیہ کے لئے بوتل میں بھرنے کے وقت ہاتھ پر گرتا رہتا اور احساس نہ ہوتا۔ ع

محبتے ست کہ دل راحتی دہد آرام		دگر نہ کیست کہ آرام دل نمی خواہد

غرض محبت میں اپنے آپ نظیر تھے۔

خانگی روش — غایت نرمی اور تفہیم سے کام لیتے تشیب وفراز سے متنبہ کرتے اور تلخیوں کو اس خوبی سے برداشت کرتے کہ سبحان اللہ۔ اور آپ کی داشت ایسی تھی کہ عزیز و بزرگ، یگانے بیگانے سب ہی احترام کرتے۔ فہمائش اس اخلاص و اسلوب نیک کے ساتھ کرتے کہ قلوب بیرابی اور تسلی کے ساتھ اثر قبول کرتے۔

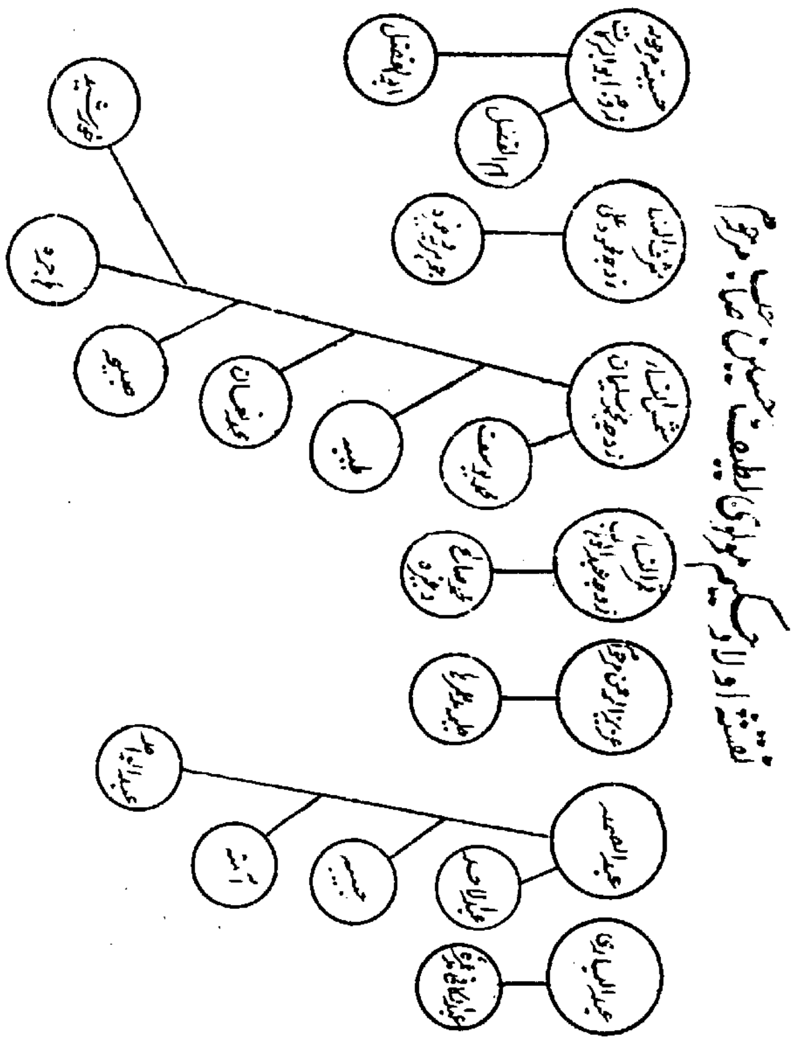
خاتمہ — بزرگوں کے بہتر عزیز۔ عزیزوں کے بہتر بزرگ، دوستوں کے بہتر دوست، بی بی کے بہتر شوہر، بیٹوں کے بہتر باپ اور اپنے شہر والوں کے لئے ظل رحمت تھے۔

مرض وفات — چار برس ضعف معدہ و دیگر عوارض میں مبتلا رہ کر نہایت اطمینان کے ساتھ بروز جمعہ بوقت گیارہ بجے بتاریخ ۲۰ محرم ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۱۳ء انتقال کیا اور دادا کی مقبرہ واقع موضع گھرار ٹولہ ڈھنکی میں زیر شجر نخل مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ الخ

اولاد و احفاد — آپ کی اول شادی مسماۃ میمونہ مرحومہ بنت مولوی عبد اللطیف مرحوم چھپروی سے ہوئی تھی۔ بہ نہایت خلیق و نیک تھیں۔ بعد شادی قلیل مدت زندہ رہ کر لاولد داخل خلد بریں ہوئیں۔ اس کے بعد دوسری شادی آپ کی مسماۃ کنیز حسین بنت قاضی فرح حسین جعفری ساکن بھدانواں سے ہوئی اور ان سے آپ کی حسب ذیل اولاد ہیں۔

نمبر ۱ — مولوی عبد الباری سلمہ کی شادی مولوی منیر الدین صاحب بی اے وکیل موضع مہکار کے صبیہ کلالی سے ہوئی تھی۔ جس نے چند سال بعد قضا کیا۔ نمبر ۲ — مولوی عبد الصمد سلمہ آپ کی شادی مسماۃ ام سلمہ بنت حاجی عبد الرشید بن ابو القاسم بن محسن فاروقی چھپرہ سے

ہوئی۔ نمبر ۳۔ مولوی عزیز الرحمٰن مرحوم ان کی شادی بسبیہ خود حاجی عبدالحی صاحب ساکن پورنکسارو ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ نمبر ۴۔ قمر النساء مدعمرہا زوجہ مولوی عبدالوہاب سلمہٗ بن مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم۔ نمبر ۵۔ شمس النساء مدعمرہا زوجہ محمد سلیمان سلمہٗ بن حاجی عبدالحی صاحب ساکن پورنکسارو۔ نمبر ۶۔ شرف النساء مدعمرہا زوجہ مولوی محمود علی سلمہٗ بی اے بن مولانا امجد علی صاحب جعفری۔ نمبر ۷۔ حسینہ مرحومہ زوجہ ابوالبرکات سلمہٗ بن محمد صدیق بن مولوی عبداللطیف بن مولوی اطہر حسین جعفری ساکن مہدانواں۔



فصل چہارم۔ نسب نامہ ام الام جناب مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ والغفران

نمبر۱	مولانا ولایت علی و مولانا عنایت علی و مولانا فرحت حسین رحمۃ اللہ علیہم فرزندان
نمبر۲	مسماۃ زمرن بنت (شیخ رفیع الدین حسین مغلپورہ)
نمبر۳	مسماۃ شکرن بنت
نمبر۴	حضرت شاہ محمد عزیز عرف شاہ درگاہی قدس سرہٗ ساکن محلہ نموہیہ
نمبر۵	مولانا مخدوم شاہ ابوالخیر محمد انور قدس سرہٗ
نمبر۶	مولانا مخدوم شاہ ابوتراب محمد منور قدس سرہٗ
نمبر۷	مولانا مخدوم شاہ ابوالبرکات محمد فائض قدس سرہٗ دیوروی ثم نموہیوی عظیم آبادی
نمبر۸	مولانا شیخ ابوسعید دیوروی رحمۃ اللہ علیہ
نمبر۹	حضرت شاہ عبد العلی رح
نمبر۱۰	حضرت شیخ شاہ محمد رح
نمبر۱۱	حضرت شیخ شاہ تمیم اللہ رح
نمبر۱۲	حضرت شیخ شاہ عمر رح
نمبر۱۳	حضرت امیر ارزانی مرحوم
نمبر۱۴	حضرت میر معز الدین رح ۔ ہمیں بزرگ در دیوہ تشریف آوردند
نمبر۱۵	حضرت میر سراج الدین رح
نمبر۱۶	حضرت میر محمود رح
نمبر۱۷	حضرت میر محمد رح
نمبر۱۸	سلطان ابواسحاق جنگجوت رح
نمبر۱۹	حضرت سلطان بایزید ثانی رح
نمبر۲۰	حضرت سلطان احمد رح
نمبر۲۱	حضرت میر مسعود رح

نمبر ۲۲	حضرت میر بایزید رح
نمبر ۲۳	حضرت محمد رح
نمبر ۲۴	حضرت علی ابو اسحاق رح مدنی ثم المصری
نمبر ۲۵	حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نمبر ۲۶	حضرت عباس صحابی وعم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نمبر ۲۷	عبد المطلب جد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نمبر ۲۸	ہاشم
نمبر ۲۹	عبد مناف۔

سوانح حضرت عباس رضی اللہ عنہ

اسد الغابہ کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ عم رسول اللہ صلعم ابو الفضل کنیت آپ کی ابو الفضل اور ماں آپ کی نتیلہ بنت حباب بن کلیب بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید بن مناۃ بن عامر ہیں۔ اسی میں لکھا ہے۔ "ھی اول عربیۃ کست البیت الحریر والدیباج واصناف الکسوۃ" اور سبب اس کا یہ ہوا کہ حضرت عباس گم ہو گئے اور وہ چھوٹے تھے، پھر نذر مانی ان کی ماں نے کہ اگر میں پاؤں ان کو تو غلاف پہناؤں خانہ کعبہ کو۔ پھر پایا انکو پھر کیا جو منت مانی تھی اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے" وقیل بثلث سنین" اور تھے عباس جاہلیت میں رئیس قریش میں، اور تھی خدمت بیت الحرام کی اور پانی پلانا حاجیوں کا بسرد آپ کے۔ اسی کتاب میں لکھا ہے" وشھد مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیعۃ العقبۃ لیشدّ لہ العقد" اور پھر لکھا ہے" وکان ممن خرج مع المشرکین یوم بدر مکرھا۔ اور فدیہ دیا۔ دن بدر کے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا اور اسلام لائے اس کے پیچھے" وقیل اسلم قبل الھجرۃ الخ" اور سیرۃ ابن ہشام جلد ثانی مطبوعہ مصر ۲۶ میں لکھا ہے" عن عکرمہ

مولی ابن عباسؓ قال ابورافع مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا میں غلام واسطے عباسؓ ابن عبدالمطلب کے اور تحقیق کہ اسلام داخل ہوگیا تھا ہم سب گھر والوں میں پھر اسلام لائے عباسؓ اور اسلام لائیں اہلیہ آپ کی ام الفضل اور اسلام لایا میں اور تھے عباس ڈرتے اپنی قوم سے اور ناپسند رکھتے خلاف کو اُن کے اور تھے چھپاتے اسلام کو اپنے اور تھے بہت مال والے اور تھا مال اُن کا متفرق قوم میں اُن کی پھر جب ہوا دن بدر کا، پیچھے رہ گیا ابولہب بدر سے اور بھیجا اپنی جگہ میں عاصی بن ہشام بن مغیرہ کو اور ایسا ہی کیا سب مکہ والوں نے کہ جو پیچھے رہ گیا تھا بدر سے اس نے بھیجا تھا اپنی طرف سے کسی شخص کو اجرت دے کر پھر جب آئی خبر فتح کی مسلمانوں کی بدر سے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ نے قریش مکہ کو شکست دی اور رسوا کیا۔ پائی ہم لوگوں نے اپنی جیوں میں قوت اور عزت اور تھا میں ایک مرد کمزور اور تھا میں بنایا کرتا پیالہ لکڑیوں کا اور کھودتا اُسکو حجرے میں زمزم کے سو قسم ہے اللہ کی، میں اسی حجرے میں بیٹھا ہوا کھود رہا تھا پیالوں کو اور نزدیک میرے ام الفضل بیٹھی ہوئی تھیں اور ہم لوگ خوش تھے اُن خبروں سے جو ہم کو بدر سے پہنچ رہی تھیں مسلمانوں کی فتح اور قریش مکہ کی شکست کی۔ اسی حالت میں ابولہب اپنے پاؤں کو بدی سے کھینچتا ہوا آیا اور بیٹھا پیچھے اس کوٹھری کے میرے پیچھے کی جانب۔ پھر اسی حالت میں کہ وہ بیٹھا ہوا تھا ابوسفیان بن حرب بن صخر بدر سے بھاگے ہوئے آئے۔ پھر کہا واسطے ان کے ابولہب نے۔ "هلم الی فعندك لعمری الخبر"۔ پھر بیٹھ گئے ابوسفیان اس کے پاس اور وہاں لوگوں کا ہجوم ہوگیا۔ پھر کہا ابولہب نے، اے بھائی کے بیٹے خبر دو مجھ کو، کیسا حال ہوا لوگوں کا۔ کہا سفیان نے قسم ہے اللہ کی کہ جیوں ہی ہم ان لوگوں سے ملے قتل کیا اُن لوگوں نے ہم لوگوں کو جس طرح چاہا اور قیدی بنایا جیسا چاہا۔ اور قسم ہے اللہ کی ساتھ اس کے ملے ہم ایسے لوگوں سے کہ وہ گورے تھے ابلق گھوڑوں پر سوار درمیان آسمان اور زمین کے کہا ابورافع نے کہ کہا میں نے واللہ یہ تو فرشتے تھے، پھر اُٹھا ابولہب، پھر مارا ایک لکڑی میرے منہ پر نہایت زور سے اور پھر لپیٹ گیا میں اس کے بدن میں، پھر اُٹھا لیا اس نے

مجھ کو، پھر دے مارا مجھ کو زمین پر، پھر بیٹھ گیا میرے سینے پر کہ مارتا تھا مجھ کو اور دبلا میں ایک مرد کمزور، پھر کھڑی ہوئیں ام فضل ایک لکڑی لے کر اور مارا اس سے ابولہب کے سر میں، کہ جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور بولیں کیا کمزور جانا ہے تو نے اس کو، اس سبب سے کہ اس کا مالک غائب ہے پھر کھڑا ہو گیا ابولہب مجھ کو چھوڑ کر رسوا اور ذلیل ہو کر سو قسم ہے اللہ کی نہیں جیا بعد اس کے مگر سات راتیں اور مر گیا اور جامع ترمذی کے ابواب التفسیر سورہ انفال میں عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب فارغ ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بدر سے۔ قیل لہ علیك العیر لیس دونہا شیٔ قال فناداہ العباس وھو فی وثاق لا یصلح قال لان اللہ وعدك احدی الطائفتین وقد اعطاك ما وعدك قال صدقت ھذا حدیث حسن"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے میں اختلافات شدید ہے، درمیان علماء کے کہ آپ کب اسلام لائے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ آپ فتح مکہ میں ایمان لائے لیکن یہ بات غلط ہے جیسا کہ اوپر کی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ جنگ بدر سے پہلے پوشیدہ طور پر ایمان لا چکے تھے اور آئندہ جو روایات میں نقل کروں گا، اُن سے ثابت ہو جائے گا کہ آپ بہت قدیم الایمان ہیں۔ یعنی طفلی کے وقت بھی آپ مسلمان تھے۔ ولی الدین ابی عبداللہ مصنف مشکوٰۃ نے اکمال فی اسماء الرجال کے صفحہ آخر میں لکھا ہے " وکان اسلم قدیمًا وکتم اسلامہ وخرج مع المشرکین یوم بدر مکرھًا فاسرہ ابوالیسر کعب ابن عمرو ففادیٰ نفسہ ورجع الی مکۃ ثم اقبل الی المدینۃ مہاجرًا"۔ اور تواریخ حبیب اللہ کی فصل تیسری صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے اور نیز قرۃ العیون جلد اول حصہ اول صفحہ ۴۵ میں ہے کہ فرمایا حضرت عباس نے کہ اے رسول اللہؐ مجھ کو آپ کے دین میں داخل ہونے کا باعث وہ معجزہ ہوا ہے کہ پالنے میں لیٹے ہوئے چاند سے باتیں کرتے تھے، اور آپ جدھر انگلی سے اشارہ کرتے تھے وہ جھک جاتا تھا۔ فرمایا آپ نے تحقیق میں باتیں کرتا تھا اس سے اور وہ مجھ سے بہلاتے کو الخ نکالا اس حدیث کو زرقانی نے اور اس قسم کی حدیثیں

جو آپ کے نہایت سابق الایمان ہونے پر دلالت کرتی ہیں ، بہت ہیں۔ تھوڑا سا بطور نمونہ کے یہاں بیان ہوا اور آپ کے مناقب و محامد بہت ہیں کہ جن کا احاطہ اس قرطاس تنگ اساس میں متعسر بل محال ہے لیکن تھوڑا تبرکاً یہاں لکھتا ہوں۔ بیعت عقبہ کے دن انصار لوگ جو مدینہ منورہ سے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کو لینے کو آئے تھے۔ اس وقت حضرت عباس نے ان لوگوں سے حلفی اقرار لیا کہ اگر تم لوگ وہاں لیجانا چاہتے ہو تو اس کا اقرار کرو کہ ہم لوگ جان و مال سے آپ کا ساتھ دیں گے اور ہرگز چھوڑیں گے نہیں تب ہم آپ کو جانے دیں گے، اس سے بھی قدامت اسلام آپ کی ثابت ہوتی ہے اور جنگ بدر کے بعد جب ابوسفیان وغیرہ کفار مکہ نے مدینہ پر چڑھائی کی جس واقعہ کا نام جنگ احد ہے۔ اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک رکب سوار کو کچھ اُجرت دے کر فی الفور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک خط دے کر خفیہ دوڑا دیا۔ اس خط میں لشکر کی تعداد اور سامان حرب وغیرہ کی تعداد اور جو جو ان لوگوں نے عزم اور ارادہ کیا تھا ہر ایک کو مفصل طور پر آپ نے لکھا تھا وہ خط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچا کہ آپ مسجد قبا میں تشریف رکھتے تھے، اس خط کے پہنچتے ہی آپ ہوشیار ہو گئے اور آپ نے اپنی تیاری کرلی، قبل اس کے کہ کفار کا لشکر وہاں پہنچے۔ اور ایسا ہی آپ نے جنگ احزاب کے وقت بھی کیا کہ تمام تیاریوں سے کفار مکہ کی آپ نے حضرت کو خبر دی اور اسی طرح پر آپ ہمیشہ ہر ہر امر کی اطلاع جو مکہ میں ہوتا۔ حضور میں خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے خفیہ طور پر دیا کرتے اور اگر کوئی شخص مکہ معظمہ میں اسلام قبول کرتا اور مدینہ منورہ جانا چاہتا تو اس کی بھی اطلاع حضور میں کر دیتے اور وہاں سے کوئی آدمی آکر مکہ کے شہر سے باہر پہاڑوں میں چھپ کر ٹھہرتا اور حضرت عباس کو خبر کرتا تو آپ چپکے اس نومسلم کو جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا قید میں ہوتا، اپنے دوش مبارک پر اٹھا کر اس شخص کے پاس پہنچا دیتے۔ الغرض آپ مکہ میں رہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کام کرتے۔ حدیث صحیح میں مروی ہے کہ آپ نے چند بار جناب فخر موجودات سے اجازت چاہی کہ ہجرت کر کے آپ کی خدمت

مبارک میں مدینہ منورہ پہنچیں، مگر آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ تمہارے وہیں رہنے میں ہجرت کا ثواب ہے۔ آخر میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے واسطے تیاری کی اور روانہ ہوئے، اس وقت حضرت عباسؓ مکہ سے روانہ ہو کر اثنائے راہ میں ملاقی ہوئے، پھر آپ کی اجازت سے آپ کے خچر پر سوار ہو کر مکہ کو لوٹے۔ راہ میں ابوسفیان بن حرب ملے جو شہر مکہ سے باہر واسطے دریافت کیفیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہوئے تھے۔ حضرت عباس نے سب کیفیت اور کثرت و جمعیت مسلمین بیان کی اور ان کو ڈرایا اور رغبت طرف اسلام کے دلائی اور اپنے خچر پر ردیف کر کے لوٹے رشب کا وقت تھا اور سرما کا موسم اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا تھا کہ لوگ جا بجا لکڑیاں جمع کر کے روشن کریں چنانچہ صدہا جگہ لکڑیاں جلائی گئیں اور روشن کی گئیں، اور لوگ اس الاؤ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو لشکر میں خوب گھمایا تاکہ اس کے دل میں رعب آئے اور ایسے ہی دکھلاتے ہوئے حضور میں رسول اللہ صلعم کے لے چلے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا کہ ابوسفیان کو حضرت عباسؓ لئے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لئے دوڑے کہ ابوسفیان کو قتل کریں۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دے رکھا تھا، چند آدمیوں کے قتل کا، کہ جہاں یہ لوگ پائے جائیں قتل کیے جائیں۔ ان میں ابوسفیان کا بھی نام تھا۔ لیکن حضرت عباس نے اپنے خچر کو تیز ہانکا اور رسول خدا صلعم تک پہنچ گئے اور ابوسفیان کو رسول اللہ صلعم کے حوالہ کر کے کہا کہ جلد کلمہ پڑھ، ورنہ قتل کیا جائے گا۔ ابوسفیان نے کلمۂ شہادت پڑھا، پھر حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے اور وہ اپنے ارادے میں ناکامیاب رہے۔ پھر حضرت عباسؓ نے سفارش کی کہ ابوسفیان سردار قوم ہیں، ان کی عزت افزائی کیجئے کہ جو کوئی ان کے گھر میں پناہ لے وہ قتل نہ کیا جاوے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے اس کو بھی منظور فرمایا۔ تب حضرت عباسؓ اسی خچر پر ردیف کر کے مکہ معظمہ کے جانب لوٹے۔

پھر بعد فتح مکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پر لشکر کشی کی، آپ بھی ساتھ ہوئے اور یہ اوّل آپ کا غزوہ تھا جو آپ اسلام کی طرف سے ہمرکاب رسول صلعم جہاد کو چلے، چنانچہ بمقام حنین جب قوم ہوازن کے تیروں سے مسلمانوں کے قدم اُٹھ گئے، اُس وقت حضرت عباسؓ رسول اللہ صلعم کے خچر کی باگ پکڑے ہوئے ساتھ موجود تھے، چونکہ آپ نہایت جہیر الصوت تھے۔ لہٰذا رسول صلعم نے حکم دیا کہ لوگوں کو پکارو۔ آپ نے اس وسیع میدان میں اس زور سے پکارا کہ تمام میدان گونج گیا اور ہر ایک نے آپ کی آواز کو سُنا اور چاروں طرف سے رسول صلعم کو دیکھتے ہی ایسے دوڑے اور جھپٹے، جیسے شیرنی اپنے شیر خوار بچہ کی طرف دوڑتی ہے اور ایک آن میں تمام لشکر اسلام جمع ہو گیا اور کفار کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں حضرت عباس رضؓ نے نہایت ثبات قدمی دکھائی اور جوہر ہاشمیت کو بروئے کار لائے جب طائف سے پھر کر لشکر اسلام داخل مکہ معظمہ ہوا۔ چونکہ حضرت عباسؓ کو خدمت سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام نہایت پسندیدہ تھی اور آپ ہمیشہ سے اس خدمت کو کرتے چلے آئے تھے۔ آپ کے خیال میں یہ بات گذری کہ اب تو دار الاسلام ہو گیا یہاں سے ہجرت کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہیں رہ کر اس خدمت قدیمہ سقایۃ الحاج کو کرتے رہیں۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اس سے خلاف کیا اور فرمایا کہ صحبت بابرکت میں رسول اللہ صلعم کے حاضر رہنا۔ اس خدمت سے زیادہ تر موجب اجر و ثواب ہے چنانچہ اس وقت یہ آیۂ کریمہ اجعلتم سقایتہ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام الخ۔ رسول خدا صلعم پر نازل ہوئی۔ حضرت عباسؓ نے فسخ عزیمت اقامت مکہ معظمہ کیا اور آخر وقت تک مدینہ منورہ ہی میں رہے اور وہیں انتقال فرمایا۔ رسول صلعم نے ایک بار آپ کے واسطے دعا فرمائی۔ اللہم اغفر للعباس مغفرۃ ظاھرۃ باطنۃ لا تغادر ذنبا۔ کتاب حیوٰۃ الحیوان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح روایت ہے کہ نکلے حضرت عمرؓ شام کی طرف تو فرمایا حضرت علیؓ نے انت تخرج بنفسک الی ھذا العدو والکلب فقال عمرؓ اُبادر بالجھاد قبل موت العباس انکم اذا

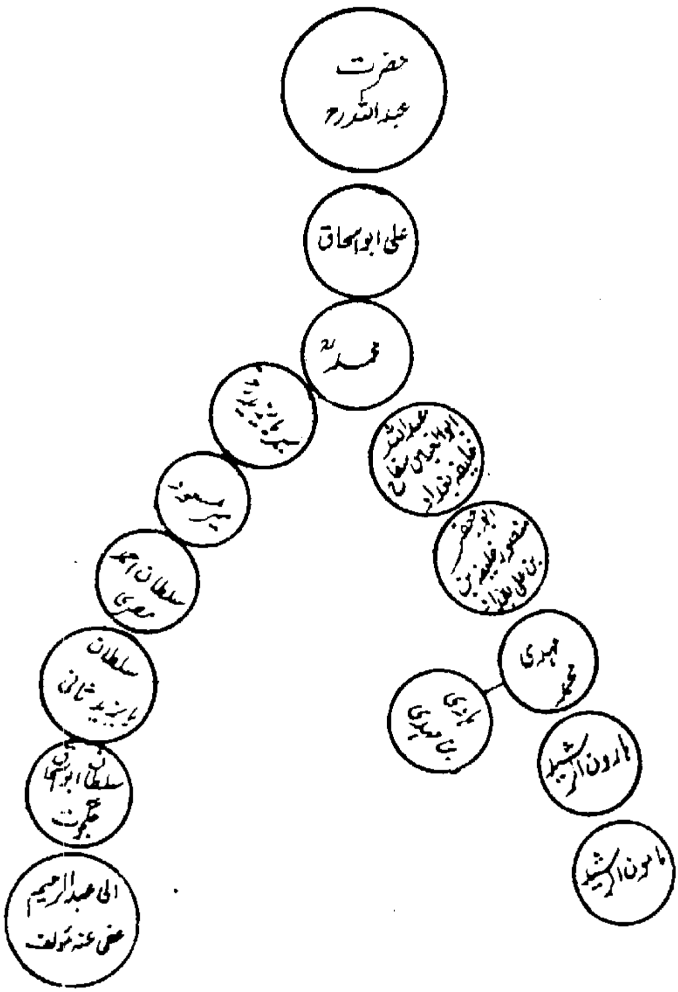
فقد تم العباس ان ینتقض بکم الشر کما ینتقض الجمل فمات العباس لست سنین من خلافۃ عثمان رض وانتقض بالناس الشر کما قال عمر رض - ایک بار ملک عرب میں حضرت عمر رض کے زمانۂ خلافت میں امساک باراں ہوا اور قحط پڑا لوگوں نے آپ سے استسقا کی درخواست کی۔ حضرت عمر رض تمام صحابہ کو لے کر میدان میں گئے اور حضرت عباس رض کو اپنے بازو میں کھڑا کرکے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ یا رب جبکہ رسول صلعم زندہ تھے اُن کے وسیلے سے ہم لوگ پانی طلب کرتے تھے اور ہم لوگ پانی دیئے جاتے تھے۔ اب ان کا انتقال ہوگیا، اب ان کے چچا عباس رض کو شفیع بنا کر تیرے حضور میں ان کے وسیلے سے پانی مانگتا ہوں، چنانچہ اسی وقت ابر نمودار ہوا اور خوب پانی برسا تراسی[۸۳] برس کی عمر میں ۳۲ھ میں آپ نے اس دُنیائے دون کو چھوڑا، آپ نہایت تنومند اور جسیم تھے۔ ہزاروں آدمی کے مجمع میں آپ کا سر اُونچا رہتا اور نہایت بلند آواز آپ تھے اور ازبسکہ رحیم و کریم صاحب خلق عظیم ذی مروت، برادر پرور غریب نواز بید سے سادے بمقولۂ حدیث شریف المومن غر کریم۔ آپ کے مناقب بہت ہیں، مختصراً یہاں بیان کئے شمس التواریخ کے صفحہ ۳۴۴ میں لکھا کہ حضرت عباس رض واقعہ اصحاب فیل سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور چھیاسی برس کی عمر میں بعہد خلافت حضرت عثمان رض مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ تیرہ اولادیں آپ کی ہوئیں۔ دس بیٹے اور تین بیٹیاں۔ فضل[۱]، عبداللہ[۲]، کثیر[۳]۔ امینہ[۴]، صفیہ[۵]، ام حبیبہ[۶]، صبیح[۷]، مشہر[۸]، عبیداللہ[۹]، تمام[۱۰]، حرث[۱۱]، قثم[۱۲]، عبدالرحمن[۱۳]۔

سوانح حضرت عبداللہ ابن عباس

آپ کی پیدائش مکہ معظمہ میں ہوئی، آپ وقت ہجرۃ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تین چار برس کی عمر کے تھے۔ آپ نے فتح مکہ میں اپنے والد کے ساتھ مکہ معظمہ کو چھوڑا اور مدینہ منورہ تشریف لائے۔ اس وقت سے برابر ملازم خدمت اقدس جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم رہے اور بعد اس کے خلیفہ اوّل و دوم کی صحبت سے بھی بہت کچھ استفادہ دینی حاصل

کیا۔ حضرت عمرؓ آپ کو بڑے بڑے علماء و مشائخ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں شریک کرتے اور مسائل دین و امور تمدنی میں ان سے مشورہ لیتے۔ یہ باتیں اُن مشائخوں کو ناگوار گزریں، کہ ہم بوڑھوں کی مجلس میں یہ لڑکا کیوں شریک کیا جاتا ہے۔ جب یہ خبر حضرت امیرالمومنین عمرؓ کو پہنچی، تب آپ نے امتحاناً ایک مجلس میں اُن مشائخوں سے پوچھا کہ پارۂ عم کے اذاجاء کی سورۃ میں جو آیت واستغفرہ انہ کان توابا نازل ہوئی اس کا کیا مطلب ہے، وہ لوگ اس کا جواب نہ دے سکے۔ تب حضرت عمرؓ حضرت عبداللہؓ کی طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فی الفور جواب دیا کہ اس آیت سے رسول صلعم کی رحلت کی بو پائی جاتی ہے۔ اس معنی کے سنتے ہی ان مشائخوں کی تشفی ہو گئی اور سمجھ گئے کہ یہ لڑکا بیشک ہونہار اور اس مجلس کی صدر نشینی کے لائق ہے۔ بخاری نے روایت کی ہے عن ابن عباس قال ضمنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وقال اللھم علمہ الکتاب اور پھر بخاری نے روایت کی ہے عن ابن عباس ان النبی صلعم دخل الخلاء فوضعت لہ وضوءًا قال من وضع ھذا فاخبر فقال اللھم فقھہ فی الدین اس دعاء کی برکت سے آپ ایسے بڑے عالم فاضل، محدث فقیہ ہو گئے کہ شاید اس اُمت محمدیہ میں کم کوئی ہوا ہو گا۔ صدہا حدیثیں آپ کو حفظ تھیں۔ بڑے بڑے علماء اور محدثین نے آپ سے روایت حدیث کی لی اور بڑے بڑے اہم مسائل دینی میں آپ کے فتویٰ کو اُمت نے قبول کیا۔ فقہی مسائل میں بھی آپ مجتہد کامل تھے۔ قرآن فہمی میں بھی آپ کو مہارت تام تھی۔ چنانچہ تفسیر عباسی جو اس وقت لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ آپ ہی کی تفسیر ہے۔ وہ آپ کی غزارت علمی پر بخوبی شاہد ہے۔ اہل فن آپ کے حالات سے بخوبی واقف ہیں لہٰذا اس جگہ مشتے نمونہ از خروارے بیان کیا گیا اور خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وقت میں تو آپ ان کے ساتھ بطور وزیر و مشیر کے رہا کرتے تھے۔ بہت معمر ہو کر کے سلطان عبدالملک کے زمانے میں ۶۸ھ بمقام طائف آپ نے انتقال فرمایا اور وہیں آپ کی قبر ہے۔ ایک دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو آپ کے سر پر دست مبارک رکھ کر فرمایا

ہذا ابو الخلیفہ۔ چنانچہ آپ کی اولاد سے خلفائے عباسیہ پیدا ہوئے جن کے احوال کتابوں میں مبسوط طور پر مذکور ہیں من شاء فلینظرہ ہمارے اس خاندان کا سلسلہ نمبر ۲۳ میں جا کر ملا ہے۔ حضرت محمد رحمۃ اللہ سے یعنی حضرت ممدوح کے دو صاحبزادے تھے، ایک میر بایزید رحمہ کہ جن کی اولاد میں ہم لوگ ہیں اور دوسرے عبداللہ ابو العباس سفاح جو اول خلیفہ عباسیہ ہیں۔ اس کا نقشہ یہ ہے:۔



میر محمودؒ نمبر ١٦

آپ مصر سے بخارا اور وہاں سے دہلی تشریف لائے اور شاہ دہلی کے حکم سے بنارس میں تشریف لائے اور وہاں کے راجہ سے اور آپ سے جنگ عظیم واقع ہوئی۔ آپ کے اٹھارہ صاحبزادے اور ستر کس آپ کے اہل قرابت قریبہ و برادران سے ہمراہ تھے علاوہ اُس کے اور لشکر [illegible] کی تعداد معلوم نہیں، مگر باسٹھ سوار آپ کے اعزہ قریبہ میں سے تھے۔ اس جنگ میں آپ خود مع پندرہ فرزندوں کے اور بہت سے قرابت والوں کے شہید ہوئے۔ آپ کا مزار وہیں بنا دیا گیا اور شہر بنارس فتح ہو گیا۔ آپ کے تین صاحبزادے میر سراج الدین و میر احمد و میر سیف اللہ صرف اس جنگ میں باقی رہ گئے اس لئے ہر سہ صاحبزادے بحکم شاہی روانہ صوبہ بہار ہوئے اور وہاں سے برابر جنگ کرتے ہوئے موضع چھتوی پرگنہ اروَل ضلع گیا میں پہنچے اور وہاں سے موضع اساس وغیرہ کو فتح کیا، جس کا ذکر آگے آوے گا۔ میر سیف اللہ موضع گنڈنا میں جو اُسی پرگنہ اروَل میں واقع ہے، مقیم ہوئے اور میر احمد موضع چھتوی مذکور میں اور میر معزالدین پسر سراج الدین نے موضع اساس دیورہ کو اپنے واسطے پسند فرمایا۔ میر سراج الدین اور بہت سے ان کی برادری والے جنگ اساس دیورہ میں شہید ہوئے۔

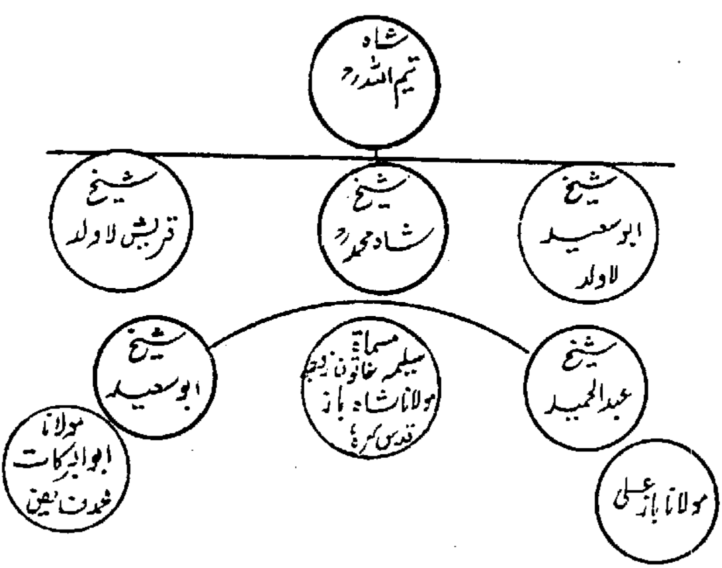
سوانح حضرت میر معزالدینؒ نمبر ١٤

آپ ہی اوّل دیورہ تشریف لائے اور دیورہ میں اُس وقت ایدو پرکاش راجہ تھا تھا۔ وہاں ایک بڑا قلعہ تھا، اس میں دیو نام کا ایک بُت تھا اور چاروں طرف اُس کے کوسوں تک گھنا جنگل تھا۔ اس وقت بہار میں حضرت ملک بیا صاحب شاہان دہلی کی طرف سے صوبیدار تھے۔ میر معزالدینؒ جن کا وطن اصلی بخارا تھا مع اپنے قبائل وعشائر دو ڈھائی سو آدمیوں کے اپنے جدامجد کی معیت میں صرف بنظر جہاد ہندوستان کو تشریف لائے۔ چونکہ اُس وقت مشرقی ہندوستان میں جابجا بہت سے ہنود اٹھے

ہندو خود سر قوی موجود تھے اور اسلامی عملداری صرف بڑے بڑے شہروں میں محدود تھی۔ لہذا حضرت میر معزالدین رح بہ ایمائے شاہ دہلی کہ شاید اُس وقت شاہان تغلق کا زمانہ ہوگا، ضلع گیا میں تشریف لائے اور وہاں سے سیر کرتے ہوئے موضع اساس میں وارد ہوئے۔ اس وقت راجہ مذکور آپ سے بر سر مقابلہ ہوا اور جنگ عظیم بین الفریقین واقع ہوئی۔ وہ راجہ زخمی ہو کر وہاں سے بھاگا اور موضع کٹہانگی کے قلعہ میں جو دیورہ سے تین چار کوس کے فاصلے پر تھا، پناہ گزین ہوا۔ آپ فی الفور دیورہ کے قلعہ میں داخل ہوئے اور تمام بتوں کو شکستہ کیا اور قلعہ کو صاف کیا اور اپنے ہمراہیوں میں سے حضرت میر بدر کو برائے تقرر کر کے قلعہ میں چھوڑا اور عیال و اطفال کو ان کے سپرد کیا اور آپ تعاقب میں اُس راجہ کے مع چیدہ سواروں کے موضع قلعہ کٹہانگی کو روانہ ہوئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ وہ قلعہ نہایت بلند اور نہایت مستحکم اور انبوہ جنگل کے اندر واقع ہے آپ وہاں ٹھہرے رہے اور حاکم صوبہ بہار حضرت ملک بیا کو ایک عرضی لکھی اور مدد طلب کی۔ چونکہ ملک صاحب دوسری طرف ایک مہم میں مصروف تھے، مدد کے بھیجنے میں توقف کیا، جب تک آپ نے چند حملے اُس قلعہ پر کئے، لیکن ناکامیاب رہے۔ آخر کچھ جنگل کو کاٹ کر قلعہ کے چاروں طرف صاف کیا۔ اس عرصے میں بہار سے مدد بھی پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ ہو کر آپ نے اُس قلعہ کو بھی فتح کیا اور راجہ بھاگتا ہوا مارا گیا۔ اور غنیمت بہت آپ کے ہاتھ آئی۔ پھر تو آپ نے اُس اطراف میں خوب شمشیر زنی کی اور تمام علاقہ راجہ کا انچھر داؤد نگر و سہسرام وغیرہ آپ کے تحت و تصرف میں آیا۔ آپ نے اُن سب جگہوں کو متعلق بحاکم صوبہ کیا اور آپ کو اساس اور دیورہ وغیرہ چند مواقع قریب پانچ ہزار بیگھہ سکونت کے شاہ دہلی کی طرف سے بلا خراج واسطے سکونت کے عطا ہوا۔ اکثر جس کا حصہ بسبب امتداد زمانہ کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب اسوقت جو قدرے قلیل تصرف میں ہے وہ وہی عطیہ ہے۔ اللھم بارك لی فیہ۔

سوانح عمری حضرت مخدوم شیخ شاہ محمد نمبرا

آپ میر معز الدین رح فاتح دیورہ سے پانچویں پشت میں ہیں، آپ بڑے عالم باعمل تھے۔ آپ کے ایک بیٹا شاہ عبدالعلی پیدا ہوئے، جنکے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی شیخ عبدالمجید و شیخ ابوسعید و مساۃ سلیمہ خاتون زوجہ حضرت مولانا محمد شہباز قدس سرہٗ حضرت شیخ ابوسعید کے صاحبزادے مولانا شاہ ابوالبرکات محمد فائض قدس سرہٗ تھے جس کا نقشہ ذیل میں درج ہے:-



مولانا شاہ ابوالبرکات محمد فائض قدس سرہٗ

آپ کا مولد موضع دیورہ پرگنہ اروِل ضلع گیا ہے۔ آپ جب سن رشد کو پہنچے بھاگلپور میں بخدمت حضرت مولانا شہباز محمد قدس سرہٗ کے جو آپ کے پھوپھا تھے پہنچے اور آپ سے تحصیل علوم ظاہری و باطنی بوجہ اتم کی اور سالہائے دراز وہاں اقامت فرمائی۔ حضرت مولانا شہباز محمد قدس سرہٗ نے اپنی دختر رابعہ خاتون سے جو محل ثانیہ مولانا ممدوح سے تھیں، عقد کر دیا۔ آپ نے اس کے بعد سیر و سیاحت شروع کی اور جا بجا بزرگان طریقت

تعلیم

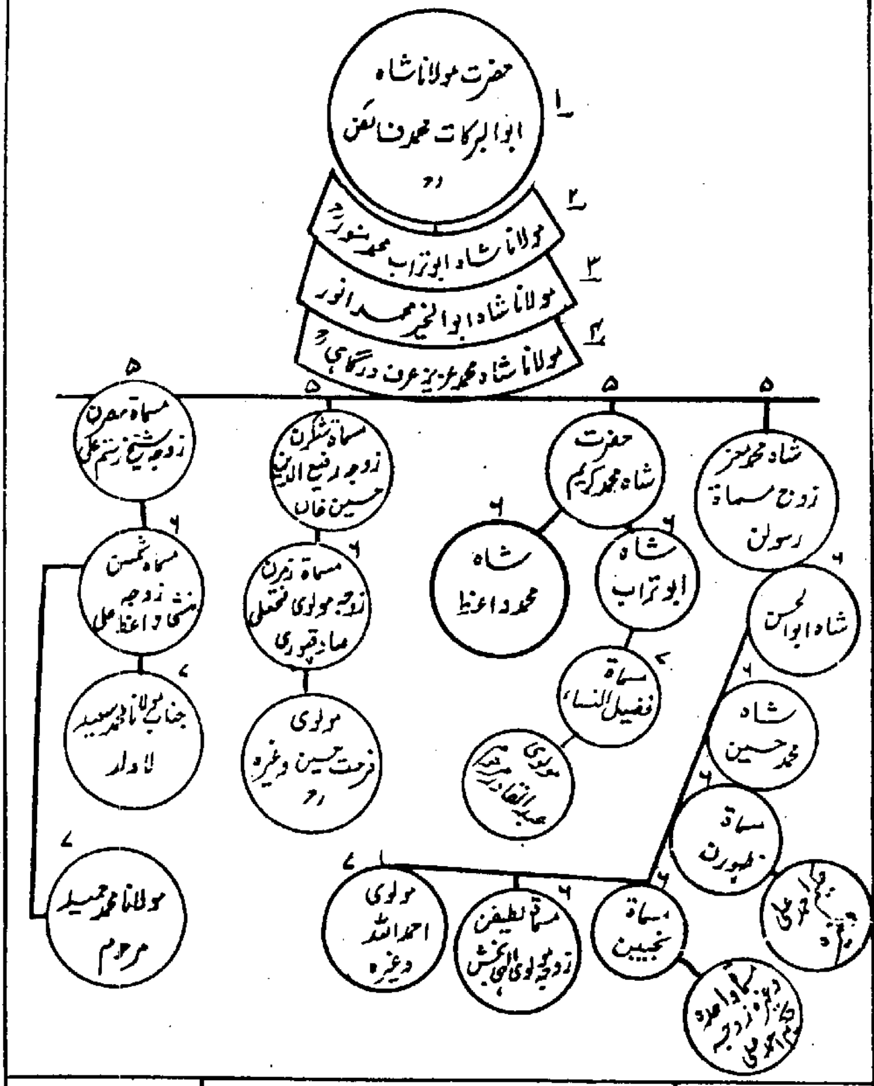
و علمائے شریعت کی خدمت سے مستفید ہوتے ہوئے دارالخلافہ دلی کو پہنچے کہ اس وقت
حضرت شاہجہاں جلوس فرمائے اورنگ سلطنت تھے۔ آپ وہاں سے لاہور گئے اور
وہاں سے ملتان وغیرہ کی سیر کی۔ جب مراجعت کرکے آپ پھر دلی پہنچے۔ اس وقت
حضرت سلطان محی الدین اورنگ زیب عالم گیر غفراللہ لہ فرمانروائے سلطنت تھے
اتفاقاً ایک مسجد میں دانشمند خاں سے آپ کی ملاقات ہوگئی، آپ کے چہرۂ منور
کو اس نے دیکھ کر پہچانا اور وہ آپ کے ساتھ بہت تواضع سے پیش آیا۔ وہاں سے آپ
مراجعت فرما کر بھاگل پور پہنچے اور وہاں سے حسب ایمائے جناب مولانا شاہ بہاء محمد قدس سرہٗ پٹنہ تشریف لائے اور اس محلہ نمو بیہ میں آپ اقامت گزیں ہوئے
جو اس وقت ایک جنگل کی صورت میں تھا، اس کے بیچ میں ایک بلندی بطور گڑھ کے
تھی، اسی میں آپ نے ایک حجرہ بنا کر قیام فرمایا اور ایک مسجد بنائی جو اس وقت جمعہ مسجد
نمو بیہ کے نام سے مشہور ہے اور بفضلہ تعالیٰ بڑی بھاری جماعت بروز جمعہ ہوتی ہے
اور خوب آباد ہے۔ اور تعلیم و تعلم میں علوم ظاہری و باطنی کے آپ مصروف ہوئے۔
چنانچہ حضرت شاہ ارزاں صاحب بھی آپ کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے۔
اسی وجہ سے یہ دستور تھا کہ شاہ ارزاں صاحب کے تکیہ پر جو گدی نشین ہوتا تھا اس
کی دستار بندی اس خاندان سے کی جاتی تھی۔ بر خبر آمد بذریعہ صوبہ دار بہار سمع
مبارک میں حضرت عالمگیر غفراللہ لہ کے پہنچی۔ وہاں سے قریب چالیس بیگھہ اراضی
واسطے سکونت و تعمیر مسجد و خانقاہ وغیرہ کے اور چھ سات مواضع بطور مدد معاش
آپ کو مرحمت ہوئے، مگر آپ نے ان چیزوں کی طرف مطلقاً التفات نہ فرمائی اور
اسی طرح پر قانع و متوکل رہے۔ بعدہٗ آپ کے فرزندوں میں سے کسی نے اس کی تحریک
کرکے حاصل کیا۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے، ایک نے ایام جوانی میں حافظ ہوکر
اس خاکدان کو چھوڑا۔ دوسرے حضرت جناب شیخ شاہ ابو تراب محمد منور قدس سرہٗ
کہ جنہوں نے اپنی تکمیل علوم ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار سے کی اور بعد اس کے
سفر کرتے ہوئے بلدہ لاہور کو پہنچے، اور وہاں حضرت ملا شیخ غلام محمد سے تحصیل علم

فرمائی اور وہاں سے دورہ و سیر کرتے ہوئے پھر پٹنہ کو تشریف لائے اور اپنے دولت کدہ کو رونق بخشی، آپ کی اولاد کی تفصیل معلوم نہ ہوئی کہ کل کتنے ہوئے۔ مگر جن سے آپ کی نسل کا سلسلہ جاری ہے وہ حضرت مولانا شاہ ابوالخیر محمد انور قدس سرہٗ اور ان کے صاحبزادے مولانا شاہ محمد عزیز عرف حضرت شاہ درگاہی ؒ ہیں۔ مزار حضرت دیوان مولانا شاہ ... محمد قائم قدس سرہٗ اور ان کی زوجہ مریم مکانی حضرت رابعہ خاتون و جناب شاہ ابوتراب قدس سرہٗ کے ایک جگہ پر صحن مسجد جیہ نموہیہ میں واقع ہیں اور مزار حضرت مولانا شاہ ابوالخیر و مولانا شاہ محمد عزیز قدس اسرارہما کے پشت جیہ مسجد مذکور پر جو مقبرہ ہے' اس میں واقع ہیں۔

حضرت شاہ محمد عزیز درگاہی قدس سرہٗ

آپ کا لقب شاہ درگاہی تھا، آپ اپنے وقت کے بڑے سالک تھے۔ صدہا آپ کے مرید تھے۔ نواب ناظم صوبہ دار بہار اور بڑے بڑے ارکین سلطنت واہل دول آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے اور علما و فضلا بھی آپ سے بہرہ ور ہے ... آپ کے دو صاحبزادے ہوئے اور دو صاحبزادیاں۔ حضرت شاہ محمد معز و حضرت شاہ محمد کریم قدس سرہما و مسماۃ شکرن زوجہ رفیع الدین حسین خاں و مسماۃ بھرن زوجہ شیخ رستم علی رحمۃ اللہ علیہم ساکنان محلہ مغل پورہ۔

نقشہ آپ کی اولاد و احفاد و احفاد کا درج ذیل ہے:۔



حضرتِ شاہ محمد معز عرف شاہ منوّر رح

آپ کی شادی مسماۃ رسولن بنت مولوی ارادت اللہ صادقپوری سے ہوئی جس کا ذکر فصل اول میں آچکا ہے۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں جملہ پانچ اولادیں ہوئیں حضرت شاہ ابوالحسن[۱] اور حضرت شاہ محمد حسین[۲] و مسماۃ ظہورن[۳] زوجہ رضی الدین حسین خاں منگلپوری و مسماۃ نجیبن زوجہ مولوی بشارت علی صادق پوری و مسماۃ لطیفن زوجہ مولوی

الٰہی بخش صادق پوری قدس اسرارہم۔ پس ان تینوں عورتوں کی اولاد کی تفصیل اُن کے ازواج کے ساتھ فصول اوّل میں مذکور ہو چکی ہے وہاں دیکھنا چاہیئے۔ نقشہ آپ کی اولاد کا یہ ہے:۔

حضرت شاہ محمد معروف شاہ منور رح

شاہ ابوالحسن رح	شاہ محمد حسین رح	مساۃ ظہورن زوجہ رضی الدین حسین خاں	مساۃ نجیبن زوجہ مولوی بشارت علی	مساۃ لطیفن زوجہ مولوی الٰہی بخش رح

حضرت شاہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی شادی مساۃ خیرن بنت شیخ طفیل اللہ ساکن موضع سرانڈی پرگنہ پھلواری ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئیں۔ مولوی قاضی شاہ محمد تقی و مولوی محمد زکی و مولوی محمد نقی و مولوی محمد رضی ان دونوں آخرالذکر نے ایام جوانی میں بلا شادی شدہ رحلت فرمائی۔ مساۃ نعیمن زوجہ قاضی قمر علی مہدانوی رحمہم اللہ۔

نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا یہ ہے:۔

حضرت شاہ ابوالحسن

شاہ مولوی قاضی محمد تقی رح	مولوی محمد زکی رح	مولوی محمد نقی لاولد	مولوی محمد رضی لاولد	مساۃ بی بی نعیمن مرحومہ

مولوی قاضی شاہ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ

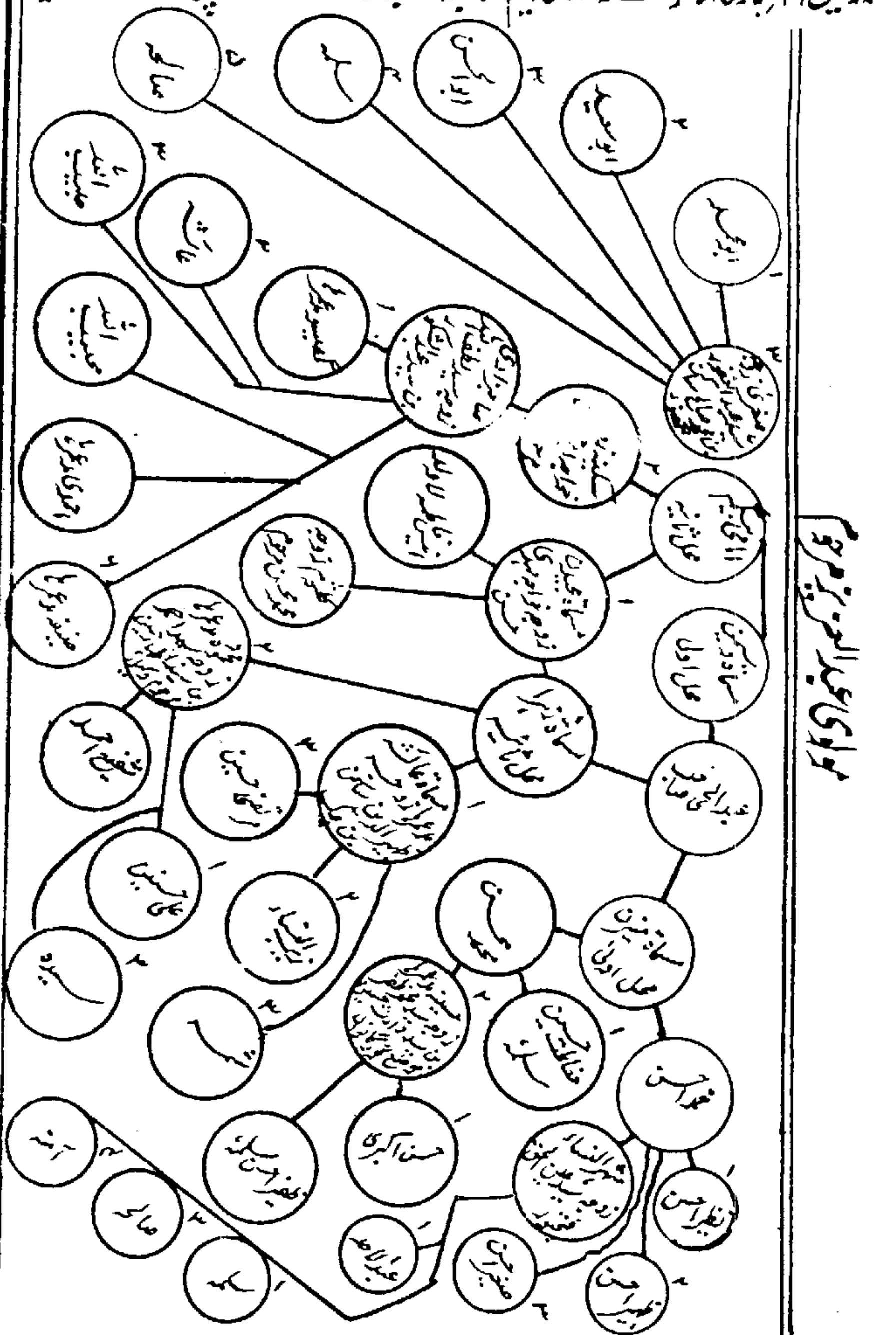
آپ کی شادی ساتھ مساۃ وصیفن بنت مولوی امین الحق ساکن محلہ گورہٹہ منحلات شہر پٹنہ کے ہوئی۔ آپ کے صرف ایک بیٹی مساۃ زینب اور ایک بیٹا مولوی عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ مساۃ زینب کی شادی ساتھ قاضی محمد ابراہیم پسر مولوی اکرام الحق ساکن

محلہ گورہٹہ کے ہوئی اور وہ لاولد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

مولوی عبدالعزیز مرحوم بن شاہ محمد تقی حنفی

آپ کی پیدائش غالباً ۱۲۵۱ھ میں ہوئی۔ آپ کو فارسی میں میر تقی صاحب اور مختصرات میں مولوی اکبر علی رح و شاہ عبدالخالق و مولوی یحییٰ علی رح سے تلمذ حاصل تھا اور آپ صحبت میں شاہ محمد واعظ صاحب کے رہتے تھے۔ چونکہ آپ کے والد آپ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے اس لیے آپ کی والدہ نے آپ کی پرورش و تربیت و تعلیم کا کام انجام دیا اور اپنی والدہ کے انتقال کے بعد ناچار آپ کو شغل تعلیم و تعلم ترک کرکے امور آسائش کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ آپ کی اول شادی ساتھ وسیمن بنت قاضی قمر علی زوجہ مسماۃ تعیمن مہدانوی سے ہوئی۔ اس محل سے دو فرزند آپ کے پیدا ہوئے۔ عبدالحفیظ و مولوی عبدالحی اول الذکر نے تیرہ چودہ برس کے سن میں انتقال کیا۔ بعد انتقال زوجہ اولیٰ آپ نے اپنی شادی مسماۃ اماجی بیگم بنت خواجہ فتح علی مرحوم بنت خواجہ کرم علی مرحوم ساکن محلہ نونگولہ کے کی (یہ خواجگان اصل باشندے پانی پت کے تھے قوم انصاری سے، مگر ان کے مورث پانی پت سے آکر بھرت پور محلی پٹنہ میں سکونت پذیر ہوئے، پھر وہاں سے نونگولہ میں آکر رہے) اس محل سے آپ کے تین بیٹیاں ہوئیں۔ مسماۃ سکینہ مرحومہ زوجہ خواجہ امیر حسن ابن خواجہ احمد علی بن خواجہ فتح علی مرحوم مذکور۔ دختر دوم، مسماۃ مجیدن سلمہا زوجہ خواجہ مہدی حسن مرحوم بن خواجہ احمد علی مرحوم۔ دختر سوم، مسماۃ صغریٰ زوجہ سید عبدالغفور ابن محمد صالح مرحوم بن سید تراب علی مرحوم بن سید مقصود علی مرحوم بن میر ذوالفقار علی مرحوم ساکن موضع لکھنور ضلع پٹنہ۔ مولوی عبدالحی کی اول شادی مسماۃ نیرن بنت جناب حکیم مولوی وجاہت حسین مرحوم صادقپوری سے ہوئی، ان سے دو لڑکے پیدا ہوئے محمد احسن عرف جمو۔ محمد محسن عرف رمضو۔ بعد انتقال مسماۃ منیرن مرحومہ کے آپ کا ازدواج ساتھ مسماۃ زہرا بنت سید محمد وارث حسین بن سید محمد حسین ساکن موضع گورگانواں ضلع پٹنہ کے ہوا، ان سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ مسماۃ آمنہ و مسماۃ عائشہ۔ آپ نے یعنی مولوی عبدالعزیز صاحب نے ۷۵ برس کی عمر میں بتاریخ ۱۷ر جولائی

۱۸۹۰ء مطابق ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ میں اس خاکدان عنصری کو چھوڑا۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ
اور تاریخ ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ اامی بیگم صاحبہ نے بھی رحلت کی۔ نقشہ آپکی اولاد واحفاد کا یہ ہے

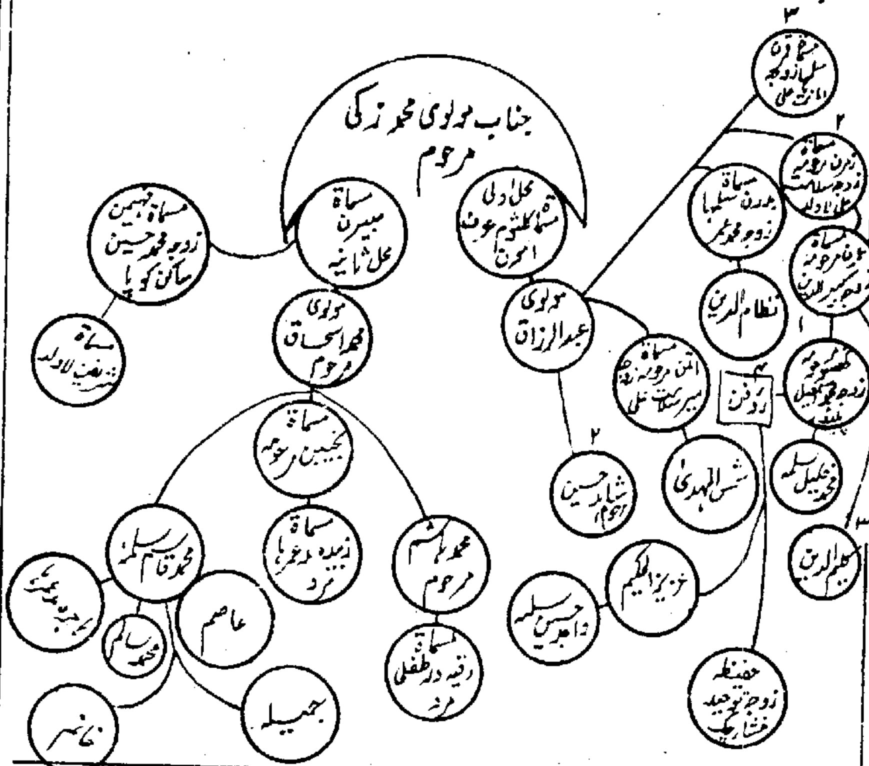


مولوی محمد زکی صاحب مرحوم بن شاہ ابو الحسنؒ

آپ کی پیدائش کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی، مگر آپ مولانا احمد اللہ صادقپوری سے عمر میں زیادہ تھے۔ آپ نے درسی کتابیں اپنے چچا مولوی شاہ محمد واعظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور حضرت شاہ محمد کریم رحمہ سے آپ کو بیعت حاصل تھی پھر جناب حضرت سید احمد صاحب بریلوی مجدد مائۃ ثالثہ کے ہاتھ پر باجازت اپنے پیر کے بیعت کی۔ اور بعد چند روز وں کے آپ بریلی تکیہ پر حضرت شاہ لعل صاحب کی خدمت میں اپنے پیر مرشد کے حاضر ہوئے اور تخمیناً ایک برس وہاں رہ کر اور بہت کچھ فوائد دینی سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن کو مراجعت فرما ہوئے۔ اُس وقت سے برابر آپ اپنے گھر پر امور معاشیہ کی فکر میں رہے۔ آپ کی اول شادی مسماۃ کلثوم عرف بی بی اموں بنت میر اسد علی صاحب سے ہوئی۔ وہ بیٹے بی بی قمرن کے وہ بیٹی شاہ ہادی صاحب کی وہ پسر راجہ میاں صاحب وہ پسر مولانا شاہ ابو تراب بن مولانا شاہ ابو البرکات قدس سرہٗ کے، اس کے بعد پھر دوسری شادی آپ کی ساتھ مسماۃ صبرن بنت شیخ سلامت علی ساکن سنگھرہ کو پا سے ہوئی محل اولیٰ سے آپ کے مولوی عبدالرزاق صاحب پیدا ہوئے اور محل ثانیہ مسماۃ صبرن سے ایک بیٹی مسماۃ فہیمن اور ایک بیٹا مولوی محمد اسحاق پیدا ہوئے۔ مسماۃ فہیمن کی شادی میر محمد حسین مرحوم ساکن کو پا سے ہوئی، ان سے ایک لڑکی مسماۃ شریفن پیدا ہوئی۔ اس نے بعد شادی لاولد انتقال کیا۔ مولوی محمد اسحاق مرحوم کی شادی مسماۃ مریم عرف بولاقن بنت قاضی سید وصی احمد ساکن محلہ انیر قصبہ بہار سے ہوئی، اُن سے آپ کے ایک بیٹی اور دو بیٹے پیدا ہوئے مسماۃ نجیب النساء زوجہ حکیم سید محمود عالم مرحوم ساکن حاجی پور جن کو ہوا، ان کے صرف ایک بیٹی مسماۃ زبیدہ پیدا ہوئیں۔ اس کے بعد وہ بیوہ ہو گئیں اور دونوں بیٹے محمد ہاشم مرحوم و محمد قاسم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ محمد ہاشم مرحوم کی شادی مسماۃ انیس النساء بنت شاہ محمد ظفر ساکن بہار سے ہوئی۔ اس سے صرف ایک لڑکی مسماۃ رفیعہ پیدا ہوئی اور محمد قاسم سلمہ کی شادی ساتھ مسماۃ صغریٰ بنت مولوی محمد حسن

(حاشیہ ص۳۴۵ پر)

مرحوم صادق پوری کے ہوئی۔ محمد اسحاق مرحوم نے بتاریخ ۲۹ شوال ۱۳۰۷ھ ہجری انتقال فرمایا اور بتاریخ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجری کو عزیزی محمد ہاشم نے رحلت کی۔ اللہم اغفرلہما وارحمہما۔ اور بتاریخ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ حکیم محمود عالم نے دنیا سے کوچ کیا۔ لغفتہ
آپ کی اولاد و احفاد کا حسب ذیل ہے:۔



مسماۃ نعیمن مرحومہ

بنت شاہ ابوالحسن آپ کی شادی جناب قاضی شیخ نذر علی مرحوم ساکن مہدانواں سے

(نوٹ ۳۴۴) مولوی محمد قاسم سلمہ نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد مختاری کا امتحان پاس کیا۔ مگر سلامت طبع اور کم گوئی نے ترک پیشہ پر مجبور کیا اور محمڈن اسکول کے عہدہ ہیڈ کلرکی پر قانع ہوئے۔ آپ نے سلیقہ تعلیم خوب پایا ہے۔ آپ عبادت گزار، منکسر المزاج صلح پسند حلیم شخص ہیں۔ قرا تمندوں کا از بسکہ خیال رکھتے ہیں۔ علم الانساب سے آپ کو خاص ذوق ہے۔ آپ کی نو اولادوں میں سے اس وقت چار اولاد موجود ہیں۔ محمد ناظم نے چودہ برس کی عمر میں قضا کیا۔

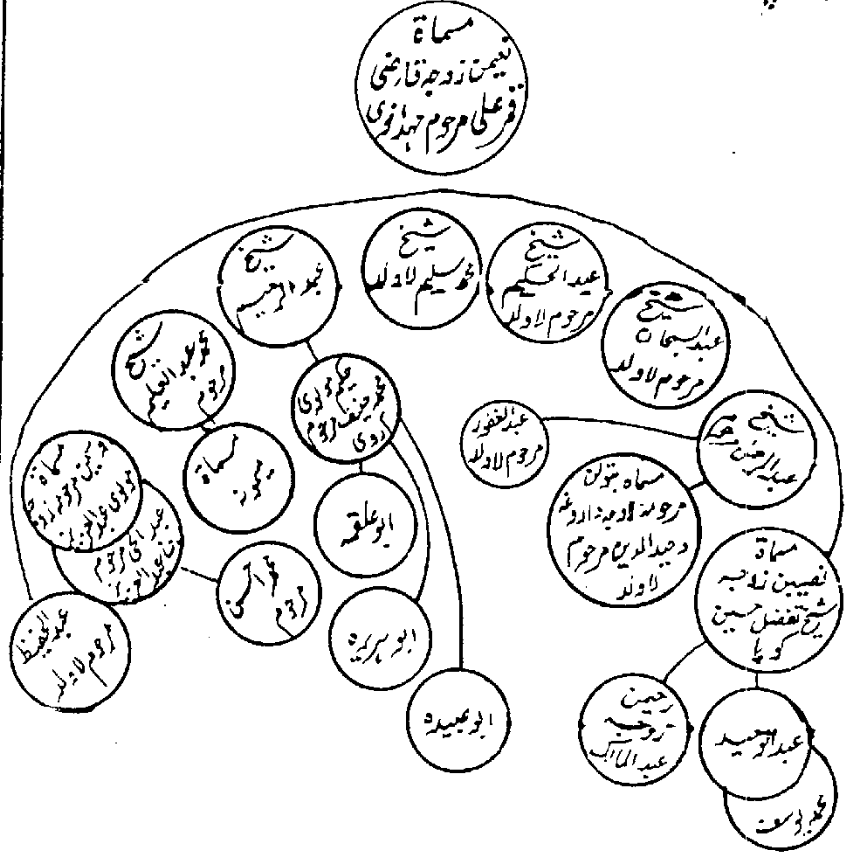
ہوئی۔ وہ بیٹے شیخ رمضان علی مرحوم کے دو بیٹے شیخ غلام علی مرحوم کے دو بیٹے شاہ محمد فاضل ساکن موضع سرانڈی کے قاضی صاحب مرحوم کو عربی میں استعداد تو کم تھی، مگر فارسی میں پوری استعداد حاصل تھی اور شاعر بھی تھے، اُردو اور فارسی میں بہت عمدہ شعر کہتے تھے اور مادہ تاریخ نکالنے میں آپ کو پوری مہارت تھی۔ زود نویس ایسے تھے کہ ایک شب میں پوری گلستاں لکھ ڈالتے، اس مؤلف کتاب نے خود اس گلستاں کو دیکھا ہے جو آپ نے ایک شب میں لکھی تھی۔ خوب صاف و بالقرار تھی۔ آپ اکثر کتابوں کی نقل کیا کرتے تھے۔ آپ کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں آپ کے کتب خانے میں میں نے خود دیکھی ہیں۔ آپ نہایت ذی مروت اور بڑے خلیق تھے۔ آپ نہایت کشیدہ قامت اور جسیم تھے۔ ایسا کہ اگر ہزار یا دو سو آدمی میں آپ کھڑے ہوتے تو آپ کا سر اونچا ہوتا۔ آپ کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں، جملہ آٹھ اولادیں۔ اکبر اولاد آپ کی مساۃ نفیسن[۱] زوجہ شیخ تفضل حسین بن شیخ سلامت علی مرحوم ساکن کوپا و شیخ عبدالرحمن[۲] مرحوم زوج مساۃ ساجدہ بنت حکیم احمد علی مرحوم صادق پوری و شیخ عبدالسبحان[۳] مرحوم لاولد دنیا سے رخصت ہوئے۔ و شیخ عبدالرحیم مرحوم ان کی شادی آرہ میں صبیہ جناب مولوی علی احسن مرحوم سے ہوئی۔ اس سے ایک لڑکا حکیم مولوی محمد حنیف مرحوم پیدا ہوئے۔ انہوں نے تخمیناً ۳۰ برس کی عمر میں تین فرزند ابوعبیدہ، ابوہریرہ[۲]، ابوعلقمہ[۳] چھوڑ کر ۲۲ محرم ۱۳۰۸ھ ہجری میں بمقام آرہ انتقال کیا۔ پانچویں مولوی عبدالحکیم مرحوم بہ تحصیل علوم بہ دہلی و لکھنؤ وغیرہ دور و سیر کرتے رہے۔ اسی میں بیمار ہو کر بعمر چوبیس پچیس برس اس جسم خاکی کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئے ششم محمد سلیم[۲] مرحوم، ہفتم شیخ عبدالعلیم مرحوم ان دونوں کی شادی دختران شیخ خورشید حسن ساکن شیخو چک سے ہوئی۔ اول الذکر نے تخمیناً پچاس برس کی عمر میں لاولد انتقال کیا۔ اور آخرالذکر نے ایک لڑکی میمونہ کو چھوڑ کر پچیس برس کی عمر میں رحلت کی۔ ہشتم مساۃ وسیمن مرحومہ زوجہ اولی مولوی عبدالعزیز مرحوم نمو سیاوی عظیم آبادی انہوں نے دو لڑکے عبدالحی و عبدالحفیظ چھوڑ کر نوجوان رحلت کی۔ تاریخ انتقال جناب

ترعلی رح

قاضی صاحب مرحوم از نتیجہ فکر جناب حکیم مولوی شاہ محمد واعظ مرحوم متخلص بہ واعظ یہ ہے

قمر چوں رفتہ زیں دار پر آشوب بواعظ گفت ہاتف سال موتش	رسیدہ در مقام قرب ابرار بایوان ارم رفتہ ازیں دار ماہ شوال ۱۲۹۱ھ

اور مسماۃ نعیمن نے تخمیناً ایک سو سال کی عمر پا کر بتاریخ ۶ شعبان ۱۳۱۲ھ میں اس سجن دنیا کو چھوڑا۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا۔ نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا یہ ہے



حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ

ابن حضرت شاہ محمد منور آپ کی والدہ کا نام مسماۃ رسولن بنت مولوی امدت اللہ

صادق پوری، آپ ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے، آپ جب سن شعور کو پہنچے، تب اپنے چچا شاہ محمد کریم قدس سرہٗ سے دینیات کی تعلیم پائی - اگرچہ جناب کی درسیات تمام نہ تھی - لیکن غایت سریع الفہم تھے - فی البدیہ جواب دیتے، ان سے بیعت حاصل کی اور خلافت بھی آپ کو ملی - آپ کو عین عنفوان جوانی میں تقویٰ و طہارت کا بہت کچھ خیال رہتا اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی آپ کو تھی۔ پھر جب حضرت جناب امیر المومنین سید احمد بریلوی مجدد مایۂ ثالث عشر ۱۲۳۸ھ ہجری میں مکہ معظمہ میں مراجعت کے وقت وارد پٹنہ ہوئے اُس وقت آپ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کا وعظ وغیرہ سُن کر بہت متاثر ہوئے اور چاہا کہ بیعت بھی حاصل کریں۔ لیکن چونکہ آپ پہلے بیعت اپنے چچا سے کرچکے تھے۔ لہذا بغیر اجازت ان کے دوسری بیعت کرنی مناسب نہ سمجھی اور اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ محمد کریمؒ کی خدمت میں کل کیفیت حضرت سید صاحب کی عرض کی۔ آپ نے بطیب خاطر اجازت بیعت دی اور فرمایا ع

متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

تب آپ نے حضرت سید صاحب کو اپنے گھر میں مدعو کیا اور مرید ہوئے اور اپنی اہلیہ اور دو لڑکیوں کو اپنی جو اس وقت فی الجملہ شعور کو پہنچی تھیں، بیعت کرادی۔ از آں جملہ مسماۃ محمودہ والدہ ماجدہ مسود اوراق ہذا کی ہیں۔ پھر جب تک حضرت سید صاحب اس پٹنہ اور اطراف میں اس کے قیام فرما رہے۔ شب و روز حاضر باش خدمت سراپا سعادت سید صاحب کے رہے۔ سید صاحب نے آپ کو خلافت بھی دی۔ اس وقت سے آپ برابر ہدایت و ارشاد کے کاموں کو شب و روز نہایت سرگرمی سے انجام دیتے اور پٹنہ کے حوالی و اطراف مظفر پور و دربھنگہ و چھپرہ و گیا و بہار و مونگیر و بھاگلپور وغیرہ میں دورہ و سیر فرماتے۔ ہزارہا بلکہ لاکھوں آدمی آپ سے مرید اور فیضیاب ہوئے۔ احیائے سنت و قماع بدعت میں آپ بڑی سعی و کوشش فرماتے۔ بہتیری مسجدوں کو جو ویران پڑی تھیں۔ آپ نے آباد کرایا۔ چنانچہ یہ جمعہ مسجد نمونہ سابق ایسی چھوٹی تھی کہ سو آدمی کا گذر اُس کے اندر مشکل ہوتا۔ ہزارہا

خلافت

تبلیغ

روپیہ کے صرف سے آپ نے اس مسجد کو ایسا وسیع کر دیا کہ صرف ایک صف میں سو
آدمی بخوبی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور کل مسجد میں تو قریب تین ہزار آدمیوں کی گنجائش
ہو جاتی ہے۔ آپ کے وقت میں دور دور اور معین پورہ سے لے کر فتوحہ تک کے
لوگ یہاں نماز جمعہ کو آیا کرتے۔ ایسی بھاری جماعت شہر بھر میں کہیں نہیں ہوتی۔ تمام
مسجد مع صحن مملو ہو جاتی۔ بعد اس کے مسجد کے شمال میں جو میدان ہے وہ بھی بھر جاتا وعظ
تخمیناً پانچ چھ ہزار آدمی جمعہ اور عیدین میں یہاں جمع ہو جاتے۔ بعد نماز آپ کا وعظ
ہوتا۔ ایسا سلیس عام فہم بیان ہوتا کہ ہر آدمی اس سے مستفید ہوتا اور نہایت پُر تاثیر
اور بوقت شب زنانے مکان میں آپ کا وعظ ہوتا۔ صدہا عورتیں نزدیک و دور
سے جمع ہو جاتیں۔ مقدرت والی عورتیں دُور دُور سے سواریوں پر جمعہ کے روز
فجر ہی سے آنا شروع ہو جاتیں، اور غربا کی عورتیں شب کو پیادہ پا آتیں، اور ہر ایک
کی خورد و نوش و دیگر آسائش کا اہتمام بخوبی تمام کیا جاتا۔ ہر جمعہ کو ایک جماعت
نو مریدوں کی بھی ہوتی۔ رمضان شریف میں آپ تراویح بھی پڑھاتے اور عشرہ اخیر انتظام
میں اعتکاف بھی کرتے۔ احیائے سنت کا آپ کو یہاں تک شوق تھا کہ آپ کی
ہمشیرہ خرد مسماۃ شریفن جو مولوی اکبر علی مرحوم پسر مولوی الٰہی بخش مرحوم سے منسوب ہوئی
تھیں۔ جب وہ بیوہ ہو گئیں، تب آپ نے ان کا نکاح ثانی جناب مولانا عنایت علی
علیہ الرحمۃ سے کر دیا۔ جس کا مفصل ذکر منشی محمد جعفر تھانیسری نے اپنی کتاب سوانح احمدی
میں بذیل سوانح عمری مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ لکھ دیا ہے۔ من شاء فلینظر ہٰذا
اور تقریباً ۱۲۶۱ھ (سن بارہ سو اکسٹھ میں یا باسٹھ ہجری) میں آپ حج کو تشریف لے
گئے۔ اور قریب دو برس کے آپ کو اس سفر میں لگا۔ کیونکہ اس وقت بادبانی جہاز پر
لوگ کلکتہ سے سوار ہوتے تھے۔ لہٰذا دو برس سے کم میں حاجی مراجعت کر کے اپنے
گھر کو نہیں پہنچ سکتا تھا اور صرف بھی کثیر ہوتا تھا۔ بالجملہ آپ سے اس شہر پٹنہ میں اور
اس کے اطراف میں جو ہدایت جاری ہوئی اور لوگوں نے شرک و بدعت چھوڑا اور نماز
روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ احکام شرعی کی پابندی اختیار کی۔ اس کا احاطہ و احصا نہایت

مشکل مختصراً یہاں بیان کیا گیا۔ آپ کو فن سپہ گری میں بھی پورا دخل تھا۔ گھوڑے کی سواری نہایت عمدہ جانتے تھے۔ آخر عمر تک گھوڑے ہی پر سوار ہوتے رہے۔ کسی دوسری سواری کو اختیار نہ کیا۔ ہمیشہ شریر گھوڑے آپ خریدتے اور جب وہ آپ کے سواری میں سیدھا اور نیک ہو جاتا تو اس کو فروخت کر دیتے اور دوسرا شریر گھوڑا پھر خریدتے۔ آپ نیک گھوڑے پر سواری کرنے کو ناپسند کرتے۔ بندوق کا نشانہ نہایت عمدہ، بانک اور پٹہ وغیرہ بھی خوب جانتے تھے۔ حلیہ شریف یہ ہے۔ قد میانہ، رنگ نہایت گورا، صاف بلند، نقشہ نہایت خوبصورت آپ نہایت حسین تھے۔ مزاج خلقی غصہ ور تھا، مگر آپ کو اپنے مزاج پر کچھ ایسا قابو تھا کہ ہرگز کوئی معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ آپ میں غصہ بھی ہے۔ مگر ہاں وقت معائنہ امور خلاف شرع کے وہ حرارت ایمانی اور ظہور ہاشمی بروئے کار آتی۔ صاحب مروت و فتوت و خلق عظیم تھے۔ اس نالائق کے قلم میں وہ طاقت کہاں کہ آپ کے اوصاف حمیدہ و خصائل ستودہ و شمائل پسندیدہ میں سے ایک شمہ بھی بیان کر سکے۔ اور آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کا شعر اردو و فارسی میں نہایت عمدہ و ملیح ہوتا، افسوس کہ اس جگہ اس کے اندراج کی گنجائش نہیں۔ تخلص ہاشمی تھا۔ آپ کی شادی مسماۃ نصرت بنت حضرت شاہ غلام مجتبیٰ دیوری سے ہوئی۔ وہ بیٹے حضرت شاہ غلام اشرف بن حضرت شاہ امام الدین بن حضرت تاج الدین بن حضرت شاہ نصر اللہ بن شاہ عبدالحمید بن حضرت شاہ مولانا شاہ بازمحمد بھاگل پوری قدس اسرارہم کے پورا نسب نامہ آپ کا تعلق تنجیم میں آوے گا، وہاں ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کی اہلیہ شریفہ بھی آپ ہی کے مانند دینی امور کے اجراء میں نہایت چست و چالاک اور آپ کے ہر امور میں مؤید و مددگار بمصداق آیہ کریمہ واصلحنا له زوجه ۰ انهم كانوا يسارعون فى الخيرات ويدعوننا رغبا ورهبا وكانوا لنا خاشعين۔ الغرض یہ دونوں میاں بی بی امور رضائے مولیٰ میں اپنی تمام عمر کچھ ایسے مستغرق رہے کہ جس کو فنا فی سبیل اللہ کہیں تو بجا ہے۔ آپ نے چوہتر برس کی عمر میں ۱۲۷۶ھ بارہ بجے

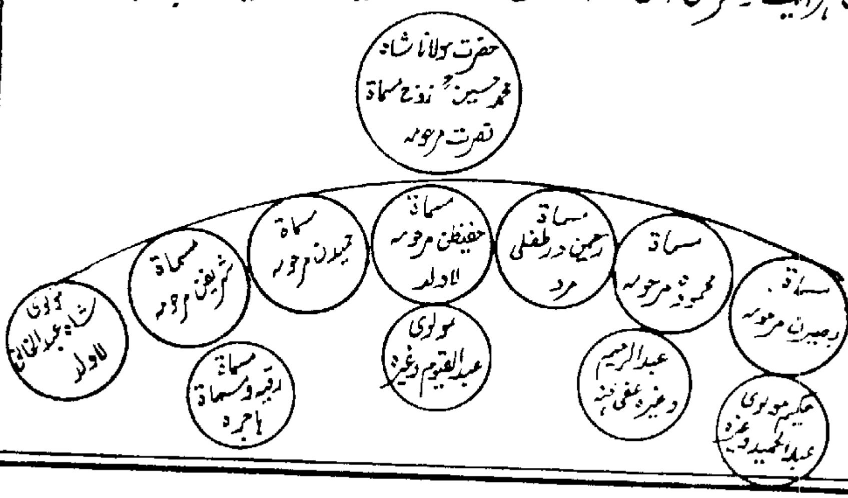
میں اس دار فانی کو چھوڑا اور اپنے آبائے صالحین سے جا ملے۔ اللھم ارض عنہ۔
آپ کی تاریخ انتقال کا ایک شعر جو جناب حکیم مولوی اسد اللہ مرحوم نے کہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ؎

رفت بیوم الخمیس وز قدم پاک فنا	زیب سریر ارم شاہ محمد حسین ۱۲۷۶

آپ کی اہلیہ بی بی نصرت صاحبہ نے قریب سو برس کے عمر پائی، اُن کی تاریخ انتقال عزیزی مولوی محمد یوسف جعفری مرحوم نے جو کہی ہے وہ یہ ہے:-

چو جدہ ماجدہ ام بی بی نصرت	بعد از گشتہ زمانہ زیر زمین رفت
پئے تاریخ رحلت فکر کردم	ندا آمد "بہ فردوس بریں رفت" ۱۲۹۹

آپ کے چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہوا۔ مسماۃ بصیرن زوجہ مولوی احمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ مسماۃ محمودہ زوجہ حضرت مولانا فرحت حسین قدس سرہ الغنی والدہ ماجدہ مسود اوراق عفی عنہ۔ مسماۃ رحیمن یہ چار پانچ برس کی عمر میں راہی خلد بریں ہوئیں۔ مسماۃ حفیظن زوجہ مولوی نیاز علی مرحوم۔ مسماۃ حمیدہ زوجہ مولانا یحییٰ علی مرحوم۔ مسماۃ شریفن جن کا عقد اول مولوی اکبر علی مرحوم سے ہوا۔ اور عقد ثانی مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ سے جو عم حقیقی فقیر مؤلف عفی عنہ کے ہیں۔ شاہ مولوی عبد الخالق مرحوم۔ تفصیل اولاد کی ہر ایک دختر کی اُن کے ازدواج کے ساتھ فصول ماسبق میں گذر چکی ہے۔



حضرت مولوی شاہ عبدالخالق مرحوم

ابن حضرت شاہ محمد حسین ؒ ابن شاہ محمد معز ؒ آپ کی والدہ کا نام مسماۃ نصرت بنت حضرت شاہ غلام مجتبیٰ دیوڑی آپ کی پیدائش غالباً سنہ بارہ سو پچاس ہجری میں ہوئی آپ نے ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں بعد اس کے صرف نحو جناب مولوی اکبر علی مرحوم صادق پوری سے پڑھا۔ بعد انتقال ان کے جناب حکیم عبدالحمید صاحب مرحوم سے پڑھا۔ آپ نے سولہ سترہ برس کی عمر میں تمام درسی کتابیں ختم کیں اور ایسی استعداد حاصل کی کہ آپ کے والد ماجد نے جمعہ کے روز اس جمعہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھانے کو اور وعظ کہنے کو بجائے اپنے آپ ہی کو مقرر کیا۔ آپ ایسے ذہین و ذکی تھے کہ جس کا بیان مشکل۔ آپ نے اس تھوڑی سی عمر میں اپنی قابلیت علمی دکھائی کہ لوگ مرحبا و شاباش کہتے تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ و اطوار پسندیدہ ایسے تھے کہ اس کو محسود زمانہ کہنا چاہیئے۔ آپ کی چودہ برس کی عمر میں زہرا بنت جناب حکیم احمد علی مرحوم بن رضی الدین حسین خاں سے شادی ہوئی، جن کا ذکر اوپر فصل میں آچکا ہے۔ آپ نہایت خوبصورت و حسین بھی تھے۔ گھوڑے کی سواری سے آپ کو نہایت شوق تھا اور خوب سوار ہوتے تھے۔ افسوس کہ بعد شادی صرف دو اڑھائی برس آپ زندہ رہ کر سترہ برس کی عمر میں لاولد اس دنیا ئے عجوزہ جیفہ کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور مضجعہ۔ آپ کی قبر جمعہ مسجد کے دروازہ کے قریب واقع ہے اور اس سے متصل پورب کو جناب مولوی اکبر علی کی، اس سے پورب متصل آپ کی اہلیہ بی بی زہرا مرحومہ کی جو عین محاذی دروازہ مسجد کے ہے۔

حضرت شاہ محمد کریم قدس سرہٗ

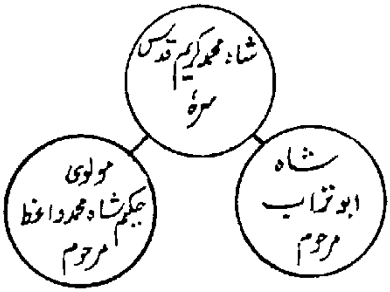
آپ کے والد کا نام حضرت شاہ محمد عزیز عرف شاہ درگاہی بن حضرت شاہ

ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہا آپ اپنے وقت کے بڑے سالک اور پیشوائے وقت گذرے ہیں۔ تمام سکنائے محلہ نموہیہ و موضع دیورہ و شہر گھاٹی وغیرہ اور اکثر اہل صادق پور آپ ہی کے مرید تھے۔ آپ کو اللہ تعالےٰ نے فطرتی طور پر نیک مزاج صالح انصاف پسند بنایا تھا۔ آپ کی انصاف پسندی اسی سے خوب ظاہر ہے کہ جب حضرت جناب سید احمد صاحب بریلوی پٹنہ میں تشریف لائے تو آپ کے اکثر مریدوں نے آپ سے اجازت طلب کی سید صاحب سے بیعت ہونے کی۔ آپ نے نہایت خوشی و طیب خاطر سے ہر ایک کو اجازت دی اور فرمایا ہاں میاں متاع نیک ہر دکان کہ باشد۔ آپ کی عمر اس وقت غالباً اسی ۸۰ سے متجاوز ہوگئی تھی۔ اور آپ اس وقت علیل بھی تھے چلنے پھرنے کی مطلق طاقت نہ تھی۔ لہذا آپ جناب حضرت سید صاحب سے ملاقات نہ کر سکے۔ ورنہ آپ نے اپنا اشتیاق ملاقات بہت کچھ بیان فرمایا۔ چنانچہ اس کے تھوڑے دن بعد آپ نے اس خاکدان عنصری کو چھوڑا۔ آپ کی تاریخ انتقال آپ کے صاحبزادہ خرد جناب حکیم مولوی شاہ محمد واعظ مرحوم نے فرمائی۔ دہو ہذہ

محمد کریم آں شہ فخر وجود	بماہ محرم چو شد زیر خاک
شدم در پئے فکر سال وفات	بہ قلب حزیں با دل دردناک
بگفت از دل چاک ہاتف بمن	بشد زینت افزا بفردوس پاک

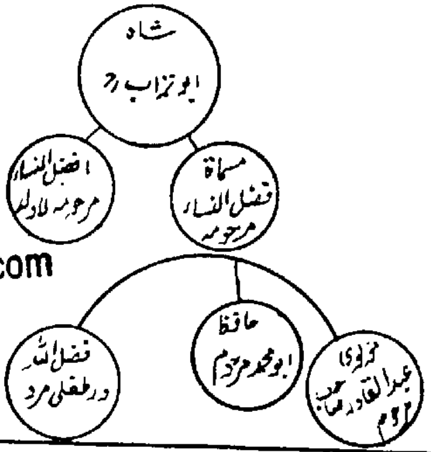
۱۳۸ھ

آپ کا شجرہ بیعت بیعت خاندانی انشاء اللہ تعالیٰ خاتمہ میں آوے گا۔ آپ کے صرف دو بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ ابوتراب مرحوم اور جناب حکیم مولوی شاہ محمد واعظ مرحوم۔



حضرت شاہ ابو تراب رحمۃ اللہ علیہ

ابن حضرت شاہ محمد کریم قدس سرہٗ آپ کی صرف دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ مسماۃ فضل النساء و مسماۃ افضل النساء۔ اول الذکر کی شادی ساتھ جناب حکیم مولوی فیاض علی مرحوم کے ہوئی۔ اور ثانیہ الذکر زوجہ جناب مولوی محمد فرید صاحب مرحوم کی تھیں یہ دونوں ساکن خواجہ کلاں گھاٹ متصلات شہر پٹنہ پسران مولوی افضل علی بن فضل علی بن ملا اشرف الدین المخاطب بملا محمد خاں مرحوم کے تھے، آپ کا پورا نسب نامہ انشاء اللہ تعالیٰ فضل پنجم میں آوے گا۔ آپ کا خاندان حضرت عمرؓ ابن خطاب تک منتہی ہوتا ہے۔ مسماۃ فضل النساء کے تین بیٹے ہوئے: مولوی عبدالقادر مرحوم و حافظ ابو محمد مرحوم و فضل اللہ مرحوم (در طفلی مرد) اور مسماۃ افضل النساء کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بعد شادی تھوڑے ہی عرصہ زندہ رہ کر لاولد انتقال کیا۔



مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم فاروقی

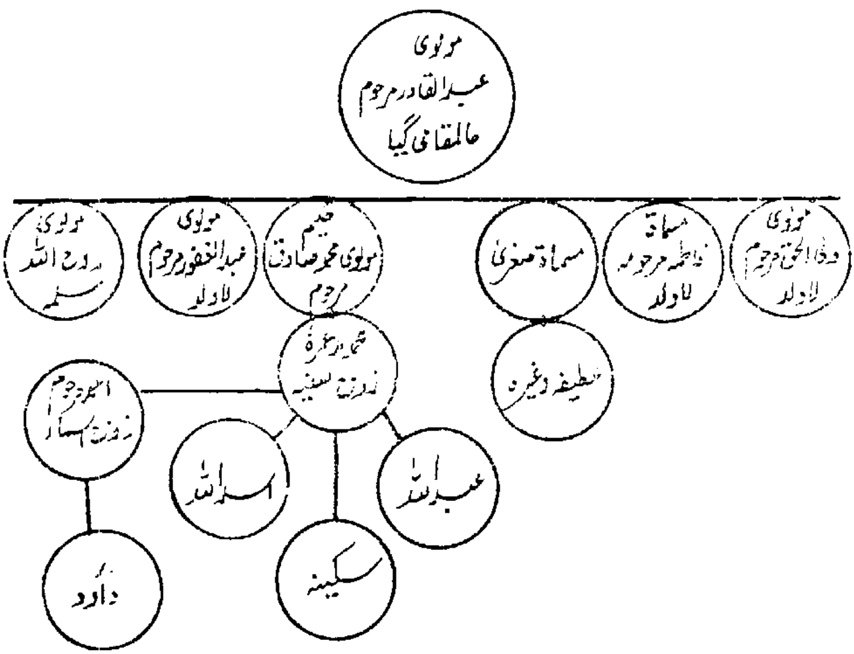
ابن جناب مولوی حکیم فیاض علی مرحوم آپ کی والدہ کا نام فضل النساء مرحومہ آپ کی پیدائش غالباً بارہ سو چھپن یا ستاون میں ہوئی۔ آپ کا دادیہال محلہ خواجہ کلاں گھاٹ ہے اور نانیہال محلہ نمو ہیہ ہے۔ آپ اپنے چھوٹے نانا جناب حکیم مولوی شاہ محمد واعظ مرحوم کی

زیر تعلیم و تربیت رہے اور انہیں سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ آپ نے وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد چندے عدالت پٹنہ میں وکالت کا کام کیا۔ مگر بسبب کثرت وکلاء آپ یہاں سے گیا تشریف لے گئے اور تا حیات گیا ہی میں سکونت پذیر تھے۔ اور وہاں بتائید ایزدی تھوڑے ہی عرصہ میں خوب فروغ پایا۔ اور معاش خریدی۔ اور اہلیہ کا چالیس ہزار دین مہر ادا کیا اور پھر ہزاروں روپیہ ہمراہ لے کر مع اہل و عیال و والدہ بشوق زیارت بیت اللہ و مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ بعد مراجعت وہاں کے آپ پیشہ وکالت کو ترک کر کے تمام عمر گوشہ نشین رہے اور شب و روز وظائف و نماز و تلاوت قرآن و ذکر اللہ میں مشغول رہتے۔ خیر خیرات فاتح و معترین آپ کا خوب جاری و ساری تھا۔ اللھم تقبل منه قبولاً حسناً آپ صوفی مشرب تھے۔ آپ کی شادی مسماۃ شکورن بنت ناظر رحمت علی ساکن نگرنہسہ سے ہوئی تھی۔ ان سے آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں، اول ولی الحق مرحوم، یہ لڑکا نہایت لائق و قابل تھا۔ ایف۔ اے پاس کر کے وکالت کا امتحان دیا۔ یہ عزیز ایک دن قبل خبر کامیابی امتحان کے اس قلب خاکی کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہو چکا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد

ان کی شادی مسماۃ رقیہ بنت مولوی نجابت احمد مرحوم نگرنہسوی سے ہوئی تھی، مگر افسوس کہ بہت جلد ۱۲۰۳ھ (بارہ سو تین ہجری) میں انتقال کیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔ دوم مسماۃ فاطمہ یہ صبیہ ساتھ قطب الدین حسین نگرنہسوی کے منسوب ہوئی تھی۔ مگر افسوس کہ بہت جلد بیوہ ہو گئی۔ سوم مسماۃ صغریٰ یہ ساتھ حکیم مولوی یوسف حسین مرحوم نگرنہسوی کے منسوب ہوئیں، ان کی اولادیں مسماۃ عطیفہ و عمر ہا وغیرہ ہیں۔ چہارم حکیم مولوی محمد صادق مرحوم، ان کی شادی ساتھ مسماۃ ہاجرہ مرحومہ بنت سید محمد وحید الدین بن سید صمصام الدین منیری کے ہوئی، ان سے دو اولادیں ہوئیں۔

ان دونوں کی شادی سید محمد سعید پلیڈر سید وحید الدین منیری کی لڑکیوں سے ہوئی۔ محمد قادری کے ساتھ مسماۃ صفیہ کی، اور احمد مرحوم کے ساتھ اسما کی۔

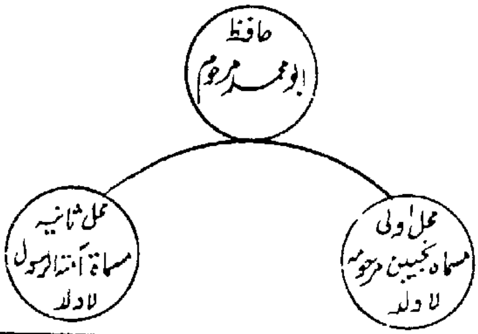
محمود احمد، اس کے بعد ان کی اہلیہ نے قضا کی۔ پنجم مولوی عبدالغفور مرحوم، ان کی شادی ساتھ مسماۃ رقیہ بنت محمد محمود دلپتی ساکن موضع محی الدین پور نخانہ مسوڑھی ضلع گیا کے ہوئی۔ ششم مولوی محمد روح اللہ مدعمرہٗ۔ آپ نے ۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ کو پٹنہ آکر انتقال کیا اور شاہ گھسیٹہ کے تکیہ متصل گھاٹ میں حسب وصیت دفن کیے گئے۔ نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا یہ ہے:۔



حافظ ابو محمد مرحوم

بن جناب حکیم مولوی فیاض علی مرحوم آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مسماۃ فضل النساء مرحومہ آپ نے درسی کتابیں اپنے چھوٹے نانا جناب حکیم مولوی شاہ محمد واعظ مرحوم سے پڑھیں اور انہیں کے زیرِ تعلیم رہے۔ کیونکہ آپ صرف چند ہی سال کے تھے کہ آپ کے والد کو سفرِ آخرت پیش آیا۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ آپ از بسکہ خلیق و نیک نہاد تھے۔ آپ اپنے خاندان کے لائق خلف تھے۔ آپ نے ۱۳۰۲ھ میں حج بیت اللہ، زیارت

مدینہ منورہ بھی کیا۔ یہ مسودہ اوراق عفی عنہ بھی آپ کا ہم سفر تھا۔ آپ کی اوّل شادی ساتھ مسماۃ نجیبن مرحومہ بنت جناب مولوی شاہ محمد واعظ کے ہوئی۔ مگر یہ اہلیہ آپ کی چندہی روز رہ کر لاولد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ پھر دوسری شادی آپ کی ساتھ مسماۃ امۃ الرسول بنت میر مقصود علی مرحوم ساکن کوئیلواڑ ضلع آرہ شاہ آباد کے ہوئی۔ افسوس کہ اس انعقاد سے بہت تھوڑے روز مجتمع ہو کر بعد مراجعت از حج ۱۳۰۳ھ ہجری (تیرہ سو تین ہجری) میں لاولد اس دار فانی کو چھوڑا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ۔



جناب حکیم شاہ واعظ بن شاہ محمد کریم صاحب قدس سرہٗ

آپ کی پیدائش تخمیناً ۱۲۱۹ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے جناب مولوی انور علی مرحوم صدر اعلیٰ، ساکن آرہ ضلع شاہ آباد سے فراغ حاصل کیا۔ آپ کا علم کتابی نہایت عمدہ تھا معقول و منقول دونوں میں آپ کو اچھی دستگاہ تھی۔ آپ کا مذاق شعری بھی نہایت عمدہ تھا۔ آپ طبیب بھی تھے۔ آپ نے اوائل عمر میں ضلع سارن کی کچہری سرکاری میں سررشتہ داری کا کام بھی کیا تھا۔ پھر اپنے والد بزرگوار کی گدی پہ بیٹھے۔ آپ آخر عمر میں بہت خرف ہو گئے تھے۔ بمصداق آیۂ کریمہ ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق و لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ آپ نے تراسی برس کی عمر میں بتاریخ ۴ شوال ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اولاد — آپ کی شادی مسماۃ مخدومن عرف رمضو مرحومہ بنت جناب شاہ

شاہ نوشتہ التوحید مرحوم ساکن محی الدین پور تھانہ مسوڑھی ضلع گیا کے ہوئی۔ ان سے صرف ایک لڑکی مسماۃ نجیبن مرحومہ پیدا ہوئیں، جو حافظ ابو محمد مرحوم سے منسوب ہوئیں اور لاولد اس جہاں سے رخصت ہوئیں۔

مسماۃ ظہورن مرحومہ

بنت حضرت شاہ محمد معزؒ زوجہ مولوی رضی الدین حسین خاں مرحوم ساکن قدیم مغل پورہ ثم صادق پور، آپ اپنے والدین کی اکبر اولاد سے تھیں۔ آپ کی عمر تخمیناً سو برس کے قریب پہنچی ہوگی مگر اس وقت تک بھی آپ چشمہ لگا کر روزانہ پارہ دو پارہ قرآن مجید و دلائل الخیرات پڑھا کرتی تھیں اور تہجد کی پابند تھیں۔ آپ کی بصارت کے زائل ہونے کے بعد کے دو عجیب واقعے ہیں۔ (۱) مولوی اولیا علیؒ کے انتقال کی خبر آپ کو مصلحتاً نہیں کی گئیں۔ انتقال کے بعد آنے والی شب کو دفعتاً آپ رونے لگیں۔ لوگوں نے وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اولیا علی کا جنازہ سامنے رکھا ہے۔ لوگوں نے معذرت کے ساتھ عرض کی کہ وہ دو دن ہی کو مدفون ہو چکے (۲) ایک روز مضطربانہ آپ بستر سے اٹھ پڑیں اور فرمانے لگیں۔ روڑے تمام گر رہے ہیں۔ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ تم لوگ مطمئن کیوں ہو۔ احمد اللہ کے مکان کا انگریزوں نے محاصرہ کر لیا ہے۔ لوگوں نے اس کو آپ کی خبطگی پر محمول کیا اور بہت کچھ اطمینان دلایا، مگر وہ برابر پریشان رہیں۔ آخر کار آپ کی رحلت کے بعد وہ واقعہ پیش آیا۔ آج اس عمارت دین کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ ع عفت الدیار محلھا ومقامھا۔ انا للہ

بہر کیف، آپ کی کل اولاد آپ کے روبرو اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئی۔ اس کے بعد آپ بھی شاید ۱۲۷۷ یا ۱۲۷۸ھ میں رخصت ہوئیں۔

اولاد — آپ کے دو بیٹے جناب حکیم مولوی احمد علی مرحوم۔ جناب مولوی اولیا علی مرحوم اور دو بیٹیاں مسماۃ ولیتن زوجہ شیخ ریاض الحق مرحوم ساکن سالار پور (قریب مسوڑھی) مسماۃ لطیفن زوجہ بخشی راحت حسین مرحوم ساکن حبیب پور ہوئے۔

مسماۃ نجیبن مرحومہ

بنت حضرت شاہ محمد رح زوجہ مولوی بشارت علی مرحوم صادق پوری، افسوس کہ آپ نے بہت تھوڑی عمر پائی، عین جوانی میں صرف دو بیٹے اور ایک بیٹی خورد سالہ چھوڑکر آپ رخصت ہوئیں۔ مولوی عسکر علی مرحوم و مولوی باقر علی شہید و مسماۃ واجدہ زوجہ حکیم احمد علی مرحوم۔

مسماۃ لطیفن مرحومہ

بنت حضرت شاہ محمد معز رح مرحوم زوجہ مولوی الٰہی بخش مرحوم صادق پوری۔ آپ نہایت سیدھی سادی زندہ دل آدمی تھیں۔ آپ کی عمر قریب ستر کے پہنچی تھی۔ آپ کی تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ گئی۔ جاڑا ہو یا گرمی، آپ کو باوضو جملہ نمازوں کو ادا کرنا ضرور تھا۔ آپ مجسم باخلاق کریمہ تھیں۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچی۔ آپ بموجب حدیث شریف المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ کی پوری مصداق تھیں۔ افسوس صد افسوس کہ اب وہ زمانہ آگیا کہ ایسے لوگوں کی صورت پر خواب میں بھی نظر نہیں پڑتی۔ جناب حضرت مولانا ولایت علی و مولانا عنایت علی حسین علیہما الرحمۃ کے مکان میں جو تقریب وعظ و دعا، تراویح عشرۂ اخیر رمضان کی ہوتی، اس میں آپ ضرور پہنچتیں۔ جاڑا ہو یا برسات اول شب ہو یا اخیر، اپنی تمام بہوؤں اور پوتا پوتی کو لئے ہوئے پہنچتی تھیں۔ آپ کے مناقب کہاں تک بیان کروں۔ لاعین رأت ولا اذن سمعت مثلہا فی ھذا الزمان اللھم اغفر لہا وارحمہا۔ آپ کے پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ کلھم کانوا نجوم الھدیٰ واقمار لیلۃ الدجی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسی اولاد نصیب کرے۔ آمین

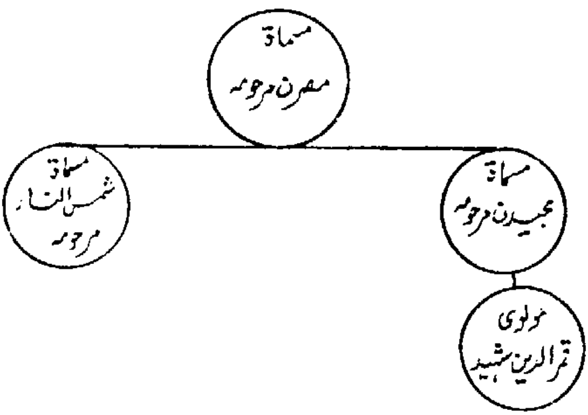
مسماۃ شکرن مرحومہ

بنت حضرت شاہ محمد عزیز شاہ درگاہی رح زوجہ رفیع الدین حسین خاں ساکن مغلپورہ

آپ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ شیخ رضی الدین حسین خاں، رکن الدین حسین (عرف بہاری)۔ شمس الدین حسین، شفیع الدین حسین و مسماۃ زمن مرحومہ زوجہ مولوی فتح علی صاحب نبیسی دختر جدہ ماجدہ مؤلف مرحوم۔

مسماۃ مصرن مرحومہ

بنت حضرت شاہ محمد عزیز عرف شاہ درگاہی ساکن محلہ ٹمونہیہ زوجہ شیخ رستم علی مرحوم ساکن مغلپورہ، آپ کی صرف دو بیٹیاں ہوئیں۔ مسماۃ زینب زوجہ رکن الدین حسین عرف بہاری مرحوم ساکن مغل پورہ و مسماۃ شمس النسار زوجہ منشی واعظ علی مرحوم ساکن مغل پورہ، مسماۃ مجیدن مرحومہ کا ذکر ساتھ ان کے زوج کے فصل ماسبق میں ہو چکا ہے۔ مسماۃ شمس النسار کی اولاد کا ذکر آئندہ کیا جائے گا۔



مسماۃ شمس النسار مرحومہ

بنت جناب منشی شیخ رستم علی مرحوم زوجہ جناب منشی واعظ علی خوشنویس مرحوم جناب منشی صاحب نہایت خوشنویس تھے، اور لیاقت فارسی کی نہایت عمدہ، انشا پردازی کا نہایت شوق، اشعار فارسی کے نہایت عمدہ پڑھا کرتے فرماتے۔ عربی میں بھی لیاقت اچھی تھی۔ آپ نے شاید اسّی کے قریب پہنچ کر انتقال فرمایا۔ آپ ہر دو حضرات ادائے فریضۂ حج

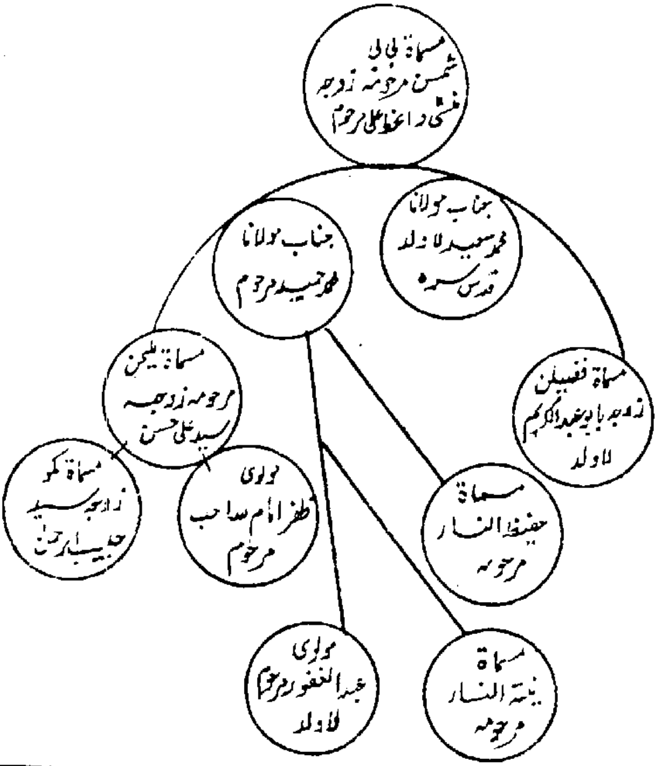
حج بیت اللہ و زیارت مرقد منورہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ بعد معاودت از حج جناب منشی صاحب نو برس اور زندہ رہے اور اپنے اوقات عزیزہ کو برابر عبادتِ خدا میں صرف کرتے۔ اور نماز تہجد باوجود کبرسنی کے ناغہ نہیں جاتی۔ چنانچہ تاریخ دوازدہم رمضان شریف روز سہ شنبہ وقت فجر ۱۲۷۶ھ ہجری (بارہ سو چھہتر ہجری) میں عین حالتِ سجدہ میں آپ واصل بحق ہوئے غفر اللہ لہ۔ چنانچہ قطعہ تاریخ وفات فرمودہ جناب حضرت مولانا حسرت غفر اللہ لہٗ منقول از شمس البلاغہ یہ ہے۔ ؎

چون پدرم حضرت واعظ علے	رفت بگلگشت جناں چون نسیم
بر در فردوس بتاریخ گفت	خازن جنت لک اجر عظیم

آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ جناب مولانا محمد سعید و مولانا محمد حمید و مسماۃ نفیسن و مسماۃ ملیحن غفر اللہ لہم۔ ان کی اولاد و احفاد کی تفصیل ان کے ناموں کے ساتھ آویگی۔ تاریخ انتقال جناب بی بی شمسن صاحبہ غفر اللہ لہا از فرزند جگر پیوند مولانا حضرت حسرت غفر اللہ لہٗ یہ ہے۔ ؎

آفتاب برج عصمت مادر عفت پناہ	کرد چون رحلت زدار فانی از آثار تپ
وقت و روز و سال و ہم تاریخ دل گفتہ بود	صبح و روز جمعہ و بست سیوم ماہ رجب

شمس النساء کا سلسلہ جو لکھا گیا ہے صفحہ ۳۶۲ پہ ہے



مسماۃ فضیلۃ النساء مرحومہ

بنت منشی واعظ علی مرحوم۔ آپ کی والدہ کا نام مسماۃ شمس النساء مرحومہ بنت شیخ رستم علی مرحوم۔ آپ کی شادی ساتھ بابو شیخ عبدالکریم مرحوم کے ہوئی۔ مگر افسوس کہ آپ بہت تھوڑے دن اس ازدواج سے متمتع ہوئیں۔ اس کے بعد بابو صاحب نے رحلت فرمائی۔ آپ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نہایت عمدہ نیک مزاج، خوش اخلاق، پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ آپ نے اپنی تمام عمر کو عبادت خدا میں گذارا۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد حمید مرحوم کی اولاد کو جو یتیم ہو گئے تھے پالا اور پرورش کیا اور انہیں سے اپنا دل بہلایا۔ آپ ستر برس کی عمر سے تجاوز کر کے اس قفس خاکی کو چھوڑ کر علیین کو پہنچیں۔ اللھم اغفرھا وارحمھا۔ آپ کی تاریخ رحلت مولانا حسرت نے جو فرمائی ہے وہ یہ ہے۔

کرد ناخت اکبر نخفت شعار	چوں وداع ایں جہاں پر خداع

گفت حسرت روز و ماہ و سال آن   پنجم ذی الحجہ دوشنبہ وداع

شمس العلماء جناب حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہٗ

آپ کا تخلص فارسی شعروں میں اکثر حسرت ہے اور عربی میں سعید۔ آپ نے اپنی تاریخ پیدائش خود تصنیف کی جو قسطاس البلاغہ میں مندرج ہے۔ قطعہ

بست و ہفتم از مہ ذیقعدہ بود	کز عدم در ہستی آمد این فقیر
روز شنبہ بود روز مولدم	سال میلادم بداں صاف ضمیر

آپ کے والد کا نام منشی واعظ علی بن عمر دراز بن مولوی فقیر اللہ الی جعفر بن ابی طالب، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مسماۃ شمس النساء مرحومہ بنت شیخ رستم علی مرحوم۔ آپ نے ابتدائی درسی کتابیں مولوی مظہر علی صاحب عظیم آبادی سے جو مشہور ترین علمائے پٹنہ میں سے تھے اور نہایت کثیر التلامذہ ان سے پڑھیں اور پھر جناب مولوی ابوالحسن مرحوم منطقی ساکن بھپورہ ڈویژن داناپور سے پڑھیں۔ جو ایک بہت بڑے عالم اور علم فلسفہ و منطق و صرف و نحو میں عدیم المثال تھے۔ بعد اس کے آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں جناب مولانا حسن علی الہاشمی الکھنوی خاتم المحدثین سند المفسرین رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث و تفسیر حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کانپور آئے اور جناب مولوی شاہ سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر مجدداً اکتب درسیہ کو دیکھا اور مقامات مغلقہ کا حل کیا اور وہیں جناب حضرت شاہ نذر محمد بن محمد ماہ قدس سرہا سے بیعت حاصل کی۔ وہ تھے از خلفائے عظام جناب امیر المومنین امام الاوحد حضرت سید احمد بریلوی مجدد مائۃ ثالث عشر لازالت برکاتہم تھے۔ ان سے بہت کچھ آپ نے فیض باطنی حاصل کیا۔ الغرض چند سال کے قیام میں اس کانپور کے علوم ظاہری و باطنی و شریعت و طریقت دونوں سے آپ خوب فیضیاب ہوئے اور کانپور سے مراجعت فرما کر دولت کدہ کو رونق بخشی، اس کی تاریخ آپ نے اس فقرہ سے نکالی ہے (جمعہ ماہ رمضان ۱۲۵۵ھ)

یہاں آکر آپ برابر درس تدریس میں مصروف ہوئے اور ارشاد اور ہدایت کا کام بھی

انجام دیتے رہے۔ صدہا علماء نے آپ سے فراغ حاصل کیا۔ سند حدیث آپ سے حاصل کی اور ہزاروں نے راہ طریقت و سلوک آپ سے سیکھی۔ آپ روزانہ فجر سے درسی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ اور بعد نماز ظہر حدیث و تفسیر کا درس ہوتا۔ چند مرتبہ بخاری شریف و دیگر کتب صحاح ستہ کا ختم آپ کے درس میں ہوا اور ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ مسجد میں آپ کا وعظ ہوتا۔ اس وعظ میں طلبہ اور اہل علم بکثرت جمع ہوتے اور ہر ایک موافق استعداد اپنے مستفید ہوتا۔ اسی اثناء میں آپ عازم حج بیت اللہ ہوئے، جس کی تاریخ آپ نے یوں فرمائی ہے ؎

	ماہ ذی الحجہ روز یکشنبہ دردلم سال این خجستہ سفر		من دیار ے ... ت للحجۃ الہم اللہ شہر ذی الحجہ

اس سفر میں دو برس کامل آپ کو بسر ہوئے۔ وہاں آپ نے سند حدیث شریف بہت سے علماء سے حاصل کی۔ از انجملہ سید احمد دحلان جو بہت بڑے عالم محدث مکہ معظمہ میں تھے۔ و از انجملہ محمد بن علی بن سنوسی حسینی الخطابی ہیں۔ یہ بھی نہایت مشہور و معروف شخص گذرے ہیں کہ جن کے مریدین لاکھوں اس وقت موجود ہیں۔ آپ ہر دو بقعات متبرکات و دیگر اماکن متبرکہ سے شرف اندوز ہو کر اپنے دولت خانہ کو بتاریخ بست و چہارم شعبان ۱۲۶۸ھ (بارہ سو چونسٹھ ہجری) واپس رونق بخش ہوئے۔ آپ نے اس کی تاریخ اس جملہ سے نکالی ہے (بیمن و سعادت معاودت نمود) آپ کے فضائل بہت ہیں جن کا احصا و احاطہ متعسر تھوڑا اس جگہ تیمناً و تبرکاً ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ آپ کے پاس سائلین مسائل و فتویٰ وغیرہ بہت آتے اور آپ باوجود اس کے کہ ہزارہا مسائل جزئیہ مستحضر صدہا حدیث حفظ، مگر پھر بھی بغیر مراجعت طرف کتاب کے آپ مسئلہ کا جواب نہیں دیتے۔ آپ کو اس قدر احتیاط تھی کہ مسائل کے سامنے کتاب کھول کر ... کہ فلانی کتاب میں یوں لکھا ہے اور اپنی رائے سے کچھ نہ فرماتے۔ آپ از بسکہ حلیم و سلیم و صاحب مروت و سخاوت تھے۔ سائلین کے ساتھ اور نیز قانعین و اہل محلہ و ہمسایہ اہل برادری و اہل علم کے ساتھ آپ کا سلوک بہت کچھ ہوتا تھا۔ اکثر پوشیدہ۔ جب آپ مولانا شاہ سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کو گئے، اس وقت سے آپ نے ان کا وظیفہ معتد بہ مقرر کر دیا اور وہ

وہ برابر تاحیات شاہ صاحب مرحوم جاری رہا اور علاوہ اس کے بھی تیس چالیس روپیہ گاہ گاہ
بھیجتے رہے۔ جو مہمان آپکے یہاں وارد ہوتا، اسکی نہایت کشادہ دلی سے مہمان نوازی فرماتے۔ مہمان نوازی
اور وقت رخصت کے نقد سے بھی سلوک کرتے خصوصًا اہل علم کے ساتھ۔ مجھ کو چند ایسے لوگوں
سے ملاقات ہوئی کہ جنکی زبانی معلوم ہوا کہ آپنے رخصت کے وقت سو روپیہ سے زیادہ ان کے
ساتھ سلوک کیا۔ آپ کو کتابوں کا بھی نہایت شوق تھا۔ ہزاروں روپیوں کی کتابیں آپ نے کتب
خرید کر الماریاں بھرلیں۔ اور ایک بہت بڑا کتب خانہ آپنے جمع کرلیا۔ آپ جب حج کو تشریف حج
لے گئے، عرب سے بھی ہزارہا روپیے کی کتابیں خرید لائے۔ آپ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا
کہ جس میں جناب مولوی محمد عظیم مرحوم کو مدرس اول مقرر کیا اور ان کے ماتحت عربی و فارسی پڑھانے
والے اور حافظ بھی مقرر کئے اور بہت سے طلبہ کی جاگیر بھی آپ نے خود اپنے گھر میں مقرر کی۔
ان کے تمام حوائج فردی اشکل خورد و نوش و کتاب وغیرہ کے خود کفیل ہوتے۔ الغرض اس تقویٰ
قسم کی خیر و خیرات و حسنات بہت ہیں۔ جزاہ اللہ خیرا۔ آپ کو غیبت سے نہایت اجتناب
تھا۔ لغو و بیکار باتیں آپ کی مجلس میں ہرگز نہ ہوتیں۔ بفحوائے آیہ کریمہ۔ والذین ھم عن
اللغو معرضون۔ آپ نہایت رقیق القلب و خائف باللہ تھے۔ اکثر نماز وغیرہ میں جہاں
آیہ عذاب آجاتی آپ کو غشی سی طاری ہوجاتی۔ آپ کو گوشہ نشینی و عزلت گزینی نہایت
پسند تھی۔ آپ ہمیشہ اپنی عمر گرانمایہ کو یا تو درس و تدریس یا مطالعہ کتب یا ہدایت و تلقین اوقات
و ارشاد الضالین یا اوراد و وظائف و ادائے نوافل میں بسر کرتے اور کبھی امراء و رؤساء
و حکام کی ملاقات کو نہیں جاتے۔ ہاں اعزہ و اقربا کے یہاں بتقریب تہنیت و تعزیت و عیادت
البتہ قدم رنجہ ہوتے۔ اہل دول کی ملاقات سے نفور تام رکھتے۔ باوجود اس زاویہ نشینی کے
گورنمنٹ نے محض براہ قدر شناسی بتقریب جوبلی آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ آپ جملہ علوم خطاب
مروجہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ ادب عربی و فارسی کی نہایت عمدہ جانتے تھے۔ آپ کی تصانیف
میں سے قسطاس البلاغۃ و مقصد البلاغۃ وغیرہ شاہد عدل اور دلائل و اس پر موجود ہیں۔ آپ تصانیف
جامع علوم معقول و منقول تھے۔ آپکے اوصاف میں ایک مثنوی جناب حضرت اخینا الاعظم
استاذنا حکیم مولوی عبد الحمید مرحوم نے معترضًا علی قسطاس البلاغۃ جو لکھی ہے اس کے چند

اشعار ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں و ہو ہذا۔

جناب ہمام محمد سعید
بگیتی بہر علم ضرب المثل
براه تجرد دلیل یگانه
نه زنگ کسوفی بآئینه اش
بلندی میاہی و پستی او
بفرمان او جمله زیر نگیں
از و بر سر جہل آشوبہا
بگیتی کسے نیست ہمتائے او
بلاغت بنیروے بازد ازو
بفکر بلندش ہزار آفریں

کہ بخشش بہ دہ ہیچو نامش سعید
بمعقول و منقول و علم ادب
خوشا صوفیِ صافیِ پاک باز
زہے فقر سرمایہ ہر کمال
تجمل ہوشیاری ز مستی او
سلیمان کہ از فیض انگشتری
وزو دیو عـنم درلکدکوبہا
سخن را ز فیضش طرازنوی
لال سخن را ترازد ازو
ندارد باو چون تمنا سخن

زہی عالم و فاضل بے بدل
ندیده چو او دیده روز و شب
فروزاں ز نور خدا سینه اش
زہے دولتِ سرمدِ بیزوال
زمین در زمین علم دنیا و دیں
زحل را کند غیرت مشتری
بہر فن فزوں تر بود جائے او
زہے پایہ و دستگاہ قوی
بود خامہ اش صد نگارآفریں
چو او یوسف آمد زلیخا سخن

الخ- یہ ایک بڑی مثنوی ہے - اُس کے دیکھنے سے زور علمی مادح ممدوح ہر دو کالشمس فی کبد السماء ظاہر ہوتا ہے - میں نے بخوف طوالت ترک کیا۔ آپ کی شادی مسماۃ صدر النساء مرحومہ بنت مولوی انور علی غفر اللہ لہ آروی سے ہوئی مگر افسوس کہ آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی آپ نے اپنے برادر زادہ مولوی عبد الغفور مرحوم کو لے کر متبنّٰی کیا۔ مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوانی راہی خلد بریں ہوئے، اس کے بعد جناب مولوی ظفر امام صاحب مرحوم ہمشیر زادہ کو اور جناب حافظ مولوی شاہ نذر الرحمٰن مرحوم کو جو ابن البنت مولانا محمد حمید مرحوم کے ہیں آپ نے تعلیم و تادیب و تلقین علوم شریعت و طریقت کی دی۔ آپ نے تہتر برس کی عمر میں بتاریخ چوتھی شعبان سنہ ۱۳۰۴ھ تیرہ سو چار ہجری مطابق اکیس بیساکھ سنہ ۱۲۹۵ فصلی موافق اکیس اپریل سنہ ۱۸۸۷ء بشوق وصال حق اس عنصر خاکی کو چھوڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی تاریخ وفات از نتیجۂ فکر مولوی نصیر صاحب سنبل پوری مسترشد مولانا مرحوم

ولی عارف حق شیخ کامل
چو تاریخ وفاتش داد حسرت

سعید با محمد پیر دانا
روان شد بر زبان پیر معنانا

حلیہ شریف آپ کا یہ ہے۔ قد میانہ رنگ گندم گون داغ جلدری چہرہ انور پر بکثرت ۔ داڑھی خوبصورت اوسط درجہ کی۔ نہ بہت گھنی نہ ہلکی۔ بدن پر گوشت، محلہ مغلپورہ میں آپ کے مکان کے نزدیک پورب جانب آپ کا آبائی جو ایک مقبرہ ہے، اس میں آپ مدفون اب اس ذکر کو میں دعا پر ختم کرتا ہوں۔ اللھم اغفر له وارحمه ونور مرقده وبرد مضجعه واحشره فی زمرة العلماء الذین هم ورثة الانبیاء فاکرم بهم وارثا وموروثا۔

جناب مولانا محمدؐ حمید مرحوم برادر اصغر مولانا محمدؐ سعید صاحب

بن منشی واعظ علی مرحوم۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام شمس النساء مرحومہ بنت شیخ رستم علی مرحوم ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۲۳۸ھ بارہ سو اڑتیس میں تخمیناً ہوئی ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی اور بہم متعدد علماء سے آپ نے تحصیل علم کی۔ پھر آپ نے اپنے برادر معظم جناب مولانا محمد سعید قدس سرہٗ سے بھی تلمذ حاصل کی۔ آپ ازبسکہ ذہین و ذکی تھے اور فہم و فراست خداداد رکھتے تھے۔ مگر افسوس کہ آپ نے عمر بہت تھوڑی پائی۔ اسی تھوڑی عمر میں بہت کچھ آپ نے قوت علمیہ حاصل کی اور بہت سی کتابیں عربی و فارسی میں ادب، فلسفہ و شعر و سخن میں آپ نے تصنیف کیں، جو آپ کی یادگار موجود ہیں۔ ازانجملہ تقریب النحو تصنیف آپ کی مطبوعہ مطبع خلیلی آرہ اس وقت فقیر کے پاس موجود ہے۔ اگرچہ وہ فارسی زبان میں ہے، مگر اس کے دیکھنے سے آپ کا تبحر علمی کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت قل و دل ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔ اس کو کافیہ زبان فارسی کی کہیں تو بجا ہے اور آپ ازبسکہ متقی و پرہیزگار و ذی مروت و فتوت و سخاوت و صاحب حیا و حلیم و سلیم تھے۔ عین عنفوان جوانی میں جو کچھ آپ نے اوصاف حمیدہ و خصائل ستودہ دکھائے، اس سے معلوم ہوتا تھا، کہ اگر آپ عمر پاویں گے تو وہ جوہر دکھائیں گے، جو باعث فخر و عزت سلف و خلف آپ کے خاندان کا ہوگا۔ لیکن وا حسرتا کہ وہ سب آرزوئیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں اور آپ اپنے والدین کے سامنے بتاریخ دوم رجب روز

پنجشنبہ وقت عصر ۱۲۶۳ھ بارہ سو ترسٹھ ہجری میں چوبیس برس چند ماہ کی عمر پاکر اس دنیائے دنیہ کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی شادی ساتھ مساۃ زہرا بنت جناب مولوی محمد فرید بن مفتی محمد مبین ابن فضل بن مولوی مرحوم بن ملا امان اللہ جعفری مرحوم پھلواروی کے ہوئی۔ آپ کے ایک بیٹا مولوی عبدالغفور مرحوم تھے، جنہوں نے عین شباب میں اٹھارہ انیس برس کی عمر میں بتاریخ بست و نہم صفر روز شنبہ وقت ظہر ۱۲۷۸ھ بارہ سو اٹھہتر ہجری میں لاولد جان شیریں بجان آفریں سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور دو بیٹیاں آپ کے ہوئیں، مساۃ منیبۃ النساء مرحومہ زوجہ میر تجمل حسین مرحوم ساکن کھریھیا ضلع پٹنہ و مساۃ حفیظ النساء مرحومہ زوجہ مولوی واعظ الدین صاحب مرحوم ساکن نگرنہسہ، یہ دونوں صاحب اولاد ہیں، ان کی تفصیل آگے آوے گی۔

تاریخ انتقال جناب مولانا محمد حمید مرحوم منقول از قرطاس البلاغۃ

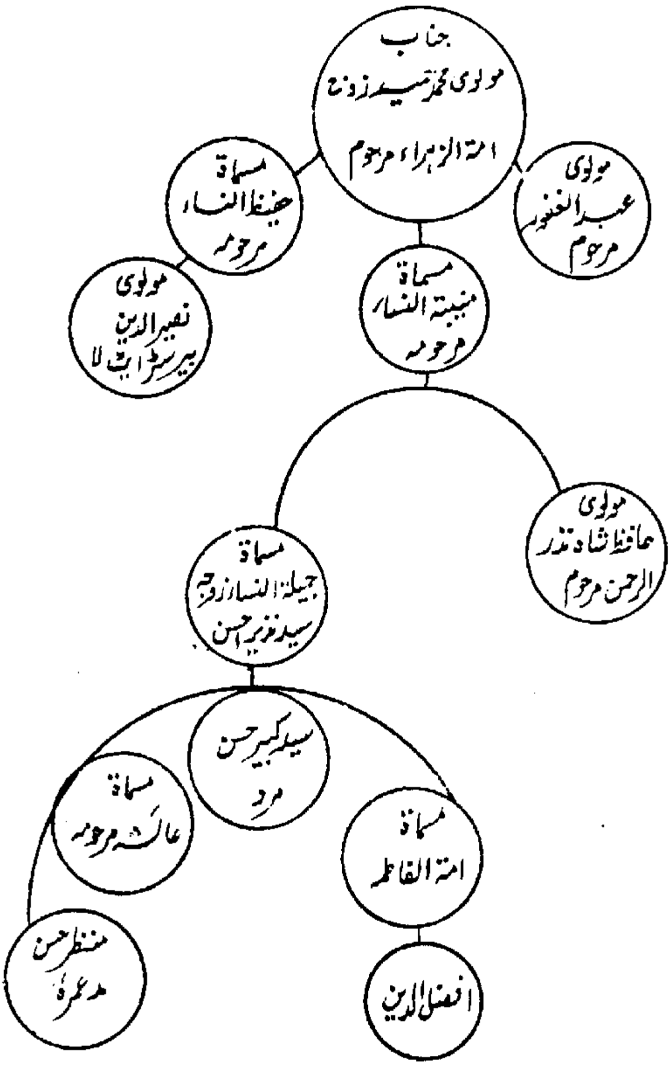
مرا بود است یک زیبا برادر	کزیں دار فنا رخت سفر بست
نوشتم سال فوتش از سر آہ	فلک بازوئے من دردا کہ بشکست

تاریخ انتقال مولوی عبدالغفور مرحوم ملقب بہ شمس الدین غفر اللہ لہ

دردا کہ نور دیدہ محمد امین گذشت	در عالم ثبات ز دنیائے پرفساد
حسرت چو سال رحلت او خواستم ز دل	از خون تپید و گفت کہ داخل بخلد باد ۱۲۷۸ھ

ولہ فقرۂ ـ برخوردار ما کجا
۱۲۷۸ھ

نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا صفحہ ۳۶۹ پر ہے۔



مسماۃ طلعۃ النساء مرحومہ

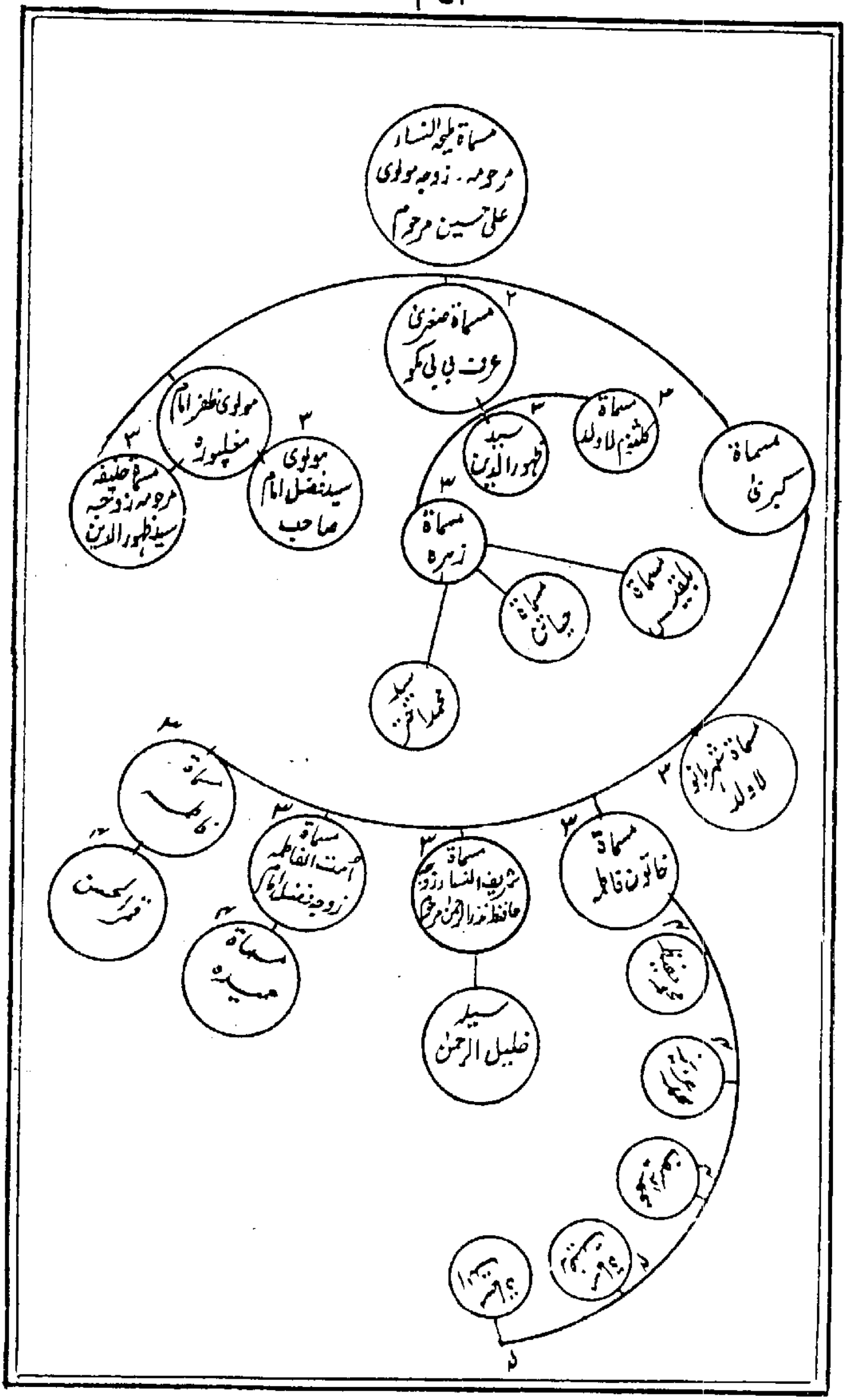
زوجہ مولوی علی حسین مرحوم ساکن محلہ مغل پورہ شہر پٹنہ عظیم آباد بنت منشی واعظ علی مرحوم۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مسماۃ شمس النساء مرحومہ بنت شیخ رستم علی مرحوم۔ آپ کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہوا۔ مسماۃ کبریٰ زوجہ میر قاسم شیر مرحوم موسم پوری۔ دختر دویم مسماۃ فاطمہ صغریٰ

عرف بکو زوجہ میر حبیب الرحمٰن پسر مولوی اظہر علی مرحوم ساکن محلہ لودی کڑہ پٹنہ مولوی ظفر امام مرحوم آپ تخمیناً ستر برس کی عمر سے تجاوز کرکے بتاریخ اٹھائیسویں شعبان ۱۳۱۴ھ تیرہ سو چودہ ہجری روز شنبہ کو اس قفس عنصری کو چھوڑ کر داخل خلد بریں ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللهم اغفرلها وارحمها

تفصیل آپ کے احفاد کی یہ ہے:۔

مسماۃ کبری زوجہ میر محمد قاسم شیر مرحوم کو پانچ بیٹیاں ہوئیں۔ اول مسماۃ شہر بانو زوجہ میر ابوالحسن مرحوم ساکن گیلانی۔ دوئم مسماۃ خاتون فاطمہ زوجہ میر شمس الضحیٰ مرحوم بن حافظ نصیر الحق اُن کے پانچ اولاد ہوئیں۔ محمد یوسف۔ محمد عزیز۔ محمد حفیظ۔ مسماۃ زینب۔ مسماۃ امت۔ سیوم مسماۃ شریف النساء زوجہ مولوی سید حافظ نذر الرحمٰن صاحب مرحوم ان کے پانچ اولاد ہیں۔ مولوی سید نور الرحمٰن مرحوم مسماۃ قمر النساء۔ مسماۃ مریم و مسماۃ عزیز النساء۔ خلیل الرحمٰن۔ چہارم مسماۃ امت الفاطمہ زوجہ مولوی سید فضل امام سلمہ بن مولوی سید ظفر امام صاحب ان کے دو اولاد ہیں۔ مسماۃ حمیدہ و حیاتن و پنجم مسماۃ فاطمہ زوجہ بدر الحسن ساکن منظفرپور اُن کے ایک اولاد ہوئی۔ سید قمر الحسن۔ دختر دوئم مسماۃ ملیحہ مرحومہ کی مسماۃ فاطمہ صغریٰ عرف بی بی مکو مرحومہ زوجہ سید حبیب الرحمٰن صاحب بن مولوی اظہر علی مرحوم ساکن محلہ لودیکڑہ متعلقات شہر پٹنہ اُن کے تین اولاد ہوئی۔ اول مسماۃ کلثوم زوجہ سید وصی امام صاحب ساکن تلہاڑا لاولد رخصت ہوئیں۔ دوئم مسماۃ زہرہ مرحومہ زوجہ سید محمد حنیف صاحب نواسہ میر شمس الہدیٰ مرحوم، ان کے تین اولاد ہوئیں۔ مسماۃ بلقیس۔ مسماۃ حیاتن و سید محمد اختر۔ سیوم سید ظہیر الدین صاحب جن کی مسماۃ حنیفہ دختر سید ظفر امام صاحب سے شادی ہوئی۔

نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا صفحہ ۳۷۱ پر ہے۔



مسماۃ لطیف النساء مرحومہ ۔ زوجہ مولوی علی حسین مرحوم
٢ مسماۃ صغریٰ عرف بی بی مکو
مولوی ظفر امام مغلپورہ
٣ مولوی سید فضل امام صاحب
٣ مسماۃ خلیفہ مرحومہ زوجہ سید ظہور الدین
٣ سید ظہور الدین
٣ مسماۃ کلثوم لاولد
مسماۃ کبریٰ
٣ مسماۃ زہرہ
مسماۃ بلقیس
٣ مسماۃ شہربانو لاولد
٣ مسماۃ خاتون فاطمہ
٣ مسماۃ شریف النساء زوجہ حافظ عزیز الرحمن مرحوم
سید خلیل الرحمن
٣ مسماۃ امت الفاطمہ زوجہ فضل امام
مسماۃ حمیدہ

حافظ شاہ سید نذر الرحمن صاحب مرحوم

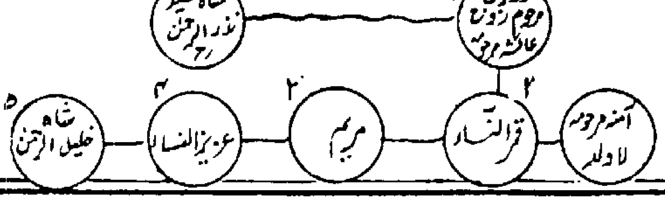
نسب نامہ ابن سید تحمل حسین بن سید تفضل حسین ساکن کمہریا ضلع پٹنہ بن سید منیر علی بن سید غلام صمدانی بن سید غلام مخدوم بن سید محمد معشوق بن سید غریب محمد عرف چھجا بن سید عبدالشکور بن سید عبدالغفور بن سید عبدالفتاح بن میران سید بڈھے بن مولانا حسام الدین بن مولانا سید نظام الدین مشہدی تا حضرت امام موسیٰ رضا تا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ کی والدہ ماجدہ مسماۃ نجیبۃ النساء بنت مولانا محمد حمید مرحوم تھیں۔ آپ نہایت خوش خلق اور ہوشمند عورت تھیں۔

تعلیم و خلافت آپ نے حافظ عالم علی صاحب ساکن محلہ لودی کٹرہ سے حفظ قرآن مجید کیا اور تجوید و سند احادیث جناب مولانا حیدر [illegible] سے حاصل کی۔ اور باقی کتب درسی و اکتساب شریعت و طریقت اپنے نانا صاحب جناب مولانا محمد سعید قدس سرہٗ سے حاصل کیا اور آپ کو مولانا علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت بیعت و ارشاد بھی حاصل تھی۔ اور آپ نے دیگر علماء بلاد ہند سے بھی تلمذ حاصل کیا اور دیگر ارباب طریقت مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے بزمانہ سفر حج فیضیاب ہوئے۔

ذوق آپ کو شاعری سے بھی عمدہ ذوق تھا۔ فارسی اور اردو دونوں میں آپ کا کلام مقبول تھا۔ آپ کا ایک دیوان مسمی بہ نظم دلفریب شائع ہو چکا ہے۔ آپ صاحب مروت و سخاوت و خلق عظیم تھے۔

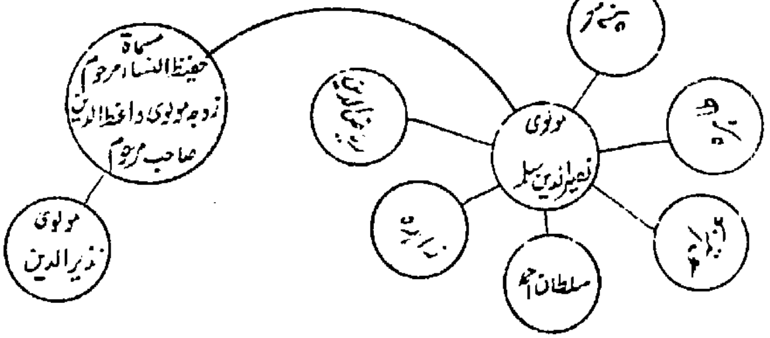
ازدواج اولاد آپ کا عقد ساتھ مسماۃ شرافت النساء بنت سید قاسم شیر مرحوم لودی کٹرہ سے ہوا تھا۔ مولوی نور الرحمن مرحوم نوجوان [illegible] سعید اور یادگار سلف تھے۔ (۲) مسماۃ قمر النساء زوجہ شاہد علیم الدین ساکن موضع کوپا ضلع گیا (۳) مسماۃ مریم زوجہ مجتبیٰ شیر ساکن لودی کٹرہ (۴) عزیز النساء زوجہ ظفیر الدین حال مقامی لودی کٹرہ (۵) خلیل الرحمن سلمہٗ

وفات ۲۵ صفر ۱۳۳۲ھ بروز پنجشنبہ بوقت دس بجے صبح انتقال کیا۔ انا للہ۔ اللہم اغفر لہٗ



مسماۃ حفیظ النساء مرحومہ

بنت جناب مولنا محمد حمید صاحب مرحوم - آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مسماۃ زہرا - بنت مولوی محمد فرید مرحوم پھلواروی ہے - آپ کا ازدواج جناب مولوی واعظ الدین صاحب مرحوم نگرنہسوی سے ہوا - وہ ابن مولوی تصدق حسین مرحوم ابن مولنا قاضی عنایت اللہ مرحوم المتوفی سنہ ۱۲۶۸ ہجری ابن مولنا غلام بدر ابن مولنا نسیم اللہ رح المتوفی سنہ ۱۲۲۳ ہجری ابن مولنا علیم اللہ انصاری ایودہوائی - آپ کے چار بیٹے جن میں سے دو اس وقت ماشاء اللہ زندہ و صاحب کمال ہیں طال اللہ اعمارہما فی ابتغاء مرضات ربہما - اول مولوی مسٹر نصیر الدین حسین سلمہ اللہ تعالیٰ آپ کو استعداد عربی و فارسی بہت عمدہ ہے - آپ بعد فراغت تحصیل علوم مشرقی اکتساب علوم مغربی میں مصروف ہوئے - یہاں تک کہ آپ ولایت تشریف لے گئے اور وہاں سے بیرسٹرایٹ لا امتحان پاس کیا - اس وقت ہائی کورٹ پٹنہ میں کمشنر فورادھس کے عہدہ پر ہیں - فرزند دویم مولوی تقی الدین مرحوم - فرزند سیوم مولوی نذیر الدین حسین آپ نے علوم آبائی میں فراغ حاصل کیا - اس کے بعد دہلی خدمت میں جناب شیخ المحدثین شمس العلماء مولانا سید نوارہ محمد نذیر حسین صاحب دامت شموس افادتہ علی رؤس الثقلین کی چند سال حاضرہ کر علم حدیث علی وجہ الکمال حاصل کیا اور سند حدیث کی لی - آپ عالم باعمل صوفی صافی ہیں شریعت و طریقت دونوں سے آپ کو الفت و محبت ہے اور ہر دو کے سالک جزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین خیرا - و چہارم مولوی ذکی الدین مرحوم -



مولوی ظفر امام مرحوم

ابن مولوی علی حسن مرحوم۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مسماۃ ملیمن بنت منشی واجد علی مرحوم ساکن محلہ مغل پورہ۔ شہر پٹنہ۔ آپنے درسیات جناب مولانا محمد سعید علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔ آپ کی شادی مسماۃ رحیمن بنت حاجی سید محمد حسین مرحوم کاکوی سے ہوئی اور ان کی والدہ کا نام بی بی رجب النسار جو بنت قاضی اسدعلی دولت پوری کی تھیں نسبنا مر قاضی صاحب کا انشاء اللہ فصل پنجم میں آویگا۔

اولاد سید فضل امام صاحب آپ کی پہلی شادی بی بی امۃ الفاطمہ بنت میر محمد قاسم شیر پو دیکرہ سے ہوئی۔ ان سے دو لڑکیاں مسماۃ حمیدہ زوجہ سید حفیظ الرحمن بن لطف الرحمن بن سید محمد حسین ساکن کاکو مسماۃ حیاتن زوجہ سید حسن بن سید محمد رشید سب رجسٹرار ساکن سبزی باغ۔ آپ کی دوسری شادی مسماۃ میمونہ بنت سید محمد رشید سب رجسٹرار ساکن سبزی باغ سے ہوئی ان سے ایک لڑکی فاطمہ اور ایک لڑکا احمد امام اطال اللہ عمرہما فی طاعتہ۔ اور ایک بیٹی مسماۃ حلیفہ زوجہ سید ظہور الدین بن سید حبیب الرحمن ساکن لودیکرہ۔ ان سے ایک بیٹی وحیدۃ النسار منسوب از پسر کلاں عبد الحفیظ بلخی ساکن بخشی محلہ

فصل پنجم۔ در نسب نامہ بعض قرابت قریبہ مسود اوراق ہذا نسب نامہ مسماۃ نصرت مرحومہ زوجہ جناب حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ یعنی ام الام فقیر مولف و مسماۃ جمیلۃ النساء مرحومہ زوجہ مؤلف۔

نمبر۱	مسماۃ بی بی نصرت مرحومہ	نمبر۷	مولانا شاہ عبد الحمید مرحوم
نمبر۲	شاہ غلام مجتبیٰ مرحوم دیوروی	نمبر۸	حضرت مولانا شاہ محمد باز قدس سرہٗ دیوروی ثم البھاگلپوری
نمبر۳	شاہ غلام اشرف مرحوم		
نمبر۴	شاہ امام الدین مرحوم	نمبر۹	حضرت مولانا سید محمد خطاب مرحوم بخاری ثم دیوروی
نمبر۵	مولانا شاہ تاج الدین مرحوم		
نمبر۶	مولانا شاہ نصر اللہ مرحوم	نمبر۱۰	مولانا سید حاجی خیر الدین مرحوم

نمبر۱۱	سید علی اصغر مرحوم	نمبر۲۳	سید یوسف مرحوم
نمبر۱۲	سید علی اکبر مرحوم	نمبر۲۴	سید ملا ابراہیم مرحوم
نمبر۱۳	سید اسمٰعیل مرحوم	نمبر۲۵	سید عبداللہ مرحوم
نمبر۱۴	سید اسحاق مرحوم	نمبر۲۶	سید کمال الدین کرمانی مرحوم
نمبر۱۵	سید سعدی مرحوم	نمبر۲۷	سید احمد مرحوم
نمبر۱۶	سید یعقوب مرحوم	نمبر۲۸	سید علی رحمۃ اللہ علیہ
نمبر۱۷	سید محمد مرحوم	نمبر۲۹	حضرت امام جعفر صادق رض
نمبر۱۸	سید محمود مرحوم	نمبر۳۰	حضرت امام باقر رض
نمبر۱۹	سید مسعود مرحوم	نمبر۳۱	حضرت امام علی زین العابدین رض
نمبر۲۰	سید احمد لاہوری مرحوم	نمبر۳۲	حضرت امام حسین شہید رض
نمبر۲۱	سید خدابخش مرحوم	نمبر۳۳	حضرت علی کرم اللہ وجہہ رض
نمبر۲۲	سید جلال مرحوم		

مجھ کو یہ نسب نامہ مسماۃ بی بی نصرت مرحومہ سے لے کر مولانا شاہ باز قدس سرہٗ تک برادر مکرم شیخ اکرام حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ دیوردی ابن حضرت شاہ حبیب الحسنین مرحوم سے ملا۔ اور جناب مولانا قدس سرہٗ سے لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک بہارستان شوری سے نقل کیا ہے جو کہ از تصنیفات جناب مولانا محمد صفی شاہبازی عرف محمد شور متوطن محلہ ملا چک شہر بھاگلپور متخلص بہ شہباز خلف جناب مولانا سید محمد طاہر شہبازی قدس سرہٗ سے ہے۔ یہ کتاب مطبع مجمع العلوم واقع شہر لکھنؤ محلہ پاٹہ نالہ متصل امام باڑہ آغا باقر مرحوم میں چھپی ہے لیکن میں نے اس کے مل جانے پر بھی اپنی کوشش کو ناتمام سمجھا اور جناب سید فضل کریم صاحب سے رجگڈھی کو جناب مولانا محمد اشرف صاحب دام فیوضہ، سجادہ نشین بھاگلپور کی خدمت میں جانے کی تکلیف دی کہ نسب نامہ اور سوانح عمری جناب مولانا شاہ باز محمد قدس سرہٗ کی حاصل کر کے میرے پاس بھیجدیں۔ چنانچہ سید صاحب موصوف براہ وفور کرم و عنایت بھاگلپور تشریف

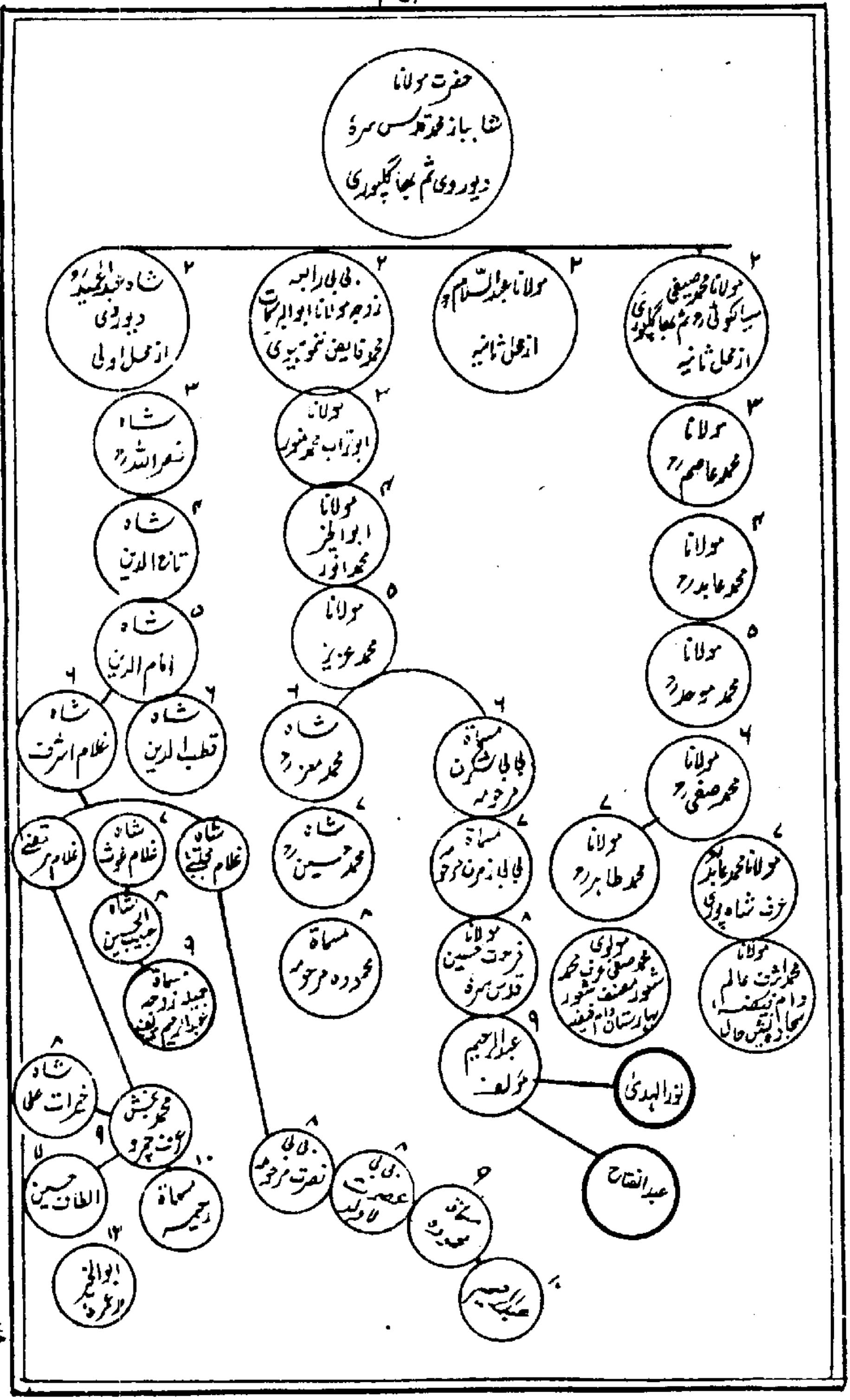
لے گئے اور سجادہ نشین صاحب سے گوہر مطلوب حاصل کر کے بذریعہ اپنے خط مورخہ تیسویں ۳۰ ربیع الثانی سنہ ۱۲۱۸ھ ہجری ڈاک پر میرے پاس بھیجدیا جس میں سے نسب نامہ کو بوجہ تکرار میں ترک کرتا ہوں اور سوانح کو بعد حذف قلیل بجنسہٖ نقل کرتا ہوں۔ وہو ہذا۔

سوانح حضرت مولٰنا شاہباز محمدؒ قدس سرہٗ

جناب مولانا قدس سرہٗ کے آبا و اجداد کا مولد و موطن بخارا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا خطاب قدس سرہٗ بعد فراغ حج خانہ کعبہ و زیارت مدینہ منورہ اپنے اہل کے ساتھ بمقام دیورہ تشریف لائے۔ اس وقت دیورہ میں سادات عظام عالیشان رہتے تھے آپ برکان سید شاہ محمدؒ قدس سرہٗ قیام پذیر ہوئے۔ اس وقت حضرت محی السنہ ماحی البدعہ حضرت مولانا شہباز محمد قدس سرہٗ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم مبارک میں تھے۔ پیدائش آپ کی سنہ ۹۵۶ھ نوسو چھپن ہجری میں بعہد سلطنت ہمایوں بادشاہ بمقام دیورہ ہوئی اور تیس برس کی عمر تک آپ دیورہ میں مقیم رہے۔ بعد اس کے آپ بھاگلپور تشریف لے گئے اور وہاں کی سکونت اختیار کی جو اب مشہور بہ محلہ ملاچک ہے، آپ نے مدۃ العمر باتباع سنت نبویہ درس و تدریس علوم ظاہریہ و بہدایت و ارشاد امور باطنیہ بسر کیا۔ صدہا طالب آپ کے فیض صحبت سے درجۂ اعلٰے کو پہنچے اور اولیائے کاملین سے ہوئے۔ مرشد آپ کے حاجی الحرمین الشریفین آل سید کونین حضرت میر رئیس سامانی المولد و بہاری المرقد ہیں۔ وصال حضرت محی السنہ قدس سرہٗ شانزدہم صفر سنہ ۱۰۵۱ھ ایکہزار اکیاون ہجری روز کو بعد فراغ درس نسخہ مشکوٰۃ المصابیح کے ہوا، تاریخ وصال آپ کی لفظ (غمی اور ستون دین افتاد) سے ظاہر ہے۔ اس وقت سجادہ نشین آپ کے جناب مولانا سید شاہ محمد اشرف عالم صاحب دام فیضہ رونق افروز ہیں۔ ابن حضرت مولانا محمد عابد عرف شاہ نوری بن حضرت مولٰنا محمد صفی بن مولانا محمد موجد بن مولانا عابد بن مولانا محمد عاصم بن مولانا محمد صفی سیالکوٹی بن حضرت محی السنہ مولانا شاہباز محمد قدس سرہٗ دیورہوی ثم بھاگلپوری۔ انتہی آپ کی اولی شادی مسماۃ سلیمہ خاتون بنت حضرت شاہ عبد العلی بن حضرت شاہ محمد بن حضرت شاہ دیم اللہ

دیورزی سے ہوئی۔ یہ نسب نامہ نورافصل چہارم میں بیان ہوچکا ہے، وہاں ملاحظہ فرمایئے۔ اس محل سے آپ کے حضرت مولٰنا شاہ عبدالحمید و مسماۃ بی بی رابعہ زوجہ مولانا شاہ ابوالبرکات قدس سرہٗ پیدا ہوئے۔ جن کی اولاد اس وقت دیورہ و محلہ نوہیہ میں موجود ہے۔ پھر بعد وفات زوجۂ اولیٰ کے آپ بھاگل پور تشریف لے گئے اور وہاں دوسری شادی آپ نے کی۔ اس محل ثانیہ کے نام و خاندان سے راقم سطور ہذا عفی عنہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ مگر اس قدر ضرور معلوم ہے کہ وہ بھی آپ کی برادری و سادات کرام میں سے تھیں۔ پس اس محل ثانیہ سے آپ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ خلف اکبر مولانا عبدالسلام رح۔ خلف دوم مولانا صفی سیالکوٹی رح۔ جن کی اولاد اس وقت محلہ ملاچک بھاگل پور میں آباد ہے۔

نقشہ آپ کی اولاد و احفاد کا صفحہ ۳۷۸ پر ہے۔


حضرت مولانا
شاہباز محمد قدس سرہٗ
دیوروی ثم بھاگلپوری
مولانا محمد وصیفی سیالکوٹی رح ثم بھاگلپوری از محل ثانیہ
مولانا عبدالسلام رح از محل ثانیہ
شاہ عبدالحمید دیوروی از محل اولی
شاہ نصراللہ رح
شاہ تاج الدین
شاہ امام الدین
شاہ غلام اشرف
شاہ قطب الدین
غلام مرتضیٰ
شاہ غلام غوث
شاہ غلام مجتبیٰ
شاہ الحبیب حسین
شاہ خیرات علی
الطاف حسین
مسماۃ رحیمہ
مولانا ابو تراب محمد منور
مولانا ابوالخیر محمد انور
مولانا محمد عزیز
شاہ محمد معز رح
شاہ محمد حسین رح
مسماۃ محمدہ مرحومہ
مسماۃ بی بی شکرن مرحومہ
مسماۃ بی بی زمرن مرحومہ
بی بی نصرت مرحومہ
بی بی عصمت لا ولد
عبدالرحیم مؤلف
نورالہدیٰ
عبدالفتاح
مولانا محمد عاصم رح
مولانا محمد عابد رح
مولانا محمد موحد رح
مولانا محمد صفی رح
مولانا محمد طاہر رح
مولانا محمد عابد عرف شاہ پوری
مولانا محمد اشرف عالم

جناب مولٰنا شاہ نصر اللہ و شاہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہما

میں اوپر فصل چہارم میں بضمن سوانح حضرت میر معز الدین رحؒ کے لکھ آیا ہوں کہ اوّل آپ ہی کا قدم مبارک زمانہ تغلق شاہی میں اس موضع دیورہ میں رونق افروز ہوا اور یہ موضع اسی وقت سے اس خاندان کی ملکیت و تصرف میں چلا آتا رہا۔ انجملہ چھ قطعہ فرامین مجھ کو اپنے برادر مکرم مولوی شاہ اکرام حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے ملے ہیں اور باقی سب تلف ہوئے وہ اس پر شاہد ہیں کہ تجدید فرمان ہر فرمانروا کے عہد میں ہوتی رہی، چونکہ وہ سب متحد المعنی ہیں لہذا اس جگہ صرف دو کا ذکر کرتا ہوں وقس البواقی علیہا میرے پاس جو فرامین موجود ہیں، ان میں سب سے اوّل وہ فرمان ہے جو محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ ہند نور اللہ مرقدہٗ کا عطا کیا ہوا ہے۔ اس کا مضمون ہے کہ موازی دو سو بیگہہ اراضی موضع اختیارپور دیورہ واسطے خرچ حضرت شاہ نصر اللہ و حضرت شاہ تاج الدین جو فرزندان حضرت مولانا شاہ عبد الحمید اور دو فرزند حضرت مولٰنا حقائق آگاہ شاہ محمد باز قدس سرہٗ کے ہیں دیا گیا تاکہ وہ لوگ بفراغ خاطر عبادت میں حضرت معبود حقیقی کے مشغول و مصروف رہ کر دعائے پائداری دولت کرتے رہیں مرقومہ ۷ جمادی الثانی ۱۰۸۰ھ ایکہزار اسّی ہجری اور اسی مضمون کا ایک دوسرا فرمان ہے جو بنام حضرت شاہ شیخ امام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہے اور وہ طرف سے حضرت شاہ محمد شاہ بادشاہ نعمہ اللہ بجعل الجنۃ مثواہ کا عطا کیا ہوا ہے لیکن افسوس کہ اس پران فرامین سے یہ بات ثابت نہیں کہ یہ لوگ اولاد سے حضرت مولانا محمد شاہباز قدس سرہٗ کے ہیں اور یہ کہ وہ اولاد سے حضرت امام حسین شہید علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ اس کا ثبوت جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں، مجھ کو بھاگلپور سے ملا۔ پس اب خیال نیز مؤلف یہ ہے کہ اوّل خاندان جو دیورہ میں آیا، وہ عباسی تھا اور بعد اس کے مولانا خطاب رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے تشریف لائے اور جناب حضرت شیخ شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں فروکش ہوئے اور مولانا خطاب کے صاحبزادے مولانا شاہ محمد باز رحؒ کی شادی حضرت سلیم خاتون دختر جناب شیخ شاہ محمدؒ سے ہوئی، بعد اس کے عباسی خاندان کے رکن رکین حضرت مولانا شاہ ابوالبرکات محمد فائض قدس سرہٗ

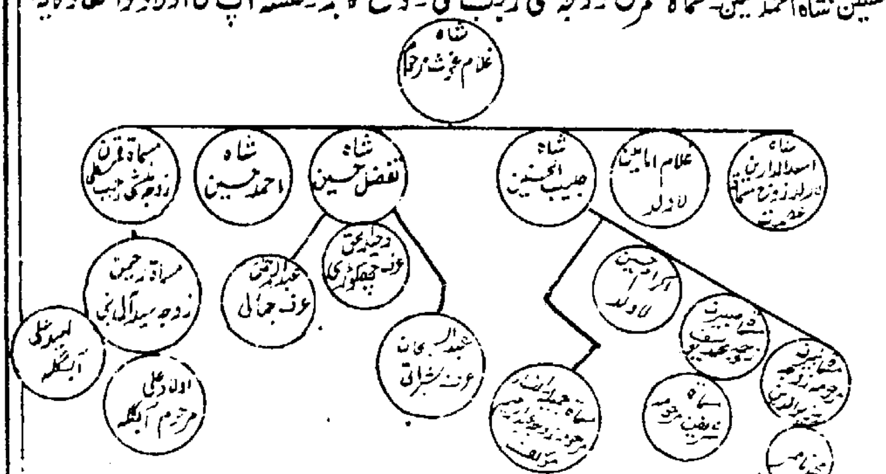
محلہ نمو ہیہ شہر پٹنہ عظیم آباد میں آکر آباد ہوئے اور دیورہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالحمید حج سکونت پذیر رہے۔ اور ان ہی کی اولاد وہاں جاری ہوئی اور موضع اختیار پور دیورہ اسی خاندان کو شاہان دہلی کی طرف سے عطا دیجال ہوتا رہا۔ پس اس جملہ تقریر کا خلاصہ ولب لباب یہ ہے کہ جناب حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ عباسی تھے اور ان کی اہلیہ جناب بی بی نصرت صاحبہ غفر اللہ لہا سیدہ حسینی تھیں واللہ اعلم بالصواب۔

شاہ غلام مجتبیٰ مرحوم

ابن شاہ غلام اشرف مرحوم دیوروی۔ آپ کے صرف دو بیٹیاں ہوئیں مسماۃ بی بی عصمت مرحومہ زوجہ شاہ اسعد الدارین بن شاہ غلام غوث انہوں نے لاولد انتقال کیا۔ مسماۃ بی بی نصرت مرحومہ زوجہ حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہ ساکن محلہ نمو ہیہ۔ ان کی اولاد کا ذکر فصول ماسبق میں مکرر ہو چکا ہے۔

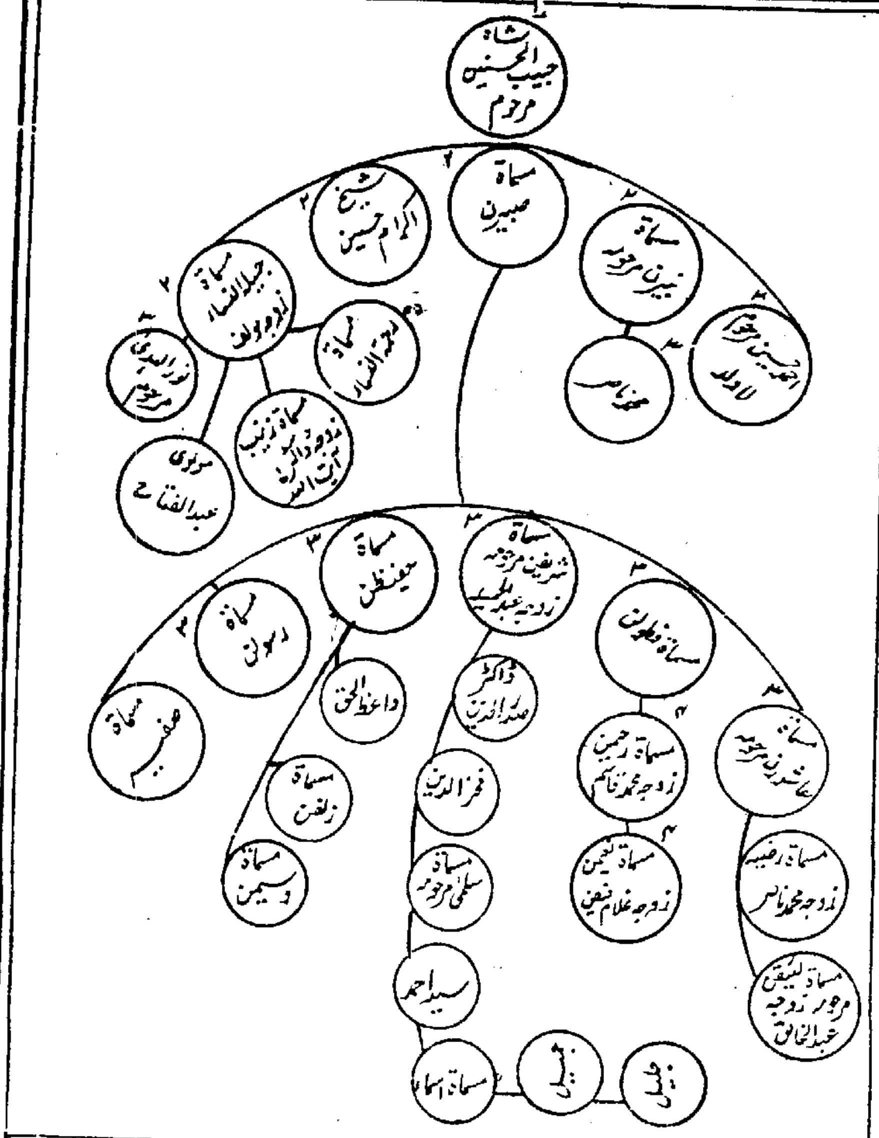
شاہ غلام غوث مرحوم

بن حضرت شاہ غلام اشرف مرحوم دیوروی۔ آپ کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔ شاہ اسعد الدارین زوج مسماۃ عصمت مرحومہ لاولد غلام امامین لاولد شاہ حبیب الحسنین، شاہ تفضل حسین، شاہ احمد حسین، مسماۃ قمرن زوجہ منشی رجب علی۔ موضع کا بڑ نفشہ آپ کی اولاد و احفاد کا یہ ہے



شاہ حبیب الحسنین مرحوم

بن شاہ غلام غوث مرحوم۔ آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ سید احمد حسینؒ بہ ابتدائے جوانی میں گھر سے نکل گئے اور قریب بیس برس کے سیر و سیاحت میں ہندوستان کی صرف کیا۔ اس کے بعد گھر کو آئے۔ ایک بنگالن عورت آپ کے نکاح میں تھی۔ اس سے دو اولادیں بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ چند ماہ گھر میں قیام کرکے پھر آپ سفر کو نکلے مع اس عورت اور بچوں کے۔ بعد چھ سات برس کے آپ تنہا گھر کو علیل ہو کر آئے اور انتقال کیا۔ مسماۃ تبرن مرحومہ ان کی شادی ساکنہ سید وزیرالدین مرحوم ساکن موضع درزی بیگھہ کے ہوئی جو چھ رات کوس بجانب جنوب شیرگھاٹی سے واقع ہے ضلع گیا میں۔ ان کی چند اولادیں ہو کر خورد سالہ رحلت ہوئیں۔ صرف ایک محمد ناصر سلمہ اس وقت موجود ہیں۔ مسماۃ صبیرن مدظلہا زوجہ سید محمد یوسف مرحوم ساکن موضع کابر ضلع گیا، ان کے پانچ بیٹیاں ہوئیں۔ مسماۃ عاشورن زوجہ سید عبدالنصیر مرحوم، ان کے دو بیٹیاں ہوئیں۔ مسماۃ رضیہ زوجہ سید محمد ناصر سلمہ بن سید وزیرالدین مرحوم مسماۃ لطیفن مرحومہ زوجہ سید عبدالخالق سلمہ و مسماۃ فطولن زوجہ سید عبدالرحمٰن سلمہ (انکے بھی دو بیٹیاں ہوئیں مسماۃ رحیمن و مسماۃ نعیمن سلمہا) و مسماۃ شریفن مرحومہ (ان کی شادی ساکنہ شیخ عبدالحمید ساکن قدیم موضع بانک پرگنہ مینر ساکن حال محلہ صادق پور پٹنہ بن شیخ خیرات علی مرحوم بن شیخ امجد علی مرحوم کے ہوئی۔ شیخ عبدالحمید کی والدہ کا نام مسماۃ امۃ الرسول مرحومہ بنت مولوی انور علی مرحوم بن شیخ فیض اللہ مرحوم ساکن موضع پوناکسارا ضلع پٹنہ۔ ان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں اس وقت موجود ہیں۔ مسماۃ حفیظن زوجہ سید عبدالوحید سلمہ ساکن موضع کابر ضلع گیا۔ ان کے ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ واعظ الحق و مسماۃ زلفن و مسماۃ وسیمن و مسماۃ رسولن زوجہ سید محمد حیات سلمہ، ان کے اس وقت تک صرف ایک بیٹی ہوئی ہے مسماۃ صفیہ۔ چہارم شیخ اکرام حسین سلمہ بن شاہ حبیب الحسنین مرحوم یہ لاولد ہیں۔ پنجم مسماۃ جمیلۃ النساء مرحومہ زوجہ عبدالرحیم عفی عنہ مؤلف۔ ان کی اولاد کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

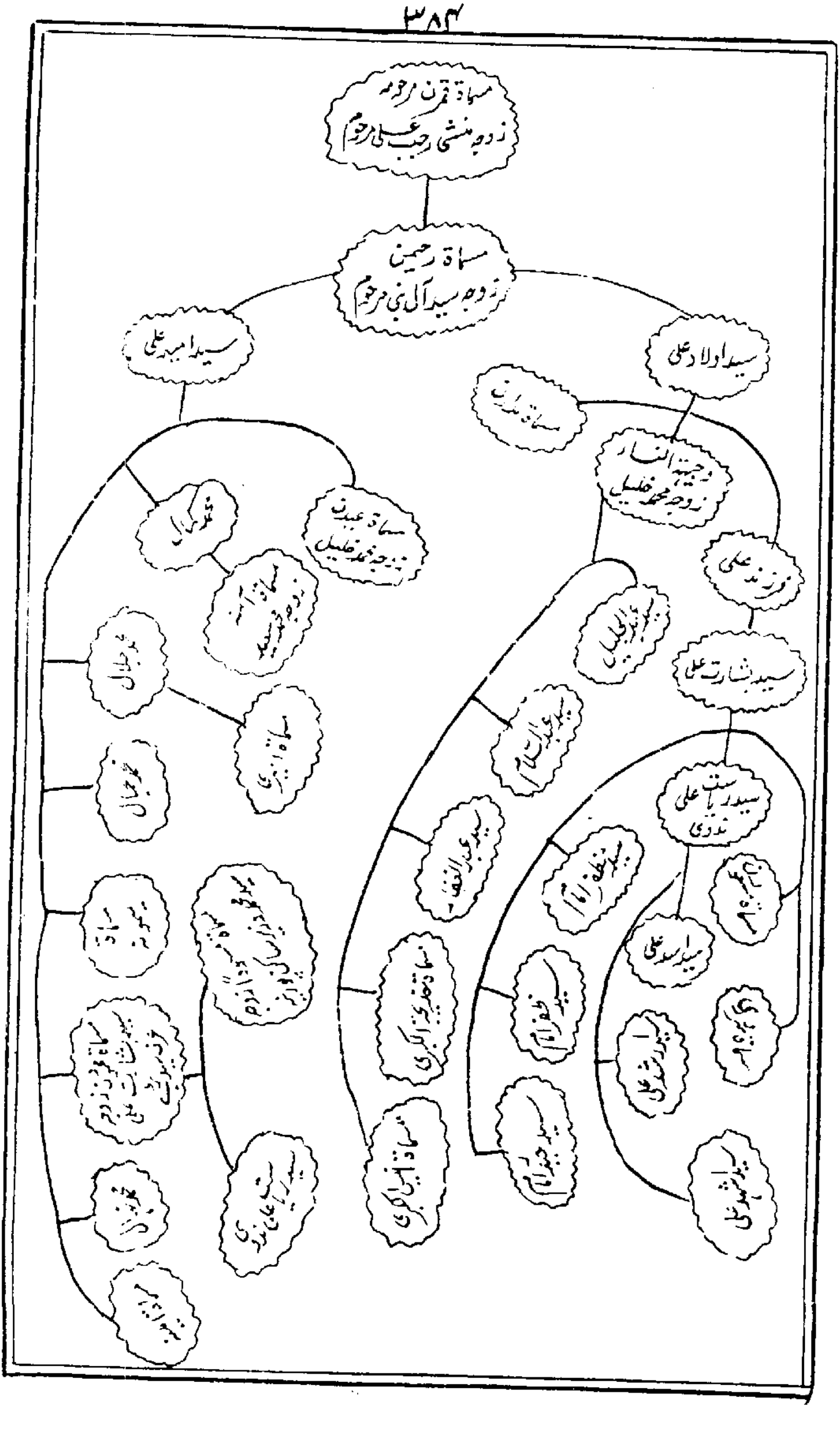


شاہ تفضل حسین مرحوم

بن شاہ غلام غوث مرحوم ساکن موضع دیورہ، آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں بیٹیوں کا نام میں اس وقت سہو کرتا ہوں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں :- رحیم الحق عرف جھکوڑی سلمہ عبد الرحمن عرف جمالی سلمہ عبد السبحان عرف شبراتی۔

مسماۃ قمرن مرحومہ

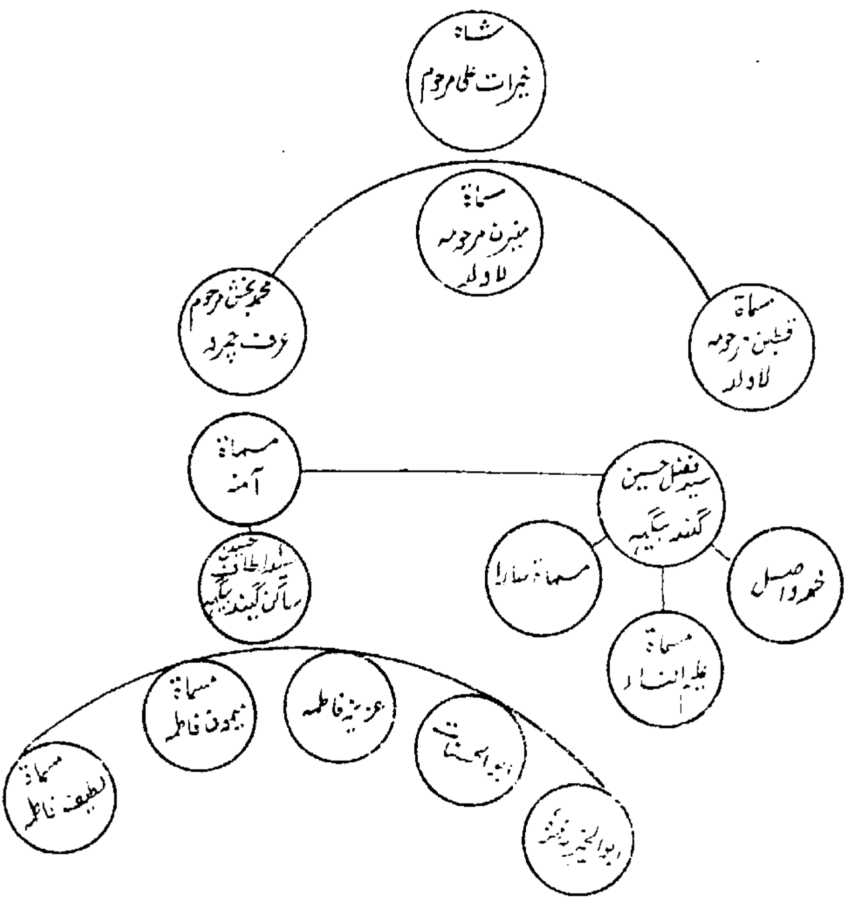
زوجہ منشی رجب علی مرحوم ساکن موضع کابڑ، ان کی کل اولاد پر مجھ کو اطلاع نہیں ہے۔ آپ کی صرف ایک دختر کو میں جانتا ہوں۔ مسماۃ رحیمن زوجہ سید آل نبی مرحوم ساکن موضع آبگلہ ضلع گیا۔ انکے دو بیٹے ہوئے۔ ۱ سید اولاد علی مرحوم و ۲ سید امید علی۔ سید اولاد علی کے ایک بیٹا فرزند علی اور دو بیٹیاں، مسماۃ وجیہۃ النسا و ۳ مسماۃ مدارن و سید امید علی کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ ۱ محمد کمال۔ ۲ محمد جمال ۳ محمد جلال۔ ۴ مسماۃ عیدن زوجہ محمد تملیل ساکن موضع بیتھو ضلع گیا۔ و مسماۃ میمونہ و مسماۃ محمودن۔


مسماۃ قمرن مرحومہ
زوجہ منشی رجب علی مرحوم
مسماۃ رحیمن
زوجہ سید آل نبی مرحوم
سید امیر علی
سید اولاد علی
فرزند علی
سید بشارت علی
سید ریاست علی
ندوی
سید اسد علی

شاہ خیرات علی مرحوم

بن شاہ غلام مرتضیٰ مرحوم بن شاہ غلام اشرف مرحوم ساکن موضع دیورہ، آپ کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ محمد بخش مرحوم و مسماۃ منیرن مرحومہ لاولد و مسماۃ قطبن مرحومہ لاولد محمد بخش مرحوم کے صرف ایک بیٹی ہوئی مسماۃ آمنہ۔ ان کے صرف دو بیٹے ہوئے۔ سید فضل حسین، سید الطاف حسین ساکن موضع گینہ بیگھہ جو ایک میل کے فاصلہ پر جانب جنوب موضع دیورہ کے واقع ہے۔

نقشہ یہ ہے:-



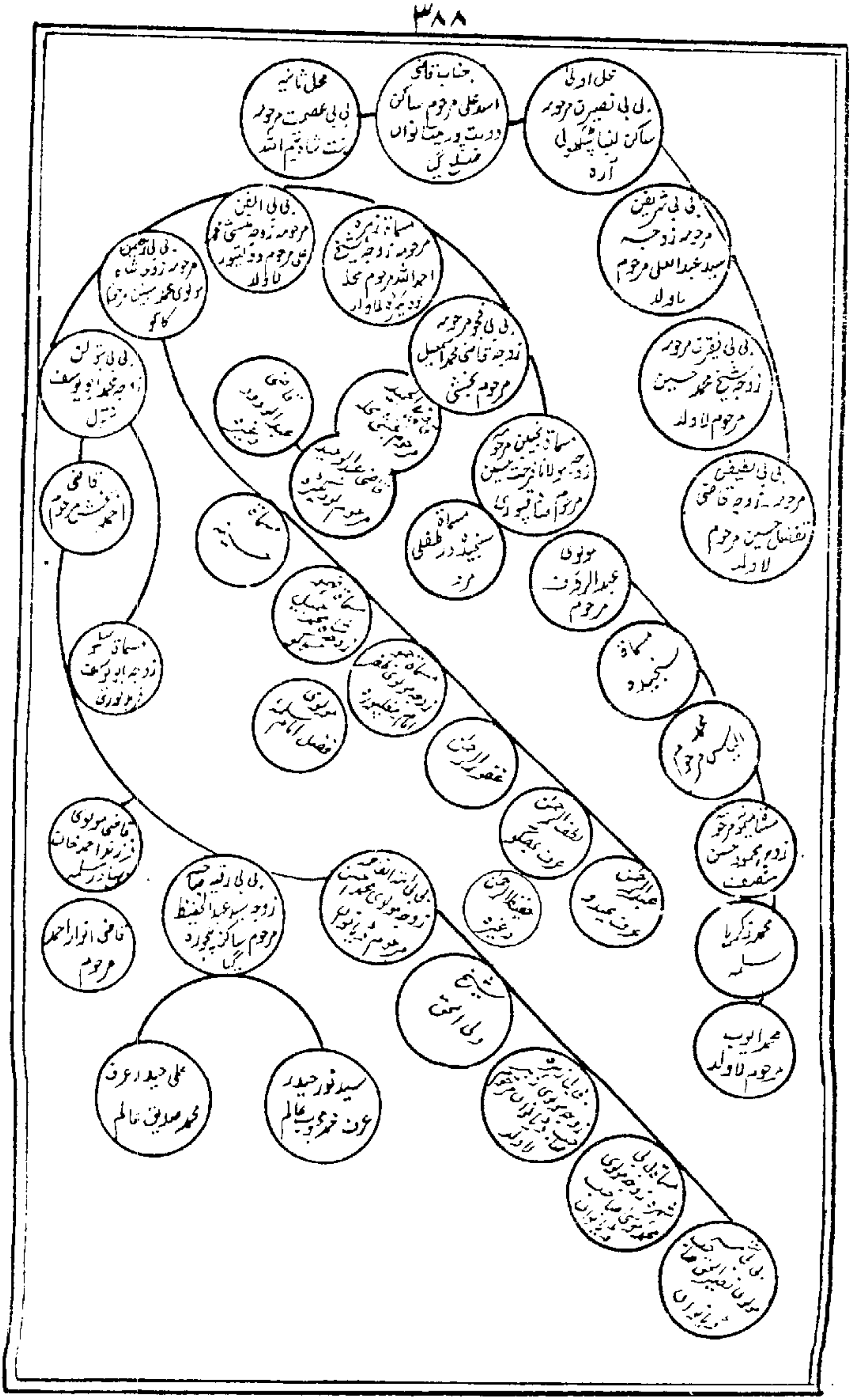
نسب نامہ مادری شمس العلماء مولوی عبدالرؤف مرحوم صادقپوری عظیم آبادی

نمبر	نام	نمبر	نام
نمبر۱	مولوی عبدالرؤف مرحوم	نمبر۱۸	مخدوم شاہ محمود عالم رح
نمبر۲	مسماۃ نجیبن مرحومہ بنت	نمبر۱۹	مخدوم شاہ احمد رح
نمبر۳	قاضی اسد علی مرحوم دولت پور ضلع گیا	نمبر۲۰	مخدوم شاہ عبدالرحمن رح
نمبر۴	قاضی رحمت اللہ مرحوم عرف پیر علی مرحوم	نمبر۲۱	مخدوم شاہ عبدالواحد رح
نمبر۵	قاضی احمد اللہ مرحوم	نمبر۲۲	مخدوم شاہ عبدالرزاق رح
نمبر۶	قاضی سلام اللہ مرحوم	نمبر۲۳	مخدوم شاہ مسعود رح
نمبر۷	قاضی غیاث الدین مرحوم	نمبر۲۴	مخدوم شاہ علی اکبر رح
نمبر۸	صدر جہاں مرحوم	نمبر۲۵	مخدوم شاہ علی اصغر رح
نمبر۹	شیخ میران مرحوم	نمبر۲۶	مخدوم شاہ عبدالفتاح رح
نمبر۱۰	شیخ بہلول مرحوم	نمبر۲۷	مخدوم شاہ ابواسحاق رح
نمبر۱۱	شیخ امجد مرحوم	نمبر۲۸	مخدوم سید شاہ ابراہیم ادہم رح
نمبر۱۲	شیخ محمد مرحوم	نمبر۲۹	سلطان ابراہیم بلخی رح
نمبر۱۳	شیخ بدیع الدین مرحوم	نمبر۳۰	مخدوم محمد شاہ ابوناصر
نمبر۱۴	شیخ نجم الدین مرحوم	نمبر۳۱	حضرت شیخ عبداللہ رضی اللہ عنہ
نمبر۱۵	شیخ جمال الدین مرحوم	نمبر۳۲	حضرت امیرالمومنین خلیفہ دوم عمرؓ
نمبر۱۶	مولانا مخدوم شاہ شمس الدین الحقانی رح	نمبر۳۳	خطاب
نمبر۱۷	مخدوم شاہ محمد مرحوم	نمبر۳۴	نفیل

قاضی اسد علی مرحوم فاروقی

ساکن موضع دولت پور منیانواں پرگنہ اوگری ضلع گیا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ اول محل مسماۃ بی بی بصیرن صاحبہ دختر میر مقصود علی صاحب ساکن موضع لبنا پھلواری ضلع آرہ شاہ آباد۔ ان سے تین صبیہ گان پیدا ہوئیں مسماۃ بی بی لطیفن زوجہ قاضی تفضل حسین مرحوم ساکن موضع تول ضلع گیا۔ و مسماۃ بی بی فقیرن مرحومہ زوجہ شیخ محمد حسین مرحوم ساکن موضع انھوا ضلع گیا۔ و مسماۃ بی بی شریفن مرحومہ زوجہ سید عبد العلی مرحوم ساکن موضع پنچورہ ضلع گیا، یہ تینوں لاولد اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

محل ثانیہ مسماۃ بی بی عصمت مرحومہ دختر شاہ نعیم اللہ مرحوم ساکن موضع سیوڈھا۔ انسے چھ دختران اور ایک بیٹا پیدا ہوا مسماۃ بی بی نجیبن مرحومہ زوجہ مولانا فرحت حسین قدس سرہٗ ساکن محلہ صادق پور عظیم آباد پٹنہ یعنی والدہ شمس العلما مولوی عبد الرؤف مرحوم (دوم) مسماۃ بی بی مجو مرحومہ زوجہ قاضی محمد اسمٰعیل مرحوم ساکن بخشی محلہ پٹنہ، ان کے ایک بیٹا قاضی عبد الحمید مرحوم (سوم) مسماۃ بی بی زہرہ مرحومہ زوجہ شیخ احمد اللہ مرحوم بن شیخ برکت اللہ مرحوم ساکن محلہ لودیکٹرہ پٹنہ یہ لاولد رخصت ہوئیں (چہارم) مسماۃ بی بی الفن مرحومہ زوجہ منشی محمد علی مرحوم ساکن موضع دولت پور منیانواں مذکور یہ بھی لاولد رخصت ہوئیں۔ (پنجم) بی بی رجبن مرحومہ زوجہ شاہ محمد طیبین مرحوم بن شاہ سید امداد حسین مرحوم ساکن موضع کاکو ضلع گیا، ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں، شاہ عبد الرحمن، شاہ لطف الرحمن، شاہ غفور الرحمن، مسماۃ رحیمو زوجہ مولوی ظفر امام صاحب ساکن محلہ مغلپورہ پٹنہ مسماۃ فہیمو زوجہ شاہ محمد جمیل صاحب کاکو مسماۃ حسینہ (ششم) مسماۃ بتول فاطمہ زوجہ ابو یوسف صاحب ساکن نوتول ضلع گیا۔ ان کے ایک بیٹی مسماۃ سلمیٰ زوجہ حافظ ابو یوسف صاحب ساکن فرید پور ضلع گیا (ہفتم) جناب قاضی احمد بخش مرحوم، ان کے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہوا۔ مسماۃ بی بی امۃ الفاطمہ زوجہ مولوی محمد احسن مرحوم بن مولوی محمد علی مرحوم حاتم العصر ساکن موضع ذریانواں ضلع پٹنہ مسماۃ بی بی رقیہ صاحبہ زوجہ سید عبد الحفیظ مرحوم بن سید عبد العلی مرحوم ساکن پنچورہ ضلع گیا۔ مولوی قاضی فرزند احمد صاحب خان بہادر سلمہ اللہ تعالےٰ۔ جسکا نقشہ حسب ذیل ہے؛


محل ثانیہ
بی بی عصمت مرحومہ
جناب قاضی
محل اولی
مسماۃ
محمد زکریا سلمہ
محمد ایوب مرحوم لاولد
قاضی انوار احمد مرحوم
علی حیدر عرف محمد صدیق عالم
سید نور حیدر

مسماۃ بی بی شریفن مرحومہ مغفورہ بنت قاضی اسد علی

زوجہ سید عبدالعلی مرحوم ساکن بجواره ضلع گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی بشیرن مرحومہ اور اہلیہ جناب حضرت مولانا ولایت علی علیہ الرحمۃ صادقپوری مسماۃ امیرن مرحومہ یہ دونوں اخت عینیہ تھیں پس بی بی شریفن مرحومہ اکثر ملاقات کو اپنی خالہ کی صادق پور میں آیا کرتی تھیں اور جناب حضرت مولانا ممدوح چونکہ آپ کے خالو تھے، اکثر ان کے وعظ ونصائح میں شریک ہوا کرتی تھیں اور اس کا اثر یہاں تک ہوا کہ آپ نے بیعت بھی حاصل کی۔ مگر یہ امر آپ کے زوج کے خلاف ہوا اور کچھ سختی بھی آپ پر کی مگر آپ نے بخوف آخرت وابتغاءً لوجہ اللہ کل سختیوں کو برداشت کیا اور مریم صفت اور آسیہ سیرت تمام عمر آپ نے بسر کی اور ہمہ وقت نماز تلاوت قرآن ودلائل الخیرات وغیرہ درود و وظائف میں اپنی عمر گرانمایہ کے کثیر حصّہ کو صرف کیا الدنیا مزرعۃ الاخرۃ پورا عمل کیا اللہم نور مرقدھا وبدلہا داراً خیراً من دارہا واھلاً خیراً من اھلہا۔ یہ ایسی نیک چلن و نیک طبیعت وحلیم وسلیم وصاف خلق عظیم بی بی تھیں کہ جس کا بیان بہ خامہ و زبان نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی کی صحبت بابرکت سے مسماۃ نجیبن مرحومہ آپ کی اخت علاتیہ کو فائدہ پہنچا اور انہیں کی طفیل ان کی آمدورفت صادق پور میں بکثرت ہوئی مگر افسوس کہ آپ کے کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے بطیب خاطر اپنے زوج منشی عبدالعلی مرحوم کی ایک دوسری شادی برادری میں کر دی اور ان سے جناب سید عبدالحفیظ مرحوم پیدا ہوئے۔ جن کا ذکر اوپر گذرا فقط

جناب بی بی نجیبن مرحومہ

عرف بی بی بجو بنت جناب قاضی اسد علی مرحوم ساکن دولت پور ضلع نوادہ گیا آپکی اول شادی نہایت کم عمری میں ہوئی اور تھوڑے عرصے میں آپ بیوہ بھی ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ کی آمدورفت صادق پور میں بسبب قرابت قدیمہ کے ہوتی رہی اور آپ فطرتاً نہایت سلیم و متبع سنت وشایق ابتغاء مرضات رب العلمین تھیں۔ اسوجہ سے یہاں کے وعظ وپند نے بہت کچھ آپ پر اثر کیا اور اس زمانہ میں یہاں متواتر عقد نکاح بیوگان ہو رہا تھا اور خوب ترغیب عقد ثانی بیوگان ہو رہی تھی من تمسك

بستی عند فساد امتے غلہ اجر مائۃ شہید کا بیان ہوتا تھا۔ جس کا بیان کچھ اوپر گذرا ہے۔ اسی مابین میں حضرت والدہ ماجدہ مؤلف عفی عنہ نے رحلت فرمائی۔ اور جناب حضرت والد ماجدم غفر اللہ لہ کو نکاح ہوئی کہ کسی سن رسیدہ عورت سے عقد کرنا چاہیے کہ انتظام خانہ داری کا درست ہو۔ چنانچہ آپ سے پیغام کیا تو آپ نے اس کو قبول کیا۔ آپ کی عمر اس وقت تخمیناً تیس برس سے کچھ کم ہو گی سنہ ۱۲۷۱ھ (بارہ سو اکہتر ہجری) میں آپ کا عقد ثانی جناب حضرت مولانا فرحت حسین قدس سرہ سے ہوا، آپ کے حسن اخلاق و خصائل ستودہ اس قدر ہیں جو احاطۂ تحریر سے باہر، آپ نہایت حلیم و سلیم ذی مروت و سخاوت تھیں۔ تمام مریدوں کی عورتیں صدہا آپ کے اکثر ذبطور اعتکاف کے بیٹھکر آپ کے پند و نصائح سے حظ وافر لیتیں یہ معلوم ہوتا کہ ماہ کے چو طرف ستاروں کا ہجوم ہے۔ آپ کی آمدنی سالانہ خاص ذاتی قریب پندرہ سولہ سو روپیہ کے تھی لیکن آپ کا کپڑا موٹی مارکین کا اور کھانا بھی نہایت سادہ اور مختصر ہوتا۔ تخمیناً پندرہ سولہ روپیہ ماہواری آپ کا خرچ ہوتا باقی کل یا تو بھانداری یا خفیہ مصرف دمساکین میں خرچ ہوتا، لوگوں کو گمان تھا کہ آپ بخیل ہیں، آپ کے پاس بہت کچھ روپیہ جمع ہوگا، لیکن بعد انتقال ایک پیسہ بھی آپ کے پاس سے برآمد نہ ہوا۔ وقس البواقی علیہا۔ آپ اس نکاح سے تین برس متمتع رہیں، بعد اس کے پھر بیوہ ہو گئیں۔ اس عرصے میں آپ کے دو اولادیں ہوئیں ۱۲۷۲ھ بارہ سو بہتر ہجری میں برادرم عزیز شمس العلماء مولوی عبد الرؤف مرحوم پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ایک لڑکی مسماۃ سنجیدہ پیدا ہوئی اور وہ چند ماہ کی ہو کر گزر گئی۔ اس کے بعد ۱۲۷۴ھ بارہ سو چوہتر ہجری میں آپ کے زوج حضرت والد ماجدم مولانا فرحت حسین قدس سرہ نے رحلت فرمائی۔ اس کے بعد تخمیناً ستائیس برس اور آپ زندہ رہ کر کچھ کم ساٹھ برس کی عمر میں ۱۳۰۱ھ تیرہ سو ایک ہجری میں اس خاکدان کو چھوڑ کر آپ داخل خلد بریں ہوئیں۔ اللھم اغفرلھا وارحمھا۔

آپ کی اولاد و احفاد کا نقشہ اوپر گزر چکا ہے۔

جناب مولوی قاضی فرزند احمد خانبہادر

ابن قاضی احمد بخش مرحوم بن جناب قاضی اسد علی مغفور ساکن قدیم دولت پور منیا نواں پرگنہ

اوکری ضلع گیا۔ عالمقامی صاحب گنج گیا۔ آپکے از روساے عظام اس ضلع کے ہیں۔ آپکے اخلاق کریمہ وشمائل ستودہ مشہور آفاق مستغنی عن البیان ہیں۔ آپ کی قومی ہمدردی و بلند ہمتی اس قدر ہیں کہ ہر کہ و مہ و ہر ملت و مذہب والوں میں آپ عزیز الوجود ہیں۔ بلا کسی تحریک کے آپ کو خانبہادر کا خطاب گورنمنٹ نے عطا کیا اور یہ عزت افزائی کی۔ آپکے صرف ایک فرزند قاضی انوار احمد مرحوم تھے جن کے دو بچے صغیر السن موجود ہیں۔ ابقاهما الله فی طاعته۔ نقشہ آپ کی اولاد کا اوپر گزر چکا ہے۔

نسبنامہ ابو الاب مولوی عبد القادر صاحب وکیل ساکن قدیم عظیم آباد پٹنہ عالمقامی گیا

نمبر ۱	مولوی عبد القادر مرحوم	نمبر ۲۰	شیخ موسیٰ سلیمان مرحوم
نمبر ۲	حکیم مولوی فیاض علی مرحوم	نمبر ۲۱	شیخ شعیب مرحوم
نمبر ۳	مولوی افضل علی مرحوم	نمبر ۲۲	شیخ احمد مرحوم
نمبر ۴	مولوی فضل علی مرحوم	نمبر ۲۳	شیخ یوسف مرحوم
نمبر ۵	ملا اشرف الدین الملقب ملا امجد خان مرحوم	نمبر ۲۴	شیخ محمد مرحوم
نمبر ۶	قاضی ملا یار محمد مرحوم	نمبر ۲۵	شیخ شہاب الدین احمد معروف بہ فرخ شاہ کابلی مرحوم
نمبر ۷	شیخ فرید مرحوم	نمبر ۲۶	شیخ سلیمان شاہ مرحوم
نمبر ۸	شیخ عثمان مرحوم	نمبر ۲۷	مسعود شاہ مرحوم
نمبر ۹	قاضی اسمٰعیل مرحوم	نمبر ۲۸	شاہ عبد اللہ مرحوم
نمبر ۱۰	قاضی عبد الغنی مرحوم	نمبر ۲۹	شاہ واعظ الاصغر مرحوم
نمبر ۱۱	قاضی شیخ جاد مرحوم	نمبر ۳۰	شاہ واعظ الاکبر مرحوم
نمبر ۱۲	شیخ علی شیر مرحوم	نمبر ۳۱	شاہ ابو الفتح کاہجی مرحوم
نمبر ۱۳	شیخ اسمٰعیل مرحوم	نمبر ۳۲	شاہ اسحٰق مرحوم
نمبر ۱۴	شیخ نصر الدین مرحوم	نمبر ۳۳	سلطان ابراہیم ادہم مرحوم
نمبر ۱۵	شیخ نجم الدین مرحوم	نمبر ۳۴	شاہ ناصر مرحوم
نمبر ۱۶	شیخ تاج الدین معروف بہ تاج سرور مرحوم	نمبر ۳۵	حضرت عبد اللہ زاہد رض
نمبر ۱۷	شیخ بدر الدین سلیمان مرحوم	نمبر ۳۶	حضرت امیر المومنین عمر خلیفہ دوم رض
نمبر ۱۸	شیخ فرید الدین مسعود شکر گنج مرحوم	نمبر ۳۷	خطاب
نمبر ۱۹	شیخ جمال الدین مرحوم	نمبر ۳۸	نفیل

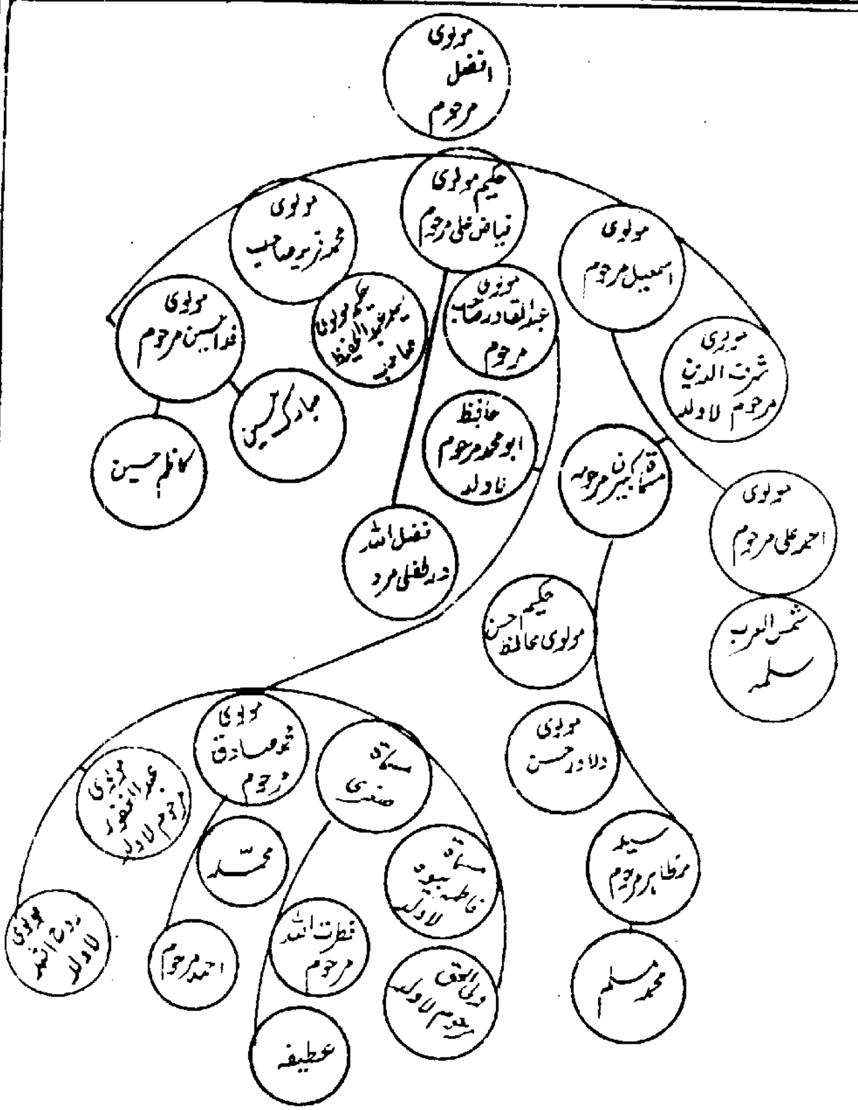
نسب نامہ امام الاب مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم وکیبل گیا

نمبر۱	مولوی عبدالقادر	نمبر۱۹	سید فضل اللہ مرحوم
نمبر۲	حکیم مولوی فیاض علی مرحوم	نمبر۲۰	سید یوسف مرحوم
نمبر۳	مولوی افضل علی مرحوم	نمبر۲۱	سید نظام الدین مرحوم
نمبر۴	مولوی فضل علی مرحوم	نمبر۲۲	سید علی مرحوم
نمبر۵	مسماۃ صفیہ مرحومہ	نمبر۲۳	سید محمد اشرف مرحوم
نمبر۶	سید خلیل الرحمن مرحوم	نمبر۲۴	سید محمد اعرج مرحوم
نمبر۷	سید محمد آفاق مرحوم	نمبر۲۵	سید احمد اشکبی مرحوم
نمبر۸	سید نصیب شاہ مرحوم	نمبر۲۶	سید موسیٰ ذکی رح
نمبر۹	سید محبوب مرحوم	نمبر۲۷	سید امام محمد تقی رح
نمبر۱۰	سید عبدالرحمن مرحوم	نمبر۲۸	سید موسیٰ علی رضا رح
نمبر۱۱	سید سلطان مرحوم	نمبر۲۹	سید امام موسیٰ کاظم رح
نمبر۱۲	سید شہاب الدین مرحوم	نمبر۳۰	سید امام جعفر صادق رح
نمبر۱۳	سید شمس الدین مرحوم	نمبر۳۱	امام محمد باقر رض
نمبر۱۴	سید محمود مرحوم	نمبر۳۲	امام زین العابدین رض
نمبر۱۵	سید سراج الدین مرحوم	نمبر۳۳	امام حسین رضی اللہ عنہ شہید
نمبر۱۶	سید کبیر الدین مرحوم	نمبر۳۴	حضرت علی کرم اللہ وجہ
نمبر۱۷	سید حمید مرحوم	نمبر۳۵	ابوطالب
نمبر۱۸	سید اسحٰق مرحوم	نمبر۳۶	عبدالمطلب

مولوی افضل علی مرحوم فاروقی

بن مولوی فضل علی مرحوم ساکن خواجہ کلاں گھاٹ منجملات شہر پٹنہ آپ کے پانچ بیٹے ہوئے (اوّل) مولوی شرف الدین مرحوم بلا ولد رخصت ہوئے (دوم) مولوی اسمٰعیل مرحوم زوجہ مسماۃ فہیمن بنت مولوی احمد علی مرحوم ساکن ڈمری۔ ان کے ایک بیٹا مولوی احمدی مرحوم اور ایک بیٹی کبیرن زوجہ سید سعید الدین ساکن موضع نظام پور ضلع گیا ہوئیں۔ مولوی احمدی کے ایک بیٹا شمس العرب اور مسماۃ کبیرن کے تین بیٹے ہوئے۔ سید مظاہر حسین مرحوم و سید مولوی دلاور حسین و سید حکیم مولوی حافظ حسن سلمہم (سوم) جناب حکیم مولوی فیاض علی مرحوم۔ ان کی شادی مسماۃ نفضل النساء مرحومہ بنت شاہ ابو تراب مرحوم ساکن محلہ تمو ہیہ سے ہوئی۔ ان کے تین بیٹے ہوئے مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم حال مقامی گیا اور حافظ ابو محمد مرحوم انہوں نے لاولد رحلت کی۔ و فضل اللہ کہ سات آٹھ برس کی عمر میں مہد مادر کو چھوڑ کر راہی علیین ہوئے۔ (چہارم) جناب مولوی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی ان کی تین شادیاں ہوئیں۔ اوّل مسماۃ افضل النساء مرحومہ بنت شاہ ابو تراب موصوف الصدر اُن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بہت قلیل عرصہ زندہ رہ کر اس قفس خاکی کو چھوڑا اور داخل خلد بریں ہوئیں۔ تب دوسری شادی آپ کی مسماۃ شریفۃ النساء بنت سید خیرات علی مرحوم ساکن موضع کروتی ضلع گیا سے ہوئی۔ یہ بھی لاولد رخصت ہوئیں۔ تب تیسری شادی آپ کی مسماۃ نذیرن مرحومہ بنت میر لریز علی مرحوم سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹا حکیم مولوی سید عبدالحفیظ سلمہ اللہ تعالیٰ ہوئے۔ ان کی شادی مسماۃ امۃ الرسول بنت انور حسین ساکن میران بیگہہ ضلع گیا سے ہوئی۔ (پنجم) مولوی فدا حسین صاحب منصف مرحوم آپ کی تین شادیاں ہوئیں محل اولی مسماۃ میرن مرحومہ بنت میر تراب علی مرحوم ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور شش ماہہ گذر گئی۔ بعد وفات ان کے محل ثانیہ مسماۃ مالی مرحومہ بنت شاہ وجہ اللہ مرحوم، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور دو سالہ قضا کی۔ محل ثالثہ غیر برادری ان سے پانچ اولادیں ہوئیں: تین بلا شادی گذر گئے دو موجود ہیں، مبارک حسین و کاظم حسین سلمہا اللہ تعالیٰ۔

نقشہ آپ کی اولاد کا حسب ذیل ہے:-



نسب نامہ عزیزی سید محمد یوسف سلمہ

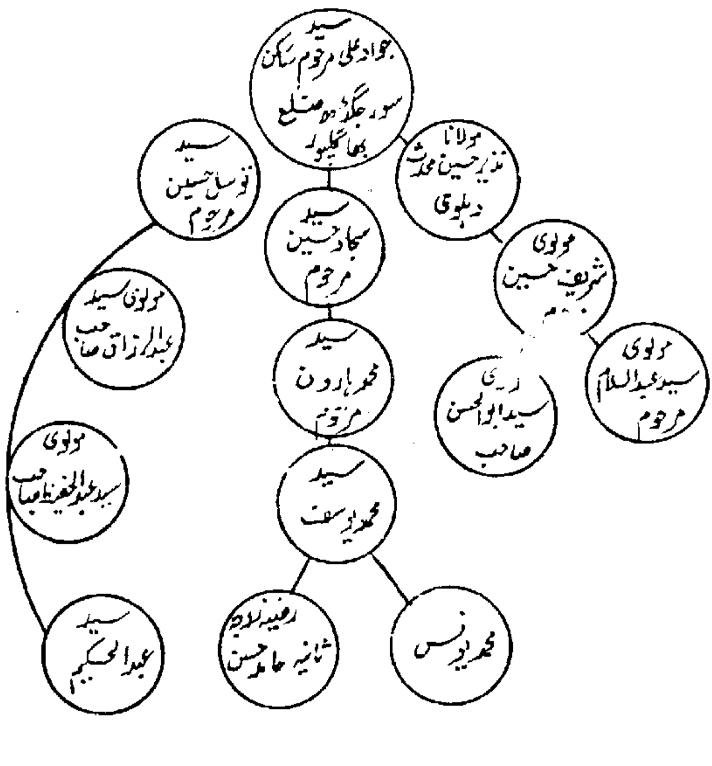
ساکن سورجگڑھ ضلع مونگیر بن سید محمد ہارون بن سید سجاد حسین مرحوم

نمبر۴	سید جواد علی مرحوم والد مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث	نمبر۵	سید عظمت اللہ مرحوم
		نمبر۶	سید اللہ بخش مرحوم

نمبر ۷	سید محمد مرحوم	نمبر ۲۵	سید فضیل مرحوم
نمبر ۸	سید ماہرو مرحوم	نمبر ۲۶	سید ابو الفرح مرحوم رح
نمبر ۹	سید محبوب مرحوم	نمبر ۲۷	سید امام حسن عسکری رح
نمبر ۱۰	سید قطب الدین مرحوم	نمبر ۲۸	سید امام نقی رح
نمبر ۱۱	سید ہاشم مرحوم	نمبر ۲۹	سید امام تقی رح
نمبر ۱۲	سید چاند مرحوم	نمبر ۳۰	امام موسی الرضا رح
نمبر ۱۳	سید معروف مرحوم	نمبر ۳۱	امام موسی کاظم رح
نمبر ۱۴	سید بودھن مرحوم	نمبر ۳۲	امام جعفر صادق رح
نمبر ۱۵	سید حاجی یونس مرحوم	نمبر ۳۳	امام محمد باقر رح
نمبر ۱۶	سید بزرگ مرحوم	نمبر ۳۴	امام علی زین العابدین رح
نمبر ۱۷	سید زیرک مرحوم	نمبر ۳۵	امام حسین شہید رض
نمبر ۱۸	سید رکن الدین مرحوم	نمبر ۳۶	حضرت علی خلیفہ چہارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نمبر ۱۹	سید جلال الدین مرحوم	نمبر ۳۷	ابی طالب
نمبر ۲۰	سید احمد مرحوم	نمبر ۳۸	عبد المطلب
نمبر ۲۱	سید محمد مرحوم	نمبر ۳۹	ہاشم
نمبر ۲۲	سید محمود مرحوم	نمبر ۴۰	عبد مناف
نمبر ۲۳	سید داؤد مرحوم	نمبر ۴۱	قصی
نمبر ۲۴	سید فضل مرحوم		

سید جواد علی مرحوم کے تین بیٹے (اول) جناب مولانا شیخ المحدثین بیہقی زمان دارقطنی دوران شمس العلماء محمد نذیر حسین رح دامت شموس انوارہ علی رؤس الطالبین عرصہ زائد از ساٹھ سال مقیم دہلی تھے (اور دوسرے) سید سجاد حسین مرحوم اُن کے ایک بیٹا سید محمد ہارون مرحوم۔ اُن سے ایک بیٹا عزیزی محمد یوسف مد عمرہ فی طاعۃ ربہ (سوم) سید توسل حسین مرحوم۔ انکے تین بیٹے ہوئے۔ مولوی

سید عبدالرزاق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و مولوی سید عبدالحفیظ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و عزیزی سید عبدالحکیم مدعمرہٗ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ چنانچہ بتاریخ بارہویں جمادی الاخری ۱۳۱۵ھ تیرہ سو پندرہ ہجری مطابق آٹھویں نومبر ۱۸۹۷ء اٹھارہ سو ستانوے عیسوی میں شادی عزیزی سید عبدالحکیم موصوف کی مساۃ کبریٰ مرحومہ بنت شمس العلماء مولوی محمد حسن مرحوم سے ہوئی۔ یہ لڑکی قریب دو برس کے زندہ رہ کر بتاریخ پندرہویں شعبان ۱۳۱۷ھ تیرہ سو سترہ ہجری میں داخل جنت الفردوس ہوئی۔ اور عزیزی سید یوسف مدعمرہٗ کی شادی ساتھ مساۃ آسیہ مرحومہ بنت حکیم عبدالحکیم صاحب مرحوم کے ہوئی۔ چنانچہ بتاریخ ساتویں شعبان ۱۳۱۶ھ تیرہ سو سولہ ہجری مطابق ۲۱ دسمبر ۱۸۹۸ء (اٹھارہ سو اٹھانوے عیسوی) میں اس عزیز کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام محمد یونس رکھا گیا۔ مدعمرہٗ فی طاعۃ اللہ تعالیٰ۔ اس کا نقشہ یہ ہے:۔



خاتمہ

اس میں شجرۂ بیعت خاندانی اور مناجات ہیں

شجرۂ قدیمہ خاندان محلہ نتوہیہ و دیورہ و بھاگلپور

نمبر ۱	حضرت شاہ محمد حسین قدس سرہٗ نتوہیوی	نمبر ۲۱	حضرت شیخ ابراہیم چشتی قدس سرہٗ
نمبر ۲	حضرت شاہ محمد کریم قدس سرہٗ	نمبر ۲۲	حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی رح بن
نمبر ۳	حضرت شاہ ابوالبرکات محمد عزیز قدس سرہٗ		شیخ المشائخ ابو صالح محمد موسیٰ رح
نمبر ۴	حضرت شاہ ابوالخیر محمد انور قدس سرہٗ	نمبر ۲۳	حضرت ابوالخیر ابو سعید مبارک حسنی المخرمی قدس سرہٗ
نمبر ۵	حضرت شاہ ابوتراب محمد منور قدس سرہٗ	نمبر ۲۴	شیخ ابوالحسین علی القرشی قدس سرہٗ
نمبر ۶	حضرت شاہ ابوالبرکات محمد نائش رح دیوروی	نمبر ۲۵	خواجہ محمد بن خواجہ یوسف طرطوسی رح
نمبر ۷	حضرت شاہ باز محمد بھاگلپوری قدس سرہٗ	نمبر ۲۶	شیخ احمد بن شیخ عبدالعزیز یمنی رح
نمبر ۸	حضرت مخدوم سید محمد یونس قدس سرہٗ چشتی	نمبر ۲۷	خواجہ شیخ ابوالقاسم احمد رح
نمبر ۹	حضرت مخدوم شاہ وجیہ الدین سفر اللہ علوی قدس سرہٗ	نمبر ۲۸	خواجہ ابوبکر شیخ عبداللہ شبلی رح
نمبر ۱۰	مخدوم حاجی حمید غوث محمد غوث قدس سرہٗ	نمبر ۲۹	سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی رح
نمبر ۱۱	حضرت مخدوم شاہ ظہور خادمی حضور قدس سرہٗ	نمبر ۳۰	خواجہ سری سقطی رح
نمبر ۱۲	مخدوم ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست قدس سرہٗ	نمبر ۳۱	خواجہ معروف کرخی رح
نمبر ۱۳	مخدوم شاہ محمد قاضن قادری قدس سرہٗ	نمبر ۳۲	امام محمد علی موسیٰ رضا رض
نمبر ۱۴	حضرت شیخ عبدالوہاب قادری قدس سرہٗ	نمبر ۳۳	امام موسیٰ کاظم رض
نمبر ۱۵	حضرت شیخ عبدالرؤف قادری قدس سرہٗ	نمبر ۳۴	حضرت امام جعفر صادق رض
نمبر ۱۶	حضرت شیخ محمود قادری قدس سرہٗ	نمبر ۳۵	حضرت امام محمد باقر رض
نمبر ۱۷	حضرت شیخ عبدالغفار صدیقی قدس سرہٗ	نمبر ۳۶	حضرت امام علی زین العابدین رض
نمبر ۱۸	حضرت شیخ محمد قادری قدس سرہٗ	نمبر ۳۷	حضرت سبط امام حسین شہید رض
نمبر ۱۹	حضرت شیخ علی چشتی قدس سرہٗ	نمبر ۳۸	حضرت امام الاولیاء خلیفہ چہارم علی کرم اللہ وجہہ
نمبر ۲۰	حضرت شیخ جعفر احمد چشتی قدس سرہٗ	نمبر ۳۹	حضرت سید ولد آدم امام الانبیاء احمد مجتبیٰ صلعم

حضرت مولانا ولایت علی کے حالات متعلق مزید تحقیق

مولوی غلام رسول مہر نے اپنی مفصل اور محقق تصنیف (سیرت سید احمد شہید اور دیگر جلدوں) میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تفصیلات کا جائزہ لیتے ہوئے ان کو غلط ٹھہرایا ہے (جلد چار صفحہ ۲۵۵) انہوں نے اس تاریخی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس وقت نہ تو پنجاب انگریزوں کے تحت آچکا تھا اور نہ لارنس پنجاب کا چیف کمشنر ہوا تھا۔ سید اکبر شاہ (والی سوات) کی بھی تخت نشینی نہیں ہوئی تھی اور ہزارا انگریزوں کے قبضہ میں تھا ہی نہیں۔

عزیزی ڈاکٹر قیام الدین احمد جن کی THESIS[1] (ہندوستان میں وہابی تحریک) زیر طبع ہے انہوں نے بھی اس واقعہ کی اور اس پر جناب مہر کی تنقید کی وضاحت کی ہے سطور زیریں ان ہی THESIS کا اقتباس ہیں:۔

> جناب مہر نے جن تاریخی حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ سب اپنی جگہ صحیح ہیں' مگر اس مسئلہ کا کوئی فیصلہ کرنے کے پہلے یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہیئے کہ سوانح احمدی اور تذکرہ صادقہ دونوں کے مصنف دراصل جناب سید احمد بریلوی اور ان کے رفقاء کی کارروائیوں کا ایک سرسری جائزہ پیش کر رہے تھے۔ کوئی مستند تواریخی کتاب نہیں لکھ رہے تھے۔ کتاب لکھتے وقت ان کے کیا ذرائع تھے، یہ ہمیں معلوم نہیں۔ ان دونوں کی انگریزی زبان سے واقفیت برائے نام ہی تھی۔ اخیر الذکر اس زبان سے نابلد تھے۔ جس وقت یہ کتابیں طبع ہوئی تھیں' پنجاب میں کمشنر کا عہدہ وجود میں تھا اور " ریذیڈنٹ اور چیف کمشنر" ان دونوں عہدوں کے باریک ٹکنیکی فرق کو ممکن ہے کہ ان لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہو۔ جہاں تک انگریزوں کی ان علاقوں میں باضابطہ حکومت قائم ہونے کا تعلق ہے، یہ یاد

---

[1] اسی مقالہ کی منظوری پر وہ P.H.D. (پی۔ ایچ۔ ڈی) ہوئے۔

ہے کہ ۱۸۴۵ء کے بعد سے انگریز ان علاقوں کے قانونی طور پر نہیں تو واقعتاً مالک ہو چکے تھے۔ خاص کر اس واقعہ میں مولانا ولایت علی اور ان کے رفقاء کی ساری گفتگو انگریز فوجی افسران ہی سے ہوئی۔ اس گفتگو میں سکھ سرداران کا کوئی ہاتھ نظر نہیں آتا۔

ایک بعد کے انگریزی مصنف جناب سیٹھی نے ایک جریدہ میں (بنگال پاسٹ & PRESENT جلد ۶۴) میں اس بات پر زور دیا ہے کہ کشمیر اور سرحد کے ان علاقوں میں اس بات پر زور دیا ہے کہ کشمیر اور سرحد کے ان علاقوں میں سکھ حکومت کا دوبارہ تسلط جمانے میں انگریزی فوج نمایاں طور پر پیش پیش تھی۔

اس واقعہ پر سب سے اہم اور مستند اطلاع ایک ہمعصر بیان سے ملتی ہے جو اس وقت کے انگریزی کاغذات میں موجود ہے۔ یہ بیان ایک شخص مسمی عبداللہ ولد جان علی ساکن حاجی پور ضلع مظفر پور نے ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو راولپنڈی کے اسسٹنٹ کمشنر کے سامنے دیا تھا۔ ان کی پیدائش پٹنہ میں ہوئی تھی اور وہ شیخ محمد حسین دانا پوری جو جماعت کے اہم کارکن تھے، کے داماد تھے۔ شروع میں انہوں نے محمد علی رامپوری کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ بعد میں مولانا ولایت علی سے بھی بیعت کی اور ان کے ساتھ سرحد کو گئے اور بہت سی جنگوں میں شامل رہے، جس کا ذکر ان کے بیان میں موجود ہے۔ اس واقعہ کے متعلق ان کا بیان عینی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے، وہ بہت اہم ہے۔ آگے متعلقہ حصہ کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

" اس وقت مسٹر ایبٹ ہزارا میں موجود تھے اور انہوں نے ایک سکھ سردار کو (جن کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں) ہدایت کی کہ ہم لوگوں کو پہاڑ سے اس وعدہ پر نیچے اتار لائے کہ ہم لوگوں کو نکل جانے دیا جائے گا اور یہ بھی کہ ہم لوگوں کو اپنی نگرانی میں رکھیں اور یہ کہے کہ اگر ہم لوگ اپنے اسلحہ جات کو علیحدہ کرنا چاہیں تو وہ ان کی قیمت دیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں کو اپنی بندوقیں، زنبورکیں اور اونٹوں کی قیمت طور پر بارہ ہزار روپے ملے۔

ہم لوگ اس وقت تقریباً چار سو افراد تھے .... بعد میں ہم لوگوں کی ملاقات مسٹر ایبٹ سے ہوئی۔ انہوں نے مولانا ولایت علی کو پوچھا "اب تم کہاں جاؤ گے" ولایت علی نے جواب دیا "استھانہ" اس پر ایبٹ نے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ لوگ ہزارا چلیں اور وہاں لارڈ صاحب سے ملیں (یہ لارڈ صاحب خود لارنس میں تھے) اور ان کے حکم کے مطابق کریں۔ وہ لوگ اس وقت مجبور تھے اور ہزارا جانے کو آمادہ ہونا پڑا، جہاں ان لوگوں نے قلعہ کے نزدیک پڑاؤ کیا۔ بعد میں لارڈ صاحب نے ولایت علی، عنایت علی، مقصود علی، فیاض علی، اور یحییٰ علی کو اپنے پاس بلوایا۔ جب وہ لوگ اپنے خیمہ میں داخل ہوئے تو ان سے پوچھا کہ کیا یہ سچ نہیں کہ وہ سب کے سب صادق پور عظیم آباد کے رہنے والے تھے اور انگریزوں کی رعایا تھے اور یہ کہ وہ لوگ حکومت کو ٹیکس ادا کرتے تھے۔ وہ لوگ اس علاقہ میں کیوں آئے تھے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے عقائد کے مطابق جہاد لازم ہے سکھ ہم لوگوں کے دشمن ہیں، اور ہم لوگ ان سے لڑنے آئے تھے۔ لارڈ صاحب نے جواب دیا کہ "یہ ملک اب ہم لوگوں کا ہے، اب تم لوگ کیا کرو گے[1]" ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ستھانہ چلے جائیں گے۔ لیکن لارڈ صاحب نے کہا کہ وہ علاقہ جات کابل تک آزاد تھے۔ اگر تم لوگ وہاں جاؤ گے تو پھر انگریزوں کے خلاف سازش اور جنگ کرو گے، اس لئے ہم تمہیں اس طرف جانے کی اجازت نہیں دیں گے[2]

---

[1] یہ جملہ قابل غور ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانونی حیثیت جو بھی ہو، انگریز خود ان علاقوں کو اپنے ماتحت سمجھتے تھے۔ [2] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز در اصل اس حقیقت سے واقف تھے کہ وہابی تحریک ان کے خلاف تھی۔ نہ کہ صرف سکھوں کے۔ مجاہدین نے جو سکھوں کا ذکر اوپر کیا ہے وہ شاید ضرورت کے تحت کیا تھا۔ اس حقیقت کو انگریز بخوبی سمجھ گئے تھے۔

چنانچہ اس نے ان سبھوں کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کا حکم دیا اور ہم لوگ وہاں سے منتشر ہوئے۔ متذکرہ بالا حضرات عظیم آباد میں اپنے اپنے گھروں کو واپس آئے اور انہیں مچلکہ دینا پڑا کہ وہ لوگ چار سال تک عظیم آباد کے باہر نہیں جائیں گے۔

اس مختصر بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوانح اور تذکرۂ صادقہ کے بیانات اپنی جزوی تفصیلات کی گڑبڑی کے باوجود بنیادی طور پر صحیح ہیں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب ، تذکرۂ صادقہ کے حالات کے متعلق مزید تحقیق

مولانا موصوف کی زندگی کا وہ دور جوان کی گرفتاری ، مقدمۂ سازش اور اسیری جزیرہ انڈمان سے متعلق ہے۔ اس پر سرکاری انگریزی کاغذات سے کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان کی گرفتاری مقدمہ اور اسیری کی پوری داستان خود ان کی اپنی تصنیف اور مولوی محمد جعفر تھانیسری کی کتاب میں موجود ہے۔ کچھ مزید تفصیلات انگریزی سرکاری کاغذات میں ملتی ہیں ، جن کو عزیزی قیام الدین احمد نے اپنی زیر طبع کتاب میں پیش کیا ہے مندرجہ ذیل تفصیلات اس سے ماخوذ ہیں ۔

مقدمۂ انبالہ کے گیارہ ملزمین میں سے ہر ایک کا نام عمر اور اس پر الزام مقدمہ کی روداد میں مختصراً درج ہے۔ مولوی عبدالرحیم کے متعلق یوں تحریر ہے ۔

عبدالرحیم ساکن صادقپور عمر ۲۸ سال ۔ الزام ۔ ملزم کے خلاف یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ان کے مکان پر بغاوت کی تعلیم دی جاتی تھی .... یہ جمع شدہ رقم کے انچارج تھے اور والنٹیرس کے کھلانے پلانے کے بھی ، رقم کو مجاہدین کے پاس بھیجنے کے بھی ۔ غرض کہ ان سے جو کچھ ہو سکتا تھا ، انہوں نے حکومت کے خلاف کیا۔[1]

گرفتاری کے وقت بزرگان صادق پور میں سے ہر ایک کے پاس جو متفرق سامان ملا تھا اس کی ایک فہرست بنائی گئی تھی ۔ مولوی عبدالرحیم صاحب کے گھر سے کتابیں ، فرنیچر ، بگہ گاڑی (مع ایک عدد گھوڑا) اور عورتوں کے زیورات ضبط کر لیے گئے تھے ۔

جزیرۂ انڈمان میں ہر قیدی کو قیدی نمبر لگا دیا جاتا تھا اور آئندہ تمام خط و کتابت اور کاغذات میں قیدیوں کا ذکر ان کے نمبر کے حوالے سے کیا جاتا تھا ان کے نام سے نہیں مولوی عبدالرحیم صاحب کا نمبر ۱۱۵۶۱ تھا ۔ جس وقت کے کاغذ میں ان کا ذکر ہے اس وقت مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ علی دونوں بزرگوں کا انتقال ہو چکا تھا ۔ اور

---

[1] یہ اقتباس جج کے فیصلہ میں سے لیا گیا ہے ۔

اور وہ ہر قسم کی نمبر شماری سے آزاد ہو چکے تھے۔ اس لئے ان دونوں بزرگوں کے نمبر کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

ان لوگوں کی رہائی کا مسئلہ ۱۸۸۲ء سے شروع ہوا۔ رہائی کا حکم دینے کے قبل گورنمنٹ نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے ان لوگوں کے دوران اسیری کے رہن سہن کے متعلق رپورٹ مانگی۔ سپرنٹنڈنٹ کی رپورٹ میں یہ درج ہے کہ عموماً ان لوگوں کا رویّہ اور رہن سہن بہت ہی نیک اور ناقابلِ اعتراض رہا۔

خصوصاً مولوی عبدالرحیم صاحب اپنی طویل اسیری کے دوران میں کبھی بھی کسی "مقامی جرم" کے مرتکب نہیں ہوئے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب مع دیگر پانچ قیدیوں کے ۵ رفروری ۱۸۸۳ء کو رہا ہوئے، ان کے ساتھ پٹنہ کے دو اور بزرگ مولوی عبدالغفار اور تبارک علی شامل تھے۔ یہ سب بزرگ پٹنہ کے رہنے والے تھے اور اپنے اپنے گھروں کو واپس آنا چاہتے تھے۔ مگر پٹنہ کے مجسٹریٹ نے ان لوگوں کی واپسی اور پٹنہ میں رہائش پر اعتراض کیا۔ اس کا خیال تھا کہ پٹنہ اس تحریک کا مرکز رہ چکا ہے۔ دانا پور اور پھلواری شریف دونوں نزدیکی مقامات "وہابیوں اور ان کے ہمدردوں سے بھرے تھے۔ ان لوگوں کی واپسی سے لوگوں کی ہمدردیاں ان کی طرف منعطف ہوں گی، اور دبی ہوئی چنگاریاں پھر سے سلگیں گی۔ پٹنہ کی گنجان آبادی میں ان لوگوں کی نقل و حرکت اور خفیہ خط و کتابت پر پوری نگرانی نہیں ہو سکے گی؛ اس لئے بہتر ہوگا کہ انہیں کسی دوسرے شہر خصوصاً بھاگل پور میں رکھا جائے۔ مگر گورنمنٹ نے اس اعتراض کو رد کر دیا اور یہ بزرگان مارچ ۱۸۸۳ء میں پورٹ بلیر سے روانہ ہوئے اور اگلے ماہ پٹنہ پہنچ گئے۔

قصیدہ عربیہ

من کان یرغب فی النجاۃ فمالہ | غیر اتباع المصطفیٰ فیما اتی
ذاک السبیل المستقیم وغیرہ | سبل الغوایۃ والضلالۃ والردی
فاتبع کتاب اللہ والسنن التی | صحت فذاک اذا اتبعت ہو الہدی
ودع السوال بکم وکیف فانہ | باب یجر ذوی البصیرۃ للعمی
الدین ما قال النبی وصحبہ | والتابعون ومن مناجہم قفا

مناجات

یا من یری ما فی الضمیر ویسمع | انت المعد لکل ما یتوقع
یا من یرجی للشدائد کلہا | یا من الیہ المشتکی والمفزع
یا من خزائن رزقہ فی قول کن | امنن فان الخیر عندک اجمع
مالی سوی فقری الیک وسیلۃ | فبالافتقار الیک فقری ادفع
مالی سوی قرعی لبابک حیلۃ | فلئن رددت فای باب اقرع
ومن الذی ادعو واہتف باسمہ | ان کان فضلک عن فقرک یمنع
حاشا لجودک ان یقنط عاصیًا | الفضل اجزل والمواہب اوسع

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین و اٰخر دعونا ان الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ وصفیہ وحبیبہ وخلیلہ محمد المصطفیٰ واحمد المجتبیٰ شفیع المذنبین ورحمۃ اللعلمین ورسول رب العلمین وعلی الہ واصحابہ وعلی جمیع عباد اللہ الصّٰلحین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تمام شد